ید بیضا

محمڈن یونیورسٹی

مضمون مندرجہ عنوان جو ہندوستان کے مشہور و معروف فاضل اجل جناب نواب عماد الملک بہادر مولانا سید حسین بلگرامی کے زور قلم کا نتیجہ ہے ہمکو ہمارے ایک عنایت فرما نے عنایت کیا ہے۔ اصلی مضمون انگریزی مین ہے لیکن یہہ ترجمہ بھی جو جناب مولوی عبدالحق صاحب بی اے پرنسپل مدرسہ آصفیہ حیدرآباد دکن کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے افادہ ناظرین کے لئے کچھ کم نہین۔ یہہ ترجمہ کسی زمانے مین معزز رسالہ افسر کے صفحات مین شایع ہوا تھا اور اب محترم مترجم صاحب کی اجازت سے اس بیش بہا تبرک کو ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ ممکن ہے کوئی یہہ خیال کرے کہ جب ایک مرتبہ اس کی اشاعت ہو چکی پھر دوبارہ شایع کرنے سے کیا فایدہ لیکن ملک کے زبردست اہل قلم اور لایق رہنماؤن کی رائین ایک ایسے اہم معاملہ پر یعنی ایک قومی درسگاہ کے متعلق جس کے قیام کے لئے وہ برسون سے کشش اور کوشش کر رہے ہین ضرور اس قابل ہے کہ جہان تک ممکن ہو اسکی اشاعت کے میدان کی توسیع مین کوشش کی جاے اور جس قدر کثیر تعداد اہل ملک کی ان خیالات سے مستفید ہو سکے بہتر ہے۔ نظر بران ہم اپنے لایق دوست کے عطیہ کو شکریے کے ساتھ قبول کرتے ہین اور دوسرے مضامین پر جو ہمارے پاس اشاعت کے لئے موجود ہین اس کو ترجیح دیتے ہین۔

ایڈیٹر

وہوا ہذا

"اگر ہندوستان کے مسلمانون کی حیثیت ایک قوم کی سی ہوتی اور وہ اپنے قومی مصالح اغراض کو سمجھتے۔ اور اِن تمام معاملات مین مل کر کام کرنے کے عادی ہوتے جن سے ساری قوم کی فلاح اور بہبودی بحیثیت مجموعی متصور ہے تو اِس صورت مین ممکن تھا کہ علیگڈھ جیسے درس گاہ کو جس مین تمام وہ مختلف عناصر موجود مین۔ جن سے ایک یونیورسٹی کا وجود قایم ہوسکتا ہے۔ اپنی موجودہ حالت پر رہنے دیا جاتا اور رفتہ رفتہ خود اس مین نمایان ترقی ہوتی رہتی۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمان قومی حیثیت نہین رکھتے۔ اور اب انکے خیالات اپنے قومی اغراض کے متعلق اسیقدر مختلف ہین جتنا کہ وہ مختلف مقامات سرزمین ہند جنمین وہ سکونت رکھتے ہین۔ اسلئے اندیشہ ہے کہ اگر علیگڈھ کالج اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاے۔ تو اِس سے صرف یہی نہین ہوگا کہ اسکی اعلیٰ ترقی رک جائیگی بلکہ بڑا ڈر یہہ ہے کہ اگر اِس مدرسۃ العلوم کا نام خدانخواستہ صفحہ ہستی سے مٹ نہ گیا تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ رفتہ رفتہ اس کی حالت ایک پرانی وضع کے مکتب کی سی ہو جائے گی۔ جہان تعلیم و تربیت دونون کا خون ہوتا ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ وہ روشن خیال سرداران قوم جو اِس نتیجہ کو ایک قومی حادثہ تصور کرینگے جہان تک ممکن ہو اِس اسلامی دارالعلوم کے تحفظ و ترقی مین کوشش اور سعی کرتے رہین کیونکہ یہی ایک مدرسہ ہے جسکو ہم اپنا قومی مدرسہ کہہ سکتے ہین۔

بعض اوقات یہہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اور اب بھی یہہ کہا جائے گا کہ جب گورنمنٹ کالج ہندوؤن کے لئے مفید ہین تو بلا شبہ ہمارے لئے بھی مفید ہونے چاہئین تو پھر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اپنی الگ بنانا ایک فعل عبث ہے لیکن میرے نزدیک ہمکو ہرگز یہہ خیال دل مین نہ لانا چاہئے کہ ہمارے ہندو بھائی اپنی فلاح اور بہبودی کی تدبیرون سے غافل ہین اور اُن کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے اب کوئی مرحلہ باقی نہین ہے، اگرچہ اِس وقت تک وہ ناعاقبت اندیش صلاح کارون کی دل فریب تقریرون کے جال مین گرفتار ہوکر پولیٹکل خیالات اور پولیٹکل توہمات مین آلودہ رہتے ہین مگر جب وہ ایک مرتبہ دیکھ لین گے کہ جس راہ سے وہ اپنے مقاصد کی تلاش مین نکلے ہین وہ ایک اندھی گلی ہے اُس وقت وہ اپنی تمدنی و تعلیمی

اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائینگے اور اُس حالت مین وہ ضرور ہمہ مسلمانون کی ہمدردی کے سزاوار ہونگے اور ہمکو لازم ہوگا کہ اگر ہم سے ہو سکے تو ہم اُنکی مدد کرین۔ ہمکو یقین کرنا چاہیے کہ جب اُنکی آنکھ کھلیگی اور اُنھون نے ایک مرتبہ ادھر توجہ کی تو وہ سخت مشکلین اور جانکاہ مخالفتین اُنکی سد راہ نہین ہونگی جنھون نے اُس نامور اور سچے محب وطن کا گویا دل توڑ دیا تھا جو اِس تحریک کا بانی اور اِس راہ مین مسلمانون کا ہادی طریق تھا اور جسنے اُس مبارک عمارت کی بنیاد ڈالی جسے اب ہم اُسکی وفات کے بعد وسعت و ترقی دینا چاہتے ہین پس بجاے اِسکے کہ اپنی غفلت کی توجیہ و تاویل مین اُنکی نظیر پیش کرین ہمین اِس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ وہ نہین تو اسی ایک موقع پر ہمارا قدم اپنے ہندو بھائیون سے آگے بڑھ گیا اور ہمنے اپنی تعلیم مین ایک آزادانہ طریقہ اپنے لئے نکال لیا کیونکہ قطع نظر دوسری باتون کے جو کام آدمی اپنے ہاتھون کرتا ہے جو کوئی مہم اپنی ہی سعی و کوشش سے اپنا عیش تلخ کرکے اپنے آپ پر مصیبت اُٹھاکے گذرتے ہوے وقت کے آرام و آسایش سے حکیمانہ اغماض کرکے مآل قریب یا بعید کے خیال سے انجام کو پہونچاتا ہے وہ کام اور وہ مہم اُس شخص کے لیے جس نے اُسے انجام کو پہونچایا اور مزید بران قوم کے لیے اگر ایک۔ قوم نے یہہ رفتار اختیار کی بہت زیادہ مفید اور نتیجہ بخش ہے بہ نسبت اسکے کہ کوئی غیر جنبہ المدد وہ کام کردے گو وہ نیکی کرنے والا ایک بڑی سلطنت و حکومت ہی کیون نہو۔

علاوہ اِسکے اور بہت سی باتین ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم مسلمانون کو اپنے لئے اپنا دار العلوم ایک الگ ہی بنانا چاہیے جسمین تمام سامان تعلیم کا ہماری خاطر خواہ مہیا ہو کچھ کم نصف صدی کا عرصہ ہوا جب بنگال۔ مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیان اُس زمانہ کی لنڈن یونیورسٹی کے نمونہ پر باقاعدہ قایم کی گئین اور باوجودیکہ اُن کے افادہ کا احاطہ تنگ تھا تو بھی اُنھون نے ملک کی خدمت مین کوتاہی نہین کی لیکن چونکہ اُن کا تعلیمی میدان صرف چند مقررہ امتحانات کے لینے تک محدود تھا اِس لئے لامحالہ جو مدارس اُنکے زیر حکومت قایم ہوے اُنکی زندگانی بھی اِن ہی قیود کے ساتھ شروع ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ فقط بی اے اور ایم۔ اے بنانے کے کارخانے ہوگئے۔ چونکہ محض کتابی امتحان لینے مین کسی قسم کی جد

مشقت کسی مضرت کا اندیشہ کسی طرح کا جان جوکھم نہین ہے۔ اسلیئے وہ قوین جنکے قویٰ ضعیف ہین اور بالطبع مردانہ اور سپاہیانہ زندگانی سے محترز ہین خودبخود طبیعی مناسبت کی وجہ سے ان مدرسون کی جانب کھنچی چلی آئین اور زیادہ تر کشش کی وجہ یہہ بھی ہوئی کہ یونیورسٹیون کے عطا کئے ہوے لیاقت نامہ مثل پروانہ ملازمت وحکومت کام دینے لگے تھوڑے ہی عرصہ مین یونیورسٹی کی ڈگریون کا ارز بازار اسقدر چڑھا اور بڑھا کہ جسکی نظیر شاید دنیا کی تاریخ مین نہین مل سکتی۔

اور اُسکے ساتھہ ہی کتابین یاد کرنے کرانے اور امتحان دینے دلانے کا ایک فن نیا ایجاد ہوا خلاصون۔ نوٹ بکون۔ شرحون حواشی اور اِس قسم کے بیسیون مضامین حفظ کرانے کے ڈھکوسلون کی اِس قدر بھرمار شروع ہوئی کہ اب رفتہ رفتہ منجملہ اور پیشون کے یہہ بھی ایک پیشہ ہو گیا ہے۔ ایک پروفیسر کی قدر ومنزلت اس وجہ سے نہین ہوتی کہ وہ ایک عالم فاضل شخص ہے بلکہ یہہ دیکھا جاتا ہے کہ اِس نے یونیورسٹی کے امتحان مین کس قدر طلبہ کو کامیاب کرایا اور اسی پر اُسکی فضیلت اور وقعت کا انحصار ہے جب کبھی کسی فاضل مدرس نے (اور ایسے لوگون کی ہمارے کالجون مین کچھ کمی نہین ہے) اِس ڈھرّے سے الگ ہو کر اپنے لکچرون مین بجائے کتب مقررہ اُن علوم سے تعرض کرنا چاہا جنکے وہ ٹکسٹ بک ہین تو اِس بیچارے پروفیسر کو فوراً عملی طور پر معلوم کرا دیا گیا کہ اُسکے شاگردون کا دھیان اُسکی تقریر کی طرف نہین بلکہ وہ اپنے نوٹون اور خلاصون کو ڈیسکون کے خانون مین چھپا چھپا کر رٹ رہے ہین۔

ہزارون طلبہ جو ہمارے اسکولون اور کالجون مین بھرتی ہوتے ہین۔ جہان سینگ سمائے رہ پڑے اور اکثر ایسے مقامات مین جا کر رہتے ہین جہان اُن کے اخلاق وآداب۔ طرز معاشرت چال چلن پر کوئی عمدہ اثر نہین پڑتا اور اپنی زندگی کو پاکیزہ اور اپنے اخلاق کو شائستہ بنانے مین انھین بہت کم مدد ملتی ہے۔ اُن مین آپس مین سوائے یونیورسٹی کے امتحانات کے کوئی مادہ مشترکہ کسی قسم کا تعلق یا رابطہ نہین ہوتا۔ ایک انگریزی مثل تھوڑے سے تغیر

کے ... اتو ... ہدایات کے لئے بہت چسپان ہے یعنی یہہ کہ ہر طالب علم نفسی نفسی پکارتا ہے مگر ممتحنون کی دہائی سب دیتے ہین - اِن مدارس مین باہمی معاشرت کا وجود ہی نہین نہ کوئی موقع جوانی کے نوخیز جذبات کی توسیع و اصلاح کا حاصل ہے اور نہ اس قسم کی تربیت و سیاست کا جن پر خصایل عادات کی درستی منحصر ہے -

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے پرانی وضع کے لوگ شاکی رہا کرتے تھے کہ شرفا کے بچے انگریزی مدرسون مین پڑھکر بد تہذیبی - خود پسندی - بد وضعی اختیار کرتے ہین اور اس وجہ سے یہہ بزرگوار اپنی اولاد کو انگریزی مدرسون مین بھیجنے سے احتراز کرتے تھے -

یہہ عیوب کچھ ایسے ظاہر اور اسکے نتایج کچھ ایسے نمایان تھے کہ آخر ہمارے ایک نہایت لایق اور قابل ویسرائے کی نظر توجہ اس طرف مایل ہوئی اور ایک باضابطہ سرکلر اس بارہ مین جاری ہوا جو اب صرف اس لئے یادگار ہے کہ اسکا کچھ نتیجہ نہ نکلا - اُس زمانے مین اخلاقی کتب کو نصاب تعلیم مین داخل کرنے کا کسی قدر چرچا رہا مگر حاصل اس سے کچھ نہ ہوا کیونکہ اخلاق و آداب ایسی چیز نہین ہے جسے ہم مقابلہ کے امتحانون کے ذریعہ سکھا سکتے ہون عملی طور پر سیاست و تربیت کی پابندی کا قصد بعض مدارس مین کیا گیا مگر اُس مین کامیابی نہوئی اور اسی پر تجویز مذکور کا خاتمہ ہوگیا - اگرچہ یہہ کوشش نہایت مستحسن تھی لیکن ناکامیابی اس وجہ سے ہوئی کہ اصل اور بنیاد اِن خرابیون کی جون کی تون رہنے دی گئی اُسکی جانب کسی نے توجہ نہین کی بچون کی تعلیم کا سارا گر سیاست ہے مگر جو کینڈا تعلیم کا ہمارے مدارس مین بندھ گیا تھا اُس مین سیاست و تربیت کا درست طور پر قایم ہونا ناممکن تھا - حالت تعلیم کی یہہ تھی کہ ہمارے نوجوانون نے اگر یونیورسٹی کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کرلی تو بس گویا وہ نہال ہوگئے کوئی تمنا اُنکی باقی نہ رہی - کسی اور شے کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہی - ڈگریون سے نوکری ملتی تھی حکومت ہاتھ آتی تھی اسلئے ساری ہمت سارا حوصلہ ڈگریان حاصل کرنے پر صرف کیا جاتا تھا - خواہ اسکے حاصل کرنے مین دماغی اور جسمانی صحت قایم رہے یا نہ رہے - اس قسم کی زندگی اور بے انتہا ...ت

اور مشقت نے ہمارے نوجوانون پر بہت کچھ ہاتھ صاف کیا بہت سے جو ضعیف القویٰ تھے عین عالم شباب مین چل بسے اور جنکے قویٰ مضبوط اور قوی تھے انکی جسمانی اور دماغی حالت مین بھی بہت کچھ فتور آگیا اور موے پر سو دُرے یہہ کہ یونیورسٹی نے جو طرز امتحانات کا قایم کیا اس مین مختلف امزجہ اور مختلف لوگون کے مختلف میلان طبایع کا مطلق لحاظ نہین رکھا گیا نتیجہ یہہ ہوا کہ یہہ مصیبت اور دوبالا ہوگئی۔

بعض لوگون مین قدرتی طور پر اس قدر قوت اور توانائی ہوتی ہے کہ وہ سخت سے سخت مخالف اثرون کا مقابلہ کرسکتے ہین لیکن عام طور پر ہمارے نوجوانون کے لئے اسکا اثر بہت مضرت بخش ثابت ہوا۔ مین یہان یہہ نہین بتانا چاہتا کہ ہمارے کالجون کے طلبہ مین سے فیصدی کتنے لوگ فی الحقیقت نہایت قابل ہوکر نکلے لیکن اس مین کسیکو کلام نہین ہوسکتا کہ بہتیرے ایسے نکلتے ہین جن مین متانت۔ روشن دماغی۔ تجربہ کے صحیح استعمال کی قوت۔ ذوق سلیم۔ نام کو نہین حالانکہ یہی چیزین ہین جو ایک تعلیم یافتہ شخص مین اکثر ڈھونڈھی جاتی ہین۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہی وہ خوبیان ہین جنکے پیدا کرنے کے لئے کم عمر طلبہ کا ملکر عمدہ نگرانی اور حکیمانہ سیاست کی پابندیون کے ساتھ باہم بود و باش کرنا ضروری ثابت ہوا ہے۔ ہم اپنے بچون کو اسی لئے تعلیم نہین دیتے کہ وہ حجرہ نشین اور کتاب کے کیڑے بن جائین بلکہ تعلیم سے ہمارا مقصد یہہ ہے کہ وہ اپنی زندگانی اور قوتین ظاہری و باطنی جو خدا نے انھین عطا کی ہین چستی اور درستی کے ساتھ شایستہ طور پر استعمال کرنے پر قادر ہون لیکن ہمارے کالجون کے طلبے مین بہ نسبت ان صفتون کے کتاب کے کیڑے بننے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ انمین امعان نظر کی عادت۔ امور معیشت کی نقادی۔ دنیا کے نشیب و فراز کے سمجھنے کی قوت۔ عالی دماغی۔ دوسرون کے تجربون سے اپنی زندگانی کی نسبت نتایج نکالنے کی صلاحیت نشو و نما نہین پاتی۔ حالانکہ زندگانی وہ کارزار ہے جس مین انہین ہتھیارون کی ضرورت ہے اور یہی بڑے وقتون آڑے آتے ہین۔

حاصل یہہ ہے کہ جس طرح نیا کھیت بارش کی کمی سے خشک ہوجاتا ہے اور بالیدگی نہین پاتا اُسی طرح قواے فطرتِ انسانی بھی جب مناسب حال پرورش اور تغذیہ سے محروم رہتے ہین تو اُنکا نشو و نما بند ہوجاتا ہے اور پھلنا پھولنا موقوف ہوجاتا ہے اور ایک عملی نتیجہ اسکا یہہ ہوتا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان خواہ مخواہ پولٹیکل مسایل کا خاکہ اُڑاتے ہین اور اِس قسم کی امیدون پر فریفتگی پیدا کرتے ہین - اور ایسے خیالات پکاتے ہین جو اُنکی پولٹیکل حیثیت اور قابل تسلیم حقوق سے کوسون دور ہین - نہ وہ اِس عظیم سلطنت کے مشکلات کا جسکے وہ اجزا اور ارکان ہین درست تخمینہ کر سکتے ہین اور نہ اُسکی مجبوریون کو سمجھ سکتے ہین - اگر تعلیم اُنکی زیادہ وسیع اور مردانہ اور زوردار ہوتی تو وہ اپنی قوتون سے زیادہ عاقلانہ کام لینے پر قادر ہوتے اور اِن غلط فہمیون مین نہ پڑتے -

اگر مسئلہ تعلیم قومی کے دوسرے پہلو پر غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ شاید دنیا مین ہم ہی ایک ایسی قوم ہین جس نے بلا کسی شکایت اور رد و قدح کے ایک ایسے طریقہ تعلیم کو قبول کر لیا ہے جس مین مذہب کا نام بھی نہین ہے اِس امر کے تسلیم کرنے کے لیے کوئی سخت متعصب مذہبی مولوی ہونا ضرور نہین ہے کہ ارکان مذہب مین ضعف پیدا ہو جانے سے قومی زندگانی کی بنیاد مین خلل آجاتا ہے اور حرمت اعتقادات ملتی کا اُٹھ جانا ہمیشہ قومی تنزل کا پیش خیمہ ہے -

گورنمنٹ بہت سا روپیہ ملک کا اعلی تعلیم مین صرف کرتی ہے گو درحقیقت یہہ گورنمنٹ کے فرایض مین داخل نہین ہے - لیکن وہ ہمین مذہب اور اخلاق نہین سکھا سکتی اور وہ بھی ہندوستان جیسی سلطنت مین جہان بیسیون چھوٹی چھوٹی ریاستین مختلف قومون سے آباد ہین جو بلحاظ عادات و خصایل زبان اور مذہب ایک دوسرے سے بالکل مغایر ہین ایسی ولایت مین اُس بالادست حکومت کے لئے جو اِن سب کی محافظ اور اِن پر حکمران ہے یہہ نہایت ضرور ہے کہ مذہبی معاملات سے لگاو نہ رکھے ورنہ خود اسکا قایم و برقرار رہنا دشوار ہے - حق یہہ ہے کہ یہہ گورنمنٹ کا کام نہین بلکہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی قومی ضروریات کو دیکھین بھالین اور قومی ترقی و نشو و نما کے لئے عمدہ ذرایع حاصل کرنے کی کوشش کرین - کیا یہہ کچھ کم شکر کی جا ہے

کہ ہم ایک ایسی گورنمنٹ کے ظل عاطفت مین رہتے ہین کہ اگر ہم یہہ ثابت کردین کہ ہم اپنی آپ مدد کرنے پر آمادہ ہین تو وہ بھی غایت شفقت کے ساتھ ہماری ہمدردی اور مدد کو تیار ہو جاتی ہے - ایشیا مین کونسی ایسی سلطنت ہے جہان رعایا کو اپنے معاملات اور کاروبار مین اسقدر آزادی نصیب ہو اور ترقی کا میدان اس قدر وسیع ہو اور جہان گورنمنٹ اُن تمام کامون مین جو عامہ خلایق کی فایدہ اور بہبودی کے لیئے کیئے جاتے ہین اسقدر بے لاگ اور سچی ہمدردی کرتی ہو-

اس لیئے کوئی وجہ نہین کہ ہم ہمت ہار بیٹھین بلکہ ہمین دونی قوت کے ساتھ اپنے واسطے ایک معقول دارالعلوم قایم کرنے کے لیئے سعی وکوشش جاری رکھنی چاہیئے جو تمام اُن قیود سے پاک اور اُن حدود سے آزاد ہو جو سرکاری مداخلت کے ساتھ توام ہین - ہماری خاص ضرورتین اور مقتضیات وقت ایسے مدارس سے حاصل نہین ہوسکتے جنمین پولٹیکل مصالح تعلیم اخلاق ومذہب کے سد راہ ہین - اب تک ہم مسلمان تعلیم مغربی کی طرف سے جیسا کہ اسکولون اور کالجون مین دیکھائی ہے کھچے سے رہے ہین اور ہمارا یہہ فعل غالبًا بلاوجہ نہین ہے ہم مین پُرانی وضع کے بڑے بڑے عالم منطقی فلسفی - اور فقیہہ تھے انھون نے جب پہلے پہل مغربی علوم کی تعلیم کے نمونے ہمارے اسکولون اور کالجون کے خام اور نیم تعلیم یافتہ نوجوانون مین دیکھے تو فوراً یہہ نتیجہ نکال اکہ مغربی علوم کچھہ بھی نہین ہین - یہہ تو بالکل

(باقی آیندہ)

غزل جناب منشی عبدالحمید صاحب بیتاب بی اے شتر دارجی اے ریلی تلمیذ حضرت شہیر مچھلی شہری

جراحت ہاے پنہان کی سُنے تب داستان کوئی
دہان زخم مین جب تیغ کی رکھدے زبان کوئی

حرم مین دیر مین مسجد مین دل مین چشم عاشق مین
کہان رہتے ہو بتلاؤ تمھین ڈھونڈے کہان کوئی

بڑی بیدردسی ہے یہہ جسے سب موت کہتے ہین
حسین اپنے کوئی دیکھا نہ چھوڑا نوجوان کوئی

بہت سی دعوتین دیکھی ہین ہمنے بھی زمانے مین
نہ دل سا میزبان کوئی نہ غم سا میہمان کوئی

سنا تو عشق کی ہم جان دیکر پاچکے زیبا
اُسے بھی پاس کرلین اور اگر ہو امتحان کوئی

ایشیا اور یورپ کا مقابلہ

(بلحاظ اپنی اپنی فتوحات کے)

اس زمانے مین جبکہ یوروپین تہذیب کا غلغلہ چار دانگ عالم مین مچا ہوا ہے اور خیالات عامہ کا میلان اس حد تک اُس جانب ہو گیا ہے کہ سوا اُنکے دوسرا آنکھون مین جچتا ہی نہین۔ جو چیز ہے یوروپ ہی کی اچھی ہے۔ علم بھی اب وہین ہے۔ فضل بھی وہین ہے۔ شایستگی بھی اُنہی کی جگہہ پائی جاتی ہے اور تہذیب اور اعلیٰ اصول مذہب کا اگر کہین نشان ہے تو کہا جاتا ہے کہ یوروپ ہی مین ہے۔ یوروپین آفتاب کی اس چکا چوند ڈالنے والی روشنی مین کسی کو یہہ گمان نہ گذرتا ہوگا کہ ایشیا کا بھی آفتاب کبھی طالع تھا اور یہہ روشنی جو آج کل تمام عالم کی آنکھون کو خیرہ کر رہی ہے درحقیقت اسی کی ایک شعاع ہے۔

موجودہ زمانے مین ایشیا کا کیا حال ہے؟ اسکا جواب صفحات لیالی و ایام سے پوچھنا چاہیے۔ ایشیا کو ایک جولانگاہ سمجھنا چاہیے جہان یوروپین اقوام اپنے گھوڑے دوڑا رہی ہین اسے ایک بیشہ سمجھنا چاہیے جہان سفید رنگ کی قومین زرد چمڑے والی اقوام کا شکار کر رہی ہین اُسے ایک لعل شب چراغ سمجھنا چاہیے جسے حوادثات زمانے نے یوروپین گرزدان کے پے در پے ضربات سے پرزے پرزے کر دیا ہے۔ صدیون سے سوائے پچھلی لڑائی کے کبھی ایسا ظہور مین نہین آیا کہ یہان کی کسی قوم کا یوروپ کے مقابلہ مین بول بالا ہوا ہو۔ صرف یہی نہین بلکہ اس زمانے مین جو فتوحات یوروپینون کو حاصل ہوئین اُنھون نے بعض بے مغز سفید رنگ کے لوگون کو یہہ یقین دلا دیا کہ ایشیا مین جنگ اور تحصیل ظفر کا مادہ ہی نہ تھا۔ علی ہذا یہہ سمجھکر کہ ایشیا پر یوروپ کا قبضہ کرنا اور کامیابی حاصل کرنا ایسا ہی ایک مسلمہ اصول قدرت ہے جیسا کہ طبیعات مین ناموس ثقل ہے۔ ایک طرف سے پرتگال نے سب سے پہلے ہاتھ پانون پھیلانے شروع کیے اور ہندوستان مین دکن و گوا و چین مین مکاؤ پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف جرمنی نے جو ان مداخلت بیجا کرنے والون مین سب سے آخر تھا کیاؤچاؤ کو اپنی میراث سمجھا اور صوبہ شانٹنگ پر جسکا رقبہ ۴۵۰۰۰ میل مربع اور جسکی آبادی تخمیناً ۳۶ ملین ہے اپنے اثرات کا جال پھیلانا شروع کیا۔ ممالک متحدہ امریکہ جو اپنے تئین امن و امان کی دیبی اور دنیا مین صلح کا نشان سمجھتے ہین۔ جزیرہ فلی پائنس پر جسکا رقبہ شانٹنگ سے تقریباً دونا اور آبادی سات ملین ہوگی قبضہ کر بیٹھے۔ ہالینڈ کے پاس ایشیا مین ۷۶۳۰۰۰ میل مربع زمین ہے جو تمام جنوبی مجمع الجزائر مین منتشر ہے۔ ڈچ لوگون کے پاس ایشیا مین ہالینڈ سے ساٹھ گنی زیادہ ہے۔ فرانس نے علاوہ ان پانچ شہرون کے جو ہندوستان مین اسکے زیر حکومت ہین کُل انڈو چائنا کو جسکی آبادی بیس ملین اور رقبہ ۳۰۰۰۰۰ میل مربع ہے ہڑپ کر لیا ہے۔ مگر ان سب کا شمار چھوٹے لوگون مین ہے۔ وہ قومین جنکا تصرف سب سے زیادہ ہے برطانیہ اور روس ہین۔ روس کے قبضے مین زمین زیادہ ہے اور برطانیہ کے قبضے مین آدمی زیادہ۔ یعنی ایشیا کے کُل رقبے مین سے جو ۱۶۶۶۱۰۰۰ میل مربع ہے ۱۰۲۸۷۰۰۰ میل یوروپینون کے ہاتھ مین ہے اور صرف ۶۳۷۴۰۰۰ میل خود ایشیا والون کے قبضے مین۔ ایسی حالت مین ایشیا والون کے خیالات اور اُن کی طبایع یوروپین اقوام کی برتری سے مغلوب نہون تو حیرت ہے۔ جبکہ ملکون مین ان کا سکہ جاری ہے تو قلوب پر بھی انھین کا سکہ اور خیالات پر بھی انھین کا سکہ جاری ہونا چاہیے۔ بلکہ اگر انکی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تہذیب و تمدن سے ہم متاثر نہون تو تعجب کا مقام ہے اور یہی وجہ ہے جو ہم انکی ہر چیز کو اچھی کہتے ہین شائستگی بھی وہین ہین نظر آتی ہے۔ تہذیب بھی وہین پائی جاتی ہے اور یہ خیال بھی نہین آتا کہ عالم کے اسٹیج پر ہماری بھی کبھی کوئی پوزیشن تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ کمزور پر حکومت کیجاتی ہے اور اسکی کوئی عزت دل مین نہین ہوتی۔ جاپانیون کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے کہ ہمنے یوروپ کے سامنے عمدہ عمدہ خوبصورت چیزین بنا کر پیش کین۔ مگر ہم پھر بھی وحشی رہے۔ ہم نے صنعت و حرفت مین خود اُن کے مقابلہ مین بڑھکر انعامات حاصل کئے اور اُن سے اچھی اچھی چیزین تیار کین مگر ہم پھر وحشی کے وحشی ہی رہے۔ مگر جبکہ ایکایک ہمنے ہاتھون مین تلوار پکڑ لی اور کئی لاکھ سفید رنگ کے لوگون کو

خون کے دریا میں ڈبو دیا تو دنیا چیخ اٹھی کہ ہم مہذب ہیں - اس زمانے میں یورپ کا یہ مقولہ ہے کہ
جب تک کوئی مجھے قتل کر سکنے کی استعداد نہ رکھتا ہو میں اُسکی عزت نہیں کرتا - اس لئے میں اس مضمون
میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس استعداد میں ایشیا ہمیشہ یورپ سے برتر رہا ہے صرف یہی نہیں
کہ ایشیا کو یورپ پر فوجی قابلیت کی حیثیت سے ایک زمانہ میں فوق حاصل تھا بلکہ ایشیا وہ
مقام ہے جہاں سے تہذیب کی ابتدا ہوئی اور جہاں علوم و فنون اور تمام عالم کے مذاہب نے
نشو و نما پائی - یہ وہ جگہ ہے جسے آریہ لوگوں کا گہوارہ کہنا چاہئے یہیں یہ لوگ پلے پوسے بڑے
ہوئے اور پھر جا کر انھوں نے مغربی دنیا کو آباد کیا - میڈم بلاوٹسکی کا خیال ہے کہ شمالی ایشیا
تمام بر اعظموں کی اصل اصول ہے جسکی حقیقت مرور ایام نے تاریخ کے صفحوں تک سے مٹا دی ہے -
ایک مغربی انگریز کا قول ہے کہ "ایشیا[1] علم اور تہذیب میں بہت پرانا تھا جبکہ پہلے یورپین نے الف سے
بے شروع کی اور فرقہ اور برادری کی صورت اختیار کرکے کتاب مذہب کا پہلا ورق الٹا تھا قبل
اسکے کہ رومتہ الکبریٰ کا بانی[2] کسی بھیڑ کی مادہ کا دودھ پی کر بڑا ہو اسنے بڑی بڑی سلطنتیں
قایم کرکے اپنی ریتی تلے انھیں دفن کر دیا تھا - اُسکے علوم اور اُسکے فنون مصر و یونان کے علوم و
فنون کے ماخذ تھے اور صدیوں تک یورپین تہذیب گویا صرف اُنھیں بیجوں کی بہار تھی جنھیں بحر
قلزم نے ایشیا سے بہا کر یورپ کے کناروں پر چھوڑ دیا تھا" ایشیا یورپ کے مقابلہ میں صرف
اپنے رقبے اور آبادی کے لحاظ سے بڑا نہیں ہے بلکہ تاریخی عظمت کے لحاظ سے اور سب سے زیادہ اقوام
عالم کے مذہبی منشا و مبدا ہونے کے لحاظ سے وہ مرتبہ رکھتا ہے جو کبھی یورپ کو نصیب نہیں ہو سکتا
یورپ کلین کلسیم توپیں - انجن اور جہازات ایجاد کرتا ہے مگر یہ سب زوال پذیر ہیں - صرف
تھوڑے دنوں کا نمایشی دکھاوا ہے ایشیا نے وہ چیزیں پیدا کیں جنکا اثر ابدالآباد تک باقی رہیگا -

---

[1] دیکھو مسٹر اسٹڈ کا مضمون "ایشیا انیڈ اے کانکرر" مطبوعہ ریویو آف ریویوز بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء
[2] یہ ایک قصے کے طور پر مشہور ہے کہ روموس بانی شہر رومتہ الکبریٰ نے ایک بھیڑ کی مادہ کا دودھ پی کر پرورش پائی تھی

نے ہر چیز کو جو اُنکے سامنے آئی اُٹھا کر پھینک دیا" لا برین پہونچکر اس فوج کو چارلس مارٹل کی فوج سے
مقابلہ کرنا پڑا اور یورپ کی بد نصیبی سے اِن علم و مذاہب کی تعلیم کرنے والون کو سنہ ۷۳۲ء مین میدان
طارس مین شکست نصیب ہوئی"[۵۱] اب ان فتوحات[۵۲] سے فارغ ہونے کے بعد ہی عربون نے ترقی شروع
کردی - ایک صدی کے اندر غیر مزروعہ زمینین کاشت ہونے لگین - بڑی بڑی عمارتین بن گئین اور دیگر
اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم ہوگئے - اسکے بعد ہی عربون نے علوم اور ادب کی طرف بھی توجہ کی
اور یونانی اور لاطینی کتابون کے ترجمے کرائے اور دار العلوم قایم کئے جو مدت تک یورپ مین علم کی
روشنی پھیلاتے رہے" جو اثر اِس ایشیائی قوم کا یوروپین تمدن اور معاشرت پر ہوا اُسکے متعلق ایک
نہایت منصف مزاج عیسائی کہتا ہے کہ "عربون کے معاشرت اور اُنکی تقلید نے ہمارے زمانہ متوسط
کے اُمرا کی زبون عادتون کو درست کر دیا اور یہہ سردار بلا اسکے کہ اُنکی بہادری مین کچھ فرق آتا ایسے اخلاق
سیکھ گئے جو انسان مین اعلیٰ درجہ کی وقعت اور قدر رکھتے ہین یہہ امر نہایت مشکوک ہے کہ صرف عیسائی
مذہب دفعتاً ہی نیک کیون نہو اُن مین ایسے اخلاق پیدا کر سکتا تھا" یہہ قوم یورپ کے اس مغربی
حصہ پر ۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء تک مسلط رہی اور جو فوائد اُسکے وجود با جود سے یورپ کو پہونچے اُس
سے کوئی انکار نہین کر سکتا اور نہ اسکے احسان سے یورپ کبھی سبکدوش ہو سکتا ہے - پندرھوین
صدی عیسوی مین یورپ کی مشعل علم گُل ہوئی اندلس کے لئے ایک نہایت منحوس صدی تھی فرڈینینڈ نے جو
بنی نوع انسان کا دشمن اور علم و فضل کی بنیاد کا منہدم کرنے والا تھا اپنے مشیر کارڈنل زیمی نیز کے
مشورے سے تمام مسلمانون کو اندلس سے کلیتاً خارج کرنے کی کوشش کی اُسکے اِس ظالمانہ اور ناعاقبت
اندیش فعل کا اثر جو تمام یورپ پر اور خاصکر اندلس پر ہوا اُسکا ذکر موسیو لیبان جنکا ہمنے اس مضمون
مین اکثر حوالہ دیا ہے اپنی کتاب تمدن عرب مین اس طرح درد کے ساتھ کرتے ہین "افسوس ہے کہ یہہ

---

۵۱ دیکھو موسیو لیبان کی کتاب تمدن عرب -

۵۲ دیکھو بائبل بسپ سینٹ اسمتھ کی کتاب متعلق قرآن -

تیس لاکھ رعیت جسے اندلس کی حکومت نے نکال باہر کیا ملک کی دماغی اور صنعتی ترقی کی جان تھی۔ اس مذہبی عدالت نے ایک طرف تو انھین نکالا اور دوسری طرف نکال اُن عیسائیون کا بھی خاتمہ کیا جنھون نے ترقی کی راہ مین ذرا بھی سر اُٹھایا تھا جس وقت یہہ دو طرفہ خونریزی ختم ہوئی تو اُسکے نتایج نمودار ہوے۔ یہہ نتایج نہایت صریح اور بین تھے نہ اندلس جسنے ایک زمانہ تک اسقدر عروج پایا تھا دفعتہً ادنی سے ادنی درجہ تنزل پر آگیا۔ زراعت۔ حرفت۔ تجارت۔ علوم و ادب و مردم شماری سب یک لخت گھٹ گئین۔ اُسوقت سے کئی صدیان گذر چکی ہین لیکن باوجود کوششون کے اندلس نے ابتک سر نہین اُٹھایا"۔

فتح غرناطہ اور عربون کے اخراج کو ابھی کچھ مدت نہین گذری تھی کہ میدان ہاے وسط ایشیا سے ایک اور قوم اُٹھی۔ یہہ سلجوقی ترک تھے جنکی بلند ہمتون اور ملک گیری کے جوش نے بحر تلاطم کو اپنے سامنے کچھ نہ سمجھا۔ "اُسوقت کوئی قیصر ولیم ہوتا تو بیشک اُسکا یہ کہنا بجا ہوتا کہ یورپ کی قومو۔ اُٹھو۔ جاگو۔ اور اپنے مقدس مقامات کو بچاؤ" ترکون کے اس حملہ کا نتیجہ یہہ ہوا کہ عیسائیون کے مقدس مقامات مسلمانون کے قبضے مین آگئے۔ اِن مقدس مقامات کے واپس لینے کے لئے یورپ نے بڑے بڑے جتن کئے۔ ایک پادری پیٹر دی ہرمٹ کھڑا ہوا جس نے کہا کہ عیسائیو اِن کافرون سے اپنے مقدس مقامات کو بچاؤ مگر اِس سے کیا ہوتا تھا پہلی سال سے لیکر جبکہ پہلی جنگ صلیبی کا اعلان کیا گیا تھا اُس وقت تک جبکہ صلیب کا اخیر لڑنے والا گھر واپس آکر اپنے خاندان کے قبرستان مین دفن ہوا۔ چار صدیان منقضی ہوئین جن مین یورپ اور ایشیا مین متواتر لڑائی رہی مگر سواے ناکامیابی کے یورپ کو کچھ ہاتھ نہ آیا اور اُس کے مقدس مقامات بدستور اُنھین "کافرون"[۵۱] کے ہاتھ مین رہے جنکے خلاف پیٹر دی ہرمٹ نے مذہبی جنگ کی ترغیب دی تھی۔ گیارھوین[۵۲] صدی

---

۵۱ دیکھو مسٹر اسٹڈ کا مضمون "ایشیا انیڈلے کا کرز" مطبوعہ ریویو آف ریویوز بابتہ جولاے سنہ ۱۹۰۴ء۔

۵۲ دیکھو تمدن عرب مصنفہ موسیو لیبان۔

عیسوی کے اخیر میں یعنی اُس زمانے میں جبکہ جنگ صلیبی شروع ہوئی عربوں کی ملکی قوت مشرق میں کم ہو چلی تھی لیکن دنیا میں اُنکے نام کی عظمت وشان علی حالہٖ قایم تھی۔ اُس وقت تک یہ افریقہ اور اندلس پر قابض تھے اور تھوڑے ہی دن پہلے بحر قلزم اور فرانس کے ایک حصہ اور نیز جزیرہ صقلیہ کے مالک تھے اور اُنھوں نے روم کے پوپ تک کو خراج دینے پر مجبور کیا تھا۔ سلطنت روما کے زیادہ سے زیادہ عروج کے زمانے میں بھی کسی قیصر کے نام سے یورپ میں اِس قدر ہیبت نہیں پھیلی تھی جتنی کہ پیغمبر اسلام کے نام سے۔ ایسی قوت پر جسکے آگے پانچ صدیوں تک یورپ تھراتا رہا ہو۔ اسکے مسکن و موطن میں حملہ کرنا "ایک نہایت مشکل مہم تھی" ایشیا میں جاکر عکہ و بیت المقدس کی دیواروں کے نیچے ۱۸ مئی سنہ ۱۲۹۱ء کو جو مسلمانوں کے مقابلے میں یوروپین مجاہدوں کو ذلت برداشت کرنی پڑی اُسکا حال کس درد و دکھ کے ساتھ انگریزوں کا ایک مشہور مورخ بیان کرتا ہے "تینتیس دن کے محاصرے کے بعد شہر کی دوہری دیوار توڑ کر مسلمان اندر گھس گئے۔ قلعہ کے سب سے بڑے برج کو اُن کے آلات حرب نے منہدم اور مسمار کر دیا۔ اسکے بعد مملوکوں نے عام دھاوا کیا اور شہر بہ جبر فتح کر لیا گیا۔ اُن ساٹھ ہزار عیسائیوں کی تقدیر جو اُس میں آباد تھے اب موت یا غلامی کی منتظر تھی۔ ٹمپلرس کی خانقاہ یا ایوان کہو کہ اُنکے قلعہ نے تین دن اور مقابلہ کیا لیکن اُنکا افسر اعلیٰ ایک تیر کی نذر ہوا اور پانچ ہزار راہبوں میں سے صرف دس زندہ بچے۔ اُن کی قسمت میں اگر یہ تھا کہ جس طرح اُن کے گروہ کا ظالمانہ اور بے رحمانہ طریقہ سے استیصال کیا گیا ہے انھیں بھی اُسی طرح دار پر کھینچکر یہی رستہ دکھایا جائے تو درحقیقت اُنکی تقدیر اُن بہادروں کے مقابلے میں جو نذر شمشیر ہوئے بہت خراب تھی۔ بادشاہ یروشلم وہاں کے پیٹریارک اور اسپتال کے افسر اعلیٰ نے بھاگ کر سمندر کے کنارے کا رُخ کیا۔ لیکن یہاں پانی میں تلاطم تھا اور جہاز اتنے کافی نہ تھے کہ تمام مفرورین کو لے جا سکتے تاہم جس طرح ممکن ہوا روانہ ہوئے مگر قبل اسکے کہ جزیرہ سائپرس

لہ دیکھو سلطنت روما کی تنزل و انحطاط کی تاریخ مصنفہ ایڈورڈ گبن

پہونچین جہان شاید ستمگان کو فلسطین کھونے کے عوض مین کچھ آرام نصیب ہوسکے ان مفرورین کی ایک بڑی جماعت غرقاب ہوگئی۔ سلطان (خلیل) کے حکم سے لاطینی شہرون کے تمام گرجے اور قلعجات مسمار کر دیے گئے مگر تابوت مقدس کی زیارت کے واسطے اُن زایرین کے لئے جنھین درحقیقت زیارت کا شوق ہوا اور جو بے ہتیار آنا پسند کرین دروازہ برابر کھلا رہا جسے خواہ لالچ کی طرف منسوب کرو خواہ خوف انجام کی طرف۔ اسکے بعد اس تمام کنارے پر جہان اس نزاع عالم کے ہتیارون کی آواز اتنی مدت تک گونجا کی تھی ایک سنسان ہوکا عالم طاری تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس خاموشی مین در و دیوار رونے کی آواز آرہی ہے" قریب قریب اس تمام مدت مین جبکہ ان صلیبی لڑائیون کی صورت مین یورپ کو ایشیائی حملہ آورون کا مقابلہ کرنا پڑا قسطنطنیہ اُسکا صدر مقام اور مرکز افواج تھا۔ مگر اب ترکی فتوحات کی موجین اُس طرف بھی بڑھنی شروع ہوئین اور سینٹ صوفیا کے بڑے گرجے پر صلیب کے بجاے ہلال قایم ہونے کو ابھی سو برس باقی تھے کہ تمام جزیرہ نماے بالکن ترکون کی جولانگاہ بن گیا۔ یوروپینون کی ان کوششون نے کہ ایشیائی شام سے آگے قدم نہ بڑھانے پائین اور شہر قسطنطنیہ ان کے حملون سے بچا رہے اپنے تئین محض بے سود ثابت کیا اور اُسی صدی مین جبکہ عرب اندلس سے خارج کیے گئے ایشیا نے دوسری طرف اپنے نقصان کا ایسا بدلا لیا کہ آج تک سلطنت روما کے مشرقی حصہ کی دار السلطنت پر اُسی کا پھریرا لہرا رہا ہے" ایشیا نے بیزنیٹم (قسطنطنیہ) کو ۱۴۵۳ء مین اپنا دار السلطنت بنایا اور آج تک وہ ایشیا ہی کے ہاتھ مین موجود ہے"

یہ سب باتین جو اوپر بیان ہوئین ایسی ہین جو کم و بیش ہر یوروپین کو معلوم ہونگی لیکن جو بات شاید اس قدر معلوم نہو وہ یہ ہے کہ ایشیا کے حملے یورپ کی صرف بائین جانب اور جانب وسط ہی محدود نہین رہے بلکہ دائین جانب اس سے بھی زیادہ کامیابی کے ساتھ کیے گئے تھے۔ ان دونون براعظمون کی جنگ کو جو صدیون تک قایم رہی عیسائی مورخ تین حصون مین تقسیم کرتے ہین۔ اس لڑائی کا پہلا حصہ اُس زمانے مین شروع ہوتا ہے جبکہ عربون نے اندلس کی سرزمین پر ۷۱۱ء مین قدم رکھا اور طارق اپنی فوج سمیت بحر قلزم کو پار کرکے کالپ کے میدان مین خیمہ زن ہوا۔ اس حصہ کو وہ اُس مقام پر

ختم کرتے ہین جبکہ ۱۲۹۱ء مین عیسائیون نے غرناطہ پر دوبارہ قبضہ کیا - یہہ حملہ یورپ کے بائین جانب
کیا گیا تھا اور طارس اسکا منتہاے کمال تھا جبکہ ۱۳۵۳ء مین ان فتح کے نشے مین چور ایشیا والون
کو آنکھ کھول کر دیکھنا پڑا کہ اب آگے قدم بڑھانا آسان نہین ہے - دوسرا حصہ اس جنگ عظیم کا اس وقت
سے شروع ہوتا ہے جبکہ ترکان سلجوق نے عیسائیون کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کیا اور یوروپیون
کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے ۱۴۵۳ء مین قسطنطنیہ کو جا گھیرا - اس حملے کی موجین شہر وئنا تک بڑھتی چلی
گئین جسکی دیوارون سے ۱۶۸۳ء مین ٹکرا کر انھین آخر کار واپس ہونا پڑا - اس حملے کے آثار اب تک
ہر شخص کے سامنے موجود ہین اور قسطنطنیہ اور مقدونیہ پر ابھی تک ایشیائی پرچم ہوا مین اوڑ رہا ہے -
اب تیسرا دہ حملہ شروع ہوتا ہے جو یورپ کی دائین جانب کیا گیا تھا یہہ نہین معلوم کہ کب اسکی ابتدا ہوئی
مگر زمانہ تاریخ نویسی سے پہلے جو روایات متداول تھین وہ یہہ پتہ بتاتی ہین کہ ملک روس پر ایشیا کے اکثر
حملے ہوا کیے ہین حملہ آور سمندر کی موجون کی طرح بڑھتے چلے آئے اور پھر لوٹ مار کر واپس ہوے - پانچوین
صدی کے حملہ آورون کے نامون کا نشان بیشک ملتا ہے اور آبور[۱] - بلگر - خزر - پتسنیگ اور ریلاوٹسی
ایشیائی قومون کے نام تاریخ کے صفحون پر نظر آتے ہین - شمالی ایشیا کے رہنے والون کے لئے یہہ ایک
تماشا تھا کہ اپنی تیز ہلکی ہلکی کشتیون پر سمندر کے تھوڑے سے حصہ کو عبور کرکے ملک روس کے قریب
جوار کے حصص مین داخل ہوتے اور بیچارے مصیبت زدہ اور مفلوک پردیسیون کو لوٹتے مارتے اور پھر
اپنے ملک کو واپس چلے جاتے - مگر یہہ سب ایسے چھوٹے چھوٹے حملے تھے کہ زیادہ لحاظ ان پر نہین کیا جا سکتا
سب سے بڑا اور پہلا صدمہ جو روس کو برداشت کرنا پڑا وہ اُن وسط ایشیا کے باشندون کے ہاتھون
تھا جنکی تلوار کی پناہ نہ تھی - ۱۲۲۴ء سے لیکر ۱۲۴۵ء تک مغل لگاتار حملے پر حملے کئے چلے گئے حتی کہ
۱۲۳۸ء مین روسیون کے دارالسلطنت ماسکو پر قبضہ کرکے آگ لگا دی اور کل شہر کو جلا کر خاک سیاہ
کر دیا اس ایشیائی قوم کا قبضہ روس پر دو صدیون تک ایسی ہی پختگی کے ساتھ رہا جیسا کہ ہندوستان
پر انگریزون کا ہے - انکی فتوحات صرف ملک روس تک ہی محدود نہین رہین بلکہ اُنھون نے پولینڈ کو فتح کیا -

[۱] دیکھو موسیو ریبا کی تاریخ روس

ہنگری کو اپنے پانون تلے روندا - اور موریویا مین آلمز تک اپنا علم فتح پہونچایا جس طرح سے کہ طارق مغرب مین اُسی طرح آلمز مشرق مین ان ایشیائی حملہ آورون کی ترقی کا منتہائے کمال بنا - ہان جب سے کہ سنہ ۱۶۸۳ء مین وائنا کی دیوارون سے ترک ہٹائے گئے ہین صرف دو صدیان ہونے آتی ہین کہ ایشیا نے کوئی صدمہ نہین کیا - موجودہ زمانہ کی روس و جاپان کی لڑائی ایسی نہ تھی جو یہہ کہا جاسکے کہ ایشیا نے یورپ پر حملہ کیا تھا - اس مین روس ہی کی طرف سے زیادتیان ہوئی تھین اور ایشیا کے میدانون مین لڑا گیا تھا مگر جو فتوحات کہ جاپانیون کو حاصل ہوئین وہ بیشک یورپ و ایشیا کی باہمی جنگ مین موجودہ زمانے کے لحاظ سے مُہتم بالشان کہی جاسکتی ہین اور ایشیائی یہہ کہہ سکتے ہین کہ دو سو برس مغلوب رہنے کے بعد اب پھر ایشیا نے بتا دیا کہ اُسے بے جان سمجھنا سراسر غلطی ہے اور مردانگی اور جرأت کے لحاظ سے اُسے اب بھی یورپ پر تفوق حاصل ہے گو زمانہ اُسکا سازگار نہو۔

روس مین مغل دو سو برس سے زیادہ رہے اُس ملک کے جنوبی حصے پر وہ براہ راست اُسی طرح حکومت کرتے تھے جیسے انگریز بمبئی اور بنگال پر کرتے ہین اور شمالی اور وسطی حصون پر اُن کا ایسا ہی قبضہ تھا جیسا کہ انگریزون کا ہندوستان کی دیسی ریاستون پر ہے - باطو[1] نے ہنگری سے لوٹ کر سرائے مین جو دریائے والگا کے نشیبی حصہ پر استراخان کے موجودہ مقام کے قریب واقع تھا اپنا دارالسلطنت بنایا - یہان سے وہ اُن تمام ممالک پر حکومت کرتا تھا جسکی سرحد جبل یورال و بحر کسپین سے لیکر دریائے ڈنیوب تک پھیلی چلی گئی تھی - اِن ممالک پر سب سے پہلے چنگیز خان کی اولاد نے حکومت کا سکہ بٹھایا تھا اور گو کہ سنہ ۱۴۶۲ء مین یہہ ملک پھر خود مختار ہوگئے تھے تاہم اِن تمام روسی ریاستون پر اِن ایشیائی فاتحون کا اثر شاہنشاہی برابر جاگزین تھا - غرض کہ اِسی مقام پر بیٹھکر باطو اور اُسکے جانشینون[2] نے روس پر حکومت کی تھی - مسٹر ڈبلو - ٹی - اسٹڈ لکھتے ہین

[1] ایک ایشیائی فاتح روس کا نام ہے۔

[2] دیکھو موسیو ریماکی تاریخ روس۔

کہ" انکا طرز حکومت بعض صورتون مین ہمارے طرز حکومت سے مغایر نہ تھا۔ اکثر ریاستون مین اُنھون نے اپنے قوانین دربارے رسوم اور اپنی قوم کے رشاہزادے چھوڑے ہین۔ وہ تمام مذاہب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے اور تعصب بالکل نہین کرتے تھے خاصکر یونانی کلیسا پر اُنکی بہت عنایت تھی حتیٰ کہ اُسے ٹیکس تک سے اُنھون نے مستثنیٰ کردیا تھا۔ لیکن باوجود اسکے کہ اُنھون نے اپنی ماتحت ریاستون کو بہت کچھ آزادی اور خودمختاری دیدی تھی وہ اپنے اقتدارات شاہنشاہی ضرور قایم رکھنا چاہتے تھے۔ اپنے باجگذار بادشاہون اور نوابون کو اس اقتدار شاہنشاہی کے ظاہر کرنے کے لئے وہ طرح طرح سے ذلیل کرتے تھے۔ جب کبھی خان کے پاس سے کوئی تاتاری سفیر کوئی مراسلہ شاہنشاہی لیکر آتا تو یہہ باجگذار بادشاہ اُسکے پاس پا پیادہ جاکر ملاقات کرتا۔ اپنے تئین اُس پیامبر کے سامنے زمین پر ڈالکر سجدے کرتا اور اُسکے واسطے قدم رکھنے کے لئے بیش بہا قالین اور غالیچے بچھاتا تھا اور جب تک خان کا فرمان پڑھا جاتا برابر جھکا رہتا تھا اور جب یہہ بادشاہ خود خان کی خدمت مین حاضر ہوتا تو سجدے بجالاتا۔ خان کی ساقی گری کرتا اور اُسکے گھوڑے کے ایال پر سے شراب کے قطرات کو جو قصداً چھڑک دیے جاتے تھے زبان سے چاٹتا تھا اس سے بڑھکر شاہنشاہی عظمت نہ کسی کی قایم ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔"

اب یورپ کے اس عروج کے زمانے مین جو کل کی بات ہے کہ اُسے حاصل ہوا ہے اگر وہ اترائے اور کہے کہ کسی مین سوائے ہمارے حکمرانی کا مادّہ نہین ہے۔ ہمارے مقابلے مین کبھی کسی کو فروغ نہین ہوسکتا تو لازم ہے کہ تاریخ کے صفحات کو اُلٹ کر ذرا اطمینان قلب کے ساتھ معائنہ کرے اور دیکھے کہ یہہ اُسکی دولت کتنے دنون کی ہے اور اسکے پہلے کون قومین تھین جو صاحب عزت وجاہ تھین قطعہ

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند	کز ہستیش بروے زمین بر نشان نماند
آن پیر لاشہ راکہ سپردند زیر خاک	خاکش چنان بخورد کزو استخوان نماند

۱؎ دیکھو ریویو آف ریویوز بابت جولائے سنہ ۱۹۰۴ء

دنیا کا اصول یہہ رہا ہے کہ آج عزت ایک کی ہے تو کل دوسرے کی۔ مگر جو قوم کہ ایک زمانے مین بہت کچھ صاحب عز و جاہ رہ چکی ہو اُسکی ضرور عزت کرنی چاہیئے۔ رسول عربی (صلعم) کا قول ہے کہ "اَکْرِمُوْا عَزِیْزَ قَوْمٍ ذُلَّ" جو قوم یا شخص کہ ایک زمانہ مین صاحب منزلت رہ چکا ہے اُسے دیکھکر عبرت پکڑنی چاہیے کیونکہ اللہ کی بہت سی عبرت انگیز نشانیون مین سے یہہ بھی ایک نشانی ہے سمجھنے کی بات ہے کہ وہ لوگ جنکی وجاہت و عزت عالم کے اسٹیج پر ایسی رہ چکی ہو جیسا کہ مذکورہ بالا چند سطور مین بیان کیا گیا ہے اُن کے ساتھ اگر ذلت کا برتاو کیا جائے۔ وہ اگر امریکہ جائین تو وہان سے نکالے جائین۔ وینکوور جائین تو پولیس جہاز پر سے اُترنے بھی نہ دے بلکہ وہ اُسی طرح بند کرکے جانورون کے گلہ کی طرح واپس بھیجے جائین۔ اگر افریقہ یا اسٹریلیا جائین تو وہان بھی مردود سمجھے جائین غرضکہ دنیا مین جنھین کہین رہنے کی بھی اجازت نہ ملے تو اون سے بڑھکر عبرت کی نشانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

محمد معشوق حسین خان۔ بی۔ اے۔ از حیدرآباد۔ دکن

غزل حضرت خورشید سکندرآبادی مدظلہ العالی

شب پیش تصور جو حسینون کا گذر آج
گھبرائی ہوئی پھرتی ہے آنکھون مین نظر آج

ہے کل تو بہت دور کسے کل کی خبر آج
کیجے جو ہو منظور مرے حق مین مگر آج

تیار ہے پہلے ہی سے سامان سفر آج
کل قصد ہے مقتل کا ہتھیلی پہ ہے سر آج

شرمندہ کیا آپ سے بتیائے دل نے
ہم خود ہین پشیمان کہ چلے آے کدھر آج

برباد ہوا خانۂ دل اپنی وفا سے
ہم ایسے نہ ہوتے نہ لٹا بیٹھتے گھر آج

اشکون مین کمی کیون ہے پیاسے دیدۂ گریان
پانی نہ چھڑاتا ہو مرا زخم جگر آج

ہے فخر زمانے کے لئے عیب کا جوہر
لے کون جو دین عیب کے بدلے مین ہنر آج

مین اور عدو راہ عبث تکتے ہین اُسکی
وہ عہد شکن آئے اُدھر کل نہ اِدھر آج

برسون سے نہان آبلۂ دل مین تھی سوزش
کیا ہے جو غم یار بنا خار جگر آج

خورشید دعا ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہماری
وان باب اجابت سے گریزان ہے اثر آج

شراب خواری

شعر

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن	اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

دنیا مین دیکھتے ہین کہ ایک ہی چیز کے ہزارون درخت ہین اور ہر درخت مین لاکھون پتے ہین مگر نہ دو درخت ایک سے ہین۔ نہ دو پتے۔ اسی رنگا رنگ اختلاف کا نام دنیا ہے اسی طرح دنیا مین ہزارون برائیان ہین مگر دو اُن مین سے یکسان برابر نہین ہین بعض حکیم ان سب کو یکسان جانتے ہین۔ جو شخص نیکی کی راہ مستقیم سے سو قدم بے راہ ہو یا دس قدم دونون کو گمراہ جانتے ہین۔ اور اس گمراہی مین اس کے واسطے خیر نہین جانتے۔ اُن کے نزدیک خواہ کوئی شخص مذہب سے بے ادبی کرے۔ یا کوئی چیز چرائے دونون یکسان ہین۔ مگر یہ اُنکی ہٹ دھرمی ہے۔ بھلا اوپر کی صورت مین برائیون کے سبب سے کبھی آدمی یکسان جزا یا سزا ہو سکتے ہین۔ غرض حکما کی راے مین مثل اور مسایل کے اس مین بھی اختلاف چلا آتا ہے کہ برائیان سب برابر ہین یا نہین۔ گناہون کے درجون اور اندازون کو خلط ملط کرنا اندیشے سے خالی نہین۔ اگر سب گناہ برابر ہو جائین تو قاتل خونخوار۔ دغاباز۔ مکار۔ ظالم۔ جابر۔ اپنے تئین بڑے فایدے مین سمجھنے لگین۔ اور اپنی کانشنس کی خوب خوشامد کرین۔ اور یہ جانین کہ ہم بھی ایسے ہی ہین۔ جیسے کہ کاہل سست۔ نفس پرست۔ ریاضت و عبادت مین سست لوگ ہین۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر شخص غیرون کے گناہون کو کبیرہ اور اپنے گناہون کو صغیرہ جانتا ہے ابتدا سے اُن گناہون کے باب مین معلم ہمین درست تعلیم ہی نہین دیتے۔

سقراط نے لکھا ہے کہ حکمت کا کام ہے کہ وہ نیک و بد مین تمیز کرنے کا ملکہ پیدا کرے۔ ہم مین سے جو زیادہ اچھا ہے وہ بھی بد ہے۔ اس لئے ایسے علم کی بھی ضرورت ہے کہ جو ایک برائی کی دوسری برائی سے تمیز کرنے کی استعداد پیدا کرے۔ جب تک یہ علم نہ سیکھا جائے تب تک نیک و بد ایسے خلط ملط معلوم ہونگے کہ وہ پہچانے نہین جائین گے۔ غرض اس تمہید سے یہ ہے کہ شراب پینا برائی ہی

نہین ہے بلکہ سب برائیون مین بدتر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی برائی نہین ہے اس لئے اسکو ام الخبائث کہتے ہین۔ اور برائیون کے کرنے مین بڑا حصہ روحانی ہوتا ہے مگر اس مین صرف جسمانی حصہ ہے یعنی اور برائیون مین علم ہمت۔ دلیری۔ جرأت بہت ہوشیاری تیزی چستی۔ چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شراب پینے مین کسی کی ضرورت نہین۔ اُس کے واسطے کسی عقل کی ضرورت نہین۔ اور برائیان عقل و فہم کو تحلیل کرتی ہین مگر شراب پینا دل کو بالکل زایل و رفنا کرتا ہے اور جسم کو نکما بناتا ہے۔ جب شراب کا اثر اپنی پوری طاقت مین دکھاتا ہے تو تمام عضا مین گرانی آجاتی ہے۔ وہ ڈھیر ہوجاتے ہین ٹانگین لڑکھڑاتی ہین۔ زبان بہکتی ہے۔ دل مین ہول اُٹھتے ہین۔ آنکھین اُبل آتی ہین۔ ہچکیان آتی ہین جھگڑے کھڑے ہوتے ہین سب سے بدتر حالت انسان کی یہہ ہو کہ اُسکو اپنے آپ کی خبر نہ ہے اور وہ اپنے تئین سنبھال نہ سکے جیسے پتیلی کی تہ مین جب چیز کو ڈال کر جوش دو اُسکی اُبال اُسکے ڈھکنے کو اٹھاتا ہے۔ اسی طرح شراب کے نشے مین جو راز کہ دل کے اندر مخفی ہوتے ہین وہ زبان پر آتے ہین جس کے دل کا حال دریافت کرنا چاہو۔ اُس کو شراب پلا کے دریافت کرو۔ سلاطین اور امرا وزرا کی بہت سی مثالین ایسی تاریخ مین لکھی ہین کہ انھون نے خود شراب پی کر اپنے اسرار کو برملا کہدیا جس سے اُن کے سر پر آفتین آگئین یا اورون کو پلا کر راز کی باتین معلوم کرلین۔ متقدمین حکماء مے نوشی کی زیادہ ترمذمت نہین کرتے بلکہ بعض تو شراب پینے کو اچھا بتلاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ وہ آدمی کو تازہ و توانا کرتی ہے۔ مُردہ دل کو بھی زندہ بنا دیتی ہے۔ اُس کے پینے سے بعض آدمی نیک خیال ہوجاتے ہین۔ اُن کے ذہن اور عقل روشن ہوجاتے ہین۔

کیخسرو نے اپنے بھائی پر یہہ فخر کیا تھا کہ مین تجھ سے زیادہ شراب پیتا ہون۔

بعض اطبا اور اقوام شایستہ کا قول ہے کہ معدہ کے قوا جو ضعیف اور مضمحل ہوجاتے ہین اُن کے از سر نو قوی کرنے کے لئے ایک مہینے مین ایک دفعہ شراب کا کثرت سے پینا اچھا ہے۔ یہہ ایک تازیانہ اُن کی سستی اور کاہلی کے لئے ہوجاتا ہے۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ مجالس مشورہ مین ایرانی شراب پی کر بیٹھتے تھے۔ جس سے اُن کی عقل اور ذہن مین تیزی پیدا ہوجاتی تھی۔ یون تو کوئی برائی دنیا مین نہین ہے کہ جس کے طرفدار

بعض آدمی نہون ۔ مگر سچ یہہ ہے کہ شراب خواری سے زیادہ کوئی برائی انسان کے حق مین مضر نہین ہے ۔ اور اس سے زیادہ کوئی احمقانہ اور ناشایستہ حرکت نہین ہے گو وہ اور برائیون کی طرح غیرون کے لئے ایذا دہ اور ضرر رسان نہین ہے اور پبلک سوسائٹی مین خلل نہین ڈالتی ۔ خاص اپنی ذات کے لئے بری ہوتی ہے ۔

افلاطون اٹھارہ برس کی عمر تک شراب پینے کو منع کرتا ہے اور چالیس برس کی عمر تک اجازت دیتا ہے ۔ اور آگے مین کہتا ہے کہ کسی شادی اور تیوہار کی تقریب مین شراب پینے کو منع نہین کرتا ہے ۔

ایک حکیم شراب کی یہہ تعریف کرتا ہے کہ "وہ جوان کو حسین اور پیر کو جوان بناتی ہے ۔ انسان کے تمام شہوات نفسانی کو ایسا نرم کر دیتی ہے ۔ جیسا کہ آگ لوہے کو ۔ جن مجالس و محافل کا انتظام ایسا ہو کہ کوئی شخص بیہودہ حرکت نہ کرنے پاے ۔ تو اُن مین شراب کا دور چلنا بہت ہی نافع اور مفید ہے ۔ شراب سے ہر شخص کی طبیعت اور مزاج کا حال معلوم ہوتا ہے ۔ وہ گویا معیار مردہے کھوٹے کھرے کو فوراً بتا دیتی ہے ۔ اُس سے روح مین اعتدال پیدا ہوتا ہے جسم بیماریون سے بچتا ہے وہ لڑائی کی تو جان ہے ۔ مگر مجسٹریٹ و جج اور اُن لوگون کو جو حقوق رعایا کا انفصال کرتے ہین ۔ یا اور پیشے کرتے ہین ۔ دن کو شراب پینی نہین چاہئے ۔ اور اُس رات کو بھی جس مین وہ حمل رکھوانے کا قصد کرتے ہون"

یہہ ایک سوال بھی بڑے لطف کا ہے ۔ قدیم زمانے سے چلا آتا ہے کہ شراب مین یہہ طاقت بھی ہے یا نہین کہ اُس کا نشہ عقلمند حکیم کی روح کو مغلوب کرے ۔ انسان بھی کیا کیا اپنی تشفی کے لئے اپنی نسبت نیک رائین لگاتا ہے ۔ دانش و حکمت کیا انسان کی فطرت کو بدل دیگی جو اُس پر شراب کا اثر نہ ہوگا ؟ جاہل ہو یا عاقل حکیم ہو یا احمق فالج کے اثر سے دونون ایک طرح بچ سکتے ہین ۔ اسی طرح شراب کے اثر سے دونوا ایک ہی طرح بچ سکتے ہین اور ایک ہی طرح مبتلا ہو سکتے ہین ۔

بعض آدمی بیماری کی شدت مین اپنا نام بھول جاتے ہین بعض کی رائے اور عقل بالکل و ہم ہم

ہو جاتی ہے۔ غرض حکمت و دانش سے انسان آرام اور آزمایش جسمانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔
شراب کے نشے کا جو اثر ہے وہ سب پر ہوگا۔ خواہ عاقل حکیم ہو یا جاہل گنوار جیسے کہ زمین کے مختلف خواص کے سبب سے ایک ہی درخت کی بیج طرح طرح سے پھولتے پھلتے ہیں۔ اور مختلف مزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح شراب کا حال ہے کہ ان لوگوں کی طبایع مختلف پر اپنا اثر طرح طرح سے ظاہر کرتی ہے۔ کوئی شراب پی کر دیوانہ۔ وحشی۔ جانور درندہ ہو جاتا ہے کوئی نہایت نیک بن جاتا ہے۔ کسی کو انتقام کا جوش اس سے اٹھتا ہے۔ کسی میں محبت و عشق کی آگ سلگتی ہے۔ غرض وہ بہت سے رنگ اپنے دکھاتی ہے جسکو تم روزمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ یا کانوں سے سنتے ہو۔ ہندوستانی جو دایم الخمر رہتے ہیں اُن میں بہت کم ایسے ہیں جو پینتالیس[۴۵] برس سے زیادہ جیتے ہیں۔ اس ملک کے نوجوان رئیس زادے زیادہ تر اسی شراب کی بدولت اپنے جام عمر کو لبریز کرکے جرعۂ موت پیتے ہیں۔ خدا اس سے بچائے یہ بری بلا ہے جب منھ کو لگ جاتی ہے تو چھوٹتی ہی نہیں۔

عرب کے ایک شاعر کا قول ہے **شعر**

۲ ترک ۲ الخمر ولو کنت فتے ا	لیف یسعی فی جنون من عقل
شراب پینا چھوڑ دے۔ اگر تو جوان مرد ہے	کوئی عقلمند آدمی اس بات کی کوشش نہیں کرتا کہ میں مجنون بن جاؤں

اہل فارس کا قول ہے کہ "در ہوش چہ خطا دیدی کہ بیہوش شدی"

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکا اللہ
فیلو الہ آباد یونیورسٹی سابق پروفیسر ریاضی و سائنس
اینڈ لٹریچر میور سنٹرل کالج الہ آباد

غزل عطیہ جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی جانشین جناب فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم

تمکین میں داغ ضبط میں دھبہ لگا لیا
آنسو جو دل سے آنکھ تک آیا تو کیا لیا

جی جانتا ہے تیرا ابھارا دیا لیا
دل دیکے تجکو داغ دل مبتلا لیا

اے بے وفا ستا کے مجھے تو نے کیا لیا
نام اپنا کچھ بگاڑ لیا یا بنا لیا

عاشق کے دل کا رنگ تلوّن اڑا لیا
اچھی کھرت ہے نام بھی شوخی بنا لیا

تمنے تو شاک نہیں دل بے مدعا لیا
لیکن تمھارے چاہنے والے نے کیا لیا

اتنا شب وصال کو ہم نے بڑھا لیا
رخصت وہ ہو گئے تو قیامت نے آ لیا

فقرے سا فریب دے کے دل مبتلا لیا
مجکو غریب جان کے تم نے دبا لیا

اپنے وفا شعار کو خوب آزما لیا
دشمن کو کس کے دیکھ لیا مجکو تا لیا

دیکھا نا اینڈ رہ گئی سب بیستی داغ جو
وہ بے حجاب عرصۂ محشر میں آ لیا

ہمنے شب فراق کے صدمے نہیں سہے
آگے ہمارے آگیا اپنا دیا لیا

سونے نہ دینگے آپ کو آہ و فغان دل
دل بھی لیا تو آپ نے درد آشنا لیا

بیجا شکایتوں سے یہہ معلوم ہو گیا
روٹھے ہوے کو آپ نے اپنے منا لیا

ظالم نے پہلے شکوے سے عذر ستم لیا
پہلو گلے کا ہاتھ لگا تھا بچا لیا

آتا کسے دماغ کہ کرتے پھریں حساب
کیا جلنے مے فروش نے کتنا دیا لیا

دل میں ہے درد داغ کلیجے میں لب پہ آہ
سائل کو جو نصیب ہے ملتا گیا لیا

جولیس قیصر

نمبر ۲

اس نے اپنا عہد پورا کیا۔ اڑتیس روز کے بعد اس کا فدیہ آگیا اور وہ آزاد کر دیا گیا۔ قید سے مخلصی پاتے ہی وہ ملیٹس پہونچا اور ایک جہاز کرایہ پر لے کر سپاہی اور ملاح نوکر رکھے اور خود اُن کا سردار بن کر اپنے قید کرنے والوں پر حملہ آور ہوا۔ ایک سخت اور دلیرانہ کارزار کے بعد اس کو فتح نصیب ہوئی اور تمام قزاق اسیر ہوئے۔ جولیس نے انھیں لاکر پرگیمیس کے زندان میں رکھا اور ایشیائے کوچک کے حاکم صوبہ جونیس سائنیلس کے پاس خود جاکر اپنے قیدیوں کا تمام قصہ دُہرایا۔ اس کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ اُن کو غلام بنا کر بیچ ڈالے مگر اس نے سوچا کہ ان کو زندہ چھوڑنا مصلحت نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ آزادی حاصل کرکے پھر اپنا قزاقی کا پیشہ شروع کر دیں اور یہ بھی اس کو کچھ اچھا نہ معلوم ہوا کہ روپیہ پیدا کرنے کا ایک ایسا ذلیل طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس خیال سے اس نے طے کر لیا کہ اُن سب کو سولی دیدی جائے اور اسی فیصلے پر وہ کاربند ہوا گو اس قدر عنایت اُن کے حال پر ضرور کی گئی سولی چڑھائے جانے سے پیشتر وہ گلا دبا کر مار ڈالے گئے تاکہ اس شدید تکلیف کے بغیر جو سولی پر چڑھانے سے اُن کو ہوتی دوسری غرض یعنی تشہیر کی جو سولی سے مقصود ہوتی ہے حاصل ہو جائے۔

اس کے بعد وہ جزایرہ روڈس کو گیا اور وہاں نہایت تندہی سے تحصیل علوم میں مصروف رہا۔ نکومیڈیس کے انتقال کے بعد جب جولیس کا ماموں آریلیس کاٹا صوبہ بتھینیا کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تب جولیس اس کے پاس چلا گیا اور کچھ عرصے تک اپنے ماموں کی نگرانی میں اس نئے مقبوضہ صوبے کا کام انجام دیتا رہا کاٹا علاوہ حاکم صوبہ بتھینیا ہونے کے شہر روما کا پانٹی فکس میکسی مس (سردار علمائے مذہبی) بھی تھا۔ وہ بتھینیا میں تھوڑے ہی عرصے تک حکومت

کرنے پایا تھا کہ دفعتاً رحلت کر گیا اور جولیس قیصر عہدہ سردار علماے مذہبی پر اُسکا جانشین نامزد کیا گیا - یہہ نامزدگی جولیس قیصر کی زندگی کے واقعات مین کچھ کم حیرت انگیز بات نہ تھی - ایسے زبردست مذہبی عہدے کا ایک ایسے نوجوان کو دیا جانا جس کا کوئی نمایان ذاتی اثر شہر روما مین نہ تھا بلکہ خود اُس وقت آوارہ دشت غربت تھا اور جس سے اُس وقت تک کوئی قابل توجہ ملکی و قومی خدمت بن نہ آئی تھی تعجبات سے تھا - بجز اسکے اور کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کہ اِس پیشین زینے کے زوال کے زمانے مین اِس عہدے کے لئے جس پر مقرر ہونا بغیر اوصاف خاندانی شرافت (یعنی پیٹرشی نسل سے ہونا) اور نجیب الطرفینی کے ناممکن تھا کوئی لایق آدمی دستیاب نہوا ہوگا - دیوتاؤن کی پرستش کرانا باعتبار عہدہ اُن لوگون کا منصبی فرض تھا جن پر جولیس قیصر افسری کی حیثیت سے مامور ہوا تھا مگر جولیس قیصر ان دیوتاؤن پر قطعی اعتقاد نہ رکھتا تھا نہ اُسکو بجز ایک مذہبی عہدہ دار ہونے کے مذہبی دنیا مین کوئی پوزیشن حاصل تھی تاہم اسکا اس عہدے پر مقرر ہونا اُن زبردست واقعات کا پیش خیمہ تھا جو اُس کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہین - اب اُسے شہر روما کو واپس آنا پڑا اور چونکہ اُسے معلوم تھا کہ بقیۃ السیف غارتگران سیلیسیا ممکن ہے کہ اپنے مقتول ہمراہیون کے خون کا بدلا لینے کی کوشش کرین اس لئے اُس نے یہہ احتیاط کی بحیرۂ ایڈریاٹک سے گذرتے وقت صرف ایک چھوٹی سی کشتی لی جس مین اُس کے صرف دو دوست اور دس غلام تھے اس طریقے سے عبور کرنے کا یہہ مطلب تھا کہ بحری غارتگر اُسے معمولی مسافر سمجھکر ادھر کا رُخ نکرین تاہم اثنائے عبور مین انتشار قلبی ضرور رہا اور ایک موقعہ پر جبکہ دور سے ایک مستول سا نظر آیا تو اُس نے فوراً تلوار میان سے کھینچ لی اور مرنے مارنے پر مستعد ہو گیا لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ دھوکا ہی دھوکا ہوا تھا - ایسے نازک اور خطرناک موقعون پر اُس کا بال بیکا نہ ہونے سے اُس کے بعض دوست یہہ اعتقاد کرنے لگے کہ اُسکا جسم طلسم بند ہے اور اُس پر حملہ کرنے مین کوئی کامیاب نہین ہو سکتا -

جب جولیس ۷۴ قبل مسیح مین شہر روما کو واپس ہوا اُس وقت اُس کی عمر چھبیس برس کی تھی - جتنا جوش و استقلال اپنی آیندہ نام آوری اور ترقی کے لئے جمہوری سلطنت کے اندر

کسی لایق آدمی کو ہو سکتا ہے اُس سے نوجوان جولیس محروم نہ تھا اُسکی ہمت مردانہ اُسکو برابر آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی تھی اور اُس کے لیئے نام آوری اور شہرت کا حاصل کرنا ایسا کام بھی نتھا جو محالات مین سے تھا کیونکہ اُسکو نسبی وجاہت فرقہ پٹریشنی کے اعلیٰ خاندان کا متوسل ہونے کی حیثیت سے حاصل ہی تھی اُسپر طرّہ یہ کہ اِس سے پیشتر کہ وہ امور مملکت مین مداخلت شروع کرے وہ زیردستان مملکت کے حقوق کی طرفداری یا پاسداری کی شہرت حاصل کرچکا تھا اور یہ ایک ایسی بات ہے جو جمہوری سلطنتون مین اکثر لوگون کے لئے مدارج اعلیٰ کا زینہ ثابت ہو چکی ہے علی الخصوص ایسے لوگون کے لئے جو باوجود والا تبار ہونے کے طبقہ اسفل والون کے حقوق کی حمایت کرین۔

سُلّا نے اپنی ڈکٹیٹری کے عہد مین قدیم آئین حکومت کو خفیف ترمیمون کے ساتھ جاری کر دیا تھا اور یہ قدیم آئین اُن لوگون کو دل سے مرغوب تھے جو اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے اُس قدیم زمانے کے طریقون کی پسندیدگی کو گوشہ خاطر مین جگہہ دیے ہوے تھے جب روما ایک مقدس مقام سمجھا جاتا تھا اور روما کی سینٹ سادہ مزاج کاشتکار بادشاہون کا مجمع تھا۔ ایسے لوگون کا شیوہ ہے کہ اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے وہ اُن تغیرات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا کرتے ہین جو تمدنی ترقی کے ساتھ لابد ہین وہ اِن نوامیس تمدنی کی صداقت کے احساس سے قاصر ہوتے ہین کہ سیدھے سادے آئین صرف اُسی وقت تک کام دے سکتے ہین جب تک کہ مُلک مین دولت کی افراط نہو اور جب تک سلطنت کا انتظام صرف ایک شہر اور چند قرب وجوار کے قصبون تک محدود ہو وہ اِس امر کے اندازہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتے کہ جب سلطنت عظیم الشان مملکت کی صورت پکڑ لیتی ہے تب وہ قوانین وآئین جو اُس کے لیئے اُس وقت تک مناسب حال تھے جب وہ ایک چھوٹی ریاست کی حیثیت رکھتی تھی اُس وقت مناسب حال نہین رہتے جب اُس کی حالت مین عظیم انقلابات پیدا ہو جائین۔ قدیم آئین سلطنت کے ٹھونسنے سے جو دقتین روما مین روز بروز پیدا ہوتی جاتی تھین اُنکا اندازہ مشکل ہے

دار السلطنت کے بیشتر رون کی کافی روک ٹوک نہ ہونے کی وجہ سے مرکزی پیچیدگیان پیدا ہو ہو کر درخت سلطنت کو جڑ سے ہلانے لگین باہمی منازعات کا بے پایان سلسلہ اُٹھ کھڑا ہوا لوٹ مار بے تکلف ہونے لگی صوبجات مین بد انتظامی پھیلنے لگی رعایا پر دست تظلم دراز ہونے لگے اُمرا بھیا اور عیاش ہو گئے غربا بھوکے مرنے لگے مگر یہہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ معاملات کی اصلاح بغیر کسی عظیم انقلاب کے ہو سکے اور اُس زمانے کے بڑے بڑے دانشمند یہہ سمجھتے تھے کہ اصلاح کرنا یا تو خود ذاتی اقتدار حاصل کرنے سے ممکن ہے یا لوگون کو قدیم رواجون کی طرف ترغیب و تحریص دینے سے - لیکن اصلیت کو کوئی نہ سمجھتا تھا -

جس میدان مین جولیس قیصر نے قدم رکھا تھا اُس مین یہہ تین شخص سب سے زیادہ سر برآوردہ تھے مارکس پورشیس کیٹو - مارکس ٹولیس سسرو اور نیس پامپیس میگنس -

ان مین سے اول الذکر جس کو ہم اپنی رائے کے مطابق اُس زمانے کے اول درجے کے لائق لوگون مین شمار کرتے ہین جولیس قیصر سے پانچ برس عمر مین چھوٹا تھا وہ کیٹو سنسر[۱] کا پرپوتا تھا[۲]

[۱] پورشیس کیٹو جو مارکس پورشیس کیٹو کا پردادا تھا اپنے زمانے کا مشہور آدمی تھا سنہ ۱۵۱ قبل مسیح مین اُس نے کارتھیج کے ساتھ تیسری جنگ کرنے کے لئے باشندگان روما کو بڑے زور شور کے ساتھ ترغیب دی تھی - اُس نے ایک تاریخی کتاب روما کے حالات مین تصنیف کی ہے جس مین شہر روما کے آباد ہونیکے وقت سے اپنے وقت تک کے حالات درج کئے ہین اس کتاب کا نام آریجنس ہے - لاطینی زبان کی نثر کی قدیم کتابون مین سے یہہ سب سے اول کتاب ہے جس کا نشان اس وقت تک موجود ہے - کیٹو نے سنہ ۱۴۹ قبل مسیح مین وفات پائی - مترجم

[۲] سنسر ایک ایسا عہدے دار تھا جسے روما کی سلطنت کے بالادست عہدہ دارون مین شمار کرنا چاہئے - اس عہدے پر دو شخص مقرر ہوا کرتے تھے - اس عہدے کا انتخاب ہر پانچوین سال ہوا کرتا تھا اور اکثر وہ لوگ سنسر کے عہدے پر منتخب ہوا کرتے تھے جو پہلے کونسل کے عہدے پر ممتاز رہ چکے ہون - اُن کے اختیارات بہت بڑے ہوا کرتے تھے - اہل شہر کی اخلاقی حالت کی نگرانی اُن کے ذمے ہوا کرتی تھی اور اُنکو اختیار حاصل تھا کہ کسی اخلاقی جرم کی پاداش مین وہ سینٹ کے کسی ممبر کو ممبری سے کسی نامناسب طریقے سے یا کسی باشندہ شہر روما کو حقوق اہل شہر سے (جنمین ملکی عہدون کے انتخاب مین رائے دینا بھی شامل تھا) خارج کر دین سینٹ کی ماتحتی مین وہ روما کے مالی معاملات کا انصرام بھی کر سکتے تھے - وہ ریاست کی آمدنی کے وسایل کو بذریعہ نیلام ٹھیکہ دے سکتے تھے اور جو روپیہ وصول ہوتا اُس کو عمارت - سڑک - پل اور دیگر رفاہ عام کے کامون مین صرف کر سکتے تھے - سینٹ کے خالی عہدون کا پر کرنا بھی انھین کے اختیار مین تھا - مترجم

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

ڈورا۔ کرنیل ہیننگ ٹری کا نام اخبارون مین کچھ دنون خوب چھپتا رہا۔ ہمارا خاندان کچھ مالی حیثیت سے سربرآوردہ تو تھا ہی نہین البتہ آباجان نے ہندوستان جاکر اور ایک مدت تک وہان رہکر کچھ معقول کمائی کر لی تھی۔ میری والدہ مکرمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ آپ نے ہیننگ ٹری کے وصیت نامہ والا مقدمہ تو ضرور سنا ہوگا یا سُنا ہوگا تو اخبارون مین اُس کے قصے تو پڑھے ہی ہونگے تجھے خوب یاد ہے۔ یہہ قصہ بھی اُس وقت بطرح مشہور ہوا تھا۔ اس مقدمہ مین مدعی کو تقریباً تیس لاکھ روپیہ کی ڈگری ملی تھی۔

مین۔ کیا اُس مقدمہ مین آپ کے والد بزرگوار فریق غالب تھے ؟

ڈورا (آہ سرد بھر کر) کہین وہ ہار ہی گئے ہوتے تو ان کمبختون سے تو پیچھا چھوٹتا اور مین آباجان کے ساتھ خوب چین سے زندگی بسر کرتی یہی دولت کمبخت تو اُن کی جان کا وبال ہوگئی۔

اتنا کہکر وہ دفعتاً رک گئی اور پھر کسی قدر شرماتے ہوے لہجے مین یہہ کہا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ بھی دل مین کہتے ہون گے کہ یہہ کیسی لڑکی ہے جو گھر کی راز کی باتین غیرون کے سامنے بیان کرتی ہے" مجھے اس فقرے کو سن کر کسی قدر نادانستہ ملال ہوا کیونکہ میرے کمبخت دل کی یہہ حالت تھی کہ ایک ہی روز کے تعارف مین اُس کی طرف اس قدر مائل ہوگیا تھا کہ اُس کی جانب سے یہہ ظاہر ہونا کہ وہ مجھے غیر سمجھتی ہے مجھ پر نہایت شاق گذرا۔ پھر ڈورا نے اس طور پر سلسلہ کلام کو جاری کیا

ڈورا۔ مگر ڈاکٹر صاحب آپ سے نہ کہون تو کس سے کہنے جاؤن میرا یہان کوئی نہین ہے اور مجھے کچھ کرنا ضرور چاہیے۔ جب تک مین اپنے مظلوم باپ کی فریاد کی آواز کا جواب نہ دے لونگی مجھے چین نہین آنے کا میرا خیال ہے کہ وہ ابھی زندہ ہین۔

مین۔ مگر تم یقین کرو کہ وہ مُردہ جس کو مین نے کل دیکھا تھا وہی مریض تھا جو میرے زیر علاج تھا

تمہارے والد کی کوئی تصویر تو تمہارے پاس نہ ہوگی۔

اسپیر ڈورا نے رنجیدہ ہوکر سر ہلایا جس کے معنے یہہ تھے کہ یہہ جانچ بھی پوری نہیں اُترسکتی
اور پھر اِس طرح گویا ہوئی۔

ڈورا۔ ابا جان نے کبھی اپنی تصویر ہی نہیں کھچوائی لیکن اُن کا حلیہ ایسا تھا جس سے ٹھیک ٹھیک پتہ چل سکتا ہے۔ وہ نہایت خوبصورت بلند بالا اور سرخ سپید رنگت کے تھے اور باوجود بڑھاپے کے اُن کی کمر نہیں جُھکی تھی۔

مین۔ مین نے اُن کو ایسی حالت مین دیکھا تھا جبکہ چارپائی پر پڑے ہوے تھے اور زیرے پہونچنے سے پیشتر اُن کے کپڑے اتار لیے گئے تھے۔ وہ فی الواقع بلند بالا سرخ و سفید رنگت کے آدمی تھے اور اُن کی ڈاڑھی گھٹی ہوئی تھی۔

ڈورا (گھبراہٹ سے میری طرف دیکھکر) یہہ حلیہ تو ٹھیک ہے۔ ابا جان بس ایسے ہی تھے۔

مین۔ اب چونکہ میرا بیان تمہارے بیان سے مطابق ہے بس تم سمجھلو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اب تم خود نہین سمجھ سکتین کہ رات کے تصے محض تمہارے وہم و خیال کے نتیجے تھے۔

ڈورا (کھڑی ہوکر) تو کیا آپ میری مدد نہین کرنا چاہتے۔

کاش اِس وقت مجھے کوئی تدبیر ایسی یاد آجاتی جس سے مین اُسکا اطمینان کر سکتا گر میت کے دوبارہ معائنہ کی اُس نے بیڑ صب کہی تھی مین طبیب ہوکر کیونکر خواہ مخواہ مسس منینگ ٹری کے سر تا کہ اپنے شوہر کی لاش دکھاو یہہ بات اول تو میرے پیشے کے اصول کے خلاف تھی دوسرے کچھ اپنی طبیعت کو بھی اچھا نہین معلوم ہوتا تھا۔ مگر مین دیکھتا تھا کہ اگر اِس وقت مین پیاری ڈورا کو صاف جواب دیتا ہون تو اُس کی بھی سخت دل شکنی ہوتی ہے اور اُس وقت اس کی دل دہی اور تشفی نہایت ضروری تھی۔ یہہ سوچتا ہوا مین بھی ڈورا کے ساتھ ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس سے کہا

مین۔ مین یقین دلاتا ہون کہ تمھاری امداد سے مین ہرگز منھ نہین موڑتا مگر ایک نصیحت کرتا ہون اگر تُسے مان لوگی تو جس طرح تم کہوگی مین کرنے کو طیار ہون۔

ڈورا (نہایت توجہ و شوق سے) بتایئے۔ ضرور فرمایئے۔ مین تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہون۔

مین (کسی قدر استقلال کے ساتھ) سب سے پہلے تو مین تم سے یہی کہون گا کہ تمھارے حواس تمھین دھوکا دیے رہے ہین۔

ڈورا۔ یعنی مین خاصی دیوانی ہون؟

یہ کہکر ڈورا نے چاہا کہ دروازے کی طرف بڑھے اور ایک قدم بڑھ بھی گئی مین نادانستہ طور پر ایک قدم اُس کے ساتھ چلا گیا۔ اور بولا۔

مین۔ ذرا بیٹھو تو مین بتادون۔ مین اپنا سچا خیال ابھی ظاہر کیئے دیتا ہون۔

ایک لمحہ پس و پیش کے بعد وہ اپنی جگہہ پر بیٹھ گئی اور مین نے اس طرح کہنا شروع کیا۔

مین۔ تم یہہ امید کرکے آئی تھین کہ اپنے باپ کے سامنے اچانک جا کھڑی ہو اور اُن کی خوشی اور حیرت کا تماشا دیکھو مگر بالعکس اِس کے تم نے آتے ہی اُن کی بیماری کی اور پھر دفعتہً اُن کی موت کی خبر سُنی۔ تمھاری ابھی عمر ہی کیا ہے تمھارے دل کے لئے یہہ صدمہ کچھ کم نہ تھا۔ تمھارے سامنے مین نے بھی مسس ہیننگ ٹری کی ہان مین ہان ملائی اور اُس وقت تم کو تمھارے باپ کی میت کے دیکھنے سے باز رکھا مسس ہیننگ ٹری نے دیکھا ہوگا کہ شام تک بھی تمھین سکون نہین ہوا لہٰذا اُنھون نے مناسب سمجھا کہ ابھی اور توقف کے بعد اُن کی میت تمھین دکھائین اور اسی لئے اس دیدار کو دوسرے دن صبح پر ٹال دیا۔ اگر مین اُس وقت تم کو کوئی مسکن و مفرح دوا ہونے سے پہلے پلا دیتا تو نہ پھاوڑے کی گمک سنائی دیتی نہ یہہ نام لیکر پکارنے کی آواز۔ تمھارے دماغ پر خیالات پریشان کا ہجوم تھا اور جب تم سوتے سوتے دفعتہً جاگ اُٹھین تو اُس وقت شاید کھڑکیون کی ہوا سے ہلنے کی آواز یا اور کوئی آواز آ رہی ہوگی جو تمھارے کان مین پڑی اور جس کو تم اپنے خیالات کی پریشانی مین پھاوڑے کی گمک اور قبر کھودنے کی آواز سمجھین کیونکہ موت اور قبر کے خیالات پہلے ہی سے تمھارے دماغ مین موجود تھے پھر اُس کے بعد جتنی دیر مین تم اپنے والد کے کمرے تک پہونچو اُس وقت تک تمھارے دماغ کی حالت اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ تمھارے حواس مین قوی اختلال پیدا ہونا کوئی بڑی بات

نہ تھی اور تم کو کچھ نہ دکھ سکتی تھیں اور روشن لیتا ہیں وہ تھوڑا تھا۔ اُس وقت روشنی بھی کم تھی کچھ اِس وجہ سے بھی پہچاننے میں دقت پڑی اور علاوہ اِس کے تم ابھی ناتجربہ کار ہو تم کیا جانو کہ موت کے بعد انسان کی صورت کس قدر بدل جاتی ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ تم نے اپنے باپ کی میّت کو نہ پہچانا ہو اور انہیں کو دوسرا شخص جانا ہو۔ یہہ بھی تو تعجب کی بات تھی کہ تم ابھی ابھی تھوڑے دن پہلے انہیں تندرست چھوڑ گئی ہو اور ابھی اگر انہیں مُردہ دیکھو۔ ایسی حالت میں ضرور اُن کے چہرے مُہرے میں نمایاں تغیر بھی معلوم ہونا کچھ بعید نہیں ہے اور پھر جب دور از کار اور پریشان کُن خیالات دماغ میں بھرے ہوں تب تو تمھارا وہم تکہ جو کچھ نہ دکھا دیتا وہ تھوڑا تھا۔ تم اُسی میّت کو طرح طرح کی صورتیں بدلتے ہوئے بھی دیکھتیں تو کچھ بعید نہ تھا۔ اگر تم مسس مینگ ٹری کا کہنا مان کر آج صبح تک تامل کر جاتیں تو تمھیں یہہ وہم کبھی نہ پیدا ہوتا۔ اب میں بہت سیدھی سی بات بتاتا ہوں تم میرا کہا کرو۔

ڈورا۔ اگر آپ میری وہ درخواست منظور کرتے ہیں جو پیشتر میں کر چکی ہوں تو جو کچھ آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔

مین۔ بس اب تم فوراً اُس کو چلی جاؤ اور جو کچھ تصورات کہ گذرا اُس کو ظاہر نہ ہونے دو۔

اِس پر اُس کے نازک رخسار دن پر ایک قسم کی اُداسی آگئی مگر میں نے اُس کو اِس طرح ٹال دیا گویا میں نے اُس کی حالت پر خیال ہی نہیں کیا اور یوں سلسلہ کلام جاری رکھا۔

مین۔ اور اُس وقت تک صبر کرو جب تک مسس مینگ ٹری تم کو اُس کمرے میں نہ لے جائیں

ڈورا۔ اور جو وہ لے ہی نہ جائیں۔

مین۔ نہیں وہ اب انکار نہیں کریں گی۔ تم کمرے میں جانا اور میّت کو بغور دیکھنا اور مجھے یقین ہے کہ تمھیں اب کی دفعہ وہ میّت تمھارے باپ ہی کی نظر آئے گی۔

ڈورا۔ اور اگر وہ لاش ابّا جان کی نہ نکلی اور پھر میں نے آپ سے آکر بتایا کہ لاش ابّا جان کی نہیں ہے تو پھر آپ اپنے قول سے تو نہیں پھریں گے؟

(باقی آئندہ)

غزلیات طرح

مصرعہ طرح ۔ امتحانِ اثرِ جذب وفا کرتے ہین

اصغر۔ عالیجناب کنور سید محمد اصغر علی خان صاحب بہادر رئیس پنڈراول ضلع بلند شہر

جو نزاکین ہی ہین سو حشر بپا کرتے ہین
دیکھنا یہہ ہے جوان ہو کے وہ کیا کرتے ہین

کوئی بیخود نظر آتا ہے تو کوئی بدمست
جس طرف وہ نگہِ ہوش ربا کرتے ہین

آپ اور قتل کرین غیر کو ممکن ہی نہین
کرنے والے بھی کہین منہ سے کہا کرتے ہین

چھوڑیئے ظلم و ستم دیکھئے مین مرتا ہون
جان بلب پر کہین سیداد کیا کرتے ہین

دل کو تسکین ہو کس طرح بھلا وعدون سے
عہد پورا بھی کبھی آپ کیا کرتے ہین

آپ کیا کہتے ہین دل مجھپہ تصدق کیجے
دل تو کیا چیز ہے ہم جان فدا کرتے ہین

منتظم جانیئے خلوت ہی مین رہنا اُن کا
دو قدم چل کے وہ سو حشر بپا کرتے ہین

اک عجیبی ہو زمین حضرتِ اصغر ہم تو
یون غزل لکھتے ہین یون شعر کہا کرتے ہین

اختر۔ جناب مولوی محمد عبدالغفار خان صاحب بی اے الٰہ آبادی تلمیذ حضرت شور مدظلہ

عشق کے درد کا حاصل جو مزا کرتے ہین
وہ فقط درد کے بڑھنے کو دوا کرتے ہین

اُس کے بیمار کی عیسیٰ جو دوا کرتے ہین
یہہ کچھ اچھا نہین کرتے ہین بُرا کرتے ہین

دل مین جو کچھ ہو مگر غیر نے پوچھا جو مزاج
ہم نے ناچار کہا یہہ کہ دعا کرتے ہین

ہم تو نادان ہین ناصح نے بھی کیا ہے اُن سے
دیکھئے یہہ ہے کہین ایسا کہ وہ کیا کرتے ہین

آ کے سُون مرتے ہین مری موت کا کیا غم اُن کو
ایسی خبرین تو وہ ہر روز سُنا کرتے ہین

طرفہ معجون ہین شیخ آپ بھی گر کا ہین اِتنا بھی
حضرت پیر مغان آپ یہہ کیا کرتے ہین

آپ پچتائین گے وہ مجکو مٹا کر اختر
مین بُرا ہون کے کہون کیون کہ بُرا کرتے ہین

آشفتہ۔ جناب قاضی حسام الدین صاحب رئیس جیور ضلع بلند شہر

لیکے دل مجھ پہ جو وہ جور و جفا کرتے ہین
اس کا انجام بُرا ہے وہ بُرا کرتے ہین

آپنے کچھ بھی نہ لی رسم قدیمی پہ نظر
راہ چلتون کا یہان لوگ بھلا کرتے ہین

خوبرویون کی محبت کا ہے انجام خراب
لوگ دیتے ہین جو دل انکو بُرا کرتے ہین

کس ستمگار کے پھندے مین ہین ڈال دیا
حق مین یارون کے شب روز دعا کرتے ہین

غیر کیون ہوتا ہے برہم لئے کیا مطلب ہے
شکوے سو تم سے ہم اے مہر لقا کرتے ہین

جان دیدیتے ہین جو غم مین کسیکے اپنی
حق محبت کا وہی خوب ادا کرتے ہین

تم فریبون مین رقیبون کے نہ آنا ہرگز
ہین یہہ کمبخت دغا باز دغا کرتے ہین

نکہت یار سے اک دن بھی معطر نہ کیا
شکوہ یہہ تجھ سے ہم اے باد صبا کرتے ہین

دے دیا آپ نے دل انکو عبث آشفتہ
بیوفا ہین وہ کسی سے بھی وفا کرتے ہین

باقر۔ جناب سید باقر علی صاحب ساکن قصبہ جیور ضلع بلند شہر

آتش غم سے جگر جنکے جلا کرتے ہین
سرد سرد روکے کلیجہ وہ کیا کرتے ہین

ہم نے دیکھا ہے کہ انکو بھی رُلاتا ہے خدا
رونے والون کے جو رونے پہ ہنسا کرتے ہین

تذکرہ عشق بتان کا نہین سنتے باقر
عاشق ذکر خدا ذکر خدا کرتے ہین

خورشید۔ حضرت قاضی غیاث الدین صاحب سکندرآبادی مدظلہ العالی

حق تسلیم و رضا دل سے ادا کرتے ہین
تم ستم کرتے ہو جن پہ وہ دعا کرتے ہین

نزع کے وقت وہ آئے ہین مری پرسش کو — واہ کیا وعدہ کیا تھا جو وفا کرتے ہین
ہو ترا دھیان کہین دل پہ پڑے تنگی نظر ہین — کب ترے تیر نشانے سے خطا کرتے ہین
چشم تر تو ہی ذرا اِن پہ چھڑک دے پانی — آبلے دل کے شب و روز جلا کرتے ہین
مضمحل ایسے ہوے انکی جفاؤن سے ہیچے — ناتوانی ترا ہم شکر ادا کرتے ہین
سچ تو یون ہے کہ تھے اسکے بھی قابل ہم تو — مہربانی ہے جو وہ ہم پہ جفا کرتے ہین
کفر مین بھی نہ کبھی دین کو بھولے خورشید — ان بتون کے لئے ہم یاد خدا کرتے ہین

خنجر۔ خادم الاطبا سید محمد سعید سکندرآبادی اڈیٹر رسالہ ہذا تلمیذ حضرت خورشید مدظلہ

پڑ گئین جن پہ نگاہین وہ بجا کرتے ہین — کہین یہ تیر نشانے سے خطا کرتے ہین
چارہ گر درد کی کیا خوب دوا کرتے ہین — اُس کے پیکان کو مرے دل سے جدا کرتے ہین
مرتے مرتے بھی چھٹین گے نہ محبت کے طریق — تیرے بندے کہین گمراہ ہوا کرتے ہین
میرے ہوتے ہوئے کیون غیر سے ہو خوش ستم — شرم آتی ہے مجھے آپ یہ کیا کرتے ہین
آ مِل جاؤ گلے رُخ سے اُلٹ دو پردہ — کہین خلوت مین بھی عاشق سے حیا کرتے ہین
آج کیا ڈر ہے کرو شوق سے عشاق پہ ظلم — دیکھنا تم کہ یہ کل حشر مین کیا کرتے ہین
حضرتِ عشق کے جو لوگ ہین شاگرد رشید — شعر خنجر کے وہ دن رات پڑھا کرتے ہین

شوخ۔ بی حیدری جان طوائف سکندرآباد

اپنے کشتون کو وہ ٹھکرا کے کہا کرتے ہین — روند کمبخت یہین آن مرا کرتے ہین
شغل مے نوشی رہے کچھ نہ سنو زاہد کی — انھین کہنے دو یہ ایسے ہی کہا کرتے ہین
وصل اور ہجر برابر ہین مری نظرون مین — کہ وہ آغوش تصور مین رہا کرتے ہین
غیر کے نقرون مین للہ نہ تم آجانا — گوشت ناخن سے یہ کمبخت جدا کرتے ہین

صادق القول بنے نزع مین آ کر کیا خوب
وعدہ ملنے کا وہ کس وقت وفا کرتے ہین

لوگ کہتے ہین محبت مین اٹھے ہائے شوخ
چپکے بیٹھے ہوے ہم سب کی سنا کرتے ہین

صاحب۔ جناب منشی سید نذیر الحسن صاحب ساکن بجنور

صدقے کرتے ہین دل اور جان فدا کرتے ہین
ہو سکا ہم سے جو اے ماہ لقا کرتے ہین

آئینہ دیکھ کے پہرون وہ بنا کرتے ہین
اپنے ہی عکس سے وہ آپ کھچا کرتے ہین

غیر اچھے ہین جو مطلب سے ملا کرتے ہین
ہم بُرے ہین جو عبث جان فدا کرتے ہین

آئے ہین غیر کے ہمراہ عیادت کے لئے
خوب بیمار محبت کی دوا کرتے ہین

عشقی۔ جناب منشی محمود حسن صاحب ڈاسنوی تلمیذ خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

شوخیان کرتے ہین یا شرم و حیا کرتے ہین
دیکھنا ہے کہ جوان ہو کے وہ کیا کرتے ہین

کیسے کہدون کہ کسی کا وہ بھلا کرتے ہین
دشمنون سے مرے ملتے ہین بُرا کرتے ہین

تیر آپ لیتے ہین ہم غیر کا کیا کرتے ہین
جان اپنی ہے دل اپنا ہے فدا کرتے ہین

مدعا پلکے مرا وصل مین فرماتے ہین
ایسی باتون کا کہین نام لیا کرتے ہین

در پہ دربان دکھانے کو بٹھا رکھے ہین
وہ تو دن رات کہین اور رہا کرتے ہین

الغرض ہوتی ہے ہر حال مین خفت ہمکو
ہم خطا کرتے ہین یا آپ خطا کرتے ہین

انکی عادت تو ہو تبدیل کوئی ہو عشقی
غیر ہی سے سہی آخر تو وفا کرتے ہین

مہدی۔ جناب پیرجی مہدی حسن صاحب ساکن قصبہ امبہٹہ

لاکھ فریاد کرین کچھ نہین پیدا ہوتی
تمکو دل دیتے ہین جو لوگ بُرا کرتے ہین

قتل کر کے مجھے کیون تمنے لگائی مہدی
خون ناحق بھی چھپانے سے چھپا کرتے ہین

وفا۔ جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

ہم سے دشمن مرے مرنے کی دعا کرتے ہین — دوستو وہ تو مسیحا ہین یہہ کیا کرتے ہین
ایک وہ ہین کہ وفاؤن پہ جفا کرتے ہین — ایک ہم ہین کہ بہر حال دعا کرتے ہین
نیچی نظرون کا اثر پڑ نہین سکتا دل پہ — کچھ خبر بھی ہے کہ یہہ تیر خطا کرتے ہین
خاک چھنولے سر اگر ولے یہ وہ ظالم ہے — اُن پہ حسرت ہے جو اُن کی دعا کرتے ہین
اور اُلٹے وہ خفا ہو گئے شامت دیکھو — دیکھئے کیا یہہ مرے دست دعا کرتے ہین
آنے ہی پہ لگی جلنے کی ستم کرتے ہو — ٹھیرو ٹھیرو تو ذرا بات سنا کرتے ہین
عکس پلکون کا نہ چبھ جائے نہ نازک ہین — اُن سے کہتا ہون جو نظرون مین چھپا کرتے ہین
بیوفاؤن سے وفا سیکھنے ہو امید وفا — یہہ وہ کافر ہین کہ دل لے کے دغا کرتے ہین

ہدف۔ جناب سید کاظم حسین صاحب لکھنوی پیرو پیر اثر گلدستہ غنچہ جاوید ادبی

جان اپنی جو نہین تجھپہ فدا کرتے ہین — مین یہہ حیران ہون پھر جی کے وہ کیا کرتے ہین
ہو مزا خوب جو تو بھول کے کہدے آمین — آج پھر ہم ترے ملنے کی دعا کرتے ہین
کر چکا قتل جو قاتل تو یہہ حسرت نے کہا — اسکو ہم تیری جوانی پہ فدا کرتے ہین
کہتی ہے شوخ نظر آنکھ کی پتلی بن کر — چھپنے والے اسی پردے مین رہا کرتے ہین
آگیا غیظ جب اُنکو تو کمان چلائی — آپ کی کیا ہے خطا تیر خطا کرتے ہین
کہتا ہے جوش جوانی سے کسی کا جوبن — بڑھنے والے اسی صورت سے بڑھا کرتے ہین
کچھ زبانی بھی وہ پوچھین تو یہہ قاصد کہنا — مرنے والے ترے جینے کی دعا کرتے ہین
لاش اُٹھانے کو اُٹھائی ہے ہدف کی اگر — پچھتا اُن کا ہے اب پچھتے کیا کرتے ہین

غزلیات غیر طرح

غزل جناب مولوی عبد الغفار خان صاحب بی-اے الٰہ آبادی جو شب عید کے مشاعرے میں پڑھی گئی

تھا جو روزِ وصل پر ہمکو گمانِ روزِ عید
ڈھونڈھتی ہین حسرتیں اب تک نشانِ روزِ عید

اُن پہ قربان ہونے کی کیا کیا خوشی ہے ہمکو
روزِ قتل اپنا دکھائے کیون نہ شانِ روزِ عید

تا دو چندان ہو مسرت کشتگانِ ناز کو
ملتوی کیجیو نہ قاتل امتحانِ روزِ عید

دل جگر حاضر ہین سب اُس کی ضیافت کے لیے
ہے غمِ الفت بھی گویا میہمانِ روزِ عید

آمدِ روزِ قتل یون مقتل مین اترا تی پھری
جس طرح بن ٹھن کے نکلین شاہدانِ روزِ عید

ہے مسرت کا یہ عالم رقص مین ہین جان و دل
کیون شبِ وصلت پہ قربان ہو نہ جانِ روزِ عید

نیلگون جوڑا پہن کر اُس نے جب سجدہ کیا
عرش پر پہونچا دماغِ آسمانِ روزِ عید

آج لگ جاؤ گلے سے آکے تم اے جانِ جان
ہو دلِ غمگین پہ ظاہر کچھ تو شانِ روزِ عید

جی مین جلتا ہون اُسے غیرون سے ملتا دیکھکر
کس پہ ظاہر کیجیے سوزِ نہانِ روزِ عید

عید انھین کی ہے جو ہیں آغوش مین دلدار سے
داغِ حسرت ہے یہان تو اک نشانِ روزِ عید

وہ گلے ملتا تو مین اُس روز کا دیتا پتا
اب دلِ مایوس کو کیا دون نشانِ روزِ عید

آج شب کو ہوگا اختر مجمعِ اہلِ سخن
کیا مبارک شب پڑی ہے درمیانِ روزِ عید

مصرعہ طرح مشاعرہ منعقدہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ع نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

"آسمان" "گمان" "مہربان" قافیہ "نہین" ردیف

طرح مین غزلیات تاریخ انعقاد مشاعرہ سے ایک ہفتہ پیشتر جناب میر مشاعرہ منشی سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر میونسپل بورڈ سکندر آباد کے پاس پہونچ جانی چاہئین۔ ایڈیٹر و منیجر

ید بیضا

محمڈن یونیورسٹی

نمبر ۲

بڑی سے بڑی رعایت جو وہ اس خصوص مین علماے یورپ کے ساتھہ کرنے پر راضی ہوے فقط یہہ تھی کہ اہل مغرب حکمت عملی مین بڑھے ہوے ہین - جو کیا مشرق اور کیا مغرب کہین کے پرانے علمار کے نزدیک وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھی جاتی تھی - اور اُنکی حکمت نظری پر ہنستے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان علوم سے وہ نا آشنا ہین اور اگر کچھہ قدرے قلیل جانتے بھی ہین تو اُنکا علم بالکل ابتدائی اور ناقص ہے اور اسلئے اُنکا یہہ خیال تھا کہ کم سے کم علم کی اس باوقعت اور اعلے شاخ مین اب بھی اہل شرق اہل مغرب کو سبق دے سکتے ہین - ہندوستان کے مختلف حصوں مین ایسے علماے اسلام موجود ہین جنکا اب تک یہہ خیال ہے کہ اقوام یورپ کا علم و حکمت یہین تک محدود ہے کہ وہ بڑی بڑی ریلین جنگی جہاز - ہیبت ناک توپین اور ایک تعجب انگیز آلات کشت و خون بنا سکتے ہین - اور اُنھین ان علوم سے کچھہ مناسبت نہین جن کا تعلق نظر اور فکر سے ہے - اور یہہ مغالطہ اُس وقت تک رفع نہین ہو سکتا اور نہ ہم اُس باعظمت اور پرشان و شوکت وراثت حاصل کرنے کے قابل ہو سکتے ہین جس کے اندر حکومت وقت ہمکو حصہ دار بنانے پر راضی ہوئی ہے - جب تک کہ ہم مستعدی کے ساتھہ اُس کام کے انجام دینے پر آمادہ نہو جائین جسے ہم نے شروع کیا ہے اور جو کام ہم اسوقت کرنا چاہتے ہین وہ ہمارے لئے کوئی انوکھا کام نہین ہے بلکہ آج ہم جس ہم کو گنگا کے کنارے

انجام دے رہے ہین - یہہ وہی کام ہے جسے بارہ صدی پہلے ہم نے ساحل فرات پر آغاز کیا تھا اس مین کوئی شک نہین کہ جو قرضہ ہم نے بغداد مین عباسیون کے زمانے مین یورپ سے لیا تھا - دار الخلافہ قرطبہ کے اندر بنی امیہ کے عہد حکومت مین مع سود ادا کر دیا مگر کیا ضرور ہے کہ اسوقت جبکہ زمانے کے جھونکے نے اودھر سے ادھر جھونک لیا ہے اور ہم اپنے آپکو اس مقام پر پاتے ہین جہان اہل یورپ کھڑے ہو کر ہم سے کسی وقت علم و حکمت کا سبق لیا کرتے تھے تو ہم جھوٹی مشیخت کے خیال سے جو نہ فقط مبتذل بلکہ ہمارے حق مین زہر قاتل ہے اس دولت لازوال سے متمتع نہون اگر گذشتہ زمانے کے سبق ہم بھول نہین گئے ہین تو ہمین اس وقت اپنے بزرگون سے سبق لینا چاہیے اور بجاے اس کے کہ ہم سنی سنائی باتون اور ادھوری تعلیم پر قانع رہین ہمین چاہیے کہ ہم مغربی علوم کے عین سرچشمہ ہی پر جا پہونچین اور اس شربت جان بخش روح پرور کو اپنے ظرف کے موافق جہان تک بدل ما یتحلل بن سکے نوش جان کرین نہ یہہ کہ بے تمیزی کے ساتھہ اس طرح استعمال مین لائین کہ خمیازہ مین بدمزگی اٹھانی پڑے -

ہم ان مقاصد مین اُس وقت تک کامیاب نہین ہو سکتے جب تک کہ ہم امتحانات کے توسل سے علوم حاصل کرنے کے پرانے ڈھرے کو خیر باد نہ کہدین جسے بنگال - مدراس اور بمبئی کی پرانی یونیورسٹیون نے رواج دیا ہے اور جب تک ہم اپنی نئی یونیورسٹی قایم کرتے ہین اُن باوقعت اور معزز تعلیم گاہون کا اتباع نہ کرین جنکی بدولت کیمبرج اور اکسفورڈ کی چاروانگ عالم مین شہرت ہے - اسکولایف کے اصلی اور ابتدائی اجزا علیگڈھ کے بورڈنگ ہوس مین موجود ہین - اسکو اور وسیع کرنا چاہیے یہان تک کہ اس مین مثلاً ہزار نوجوان طلبہ کے رہنے کی گنجایش نکل آئے - فی الحال بورڈنگ ہوس کے احاطہ مین تین یوروپین پروفیسر رہتے ہین - اور اُن کا برتاو (جیسا کہ ہونا چاہیے) وہان کے بورڈ طلبا سے شریفانہ اور دوستانہ ہے ایسے پروفیسرون کی تعداد اور بڑھانی چاہیے تاکہ ہر ایک مغربی علم کے لیے جسکی تعلیم ہم دینا چاہتے ہین ایک قابل یوروپین پروفیسر کالج مین لازم ہو اور نیز یوروپین ٹیوٹر یعنی اتالیقون کا ایک اسٹاف

جس مین ایک زمانے کے بعد وہ لوگ بھی داخل کئے جا سکتے ہین جو ہماری اپنی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہین یورپین پروفیسرون کی تعداد صرف اسی قدر نہین چاہیے جیسے آٹے مین نمک بلکہ کم از کم ایک زمانہ دراز تک کالج کے اسٹاف مین بیش قرار تنخواہون کے یورپین پروفیسرون اور اتالیقون کا پلہ بھاری رہنا چاہیے۔ اس خاص امر مین کبھی اختلاف رائے کو دخل نہین ہونا چاہیے۔ اگر اس بارے مین ہمین کوئی اس کے خلاف مشورہ دے مثلاً کوئی کہے کہ جب دیسی گریجویٹ آسانی سے مل سکتے ہین تو پھر کیون ہم اپنی تعلیم کے لئے بڑی بڑی تنخواہون کے انگریز بلائین تو ہمین پورا یقین کرنا چاہیے کہ اس نصیحت کا دینے والا مغربی تعلیم و تربیت کے ابتدائی اصول سے بھی مطلق نا آشنا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ موجودہ تحریک کے اعوان اس قسم کے صلاح و مشورہ پر کبھی توجہ نہین کرینگے۔ ایک قومی یونیورسٹی جو کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونے پر قایم کیجاتی ہے اس مین ان دو امور کا خاصکر بہت بڑا خیال رکھنا چاہیے۔ اول یہہ کہ معقول تنخواہ کے یورپین پروفیسر اور اتالیقون کا کافی اسٹاف ہو اور اُنکے لئے فنڈ الگ کر دیا جاے۔

دوسرے بورڈرز کی تربیت کے متعلق بہت احتیاط کے ساتھ سوچ سمجھکر قواعد تیار کئے جائین اور اُن پر نہایت پابندی کے ساتھ عمل ہو۔ سب سے مقدم یہہ دو باتین ہین باقی امور اہمیت مین اِن کے مابعد اور متعلق بہ تفصیل ہین۔ اس مین کچھ شک نہین کہ قابل دیسی ماسٹر بہت ارزان مل سکتے ہین۔ اگر ہم نے علی گڈھ کو کما ینبغی ترقی دینے کی غرض سے یورپین پروفیسر اور ٹیوٹرز بلانے کا ارادہ کرلیا اور مجھے امید ہے کہ ہم ضرور ایسا ہی کرینگے تو اونکو جو تنخواہ دینی پڑیگی اُسکی چوتھائی تنخواہ پر دیسی مدرس مل سکتے ہین مگر اِن دونون مین وہی فرق ہے جو اصل اور نقل یا ایک زندہ شخص اور اُس کی تصویر مین ہوتا ہے۔ عمدہ سے عمدہ دیسی مدرس (جن مین بعض فی الحقیقت فاضل اور قابل قدر اشخاص شامل ہین) جو ہمین مغربی طرز پر تعلیم دینگے تو یہہ وہی تعلیم ہوگی جو خود اُنھون نے انگریزون سے حاصل کی ہے اور اس لئے

نہیں اصل اور نقل کا بل پڑے گا۔ جب تک یوروپین علما کی تعلیم اور اُن سے بے تکلفانہ صحبت میسر نہو گی اُس وقت تک غفلت اور کاہلی تعصب اور جہالت کا گہرا زنگ جو ہندوستان کے مسلمانون پر تہ بہ تہ چڑھا ہوا ہے کبھی دور نہین ہو سکتا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے گھرون سے اور نیز اپنے ہان کے ہم صحبتون سے الگ کئے جائین اور ایسی صحبت مین اور ایسی جلسے رکھے جائین جہان اُنکو ہر وقت پاک اور پاکیزہ اور اعلےٰ خیالات اور نظایر سے سابقہ رہے جو محض کتابون کے رٹنے اور امتحانات کے پاس کرنے سے پیدا نہین ہو سکتے۔

ہمارے نوجوان جب تک ایسے لوگون کی صحبت سے مستفید نہون گے جن مین اعلیٰ درجہ کی لیاقت کے ساتھ شرافت اور عفت اور اخلاق کی فضیلتین مجتمع ہین اور اُنکے ساتھ شب و روز بے تکلفانہ ضبط ربط میل جول نہ رہے گا اُس وقت تک وہ خود ان صفات کی قدر نہ کرینگے اور اِن کے حاصل کرنے کا حوصلہ اُنکے دلون مین نہ پیدا ہوگا۔ بچون کے عمدہ ترین حصہ سبق کا یعنی وہ حصہ جسکا اثر اون کے عادات۔ اخلاق۔ اطوار پر پڑتا ہے درس گاہ مین نہین دیا جاتا بلکہ کھانے پینے کھیلنے کودنے کے جلسے مین پڑھایا جاتا ہے اور یہی موقع ہین جہان خلق و مروت۔ عفت و عدالت۔ جراءت و ہمت۔ صداقت و اطاعت۔ سکینہ و وقار کی سچی تعلیم حاصل ہوتی ہے جسکے بغیر ارسطو اور ابن رشد کا علم و فضل بھی ہیچ و پوچ ہے۔

لیکن ہمارے لئے یہہ نامناسب ہوگا کہ ہم مغربی علوم کی تعلیم کے لئے یونیورسٹی قایم کرتے وقت اُن بے بہا خیالات کے بیشمار خزانون کو بھول جائین جو ہمین اپنے بزرگون سے ورا ثتاً پہونچے ہین۔ کوئی شخص مغربی خیالات کا ترجمان مشرقی طبایع کے واسطے نہین بن سکتا نہ مشرقی علوم مین مغربی سائنس کا پیوند لگا سکتا ہے جب تک اُسے دونون مین کامل دستگاہ نہو۔ ایک علوم مغربی کا علامہ وقت اپنی معلومات سے فایدہ اُٹھائے لیکن اسکا وجود اپنے ہم وطنون اور ہم مذہبون کے لئے کچھ مفید نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ مغرب کے بیش بہا فلسفہ کو علوم مشرقیہ کے لباس مین آراستہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتا ہمین چند ایسے فضلا کی ضرورت ہے

جو اپنا یہہ کام قرار دے لین کہ وہ پُرانے طریقہ استدلال پر جو ہمارے ہان مدت مدید سے مسلم چلا آتا ہے نکتہ چینی کرکے اُسکی اصلاح کرین - صرف یہی ایک ذریعہ ہے جسکی مدد سے ہم اُس حصار کے اندر داخل ہو سکتے ہین جس نے سالہا سال کی کورانہ تقلید کے ساتھ ملکر ہماری حکمت و فلسفہ کو زنگ آلود کر دیا ہے ہمین ایسے قابل لوگون کی ضرورت ہے جو ہمارے پُرانے علوم کے علما کے آگے ایک نیا قانون پیش کرین جو ارسطو اور بوعلی سینا کے قانون سے بہتر اور مفید تر ہو اور اُنھین دریافت مجہولات کا ایک نیا آلہ بتائین جو ہمین علوم جدیدہ کی بدولت حاصل ہوا ہے ۔

اب تک ہم مین کوئی ایسا نہین تھا جو اس اہم کام کو سرانجام دیتا اور جسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ بہت کم ایسے لوگ تھے جنھین اس قسم کے دقیق طلب مسایل مین دلچسپی ہو - اور جنھین کچھ خیال تھا اُنکے پاس اسکے سرانجام دینے کے وسائل نہ تھے - مین صرف دو مسلمانون کو جانتا ہون جنھون نے اس مشکل مسئلہ کے حل کرنے کی کوشش کی اُن مین سے ایک کا انتقال ہو گیا قبل اسکے کہ وہ اپنے افادات کو وسعت دے سکین اور دوسرے اُنکے فرزند جو ابھی عالم شباب مین ہین اور جن سے یہہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ اس کام کو نہایت سرگرمی سے انجام دینگے - اِن باپ بیٹون کو خدا نے ایسے قوی دماغ عطا کئے ہین جن مین مشرقی اور مغربی علم و فضل کی ساری اعلیٰ خوبیان موجود ہین - اب دیکھنا یہہ ہے کہ آیا اس مرحوم بزرگ کے فرزند رشید کو اتنی فرصت ملے گی کہ وہ اپنے آپکو ہمہ تن اس کام مین مصروف کر دین جسکے متعلق ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے اور شاید ہمارے ہمعصر مسلمانون مین بھی ایک شخص ہین جو اس کام کو پورے طور سے سرانجام دینے کی قابلیت رکھتے ہین -

مجھے اُن لوگون سے ہرگز اتفاق نہین جو محمڈن یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی علیحدہ شاخ قایم کرنا چاہتے ہین - اس امر کا یقین رکھنا چاہیے کہ اگر مسلمانون کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اپنے علوم کو کبھی فُردہ نہونے دینگے - چنانچہ دیوبند - آرا - حیدرآباد وغیرہ مقامات مین اسلامی علوم کی اشاعت کے لئے عمدہ قسم کے مدارس قایم ہین اور تھوڑا عرصہ

ہوا کہ ایک نئی تحریک ان علوم کو باقاعدہ طرز پر پڑھانے کی کی گئی ہے جس سے تمام روشن خیال مسلمانون نے ہمدردی ظاہر کی ہے۔ میری رائے مین یونیورسٹی کا صرف یہہ کام ہونا چاہیے کہ وہ مغربی علوم کے ساتھہ مشرقی علوم کو (جیساکہ عربی سنسکرت اور فارسی کے ادب اور زبانون مین پائے جاتے ہین) یکجا کرے اور جن لوگون کو اس کا خاص مذاق ہو انھین اس کے متعلق تحقیق و تدقیق کرنے کی ہر طرح ترغیب دے۔ رہا یہہ کہ اس قسم کی ترغیب و تحریص کس عنوان سے ہونی چاہیے اسکا فیصلا اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جبکہ یونیورسٹی کے متعلق تفصیلی قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا وقت آجاے۔ اگر ہم مین ایسے پُرجوش محب وطن۔ دولت مند۔ خیر خواہ بنی نوع انسان موجود ہوتے جیسے بمبئی کے مسٹر تاتا یا پنجاب کے مشہور سکھ رئیس جنکا حال مین انتقال ہوا ہے تو اس وقت ہمین اُن لوگون کی تجویز کے تسلیم کرنے مین ذرا بھی تامل نہوتا جنکا یہہ خیال ہے کہ یونیورسٹی کے متعلق مشرقی علوم کی شاخ الگ قایم کی جاے لیکن موجودہ حالت کے لحاظ سے میرے خیال مین اگر یہہ دس لاکھ بھی وصول ہو گئے جو انتہاے مبلغ کمیٹی کے توقعات کا ہے تو بہت غنیمت ہے۔ اس قلیل رقم کو ضروریات وقت ہی پر صرف کرنا مناسب ہے نہ کہ ایسی کوششون مین برباد کرنا جو درصورت کامیابی بھی ہمارے لئے ضرورتون کے لحاظ سے چندان مفید نہین ہو سکتے ہین۔

سردست جبکہ اس تحریک کی ابتدا ہی ابتدا ہے مجوزہ یونیورسٹی کے لئے ایک کامل اور مفصل تجویز کا قلم بند کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے بلکہ اس مقصد کے لئے ایک سب کمیٹی اُس وقت قایم کرنی چاہیے جب کہ روپیہ جمع ہو جاے اور عملی طور پر کام شروع کرنے کا موقع آجاے۔ لیکن اس وقت اس قدر کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اگر علی گڈھہ کالج طبعیات (فزیکل سائنس) اور بائی آلوجی (علم الحیات) کی شاخ قایم نہ کر سکا اور ان علوم کی تعلیم کا کامل سامان اور ان کے اور متعلقہ علوم کے تجربات کے لئے آلات وغیرہ مہیا نہو سکے تو سمجھنا چاہیے کہ یونیورسٹی بالکل ناکمل اور ناقص ہے۔ کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ مسلمانون کی تشحیذ اذہان

اور اُن کی خاص خاص غلط فہمیون کی اصلاح کے لئے یہ علوم نہایت موزون ہین اگر ہم ابتدائً کم سے کم شاخون کی تعداد لیکر کام شروع کرنا چاہین تو اس مین بھی ان علوم کا انتخاب ضرور ہونا چاہئے - چار اور شاخین ہین جو میرے خیال مین اسی قدر ضرور ہین -

۱- السنہ وادبیات -

۲- ریاضیات -

۳- فلسفہ ومنطق -

۴- تاریخ - پولٹیکل سائینس اور ایکانامکس -

ان پانچ سے اگر ابتدا کی گئی تو نئی یونیورسٹی کی بنیاد مستحکم طور پر قایم ہو جائے گی قانون بھی درحقیقت نہایت ضروری چیز ہے - لیکن اسکے لئے ہم اُس وقت تک توقف کر سکتے ہین جب کہ ہمارے پاس کافی سرمایہ ہو جائے - یورپ کی قدیم اور جدید السنہ کی تعلیم کی بھی کچھ اتنی جلدی نہین اور میرے خیال مین سردست ان کی ضرورت چندان نہین ہے -

جو کچھ کہ مین مشرقی علوم کی نسبت عرض کرچکا ہون اُس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہون کہ میرے نزدیک سب کو اعلے تعلیم السنہ مشرقیہ کی دینا ضرور نہین ہے بلکہ اُن کی اشاعت اسی طرح پر بہتر ہوگی کہ جو کوئی اپنے شوق سے کسی مشرقی زبان اور علوم مین کمال درجہ کی لیاقت حاصل کرنا چاہئے اُس کو یونیورسٹی سے بیش قرار انعام و وظیفہ وغیرہ دیا جاے - بلکہ اس قسم کی ترغیب و تحریص ہر شاخ کے لئے مقرر ہونی چاہئے کیونکہ ہر طالب علم کا مذاق ایک قسم کا نہین ہوتا کیا ضرور ہے کہ ہر شخص فقیہ و محدث یا مورخ یا ریاضی دان نکلے - بلکہ ہر شخص اپنے میلان طبع کے موافق ایک کو چہ اور جادہ لپنے لئے منتخب کرے اور اُس مین حتی الوسع کمال حاصل کرنے کی کوشش کرے -

(باقی آئندہ)

صوبہ اودھ کے کاشتکار اور روساء ذی اقتدار

رعیت چو بیخ است و سلطان درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

شیراز کے فلسفی شاعر نے جو شعر بیت مندرجہ عنوان مین حل کیا ہے اُس کی صداقت آج بھی اُسی طرح مسلم ہے جس طرح سات سو برس پیشتر اُس وقت تھی جبکہ وہ مشہور کتاب تصنیف کی گئی تھی جس کا آج چار دانگ عالم مین شہرہ ہے اور ہماری معزز اور مہربان گورنمنٹ نے جس حد تک اِس اصول کو مدنظر رکھا ہے وہ ہر طرح پر قابل تحسین ہے - آفات ارضی و سماوی کا مقابلہ کرنے سے انسان مجبور ہے اور خاص کر ہندوستان جیسے زراعتی ملک مین اِس قسم کی آفات کا موجب تباہی و بربادی ہونا ایک کھلی بات ہے - دو برس متواتر گذر گئے کہ زمین اور آسمان اتفاق کر کے اِس غریب ملک کے آزار کے درپے ہو گئے ہین - سال ہیوسنہ کی فصل کا پالے کے نذر ہو جانا پھر قلت بارش کی وجہ سے بیچارے کاشتکارون کی امیدون پر پانی پڑ جانا یہہ سب باتین ابھی صرف لوگون کی یاد مین تازہ ہی نہین بلکہ اِن کا بدیہی اثر اب تک موجود ہے اِن غیر معمولی آفات کے سہارنے کی قوت غریب کاشتکار مین کہان مگر یہہ اتفاقی امور ہین اِن پر فلاح یا نکبت کا اندازہ کرنا اصولاً غلط ہوگا ہمارا مقصود معمولی حالات سے بحث کرنا ہے اور اِس تمام بحث کا خلاصہ اگر ایک فقرے مین رکھا جاے تو صرف یہہ ہوتا ہے کہ اوسط درجے کے کاشتکار کو دن رات بجز محنت و مزدوری کے کوئی کام نہین اور فراغت و آرام کا نصیب ہونا ایک ایسا خواب ہے جس کے دیکھنے کی تمنا مین اُسکی عمر تمام ہو جاتی ہے اُسکو جو کچھ بُرا بھلا کھانے کو مل گیا وہ اُس کے لئے نعمت غظمی ہے اور جو کچھ موٹا جھوٹا تن ڈھانکنے کو میسر آگیا وہ بس غنیمت ہے -

اِن ساری تباہیون کا موجب یہہ ہے کہ کاشتکار کے پاس بالعموم اس قدر

روپیہ پیس انداز نہیں ہوتا جو اُس کو آیندہ فصل کے لئے سامان فراہم کرنے کی طرف مستغنی کرے اور اس
حالت میں مجبوراً اُس کو قرض لینا پڑتا ہے اور جب ایک مرتبہ یہہ راہ کھل گئی تو پھر ہمیشہ کے لئے
گویا اُس کی تباہی کا سامان مہیا ہوگیا کیونکہ دیسی مہاجن اُسکا خون چوسنا کیا معنی گوشت
تک کھا جاتا ہے جو شرح سود وہ اپنے قرضداروں سے وصول کرتا ہے اُس کو سُن کر شاید بہت سے
دنیا چونک پڑے مگر اس میں ذرہ برابر شبہہ نہیں کہ یہہ شرح کسی طرح پر سو فیصدی سے کم نہیں
ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ صرف تین چار سال میں ایک معمولی شخص کو دیہات میں مہاجن کا خطاب
مل جاتا ہے۔ مگر کاشتکار کی ضرورت اُسکو اس قدر مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹتا
ہے۔ اُسکو آیندہ فصل کے سامان مہیا کرنے کے لئے مہاجن کے گھر کے سوائے اور کوئی ٹھکانا
نہیں اور یہہ بے رحم اور سفاک شخص باوجودیکہ اسی غریب کاشتکار کی بدولت مالدار بن جاتا ہے
تاہم اُس اغماض اور نخرے سے جو حاجت روا ہونے کی حیثیت سے اُسکا حق ہے کبھی نہیں چوکتا
یہہ تو اُسکا تکیہ کلام ہے کہ چودھری جی پچھلے حساب کا تو کچھ انتظام کرو یہہ لین دین کا بیوپار ہے
روپیہ مفت تو کہیں سے آ نہیں جاتا۔ غریب کاشتکار ایسی حالت میں اپنے تئیں تمام شرایط
پر رضامند ہو جانے کے لئے مجبور دیکھتا ہے اگر مہاجن کہے کہ علاوہ سود کے ۴ آنہ فی روپیہ غلہ بھی دینا
پڑیگا تو منظور اگر وہ کہے کہ بیس روپیہ لو اور چالیس کی دستاویز لکھدو تو منظور غرض کاشتکار
کو نہ پلے رتتن نہ جائے ماندن کا مضمون نظر آتا ہے۔

مہربان گورنمنٹ نے کاشتکاروں کی امداد کے لئے تقاوی کا طریقہ جاری کر رکھا ہے
مگر شاید ہمارا یہہ خیال بہت سے کاشتکاروں کے خیالات سے متفق ہوگا کہ اس کے بعض قیود
ذرا سخت ہیں سب سے پہلے تو دیوان جی (پٹواری) جن کو کاشتکاروں کے پیر جی کہنا بجا ہوگا
بغیر اپنی پوجا کرائے کام نہیں چلنے دیتے پھر اُن کے بعد کاشتکاروں کے اُستاد یعنی پٹواریوں
کے افسر کا نمبر آتا ہے اور پھر درجہ بہ درجہ اور بہت سے حقدار تیار ہوتے ہیں جن کی شرح کمیشن
ایسی کھلی ہوئی ہے جیسے بازار میں کسی جنس کا بھاؤ۔ اگر یہہ مدارج بھی بُرے بھلے طے ہوگئے وہ

دشوار گذار مرحلہ آتا ہے جسے ضابطہ پیش کرنے کے نام سے تعبیر کرتے ہین - اس اہم معاملہ مین اگر کسی ڈگریدار نے دستگیری فرمائی اور صہ فیصدی لیکر ضمانت کر دی تو گویا نہایت سستا سود طے ہوا لیکن اگر کوئی نمبردار ضمانت دے گا تو کسی حالت مین اُس کی شرح کمیشن دس فیصدی سے کم نہین ہو سکتی کیونکہ آخرہ اپنی آراضی بھی تو مکفول کرے گا غرضکہ سو روپیہ مین نشتر بہ شکل کاشتکار کے پلے پڑے اور دوڑ دھوپ ہوئی اور جو وقت ضایع ہوا وہ علیحدہ رہا اس پر بھی اگر کوئی وجہ خاص ہوئی جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ روپیہ نہ مل سکا تو یہ دوڑ دھوپ بے فایدہ محنت فضول اور خرچہ گویا جرمانے کی مد مین پڑا - لیکن فرض کیجئے کہ خوش نصیب کاشتکار کو روپیہ مل بھی گیا تب بھی ایک مرحلہ اور باقی رہتا ہے یعنی جب تکالیپر اسی اُس کے وصول کے لئے جاتا ہے تو کاشتکار کو صرف پریشانی ہی نہین اُٹھانی پڑتی بلکہ اُس کا گورکھن بھی کرنا پڑتا ہے - یہ وجوہات ہین جن سے بہ مقابلہ چھ روپیہ فیصدی کے کاشتکار سو روپیہ فیصدی پر قرضہ لینا پسند کرتا ہے کیونکہ یہہ روپیہ وقت پر نول جاتا ہے -

دوسرا طریقہ اس غریب گروہ کی امداد کا جو حال مین ہماری مہربان اور شفیق گورنمنٹ نے جاری فرمایا ہے وہ دیہاتی بنک کا قایم کرنا ہے - اس مین شک نہین کہ یہہ طریقہ امداد کا نہایت مفید اور کارآمد ہے لیکن کاشتکار اپنی جہالت کی وجہ سے جس کا نتیجہ بے اعتباری اور وہم ہے اس نعمت سے کماحقہ فایدہ اُٹھانے سے محروم رہتا ہے - یون تو حکام نے اس خاص ذریعہ امداد کی طرف ترغیب دلانے اور کاشتکارون کی وحشت دور کرتے ہین کوئی کوشش اُٹھا نہین رکھی مگر ضلع ہذا کی خوش قسمتی سے جو لایق اور فیاض حاکم اس وقت یہان برسر حکومت ہے اُسکا انہماک تمام اُمور رفاہ عام اور بہبودی عامۂ خلایق کی طرف ایسا ہے جس کا کافی شکریہ ادا نہین کیا جا سکتا - موجودہ ڈپٹی کمشنر جناب مسٹر ایچ - پی - ڈیوہرسٹ صاحب بہادر کی عملی کوششین اُن کے ابھی تھوڑے سے زمانے کے زمانہ قیام رائے بریلی مین اس طور پر ظاہر ہونے لگی ہین جس سے آیندہ بہت کچھ امیدین اُن کی ذات بابرکات سے وابستہ ہین - یون تو مشرقی علوم یعنی عربی و فارسی مین کامل دستگاہ رکھنے کی وجہ سے صاحب موصوف کا ہندوستان کی رعایا و برایا کے معاملات

میں خاص دلچسپی لینا کچھ مستبعد نہیں ہے مگر یہ امور دلی فیاضی سے پیدا ہوا کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمکو اُس مستعدی اور ہمدردی کی داد دینا چاہیے جس کے ساتھ اُنھوں نے کمیٹی منعقدہ ۱۰-اکتوبر ۱۹۱۰ء میں روساے ضلع کے مجمع میں کاشتکارون کی امداد اور دیہاتی بنک کے فواید پر ایک مسودہ لکھ دیا اور یہ جناب ممدوح کی ذاتی تحریک کا اثر تھا کہ معزز روساے ضلع مثلاً جناب رانا شیوراج سنگھ صاحب تعلقدار و جناب راجہ صاحب چندا پور و جناب راجہ صاحب شیوگڈھ و جناب راجہ صاحب کروہی سدولی نے نہ صرف دیہاتی بنک میں امداد فرمائی بلکہ جملہ روساے ضلع کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنے اپنے کاشتکارون کی خود امداد فرمایا کریں۔

اس سے زیادہ اور کوئی بات قابل مبارکباد نہیں ہو سکتی کہ ہم کو اپنی آپ امداد کرنے کا حوصلہ پیدا ہو۔ اصلی ترقی کا یہی راز ہے اور شاید ہمارے ملک کے اب اچھے دن آگئے کہ ہم میں باہمی امداد خود کرنے کا خیال پیدا ہو چلا۔ لیکن اس راہ میں ایک ایسا سنگ گران ہے جو ہمکو آگے بڑھنے سے روک رہا ہے اور وہ سنگ گران اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس افلاس کے جس کا رونا ہر سمت رویا جا رہا ہے۔ جب پیر خود درماندہ ہو تو شفاعت کس کی کرے۔ زمیندارون اور تعلقدارون کی حالت خود اس قدر ابتر ہے کہ کاشتکارون کو سنبھالنا تو درکنار وہ خود آپ ہی کو سنبھال لیں تو بڑی بات ہے۔ استثنا تمام باتون میں ہوا کرتی ہے اور ہمارے اس کلیے سے بھی چند معزز روسا مستثنی ہیں۔ لیکن عام حالت یہ ہے کہ ریاست کا نام ہی نام ہے ہم اس موقع پر حساب اوسط آمدنی و خرچ مالکان آراضی کا پیش کرتے ہیں جس سے اُن کی اصلی مالی حالت پر کافی روشنی پڑیگی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ غریب کس طور پر گذارہ کرتے ہیں اور کہان تک اسراف و فضول خرچی کا الزام اُن پر بیجا طور پر عاید ہو سکتا ہے۔ آمدنی کی حالت یہ ہے کہ باوجود اُن تمام رعایتون کے جو گورنمنٹ عالیہ نے ملحوظ رکھی ہیں (اور جو بمقابلہ شاہی زمانے کے بہت زیادہ ہیں جبکہ زمیندار کو صرف حق وصول لگان کے طور پر کچھ حصہ آمدنی کا دیدیا جاتا تھا باقی بیت المال کا حق سمجھا جاتا تھا) پچاس فیصدی بعد ادائے مطالبہ سرکاری کے

بالعموم زمیندار کے پلّے پڑتا ہے - اخراجات مین بڑی بھاری مد خرچہ عدالت ہے جس کی میزان
شاید عہ فیصدی سے کم نہ ہوگی عہ فیصدی کاشتکارون کے ذمہ بقایا واجب الوصول
رہ جانا ایک معمولی بات ہے اخراجات وصول وتحصیل بھی عہ فیصدی سے کم نہین ہوتے
اور اپنی ظاہری شان وشوکت قایم رکھنے مین جس کی زمیندار کو اِس لیے ضرورت پڑتی ہے
کہ اُس کا دبدبہ قایم رہے اور وصول وتحصیل مین زیادہ مزاحمت نہ ہو کم از کم ھ فیصدی خرچ
کرنا ضروری ہوتا ہے - نتیجہ یہہ نکلا کہ منجملہ ھ فیصدی کے جو مالک اراضی کا حق ہے اُس کے
ذاتی اخراجات کے لیے صرف ۲۵ بچتا ہے جس مین اخراجات خانہ داری شادی غمی چندہ
وخیرات سب کچھ شامل ہے - یہہ حساب اُن ریاستون کا ہے جہان آئے دن جھگڑے
فساد مابین زمیندار و کاشتکار کے نہین ہوا کرتے اب اس حساب کو دیکھیے اور اُس شان ریاست
کو ملاحظہ کیجیے جو ہر رئیس کے دماغ مین جاگزین ہوا کرتی ہے وہ اپنی حالت کو اُس اندازے
کے موافق رکھنا چاہتا ہے جو ھ فیصدی منافع کے اعتبار سے ہونی چاہیے اور اُس زبردست
تفاوت کا کچھ لحاظ نہین کرتا جو مندرجہ بالا وجوہ سے اُس کی مالی حالت مین واقع ہوتا ہے اور
جس کی رو سے اُس کو ۲۵ فیصدی منافع کے اعتبار سے ذاتی حیثیت قایم رکھنے کی
کوشش کرنی چاہیے - یہہ گویا اُس رئیس کی حالت ہے جو اعتدال اور سنجیدگی کو مدنظر
رکھنا چاہتا ہے گویا اعتدال کے ساتھ چلنے مین ہر رئیس کو اپنی خالص آمدنی کا ماہ فیصدی
قرض لینا ضروری ہوتا ہے - معمولی حالات تو یہہ ہوے اسپر اگر کوئی آفت ارضی وسماوی
نازل ہوگئی یا کوئی بڑا مقدمہ حقیت کا دائر ہوگیا یا دائر کرنا پڑا تو انجام سوا اسکے کیا
ہو سکتا ہے کہ ریاست مہاجن کے پاس رہن ہو اور اخراجات خانہ داری کے لیے کپڑے لتے
نیلام ہوتے پھرین - لیکن بد قسمتی سے اگر رئیس صاحب عیاش اور رنگین مزاج بھی ہوے
اور جام جہان نما کی گردش کا شوق چرایا تو پھر کیا ٹھکانا ہے اِدھر تو کارندگان ریاست
جو گویا رئیس صاحب کے ہاتھ پانو ہین اپنا اُلو سیدھا کرتے ہین اُدھر مہاجن قرض پر قرض

دیکر اور سود پر سود لگا کر وقت کا منتظر رہتا ہے اور اس طرح پر بہت جلد ریاست کا سرسبز چمن بادِ خزان کی دستبرد سے مرجھا جاتا ہے اور ریاست ہمیشہ کے لیے خاندانی رئیس کے قبضے سے نکل کر کسی بنئے یا کلوار تیلی یا بھاٹ کے قبضے مین چلی جاتی ہے - اسی چھوٹے سے صوبے مین جس پر گورنمنٹ کی عنایتین ہمیشہ مبذول رہی ہین کس قدر ریاستین ایسی موجود ہونگی جن کو ابھی نصف صدی کا زمانہ نہین گذرا کہ گورنمنٹ نے سند تعلقہ عطا فرمائی تھی اور آج اُن کے نجیب الطرفین وخیرخواہ گورنمنٹ قایم مقام عسرت وتنگدستی کا شکار ہین اور نانِ شبینہ کو محتاج ہوکر دربدر خاک بسر پھرتے ہین ! - افسوس !!

اس وقت زمیندارون اور کاشتکارون کی حالت اس قدر زار ہے کہ جس کو اُن سے کچھ سروکار نہین وہ بھی اُنھین دیکھکر افسوس کرے گا لیکن ابھی وقت ہے اور اگر آج ہم سب مل کر اپنی آپ مدد کرنے کو تیار ہو جائین تو کچھ بعید نہین کہ ہماری حالت مین نمایان تغیر پیدا ہو کیونکہ وہ احکم الحاکمین اور نیز وہ حکام جو اُس کی طرف سے ہمارے معاملات کے کفیل ہین ہمیشہ اُس کی امداد کرنے کو تیار ہین جو اپنی مدد کر سکے - اگر ہم ذرا غور کرین تو ہمکو معلوم ہو جاے گا کہ یہہ تمام مصیبتین ہم پر اپنی کم علمی اور زمانے کی رفتار کے نہ پہچاننے کی وجہ سے آئین اس کا اندازہ مشکل ہے کہ کس قدر تعداد روسا کی اس خیال کی پابند ہے کہ کیا ہم کو کچھ نوکری کرنا ہے جو تعلیم حاصل کرین - تعلیم کی طرف سے یہہ کوتاہ خیالی تمام بلاؤن کا سرچشمہ ہے اگر ہم اپنی حالت کو سمجھتے اور حالات زمانہ سے آشنا ہوتے تو شاید ہمارے بہت سے ایسے قصے قضیے جن کو عدالتون تک پہونچانے سے ہم اپنی آمدنی کا معتدبہ حصہ مقدمہ بازی کی نذر کر دیتے ہین آپس مین طے ہو جایا کرتے بلکہ ہم ایک دوسرے کی مدد کو ضرورت کے وقت تیار رہتے اور اپنے بھائی کی ریاست کو غیرون کے قبضے مین جانے سے بچانے ہم اپنے کاشتکارون کی امداد کرتے جس سے وہ تباہی سے ہم مقدمہ بازی سے اور ہمارا مطالبہ عدم وصول کے کھاتے مین پڑ جانے سے محفوظ رہتا - ہم جھوٹی شان وشوکت کو چھوڑ کر خرچ باندازہ دخل کے مسئلے کی پیروی کرتے ہم اُن چھوٹے چھوٹے ذرایع سے متمتع ہوتے جن سے

ہم اپنی آمدنی مین تھوڑی سی کوشش سے مستقل اضافہ کرسکتے ہین اور جن کو ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ناچیز سمجھکر نظرانداز کرجاتے ہین اور ہم اصول تجارت کو جو مغربی خیالات کی جان ہے اس تعلیم سے اخذ کرکے اُن پر کاربند ہوتے - یہہ صرف زبانی جمع خرچ نہین ہے بلکہ اس پر عملی پہلو سے بحث کیجاسکتی ہے - اگر ہم لوگ صرف اپنے کالپنے ذاتی انتظام اور نگرانی اور محنت سے انصرام کرین اور ہمہ تن مصروفیت کے ساتھ ہی ایک کام کرین تو پھر دیکھین کس طرح یہہ عسرت تشریف نہین لیجاتی گورنمنٹ عالیہ نے محکمۂ زراعت خاص اسی ترقی کے لئے قایم فرمایا ہے اور کانپور مین ایک زراعتی کالج کھول دیا ہے جہان سے ایک ماہوار رسالہ مفید المزارعین نکلتا ہے جس کے مفید اور کارآمد ہونے مین کوئی کلام نہین - مگر ہمکو ہماری جہالت نے ان تمام ذرایع سے مستفید ہونے سے باز رکھا ہے - اگر ہم فن اصول زراعت کو باقاعدہ سیکھین تو کچھ شبہ نہین کہ ہم اپنے وسایل آمدنی کو ترقی کرتا ہوا دیکھین گے - ہر زمیندار جانتا ہے کہ ایک معتد بہ حصہ اُس کی اراضی کا ہمیشہ بیکار اور خالی پڑا رہتا ہے کیا وہ اُسکو کسی کام مین نہین لاسکتا ہم اس بات کو کبھی نہین مان سکتے - یہہ صرف ہماری جہالت ہے جو ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پرانی لکیر کو پیٹتے رہین اور ایک قدم آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرین مثالاً ہم یہہ امر پیش کرتے ہین کہ نشیبی اراضیات مین جو اکثر بیکار پڑی رہتی ہین ہم اگر جڑہن کی کاشت کرین تو خاصا نفع اُٹھا سکتے ہین - ایک نہایت سہل طریقہ آمدنی کا لاک کی کاشت ہے اگر اس کا انتظام کیا جاوے تو چھوٹی چھوٹی ریاستون مین بھی ہزارون روپیہ سالانہ کا نفع ہوسکتا ہے - لاک کا نرخ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی تجارت مین کثیر منافع کی امید ہوسکتی ہے مگر ہمارے روسا مین سے باستثناء چند بیدار مغز اصحاب کے آجتک کسی کو اسکا خیال تک نہین بلکہ اب تک بعض ایسی ریاستون مین جہان یہہ قیمتی اور قابل قدر شے بلا کسی مشقت و محنت کے قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہے یہہ قاعدہ ہے کہ وہ معمولی لوگون کو نہایت قلیل قیمت کے عوض مین نذر کردی جاتی ہے یہہ خریدار صرف قیمت ہی کم نہین دیتے بلکہ درخت کو اس طرح برباد کردیتے ہین کہ ہمیشہ کے لیے اس قیمتی پیداوار کا تخم جاتا رہتا ہے - لاک کی کاشت[1] اگر بیل کے درختین کافی توجہ کے ساتھ کیجاوے

[1] اس کے متعلق مفصل حالات جو صاحب دریافت کرنا چاہین ذیل کے پتہ سے ہمکو اطلاع دین ہم نہایت خوشی سے تفصیلوار حالات تحریر کرینگے عبدالستار خان خورشید جنگ رسالدار میلخان صاحب تعلقدار بھیرو ضلع رائے بریلی (ادارہ)

تو معمولی درخت مین للعہ یا للعہ سالانہ سے کم کی آمدنی نہین ہو سکتی اور ڈھاک اور پیپل کے درختون مین بھی اس کی کاشت بہت معقول طور پر ہو سکتی ہے گو اس قدر کثیر المنافع نہین ہوتی - اس کی قیمت اس وقت دہلی و کانپور مین للعہ فی من ہے - مگر ان چھوٹے چھوٹے وسائل آمدنی کی طرف توجہ کرنا تو درکنار ہم اپنی جہالت سے اُس زبردست تجارت سے بھی تو فایدہ نہین اُٹھا سکتے جو حیثیت زمینداری ہمارا سب سے زیادہ قیمتی مال اور ہندوستان کا سب سے بڑا وسیلہ تجارت ہے - کون کہہ سکتا ہے کہ ہر شخص جو اس وقت مہاجن کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے پہلی بسم اللہ غلے کی تجارت سے نہین کرتا مگر افسوس ہے کہ بنئے اور تیلی ہمکو اس زبردست ذریعہ تجارت سے محروم کر دین اور ہم اُن کے محتاج و دست نگر رہین -

سچ پوچھئے تو ہم تعلیم کی طرف سے بیخبر رہنے کی وجہ سے اپنے قومون کو آپ بہلاتے ہین زمانے کا رنگ بدل گیا ہے قومین اپنی ضروریات کو سمجھکر اُسکے مطابق عمل کر رہی ہین اور برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہین مگر ہماری آنکھ نہین کھلتی - اے معزز سردارو اور اے مقتدر بھائیو سمجھو کہ

زمانہ نہین اب رہا ہے وہ باقی	کہ چلتی تھی جب رن مین شمشیر اپنی
ہر اک سمت چلتی ہے اب تیغ علمی	لئے جاتے ہین غیر اب ہم سے بازی

یہ لازم نہین اب کہ سوتے رہین ہم
اب اُٹھین اُٹھانے مین اور کچھ کرین ہم

آج اگر کوئی تلاش کرے کہ زمانہ حال کی تعلیم کے اعتبار سے ہم لوگون مین کس قدر تعلیم یافتہ ہون گے تو شاید پانچ فی ہزار مشکل سے نکلین گے اتنا بڑا گروہ اودھ کے تعلقدارون اور زمیندارون کا ہے لیکن اگر کوئی پوچھے کہ یہ خود نہ سہی اِن کے بچون مین کتنے گریجویٹ ہین تو بجز انفعال کے کیا جواب ہو سکتا ہے اسمین شک نہین کہ معمولی طور پر خواندہ لوگون کی کچھ تعداد اِن مین نکل آئے گی مگر یہ تعلیم کوئی تعلیم ہے جس سے نہ اپنے نیک و بد کا خیال پیدا ہو نہ اپنا پس و پیش سوجھائی دے نہ زمانے کی ضروریات سے واقفیت حاصل ہو نہ غیرون کے حملون سے بچاو کا فکر ہو سکے غرض نہ جلب منفعت کی قابلیت پیدا ہو نہ دفع ضرر کی - اِنّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا -

---

عبد الستار خان
رئیس پھر میو ضلع رائے بریلی

مذہبی۔ طبابت۔ وکالت کے پیشے

اتنی جگہہ کہان ہے کہ ہر شخص اپنے دوست کو لا کر بٹھا سکے۔ اس خیال سے دل گھبراتا ہے کہ مذہب وکالت۔ طبابت کے پیشہ ورون کی کیسی کثرت ہے۔ مذہبی پیشہ ورون مولوی۔ ملّا۔ واعظ۔ امام۔ موذن۔ پیر۔ فقیر۔ گوشہ نشین ان سب مین ایسی کشا کشی رہتی ہے کہ ایک دوسرے کو بھوکا مارتا ہے سب کو پیٹ بھر کے روٹی مشکل سے ملتی ہے۔

پھر وکلا اور مختارون کی وہ کثرت ہے کہ اُن کی گنتی مشکل ہے۔ زیادہ تر اُن مین سے فضول معلوم ہوتے ہین۔ وہ ایک ایسی سپاہ کثیر ہوگئی ہے کہ اُن کو اپنے ہتھیار چلانے کے لئے جگہہ نہین ملتی وکیل دو قسم کے ہوتے ہین ایک جھگڑالو۔ دوسرے صلح جو پھر ان قسمون کی بھی کئی قسمین ہین۔ ایک جھگڑالو وہ ہین کہ اپنے موکلوان سے محنتانہ پر جھگڑتے ہین۔ اپنے غصہ ہوتے اور گالیان دینے کی بھی اجرت موکلون سے لیتے ہین گھر پر تو یہہ جھگڑا ہوتا ہے مگر کچہری مین حاکم کے روبرو دشتہ پر مہر لگ جاتی ہے۔ دوسرے جھگڑالو وہ ہین کہ ناحق کے جھگڑے بکھیڑے در پردہ کھڑے کرتے ہین اور پھر بظاہر صورت سوال بنتے ہین کہ وکالت نامے پر دستخط ہون۔ اب صلح جو ایک قسم کے وہ ہین جو نوجوان ہین رات دن قانون کا مطالعہ ہے۔ اُن کی قانونی لیاقت جیسی حاکم بننے کے لئے مناسب پیدا ہوجاتی ہے وکالت کے لئے ویسی نہین ہوتی۔ اگر کوئی مقدمہ گھر بیٹھے آگیا تو کچہری مین چلے گئے ورنہ کچھ پروا نہین دوسری قسم کے صلح جو اکثر نوجوان ہوتے ہین۔ کبھی وہ قانون کو پڑھتے ہین۔ مگر زیادہ کھیل تماشون مین مصروف رہتے ہین۔ کچھ ان کو اپنے کام کی طرف رغبت نہین ہوتی۔

حکیمون اور طبیبون کی کثرت ہے۔ سب کے پاس بیمار نہین جاتے وہ خالی بیٹھے مکھیان اوڑاتے ہین۔ یا اگر کوئی بیمار مل جاتا ہے تو اُس کے گرد ایسے جمع ہوجاتے ہین۔ جیسے کہ پکے پھوڑے پر مکھیان۔ اس فرقہ سے لوگ ڈرتے ہین۔ یہہ ایک دانشمند کا مقولہ مشہور ہے کہ جس قوم مین طبیبون کی کثرت ہوتی ہے۔ اُس مین آدمیون کی قلت ہوتی ہے۔ تجربہ سے ہر جگہہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جن قومون

مین سے سپاہ مین نوجوان قوی توانا تندرست بھرتی ہونے آتے ہین اُن مین طبیب دوا کو نہین ملتا -
طبیبون کا حال ہندوؤن کی قدیمی سپاہ کا سا ہے کہ کچھ رتھون مین بیٹھکر کچھ پیدل چلکر دشمنون
کو قتل کرتے تھے - ان مین سے دوسرے بہ نسبت پیدلون کے قتل کم کرتے تھے - اس لئے کہ وہ ترت پھرت
جلدی ہر جگہہ نہین پہونچ سکتے تھے - اِن قواعددان سپاہ کے سوا آخر کی بھرتی گھٹیل سپاہی ہوتے
تھے اِن کے نام سپاہ کی فہرست مین نہین ہوتے تھے - وہ بھی دوا ایک راہ چلتون کو سنگھوایا کرتے تھے -
بعض اطبا کو جب مریض نہین ملتے تو کیمیا کے نسخون کے بنانے مین اور معجون کے پکانے مین دل
لگاتے ہین اور اپنا وقت شربتون کے پینے مین صرف کرتے ہین - اِن تینون قسم کے پیشہ کرنے والون کی
کثرت سے ملک مین بڑی خرابیان پھیل رہی ہین یہہ تینون پیشے ایسے دشوار اور مشکل و معزز و معظم ہین کہ
اگر اُن کے کرنے والون کی تعداد سمندر کے ریتکے ذرون کی برابر ہو جاے تو بھی اُن مین صرف یہا دو چار ہی نکلین گے
اشراف بھلے مانسون کو اکثر شوق ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کو ان تینون پیشون مین سے کسی پیشے کو سکھائین
اور اُن کو معزز بنائین مگر اکثر وہ اپنی امیدون مین نا امید ہوتے ہین - اِن پیشون کے میدانون
مین اتنے دوڑنے والے ہین کہ بہت ہی تھوڑے ایسے ہوتے ہین کہ اُن مین آگے نکل جاتے ہین -
مقدمات اور نالشین اتنی نہین ہوتین کہ وکلا و مختاران کے واسطے کافی ہون نہ بیمار اتنے ہین کہ طبیبون کے
لئے کام موجود ہو - غرض اس کثرت نے اِن پیشے ورون مین طرح طرح کے عیب پیدا کر دیے ہین - وہ اپنے
معمولی قواعد سے کام نہین چلا سکتے - وہ اپنی تعریفون کا اشتہار اخبارون مین چھپواتے ہین - اور
کہتے ہین کہ ہم اورون کی نسبت سستا کام کرتے ہین - غرض جیسے اور سوداگر اور ادنی اہل حرفہ و پیشہ
اپنے کام چلانے کے لئے کام کرتے ہین - وہی یہہ معزز پیشہ والے کرتے ہین - عدالت مین ایک مقدمہ آتا
ہے ایک وکیل کہتا ہے کہ ہمکو چالیس روپیہ دو تو دائر کر دین گے دوسرا کہتا ہے کہ بیس ہی دیجئے - طبیب
ہین دوائین بیچنے کے لئے سر پر لئے پھرتے ہین اور دکانین لگائے بیٹھے ہین - گاہکون کو پکارتے ہین -
جھوٹے اشتہارون کو مشتہر کرتے ہین - جو خاندانی طبیب تھے اُن کے شجرہ خاندان مین اور پیشون
کی قلمین لگتی چلی جاتی ہین - حکیم زادے اور نوکریان کرتے ہین - گو اِن پیشون مین اہل پیشہ کی کثرت

نے اُن کی قدر و منزلت کم کردی ہے مگر بعض اُن مین ایسے کامیاب نظر آتے ہین کہ اور اہل پیشہ کو رغبت یہہ ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کو یہہ پیشے سکھا کر منٹل مین بنائین۔ مگر اکثر اُن مین سے ایسے ناکام رہتے ہین کہ اولاد ماباپون کو بد دعا دیتی ہے کہ ہم کو ازین سو راندہ وزان سو ماندہ بنایا ہے۔ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھولا۔

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

غزل۔ خادم الاطبا حکیم سید محمد سعید خنجر اڈیٹر رسالہ ہذا

خدا شاہد ہے یکتا ہون تمھارے جان نثارون مین
نہ مجھسا پاؤگے عاشق جو ڈھونڈوگے ہزارون مین

نشان گرد ڈھونڈتے ہین آپنا کاماں لفت کے
مرقعے یاس و حسرت کے کھنچے ہین گہزارون مین

سحر آتے ہین شام آتے ہین اب نے ہین دم آئے
دل بیتاب کو اب تک رکھا ہے ان سہارون مین

طبیعت جس پہ آئی ہے نہ ہے غیرون کے قبضے مین
لاالتقا پر سے اک پھول وہ بھی لاکھ خارون مین

جنون صحرا نوردی سے ملی ہے اُن کو یہہ عزت
کہ چھالے پانون کے بیٹھے ہین سر چڑھ چڑھ کے خارون مین

گلابی رنگ نکھرا ہے بلا کا فصل باران مین
نہ ڈالے دختر رز تفرقہ پرہیزگارون مین

ملو مسّی لبون پر اور لگاؤ ہاتھ مین مہندی
تمھارے مدعی بیٹھین ہمارے سوگوارون مین

بہانہ ہے عبث موجود گئے غیر کا تمکو
جو کہنا ہے کہو ہم سب سمجھ لین گے اشارون مین

یہہ مانا مجمع اغیار مین بولا نہین جاتا
مگر کچھ تو کہو آنکھون مین ہونٹون مین اشارون مین

سبک ہوجاؤگے آخر رقیبون کی نگاہون مین
بڑھانا اعتبار اچھا نہین بے اعتبارون مین

حسین ہو خوبصورت ہو مگر یہہ عیب کیا کم ہے
تمھاری بیوفائی چھپ گئی ہے اشتہارون مین

گمان ہوتا ہے شاید دل گرفتون کے یہہ آئے ہونگے
بہت سی بے کھلی کلیان نظر آتی ہین ہارون مین

بقول داغ اے خنجر خزان کی بھی ہوا دیکھو
بہارین تم نے لوٹی ہین بہت اگلی بہارون مین

زیور کے متعلق میاں بیوی کی گفتگو

زیور کا رواج کب سے ہوا اور بجائے خود اُس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اس کا پتہ یا تو کوئی جیّد مورخ لگا سکتا ہے اور یا زمانہ کے اُلٹے ہوئے ورقوں میں کہیں پنہاں ہوگا اس لئے ہمارا علم اس سے قاصر ہے ہاں ہندوستان میں اہل ہند اسے گوناگوں صورتوں میں برتتے آئے ہیں جن کے اثر سے اب غیر ممالک بھی متاثر ہوتے جلتے ہیں۔ زیب و زینت کا خیال تو عموماً مختلف قوموں میں پایا ہی جاتا ہے مگر ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے عاشق مزاج بادشاہ جہانگیر اور روشن کی طرحدار بیگم نورجہاں نے اسکے اقرار و اختراع میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ جہانگیریاں۔ جہانوریاں۔ سراسری وغیرہ وغیرہ انھیں کی ایجادیں ہیں اور پھر تو جس طرح یہہ مرض عالمگیر ہوا اور جس قدر اس کا شوق بڑھتا جاتا ہے ذیل کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔

قطب الدین (اپنی بیوی سے) لیجئے بیگم صاحب! یہہ دوسری بجلیاں حاضر ہیں۔ انہیں پھر تکیے کے نیچے رکھ دیجیے گا اور ماما سے کہدیجیے گا کہ وہ پھر چُرا کر لے جائے۔

بیگم۔ کیا خوب! گویا میں نے خود اُس سے کہا کہ تو میری چیز چُرا لے جائیو۔ اور ماما کا کیا ہے خدا جلنے کس کے ایمان میں خاک پڑی ہے ہے ہے کیسی طلاسی ہیری بجلیاں تھیں۔ موئے دو سو کی رقم کوئی کمبخت موس لے گیا۔

قطب الدین۔ ہاں تو اسی سے تو اب گذارش ہے کہ یہہ پھر دو سو روپیہ دوبارہ نذر کئے جاتے ہیں۔ انھیں بھی کہیں جلدی سے ٹھکانے لگائیے۔ میں حیران ہوں کہ آخر جس حالت میں آدمی خود خوب صورت ہو تو اُسے ایسے خطرناک زیور کی زیبایش کی کیا ضرورت۔

بیگم۔ ضرورت کیوں نہیں۔ اب آخر دنیا زمانے کی بیویاں پہنتی ہی آتی ہیں۔ نقصان کا کیا ہے۔ یہہ موئی تُشدنی ہے۔ سب ہی کو ہوتا ہے۔ پھر اس طرح نقصان سے ڈر کر ننگی بچی تھوڑا ہو جایا کریں۔

قطب الدین - مگر آخر اس سے کوئی فایدہ بھی۔

بیگم - فایدہ کیوں نہیں زیور سے دو مقصود تو ظاہر ہی ہیں۔

قطب الدین - جی وہ کونسے - ؟

بیگم - ایک تو یہی عورت ذات کی آرایش - اُس کا سُہاگ اور دوسرے اس بہانے سے بہت سا روپیہ پس انداز بھی ہو جاتا ہے۔

قطب الدین - جی بجا ہے - ہو جاتا ہے - آرایش سو نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی قسم ہے کیا بھلا لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے - اور دوسرا بہانہ روپیہ کے پس انداز ہونے کا - اُس کے تو کیا ہی کہنے - دو برس کے بعد سَو کا مال گھِس گھِسا کر ساٹھ ستر کا رہ جاتا ہے اور بیچنے لیجاؤ تو پھر انشاء اللہ ساٹھ کے بھی پچاس ہی اُٹھیں۔

بیگم - اب بیچنے اُٹھانے کی تو خبر نہیں - ضرورت کے وقت ہر چیز نقصان سے بکتی ہے - انگریزوں کو دیکھو جب کسی نئی جگہ جاتے ہیں سینکڑوں روپیہ کا سامان اپنے آرام کے لئے نیا خریدتے ہیں اور جب وہاں سے جانے لگتے ہیں تو کھڑے کھڑے کوڑیوں کے مول نیلام کر کے یہ جا وہ جا۔

قطب الدین - انکی بھلی چلائی - ان کے ہاں ہر چیز کی ایک حد قایم ہے مگر ہمارے ہندوستان کو خدا سلامت رکھے اس وقت اگر ہندو مسلمان دونوں قوموں کے زیورات کی فہرست بنانے بیٹھوں تو صفحے کے صفحے بھر جائیں اور پھر بھی ناموں کا خاتمہ نہو - پنجابی - مدراسی - گجراتی - بنگالی مرہٹی - خاک دھول غرض اس قدر نام ہوں گے کہ جن میں سے سینکڑوں کی اصلیت تک ہمیں نہیں معلوم - اور پھر طرفہ تماشے کی بات یہ ہے کہ باوجود اس درجہ بہتات کے پھر ہمارے ہاں کی عورتوں کو سیری نہیں ہوتی - جہاں کسی نے کسی دوسری عورت کو کوئی نیا زیور پہنے دیکھ لیا اور بس لوٹ ہی تو گئیں - فدا ہی تو ہو گئیں - اب جبتک ویسا ہی زیور نہ بن جائے انھیں راتوں کو نیند حرام - ہر وقت بیٹھتے اُٹھتے اُسی کی لے لگی رہتی ہے اور بغیر اُس کے پہنے بیگم صاحب کو چین ہی نہیں آتا - معاذ اللہ ایسی بھی ہوس کس کام کی -

بیگم - اور کیا ایک تم ہی ہو کہ مجھے روزانہ ہزاروں کا زیور بنوا دیتے ہو اور میں آئے دن زیور ہی کے لئے

اٹھوائی کھٹوائی لئے پڑی رہتی ہون جب نیا زیور بن کے آتا ہے تو مین اُٹھ کر بیٹھتی ہون نہین تو اُسی طرح سوٹھی پڑی رہتی ہون۔

قطب الدین (ہنسکر) تمھارا اِس مین کیا ذکر ہے مین تو عام عورتون کی ہوس کا ذکر کرتا ہون اچھا تم ہی ایمان سے کہو اگر کسی عورت کو سر سے پانون تک زیور سے لاد دیا جاوے پھر بھی اُس کی یہی آرزو نہ ہوگی کہ کاش بجاے دو کے میرے چار کان ناک ہوتے جو اُن کو بھی کچھ اچھا ہوا اگر دس پانچ تولے سونا اور لٹکا لیتی۔ سنو سنو۔ خفا نہ ہو۔ دیکھو تم اپنی ہی طرف دیکھو جسم کا کوئی بھی حصہ زیور سے خالی ہے یہان تک کہ سر کے بالون مین بھی تو زیور ٹھسا ہوا ہے۔ ہاے! یہہ نازک کان۔ یہہ غنچہ رنگین بھلا یہہ کس گناہ پر چھیدے جاتے ہین۔ اُف اُف اور ناک کو تو دیکھو اِس غریب مین جب کوئی ترکیب زیور کی نہ نکلی تو ایک طرف کا نتھنا ہی زخمی کر دیا۔ اور تو اور نتھنون کے بیچ کا حصہ بھی تو نہین بچا ظالمون نے بُلاق کے نام سے اُسے بھی چھید ڈالا توبہ توبہ۔

بیگم (ہنسنے کی سنکر) ہٹو بھی چلو۔ مجھے یہہ باتین اچھی نہین معلوم ہوتین۔ تم تو خواہ مخواہ کی چھیڑ نکالتے ہو۔ جب خدا نے ہمین دیا ہے تو کیون نہ پہنین اوڑھین۔ ہان ہان۔ ہم تو یہی طرح زیور پہنین گے۔ چولہے مین گئین موئی بجلیان۔ نہ یہہ کمبخت جاتین اور نہ مجھے اِس وقت اتنی باتین سُننی پڑتین۔ لیجیے اُٹھا لیجیے انھین (نئی بجلیون کو اُٹھا کر) مین در گذری آپ کے پہننے سے۔ تم کیا پہنا دگے تمھین انسان کی قدر ہی نہین۔ دیکھو نواب کیوان جاہ کی بیگم کو زیور تو ماشاء اللہ اُن کے ہین کہ جدھر ہاتھ اُٹھایا جھلل جھلل جدھر گردن پھرائی سونے کی پتلی جگر جگر کرنے لگتی ہے۔

قطب الدین۔ بس بگڑ گئین خفگی شروع ہوئی۔ یہہ تو مین پہلے ہی سمجھے ہوے تھا۔ مگر دیکھا بیگم آخر خدا نے تمھین بھی عقل و شعور دیا ہے انصاف سے کہنا یہہ مین جھوٹ کہہ رہا ہون۔ تم امیرون کا ذکر کرتی ہو۔ اُنھین کی بیگمات نے تو ہم غریبون پر یہہ بلا نازل کر رکھی ہے اور ہماری تمام عورتین یہی چاہتی ہین کہ ہم بھی اُنھین جیسی بن جائین۔ یہہ مین خوب جانتا ہون کہ وہ

غریبوں کی بیویوں کو جن کے پاس زیور نہیں ہوتا اپنی حماقت سے حقیر بھی سمجھتی ہیں مگر ایک اُن کی حماقت کے خوف سے اپنے ذاتی نقصانات کو بڑھانا یہ کونسی عقلمندی ہے۔ چوری چھین اور ضبط کے علاوہ ان بھاری بھاری زیورات کا اثر ذرا انسانی جسم پر تو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ اکثر بوجھل اور موٹی موٹی بالیوں سے کان تک کٹ جاتے ہیں۔ چھید پھیل پھیل کر بدنمائی کو حد سے بڑھا دیتے ہیں۔ نازک پنڈے پر نشانات میل اور کبھی کبھی کلونس آجاتی ہے۔ بھلا یہ کوئی زیبائش ہے۔ اس بیہودہ بناوٹ کا نام سنگھار نہیں بلکہ خوفناک دھوکے بازی اور فریب ہے۔ اگر بری شکل ہے تو وہ زیور کے لادنے سے کبھی اچھی نہیں ہو سکتی۔ جسم کو صاف ستھرا رکھنا۔ پوشاک سادہ اور نفیس پہننا۔ نیک عادتیں۔ اخلاق حسنہ اور علم و کمال۔ یہ ہیں اصلی زیورات اور انہیں سے ایک شریف عورت کو آراستہ و پیراستہ رہنا چاہیے۔

بیگم۔ تو یہ تم نے تو وعظ شروع کر دیا۔ نگوڑا زیور کیا ہوا ایک طولانی داستان ہوگئی۔ کچھ بھی ہو ہزار خرابیاں ہوں لیکن زیور سے بڑی آبرو ہے۔

قطب الدین۔ آبرو۔ عزت؟ ہے ہے یہی تو تمہاری خام خیالی ہے۔ اگر ایک ذرا اپنی طبیعت پر زور ڈال کر غور کرو تو زیور کی عزت بھی جھوٹی عزت ہے۔ آپ جہاں تشریف لے جائیں گی آئے گئے شادی بیاہ۔ غمی۔ تعزیت۔ غرض جہاں شریک ہوں گی سب کو معلوم ہوگا کہ آپ کس کی بہو کس کی بیٹی اور کس کی بیوی ہیں۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ عنقریب شریف بہو بیٹیاں آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں کہ بہن تم کو کیا ہنر آتا ہے تم نے کون سے اسٹینڈرڈ تک پڑھا اور تم کیا جانتی ہو۔

بیگم۔ اچھا تو اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

قطب الدین۔ کمال کیا۔ ساری زلیخا سُن لی اور پھر وہی کہ وہ عورت تھی یا مرد۔ سُنئے نقصانات سُنئے اور پھر دوبارہ سُنئے۔

(۱) زیور بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کے پہننے میں خطرناک ہے۔ زیور آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ چوروں کا ایمان ہے۔

(۲) زیور کی لاگت قریب قریب نصف رہ جاتی ہے۔ پہنتے پہنتے وہ گھس جاتا ہے۔ بنوائی

تو پہلے ہی نہین شمار ہوتی اور اکثر زیور کی ذاتی قیمت کی برابر ہو جایا کرتی ہے۔

(۳) آئے دن ٹوٹتا پھوٹتا رہتا ہے اور ہمیشہ کمی اور زیادتی کے لئے سنارون کی کھٹائی مین پڑا رہتا ہے جس مین وہ مہینے کے کام مین چار مہینے لگاتے ہین اکثر ہمارا ہی زیور اجرت پر مانگے چلا جاتا ہے اصل رقم ضائع ہو جاتی ہے اور پھر مہینون کے بعد دوسرا زیور ویسا ہی ملمع کرکے ہزار جھوٹ لاکر ہمارے سر منڈھ دیا جاتا ہے اور ہمین مطلق خبر نہین ہوتی کہ ایمان دار کاریگر نے ہمارے ساتھ کیا جل کھیلا۔ غرض ایسے ہی صدہا نقصانات ہین جن کی تشریح طوالت سے خالی نہین اور جو رات دن ہمارے گھرون مین دیکھے جاتے ہین۔ نادان بچون کے خون ہوتے ہین لڑکیان جو زیور اپنے خاوند کے ہان لے جاتی ہین وہ عزیزون کی دستبرد سے نہین بچتے۔ کمال افسوس ہے ہماری اپنی گاڑھی کمائی کا روپیہ سنارون کے گھر مین بھرا جاے۔ مہاجنون کی تونددین پھیلاے گر دی کا جھگڑے کا کام آئے اور ہم اس قانون کو جائز قرار دیتے چلے جائین۔ کہنے کو تو یہہ روپیہ بطور زیور بچایا جاتا ہے گو چہ لٹوا دیا جاتا ہے سخت حیرت ہے اور یہہ عجیب سیونگ بنک آج کل کس کام کا ہے۔ پیاری بیگم! اس بچت کا طریقہ اگر کسی درجہ تک تھا بھی تو اسی زمانہ مین جب کہ سیونگ بنک کا نشان بھی کہین نہ تھا اور اب تو گانون گانون اور قصبے قصبے ڈاک خانے۔ کوٹھیان۔ کارخانے۔ بنک موجود ہین۔ پھر دیدہ و دانستہ ایسے خطرناک رواج کو بڑھاتے چلے جانا صریحاً اپنے مال کو ضائع کرنا نہین تو اور کیا ہے؟ مردون کا ہزارون بلکہ لاکھون روپیہ زیور کی صورت مین محض بیکار پڑا ہے اور گھس گھس کر جسم کا میل بن رہا ہے۔ اس لئے میرے خیال مین عام عورتون کی طرف سے ایک درخواست نہایت عاجزی سے بزرگان قوم کی خدمت مین پیش کی جاے تو بہت مناسب ہو۔

بیگم۔ نالش کرو نالش۔ جی وہ درخواست کیا ہو گی؟

قطب الدین۔ یہی کہ اس زیور کے مرض کے استیصال کا علاج بہت جلد ہونا چاہئے اور یہہ علاج اگر کوئی کر سکتا ہے تو صرف اُمرا کی خواتین۔ جب وہ خود سادہ پن۔ خوش وضعی۔ اور [illegible] کا رواج شروع کر دین گی تو پھر عوام الناس کے گھرون مین بھی اُن کا اثر پہونچے گا اور غریب اس

رات دن کے عذاب سے چھوٹ جائین گے۔

قطب الدین کی یہہ تقریر ایسی موثر تھی کہ آخر ٹیلی بیگم کو ماننا ہی پڑا اور اُنھون نے عہد کر لیا کہ آیندہ وہ دو چار ہلکے پھلکے زیور پہننے کے سوا ہرگز اس طوفان بے تمیزی کو نہ بڑھائین گی

قاضی سید محمد محسن وفا سیتاپوری
سب جسٹرار سکندر آباد

غزل جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب اختر الہ آبادی

یون تو رہنا اُسے پہلے ہی سے منظور نہ تھا
آن پہلو مین جو دیکھا دلِ رنجور نہ تھا

مجھسے ملنا بتِ عیار کو منظور نہ تھا
ورنہ مین دور نہ تھا اور وہ مجبور نہ تھا

لطف مین بھی تو کہون زخم مین کیون تھا اتنا
شور بیداد تھا یہہ مرہم کافور نہ تھا

زندگی بھر نہ بھرا زخمِ دلِ زار کبھی
حیلہ موت تھا دل کا مرے ناسور تھا

تھی یہہ محرومی قسمت کہ نہ آیا دمِ نزع
ورنہ کچھ پاسِ رقیبان سے وہ مجبور نہ تھا

خود مٹا اور مجھے اس نے مٹایا افسوس
اک بلا پیچھے پڑی تھی دلِ رنجور نہ تھا

الامان کی رگِ ہر سنگ سے آتی تھی صدا
کوہکن مزدورِ عشق تھا مزدور نہ تھا

لذتِ درد کو بھی اس نے مٹایا ہے ہے
سم تھا یہہ حق مین مرے مرہم کافور نہ تھا

بھر گیا زخم تو باقی تھی خلش کی حسرت
زخمِ دل درد کا پتلا ہی تھا ناسور تھا

چارہ گر زخم کی تدبیر بھلا کیا کرتا
جب بڑھا ناخنِ وحشت کوئی انگور نہ تھا

ہائے رونا وہ کسی کا مجھے یہہ کہہ کہہ کر
مرنے والے کبھی مین دل سے ترے دور نہ تھا

میرے نالون نے کہان ہاردی ہمت اختر
دو قدم بڑھ نہ گئے عرش برین دور نہ تھا

شاہ کجکلاہ ایران کی تقریر

منقول از پاینیر مورخہ ۲۵ - نومبر ۱۹۰۶ء

مندرجہ ذیل ترجمہ شاہ کجکلاہ کی تقریر کا جو اعلیٰ حضرت نے قومی مجلس شوریٰ کے افتتاح کے موقعہ پر طہران میں ۵ - اکتوبر ۱۹۰۶ء کو فرمائی تھی شایع کیا جاتا ہے - اس سے ملک ایران میں بادشاہ اور رعایا کے تعلقات پر معقول روشنی پڑتی ہے -

شعر

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

" آج خداوند تعالیٰ نے ہماری وہ امیدیں پوری کی ہیں جو ہمارے دل میں عرصہ دراز سے ہمارے سینہ میں تھیں - کیا ساعت سعید اور آوان حمید ہے کہ آج ہم قومی مجلس شوریٰ کا افتتاح کرتے ہیں یہہ قومی مجلس سلطنت اور رعایا کے رشتہ تعلقات کو مستحکم کرنے والی ہے یہہ مجلس قوم کے اعتماد کا حصن حصین ہوگی اور اس مجلس کے ساتھ ضرورت کے وقت قوم کی امیدیں وابستہ ہوں گی - ما بدولت کو یقین ہے کہ اس مجلس کی نظر اس امر پر رہے گی کہ اُن بندگان خدا کے حق میں ہمیشہ انصاف ہو اور اُن کے حقوق محفوظ رہیں جن کو جناب باری نے ما بدولت کی سپردگی میں دیا ہے -

" آج وہ دن ہے کہ اُن باہمی تعلقات کے استقرار کی امیدیں قایم ہو گئیں اور سلطنت اور ملکی معاملات کے باہمی تعلقات کی بنیاد میں استحکام پیدا ہونے کی آرزوئیں پوری ہوتی نظر پڑتی ہیں - آج ہمکو توقع پیدا ہو گئی کہ قوم کے معتمد نگہبان ما بدولت کے معتمد مشیر ملک کے شہزادے اور قابل وقعت اہل الرائے مولوی تجار اور وہ تمام صادق الوداد لوگ جن کو رعایا نے منتخب کیا ہے قانون اور تمام شعبہ ہائے آئین ملکداری کی محافظت کے لئے اور اُن تمام اصلاحوں میں امداد و معاونت کرنے کے لئے تیار ہیں جو عامہ رعایا کے

آرام و آسایش اور مسرت کے ساتھ بسر کرنے کے لئے ضروری ہیں سلطنت اور قوم کی ترقی کی کوشش سے زیادہ اہم کونسا فرض ہوسکتا ہے اور بہر صورت تمکو لازم ہے کہ اس مقدس بنیاد کو باہمی جھگڑون اور ذاتی تنازعات سے کمزور نہ ہونے دو۔

جس طرح پر کہ مجلس شوریٰ کے منتخب شدہ ارکین پر فرض ہے کہ اپنے کام کو دیانت و امانت سے انجام دین اُسی طرح سلطنت اور قوم کو بھی لازم ہے کہ اپنے فرایض کی انجام دہی مین کوتاہی نہ کرے یقیناً تمھارا منتخب ہوکر آنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ تم مین سے ہر شخص عام رعایا پر تفوق رکھتا ہے اور اُن کی دانش اور بصیرت کا بہترین نمونہ ہے۔ اور ما بدولت کو یقین ہے کہ تم اپنے افعال و اقوال سے اس بات کا پورا ثبوت دوگے اس سے ما بدولت کو نہایت تقویت ہوگی اور اپنی قوت و اقتدار پر کافی اطمینان ہوجائے گا اور آیندہ کے لئے قوی امیدین قایم ہوجائین گی۔ ما بدولت کو پورے طور پر یقین ہے کہ تم اس مقدس رستے مین روشن خیالی اور دوربینی کے ساتھ چلوگے ذاتی اغراض کو دخل نہ دوگے اور وفاداری اور عقیدت شعاری کو اپنا شیوہ بناؤگے

"چونکہ ما بدولت کو رعایا سے اُسی طرح الفت ہے جیسے باپ کو اپنے فرزندون سے ہوتی ہے اور چونکہ ما بدولت اُن کی خوشی اور اُن کے غم کو اپنی خوشی اور اپنا غم تصور کرتے ہین لہذا اس امر کو تمھارے روبرو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ آج کے دن تک تو تمھارے افعال کے نتایج تمھاری ذات تک محدود تھے لیکن آج سے تمھارے افعال کا اثر اُن ہزارون بندگان خدا پر پڑے گا جنھون نے تم کو منتخب کیا ہے اور وہ نہایت توجہ اور کمال انہماک کے ساتھ تمھاری اُن خدمات پر غور کرین گے جو تم ملک اور سلطنت کے حق مین ادا کروگے تم پر واجب ہے کہ تم اُن مضامین پر مباحثہ کرنے سے محترز رہو جو با غیانہ ہون تم کو ایسے افعال سے گریز کرنا لازم ہے جن سے تم خدا تعالےٰ کے روبرو شرمندہ اور ہمارے روبرو مستوجب عتاب ہو ہماری اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھو اور ایک لمحہ بھی اُس عظیم ذمہ داری سے غافل نہ ہو جو تم پر رکھی گئی ہے۔

"یاد رکھو کہ خدا ہمارے افعال کو دیکھتا ہے اور اپنی صداقت اور اپنے انصاف کی حفاظت کرتا ہے۔ خدا تمھارے ساتھ ہو۔ جاؤ اور صدق اور راست بازی کے ساتھ اُن فرایض اور ذمہ داریون کو ہاتھ مین لو جو تم پر عاید ہوئی ہین اور خدا کی عنایت اور ہماری امداد پر بھروسہ رکھو"

عبد الغفار اختر۔ مترجم

جولیس قیصر

نمبر ۵

جس کی عداوت سیپو افریکینس[۵] اصغر کے ساتھ مشہور ہے۔ کیٹو ولینیہ پردادا سے بہت سے خصائل وراثت مین ملے تھے۔ وہ سخت۔ جابر اور ایماندار تو اُتنا ہی تھا لیکن خردہ گیری اور تندمزاجی مین اپنے ناموَر مورث سے کسی قدر کم تھا۔ ہاں کیٹو اکبر کی بہ نسبت کیٹو اصغر کے ساتھ زیادہ ہمدردی ہونی چاہیے کیونکہ کیٹو اصغر کو جن دشواریون کا مقابلہ کرنا پڑا اُن کا درخت اچھی طرح بارآور ہو چکا تھا برعکس اس کے کیٹو اکبر کے زمانے مین اُن کا تخم صرف بویا ہی گیا تھا اور پیدا ہونے والی خرابیان نمودار نہین ہوئی تھین یعنی کیٹو اکبر نے اُن لوگون سے مخالفت کی جن پر ملک اور قوم کی بدخواہی کا الزام مشکل سے قایم ہو سکتا ہے لامحالہ اُس کے افعال پر تعصب اور درشتی کا الزام عاید ہوتا۔ کیٹو اصغر نے جس کی مخالفت کی وہ اُن ذمایم مین صریحاً آلودہ تھا جن کی مخالفت کرنا ہر ایماندار کا فرض ہے کیٹو اصغر سادگی اور نفس کشی مین اپنے جد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتا تھا اور اسٹوئک فلاسفی[۶] کے اصول کی پابندی

---

۵ سیپو افریکینس اصغر ۱۸۵ق م مین ایمیلیس پالس فاتح مقدونیہ کا بیٹا تھا لیکن سیپو افریکینس اکبر نے [illegible] پرورش کیا تھا۔ وہ تیسری جنگ کارتھیج مین سپہ سالار افواج بنا کر بھیجا گیا تھا اور تین سال کے محاصرے کے بعد شہر کارتھیج اسی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ اس جنگ نے ۱۴۶ قبل مسیح مین کارتھیج کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۳۳ قبل مسیح مین اسی سیپو نے اسپین کو شکست فاش دی اور شہر نیومنشیا کے فتح ہونے کے ساتھ ہی اسپین بھی روما کے قدمون پر آ پڑا۔ مترجم

۶ اسٹوئک فلاسفی کا بانی زینو نامی ایک یونانی فلسفی تھا۔ اُس کا اصول یہہ تھا کہ زندگی مین جو خوشی یا غم انسان کو پیش آتے ہین اُن کی ہرگز پروا نہ کرنی چاہیے گویا دنیا مین سب سے بڑی اخلاقی خوبی یہہ ہے کہ انسان راضی بہ تسلیم و رضا مین ثابت قدم رہے۔ یہہ فلسفہ ۳۰۰ قبل مسیح سے رواج پذیر ہوا اور موجودہ تصوف کے اصول اسی سے اخذ کیے گئے ہین۔ مترجم

نے اُس کو اُن تمام باتون مین استقلال کے ساتھ عمل کرنے کی تعلیم دی تھی جن کی رو سے روح کی توقیر جسم کی تذلیل پر منحصر سمجھی جاتی ہے - یہہ جرأت بھلا کسے تھی کہ ظاہر مین کیٹو کی تعظیم نہ کرتا لیکن ایسے بہت سے لوگ تھے جو اُس کے اقوال و افعال کو دل مین بُرا سمجھتے تھے -

مارکس ٹولیس سسرو سنہ ۱۰۶ قبل مسیح مین پیدا ہوا تھا - اِس حساب سے وہ پومپی قیصر سے عمر مین چھہ سال بڑا تھا - یہہ وہ شخص ہے جس کی زندگی کے واقعات اور ذاتی خصائل آج تک بمقابلہ دیگر مشاہیر روما کے سب سے زیادہ معروف ہین کیونکہ وہ کثیر تصانیف جو اُس نے چھوڑین ایسی یادگار نہین جو اُس کو آسانی سے فراموش ہونے دین - ابھی وہ قانوناً بالغ بھی نہ ہوا تھا کہ اُس کی طلاقت لسانی اور علم سیاست کی واقفیت نے اُس کی شہرت کا جھنڈا نصب کر دیا تھا - قانون دانون اور عالمون کی شان کی جھلک اُس کے طبعی خصائل مین صلح کاری اور ترقی امن پسندی کی صورت مین ظہور پذیر تھی اور فصحا اور علما کی خاص صفت اُس کے اطوار و عادات مین نازک مزاجی اور نفاست طبعی کی شکل مین جلوہ گر تھی اِن باتون نے اُسے کسی حد تک خود پسند اور داد کا خواہان بھی بنا دیا تھا اور گو وہ مردانہ عالی حوصلگی اور جفا کوشی کے صفات سے بے بہرہ نہ تھا تاہم جس بے تکلفی سے وہ بعض اوقات اپنے انتشار اور پریشانی اور کمزوری کا اظہار کر دیا کرتا تھا اُس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جس قدر وقعت کا وہ شایان تھا وہ اُس کے حصے مین نہ آئی - کیٹو کی سی درشتی اور تندی اُس کے خصائل مین نہ تھی بلکہ مہذب اور دلچسپ ذرائع تفریح سے مستفید ہونے سے وہ کبھی نہ چوکتا تھا - اور بلحاظ ذاتی اخلاق کے اُس کا شمار اعلیٰ طبقے کے لوگون مین ہو سکتا ہے - ایثار قومی اور حب الوطنی کی صفات مین وہ کیٹو سے کم نہ تھا لیکن اِن دونون مین اگر فرق تھا تو یہہ کہ کیٹو بر جفا کوشی اور ایثار قومی کی وجہ سے کبھی کوئی مصیبت آتی تو بہ کشادہ پیشانی جھیل سکتا تھا اور سسرو جھیلنے کو جھیل تو جاتا لیکن شکوے اور شکایتون کے ساتھ -

مذکورہ بالا اشخاص مین سے کوئی جنگ آزمانہ تھا لیکن روما کا یہہ تیسرا نامور جس کا ذکر ہم اب کرنا چاہتے ہین - اُس زمانے کے مشہور دلاورون مین سے تھا وہ اُسی سال مین پیدا

پیدا ہوا تھا جو سسرو کی پیدائش کا سال ہے اور سسرو سے صرف دو مہینے چھوٹا تھا اُس کا لقب میگنس خاندانی نہ تھا۔ بلکہ خود سُلا نے یہہ لقب اُس کو اُس موقع پر عطا کیا تھا جب وہ پچیس سال کی عمر میں نیومیڈیا والوں پر نمایاں فتح حاصل کر کے واپس آیا تھا۔ اُس وقت تک وہ شخص ستوسلاں سلطنت میں سے تنہا کوئی مستقل عہدہ نہ رکھتا تھا۔ اِس وجہ سے اُس کو ٹرائمف کی اجازت بڑی مشکل سے ملی۔ پامپی (یہہ نام انگریزوں کا بگاڑا ہوا ہے) نہایت ذہین آدمی تھا۔ اور فوجی امور میں بڑی بصیرت رکھتا تھا۔ روما کے مشاہیر عہد میں وہ نہایت سربرآوردہ تھا۔ اور قدیم آئین حکومت کا حامی تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ بحیثیت مدبر سلطنت ہونے کے اتنا لایق نہ تھا جتنا بحیثیت جنرل ہونے کے اور اپنے طرز عمل میں وہ اِس قدر ثابت قدمی نہیں دکھا سکا جس کی اِس پُر آشوب زمانہ میں ضرورت تھی۔ علاوہ بریں اُس کے مزاج میں کسی قدر غرور اور خود پسندی تھی جس سے وہ ہر دلعزیز نہیں ہو سکا۔ گو اُس کی طبیعت میں شرافت تھی۔ تاہم کسی قدر خود غرضی کا بھی مادہ تھا۔ جس سے نازک وقتوں میں اُسے ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ روما کے قدیم آئین سلطنت کا حامی تو وہ تھا لیکن پیٹریشن فرقے کے مقابلے میں وہ پلیبین فرقے کی زیادہ طرفداری کرتا تھا۔ شہنشاہ نپولین نے اِس عہد کے چاروں نامور آدمیوں کے اطوار و عادات کی نہایت سچی تصویر کھینچی ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ "واقعات دریاے رواں کی مانند ہر چیز کو اپنے ساتھ بہاے لئے جا رہے تھے اور پامپی یہہ خیال کرتا تھا کہ وہ موجوں کو اپنی مرضی کے موافق چلا سکیگا سسرو بعض وقت اپنے کو بہاؤ میں چھوڑ دیتا تھا اور بعض وقت یہہ تصور کرتا تھا کہ پاؤں جما کر چل رہا ہوں۔ کیٹو بے خوف و خطر منجدھار میں کھڑا تھا۔ اور اِس بات کا تہیہ کئے ہوے تھا کہ بہاؤ میں بہہ ہی جاؤں تو مجبوری ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو ایک انچ بھی نہ ہٹونگا۔ اور قیصر دوسرا ہی نالا کھود رہا تھا جس میں وہ دریا کا دہانہ لا کر ڈالنا چاہتا تھا۔" جب قیصر روما کو واپس آیا تو پامپی موجود نہ تھا۔ وہ ایک زبردست بلوے کے فرو کرنے کے لئے اسپین کو گیا ہوا تھا۔ جہاں ایک لایق جنرل نے دارالصدر کی بدانتظامیوں سے فائدہ اٹھا کر علم بغاوت بلند کر رکھا تھا۔ اور بڑی قوت حاصل

کرنا جاتا تھا یہان تک کہ بغاوت اُس وقت تک فرو نہین ہوسکی جب تک کہ باغی جنرل دھوکے سے مارا نہین گیا۔ اِس کے بعد پامپی روما کو واپس آیا جولیس قیصر کو آئے ہوے صرف چند مہینے گذرے تھے۔

پہلی ترقی جو جولیس قیصر کو ملی وہ یہہ تھی کہ وہ فوجی ... ہوگیا یعنی ایک ہزار سپاہی اُس کی ماتحتی مین دیے گئے اِس زمانے مین اُن غلامون سے جنھون نے بھاگ کر جنوبی حصہ اطالیہ مین کوہ وسوویس کے غارون مین پناہ لی تھی سخت جنگ ہورہی تھی۔ جولیس قیصر نے اِس جنگ مین کسی قسم کی شرکت نہین کی اور اِس فساد کے فرو کرنے کا سہرا مارکس لسینیس کرسیس کے سر رہا جس نے چھ ہزار ... کو سڑکون کے کنارے پھانسی پر لٹکا دیا۔ کیٹو اِس مہم مین شریک ہوا تھا مگر جب بطور صلۂ خدمات کے اُس کو ترقی دی جانے لگی تو اُس نے انکار کیا اور کہا کہ مین نے کوئی کام ترقی کے لایق نہین کیا۔

غالبًا جولیس قیصر نے یہہ سوچا ہوگا کہ اِس ذلیل جنگ مین کوئی بات محتشم بالشان ہونے والی نہین ہے لہذا وہ شریک ہی نہین ہوا اور وطن مین رہ کر اُس نے خوب عوام الناس کی استمالت کی کثرت سے تحفے تحائف تقسیم کیئے اور لوگون کو خوب سیر تماشے دکھلائے یہان تک کہ ساری جمع پونجی اُڑادی جب کچھ نہ رہا تو دوستون سے قرض لینا شروع کیا بیسیون آدمیون کا قرضدار ہوگیا اور رئیس ملک کے سرگروہون اور سردارون مین شمار ہونے لگا لیکن ہر دلعزیز بننے کی کوشش ترک نہین کی اور کوئی موقعہ اِس قسم کا ہاتھ سے جانے نہین دیا جیسے فورم مین اسپیچ دے سکتا۔ یا ایسے شخص کے حقوق کی حفاظت کرسکتا جو سینٹ ... کے تظلم کا شاکی ہو۔ اِن ترکیبون سے وہ لوگون پر اپنی نیت اور انصاف پسندی اور ایثار نفسی کا سکہ بٹھاتا رہا اور ہمیشہ لوگون پر یہہ ثابت کرتا رہا کہ طبقہ ادنیٰ والون کے حقوق کو صاحب ثروت لوگون کے دستبرد سے بچانے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے۔

باقی آیندہ

نیرنگ زمانہ

نمبر ۵

میں۔ ہرگز نہیں میں تصدیق فوتی کے سرٹیفکیٹ پر اُس وقت تک دستخط ہی نہیں کرنے کا جب تک لاش کو دیکھ نہ لونگا۔ مگر یہ تب ہی ہوگا جب تم مجھ سے وہ کرایا دہی قصہ سناؤگی جو اِس وقت سنایا ہے۔ مسٹر لاسیلس سے میرا وعدہ ہے کہ ایک بجے سرٹیفکیٹ تصدیق فوتی دیدونگا۔ اب میں اُس وقت نہیں ٹل جانے کی فکر کرونگا اور لاسیلس کے نام ایک رقعہ اِس مضمون کا چھوڑ جاؤنگا کہ ٹھیک شام کو آکر سرٹیفکیٹ لے جائیے۔ اُس وقت تک تمھاری ہی غلطی ظاہر ہو جائے گی یا —

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب میں ہرگز غلطی پر نہیں ہوں۔

میں۔ خیر اِس سے کیا بحث۔ اگر تمھارا خیال صحیح نکلا تو میں تمھارے لئے حاضر ہوں اور جو وعدہ کر چکا ہوں ضرور پورا کرونگا۔

گو اس معاملہ میں زبان دینا دانائی سے کسی قدر بعید تھا مگر مجھے ڈورا کے غلطی پر ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ میں نے بے تامل وعدہ کر لیا تاہم جی میں سوچتا تھا کہ اگر معاملہ برعکس نکلا تو مجھے کوئی ایسا حیلہ تراشنا پڑیگا جس سے تصدیق فوتی سے پہلے لاش کا دیکھنا ممکن ہو۔ میں اسی خیال میں محو تھا کہ نازنین ڈورا دروازے کی طرف بڑھی اور میں سایہ کی طرح اُس کے ساتھ ہو لیا اور آخر چلتے چلاتے ایک دفعہ اور اُس سے باتیں کرنے کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر کواڑ پر ہاتھ رکھ کر میں نے پوچھا کہ اب تمام کیفیت سے مجھے مطلع کرنے کی کیا ترکیب ہوگی۔

ڈورا۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر میرے یہاں آجانے میں آپ کا کوئی حرج نہ ہو میں اِس وقت ماتمی لباس تیار کرانے جا رہی ہوں اور یقین ہے کہ درزی کچا کرکے پہنا کر دیکھنے کے لئے مجھے شام تک ٹھیرائے گا اگر آپ چاہتے ہیں تو مجھ سے شام تک

میں۔ بہت اچھا۔ مگر دیر نہ ہونے پائے ایسا نہ ہو کہ آپ سے اور مسٹر لاسیلس سے مڈبھیڑ ہو جائے۔

یہ سنکر ڈورا نے میرا بے حد شکریہ ادا کیا اور رخصت ہو کر لنڈن کی سڑک پر دائیں بائیں دیکھا اور پھر ریجنٹ سٹریٹ کی طرف سیدھی ہولی۔

باب ۴

فکر

وہ بھی عجیب سماں تھا - مین حسرت آلود نگاہون سے پری جمال ڈورا کی قیامت خیز رفتار کو بارہ غم سے متاثر ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا - آفتاب عین عروج پر تھا اور اُس کی صاف اور تیز روشنی شفاف نیلگون آسمان مین گیارہ بجے دن کے وقت لطف انگیز تھی سبزہ زار میدان اِس روشنی کے عکس سے جگمگا اُٹھا تھا اور ایک نظر فریب سین پیش کرتا تھا مسرّت اور خوشی ہر چیز سے ٹپکی پڑتی تھی لیکن ہائے پیاری نوجوان نازنین بیچر کی اِن تمام دلچسپیون سے ذرہ برابر مستفید نہین ہو سکتی تھی اُسکا غمگین دل تفکرات سے بھرا ہوا تھا اور زندہ دل نیچر کی گدگدیون کا کوئی اثر قبول نہین کرتا تھا -

مین اپنے روزمرہ کے کامون مین مصروف ضرور ہوا مگر پیاری ڈورا کا تصور ایک لمحہ مجھ سے جُدا نہ ہوتا تھا - مریض پر مریض ٹوٹے پڑتے تھے اور مین سب کو دیکھتا بھی تھا لیکن حالت یہہ تھی کہ ایک بچے کی نبض دیکھ رہا ہون جس کو دانت نکلنے کی وجہ سے تکلیف ہو گئی ہے کہ دفعتًا دیدۂ دل کے سامنے ڈورا کی پیاری صورت کھنچ گئی اور دھیان مریض کی طرف سے ہٹ کر اُدھر جا پڑا دوسرے مریض کی نبض دیکھ رہا ہون کہ پھر اُسی قیامت کا سامنا ہے غرض کام کرتا جاتا تھا اور ڈورا کی تصویر خیالی پر نگاہ جمی ہوئی تھی -

ایک بجے جبکہ مسٹر لاسیلس کی آمد کا وقت تھا مین نے یہہ تدبیر کی کہ کہین باہر چل دون یا کم از کم چھپ رہون - مین کہین نہ جا سکا اور جب میرا وہ خط مسٹر لاسیلس کی نظر سے گذرا جس مین لکھا ہوا تھا کہ آپ آٹھ بجے رات کو تشریف لائین تو مین نے اپنے کانون سنا کہ وہ سخت ناراض ہو کر بڑبڑ کرنے لگا - اب مین نہایت بیچینی سے نازنین ڈورا کی آمد کا انتظار کرنے لگا - یہہ بیچینی اس وجہ سے نہ تھی کہ پیاری ڈورا کی طرف سے وعدہ خلافی کا اندیشہ تھا بلکہ میرے دل کا رجحان ہی اُس کی طرف بے طرح ہو گیا تھا - اُس وقت مین نے یہہ کوشش نہین کی کہ اپنی قلبی حالت پر غور کرون

زمین اس وقت اس بات کی کوشش کرتا ہون۔ بس یہی کافی ہے کہ اُس نے بیکسی کی حالت مین مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ وہ نوجوان اور ناتجربہ کار تھی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ دلفریب صورت رکھتی تھی۔ ہائے اُس کے غمگین اور رنجیدہ چہرے سے بھی تو دلفریبی ٹپکتی تھی اور میرا یہ حال تھا کہ دو ہی دفعہ دیکھکر ایسا گرویدہ ہوگیا تھا جیسے برسون کی ملاقات ہو۔

ڈورا۔ پیاری ڈورا اپنے وعدے کی پکی نکلی۔ ٹھیک چھ بجے شام کو وہ مطب مین داخل ہوئی زہے قسمت کہ دن بھر مین دو دفعہ اُس کا دیدار میسر ہوا۔ اور گو کہ صبح کی بہ نسبت اس وقت وہ زیادہ مستقل مزاج معلوم ہوتی تھی اور ذرا تکلف سے بھی ملی تاہم اُس کی آنکھون سے ایک وحشت اور پریشانی ظاہر ہوتی تھی جس سے مجھ پر یہ اثر ہوا کہ مین رحم اور خوف کے جذبات کی کشاکش مین پڑ گیا۔ مین نے جلدی سے اُٹھ کر کواڑ بند کر لئے اور ایک کرسی لاکر رکھ دی اور یون کہا۔

مین نہایت بیچینی سے آپکا انتظار کر رہا تھا۔ یقین ہے کہ آپ اس وقت زیادہ اطمینان بخش خبر لائی ہون گی۔

ڈورا (کانپ کر) میری کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ آپ کسے اطمینان بخش بات سمجھین مگر یہ معاملہ میری سمجھ سے تو باہر ہے۔

مین۔ بہرحال مسس مننگ ٹری نے اب تو آپ کو اپنے والد کے کمرے مین جانے سے نہین روکا۔

ڈورا۔ جی نہین۔ روکنے کا کیا ذکر۔ اُس کی باتون سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس انتظار مین بیٹھی تھی کہ کب مین آؤن اور کب میرے باپ کی لاش مجھے دکھائی جائے۔ بلکہ اُس نے یہ بھی کہا کہ تم کہان چلی گئی تھین کہان تو یہ جلدی تھی کہان یہ حالت کہ باپ کے آخری دیدار کی پروا بھی نہین مین ڈاکٹر صاحب سچ تو یون ہے کہ فرط حیرت سے مین ٹھٹک کر رہ گئی۔ مین تو یہ سوچ رہی تھی کہ کوئی نیا حیلہ تراشا جا رہا ہوگا کہ کسی طرح مین ابا جان کے آخری دیدار سے محروم کر دی جاؤن۔ اُس وقت میرے حواس کام نہین دیتے تھے مین نہین کہہ سکتی کہ مین زینے پر کیونکر چڑھی اور کمرے مین کیونکر پہونچی۔ دل ہی دل مین سوچتی تھی کہ الٰہی کیا رات کے تمام واقعات محض طلسم خواب کے کرشمے تھے

چارپائی اسی طرح رکھی تھی جیسے مین ڈسنے تین بجے صبح کو دیکھ چکی تھی اور اُس پر جو میت پڑی تھی اُس پر چادر اس طرح لپٹی ہوئی تھی جیسے کسی نے اُس کو چھوا ہی نہ ہو۔ مسز مینگ ٹری میرے ساتھ بڑی متانت سے پیش آئی۔ میری گردن مین باہین ڈال دین اور جب تک مین چارپائی کے پاس کھڑی رہی مین کیا بتاؤن کس توجہ کے ساتھ وہ مجھے سنبھالے رہی۔ وہ چند منٹ کا وقت بھی برسون کا وقفہ معلوم ہوتا تھا۔ مین سوچ رہی تھی کہ مسس مینگ ٹری چادر تو ہٹائے گی نہین میری یہ حالت تھی کہ اگر وہ مجھے سنبھالے نہ ہوتی مین ضرور گر پڑتی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کمرہ گھوم رہا ہے مین بڑی بے چینی سے اُس کے حرکات و سکنات پر غور کر رہی تھی کہ دیکھئے اب وہ کیا کرتی ہے۔ انجام کار اُس نے چادر ہٹا ہی دی۔

اس موقعہ پر ڈورا کانپ اُٹھی اور دستانون سے چھپے ہوے نازک ہاتھون سے اپنی آنکھ بند کر لی۔ مجھ پر بھی اُس کے خوف کا یہ اثر ہوا کہ سر سے پانون تک سرد پڑ گیا۔ پیاری ڈورا نے اپنا سلسلہ کلام پھر یون شروع کیا۔

مجھے اپنی آنکھون کا اعتبار کرنا مشکل پڑ گیا۔ لاش اُسی طرح پڑی تھی جیسی مین نے پہلے دیکھی تھی۔ دونون ہاتھ سینے پر رکھے ہوے تھے سر ذرا سا اُٹھا ہوا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خواب راحت مین ہین لیکن یہ عجیب بات تھی کہ صورت وہ نہ تھی جو مین نے پہلے دیکھی اب جو مین نے دیکھا تو آبا جان ہی کی صورت نظر آئی اُن کے ہونٹون پر خوش نما تبسم کے آثار ظاہر تھے اور اور اُن کے چہرے سے وہی نشان ٹپکتی تھی جو زندگی مین تھی۔ جس وقت مین چارپائی کی طرف چلی تو مین نے ایک چیخ ماری اور اُس کے بعد مجھے خبر نہین کہ کیا ہوا مین سمجھتی ہون کہ مین بیہوش ہو گئی جب میری آنکھ کھلی تو مین نے دیکھا کہ مین اپنے کمرے مین لیٹی ہوئی ہون۔

مین (اُن اشکون سے جو پیاری ڈورا کے نازک رخسارون کو دھو رہے تھے متاثر ہو کر) کم از کم صبح کو جو قصہ آپ نے کہا تھا اُس سے تو یہ بہتر ہے۔

ڈورا (تعجب کے لہجے مین) ڈاکٹر صاحب کیا سچ مچ یہ اُس سے بہتر ہے۔

(باقی آیندہ)

غزلیات مشاعرہ سکندرآباد منعقدہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء

مصرعہ طرح ؎ کرنی جو کچھ تھی وصل کی تدبیر کر چکے

بیخود - جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب محمدی الہ آبادی

مرکر بھی اُن کی وصل کی تدبیر کر چکے
ہر طرح آزمائش تقدیر کر چکے

جب آپ تیغ سے نہ بجھی دل کی تشنگی
دعوت مرے جگر کی ترے تیر کر چکے

روکو زبان اُٹھاؤ دربار سے جبین
بس چُپ رہو شکایت تقدیر کر چکے

اب سے نہ میکدے کی طرف رخ ہو شیخ جی
اک روز رند آپ کی توقیر کر چکے

یان کشتۂ فراق تو پامال ہو گیا
تم خاک کر کے کہتے ہو اکسیر کر چکے

چہرے پر اب نقاب ذرا ڈال لیجئے
بس ماند آپ مہر کی تنویر کر چکے

اب کیسے چلنے کیجئے بیخود خدا خدا
نالے بتون پر آپ کے تاثیر کر چکے

عطیہ حضرت خورشید - جناب قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی مدظلہ

ہم آپ اپنے پانون کو زنجیر کر چکے
دل کو اسیر زلف گرہ گیر کر چکے

بچ بچ کے ذکر خوبی تقدیر کر چکے
مرمر کے جان دینے کی تدبیر کر چکے

اب کیا نگاہِ ناز کہین اور جا پڑی
آنکھون سے دو جہان کو وہ تسخیر کر چکے

باقی ہے کون جس کو مقابل مین تیرے لائین
یوسف کی سامنے ترے تصویر کر چکے

تعزیر کے لیے بھی بلائے گئے نہ ہم
قتلِ رقیب کی بھی تو تقصیر کر چکے

وعدہ خلاف وہ کبھی آیا نہ راہ پر
کیا کیا نہ ہم خوشامدِ تقدیر کر چکے

گشتِ جگر کرین کہ جگہہ بھی فراخ ہے
تنگیِ دل کی اسیر ترے تیر کر چکے

کہہ کر زبان سے قطع ملاقات کے سخن
وہ امتحان برشِ شمشیر کر چکے

قصے ہمارے شوق کے بیکار سب ہوئے
فقرے وہان رقیب کے تاثیر کر چکے

گزرین بہت شبیہ پہ دیکھا ترا عکس
دل کو بھی ہم مرقعِ تصویر کر چکے

جب سے ہوئی ہے اور گلے کا وہ اپنے ہار
زندان میں ہم پرستش زنجیر کر چکے

تقلید داغ ہی کوئی خورشید کر دکھائے
اہل زبان تو پیروئے میر کر چکے

عاشق۔ جناب سید نوروز علی صاحب ساکن شمشیر گنج ضلع رائے بریلی تلمیذ جناب جوہر لکھنوی

ہم بنا حال دل انھیں تحریر کر چکے
کرنی جو کچھ تھی وصل کی تدبیر کر چکے

اے دل سمجھ کبھی نہ وہ آئیں گے راہ پر
ہم خوب آزمائش تقدیر کر چکے

کہتے ہیں طنز سے مرے رونے پہ ہنس کے وہ
بس بس بہانے آپ کے تاثیر کر چکے

اے دل جواب زیست جو آئے تو کیا عجب
وہ تو جواب خط ہمیں تحریر کر چکے

تیغ نگاہ ناز سے عاشق ہوئے شہید
اپنے گلے کو ہم تہ شمشیر کر چکے

مفتون۔ بینڈو خان سکندر آبادی (ناخواندہ)

کرنا تھا تم کو سو مجھے دلگیر کر چکے
دشمن کی میرے سامنے توقیر کر چکے

ابرو پہ بل ہو جنبش مژگان کے بعد میں
تلوار لے جو کام ترے تیر کر چکے

شل کمان خمیدہ ہوں چھنا بھی بار ہے
غربال جب سے سینہ ترے تیر کر چکے

مفتوں سمجھ کے جائیو محفل میں یار کی
اغیار تیرے قتل کی تدبیر کر چکے

وفا۔ جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

کیا کیا نہ ہم شکایت تقدیر کر چکے
نالے ہی بے اثر ہیں یہ تاثیر کر چکے

اب شکل کیا نباہ کی اب کس طرح بنے
نقرے دہان رقیب کے تاثیر کر چکے

نقش جبین مٹ سکے مٹائے سے بھی کبھی
کرنا جو تھا وہ کاتب تقدیر کر چکے

اب تو قرار دیجئے کنج مزار میں
لاشہ مرا جہان میں تشہیر کر چکے

منظور جو تمہیں ہے وہی ہوگا بعد مو
ہم تو ہزار طرح سے تدبیر کر چکے

دل نہ چھوٹ سکے گی وفا اب تمام عمر
اب کیا ہے اب تو پیروی میر کر چکے

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی مد ظلہ

دہلی اُردو کی کان ہے گویا
کان کیسی جہان ہے گویا

جسم ہندوستان ہے دہلی دل
دل نہیں خاص جان ہے گویا

ہین مساوی عدد مین ہندوجہان
شہر دہلی جہان ہے گویا

ہنر کل نیضیاب ہے اس سے
ایک چلتی دکان ہے گویا

اصل اُردو کی خاص ہے دہلی
اور شاخین جہان ہے گویا

ہے یہین سے خروج اُردو کا
ہندیون کی زبان ہے گویا

سکۂ گفتگو کی ہے ٹکسال
روزمرہ کی کان ہے گویا

ہین زبان زد محاورے اس کے
خاص اُردو کی کان ہے گویا

جس کا جی چاہے مول لے جائے
یہہ زبان کی دکان ہے گویا

شمع ہوتی ہے شمع سے روشن
لکھنؤ ترجمان ہے گویا

یہہ وہ خطہ ہے سرزمین اس کی
ہند کا آستان ہے گویا

تھی جب آباد تھی کبھی دہلی
اب تو اُجڑا مکان ہے گویا

اب نہ دہلی رہی نہ وہ گفتار
ایک باقی نشان ہے گویا

وہ زبان ہی رہی نہ وہ گفتار
اب تو باقی گمان ہے گویا

بزم ہستی سے اُٹھ گئے وہ لوگ
رہ گئی داستان ہے گویا

جو زبان ہے بچی کھچی باقی
کوئی دن میہمان ہے گویا

اُٹھ گئے سب زبان کے موجد
ہو گیا امتحان ہے گویا

ہون تو ہون لکھنو مین کچھ اشخاص — یان تو خالی دکان ہے گویا
ہے نئی ارد شستی سواج پذیر — دوسری اب زبان ہے گویا
نیم اردو ہے نیم انگریزی — یہہ عبارت کی شان ہے گویا
دے گئے داغ داغ اور مجروح — نام ان کا نشان ہے گویا
ہے غنیمت فقیر پیر ظہیر — اک پرانا نشان ہے گویا

غزل دیگر

داغ دل کی زبان ہے گویا — درد غم کا بیان ہے گویا
توعدو کی زبان ہے گویا — صاف تیرا بیان ہے گویا
حال میرا بیان ہے گویا — بے زبانی زبان ہے گویا
شمع کی لو زبان ہے گویا — سر سے پا تک بیان ہے گویا
تیرے کوچہ کی سرزمین کیا ہے — ظلم کا آسمان ہے گویا
میرے آگے رقیب کے شکوے — یہہ مرا امتحان ہے گویا
اب نے تیری تراکتین ظالم — سچ مچ اک دھان پان ہے گویا
حال سوز و گداز پروانہ — میرے دل کا بیان ہے گویا
ہے قفس مین جو نوحہ گر بلبل — سب مری داستان ہے گویا
بن گیا شیخ خلد کا مختار — اس کے گھر کی دکان ہے گویا
ہاے وہ سانولا سلونا رنگ — اک ملاحت کی کان ہے گویا
کوچے کوچے مین اپنی رسوائی — آگے آگے نشان ہے گویا
اڑ کے جاتا ہے بزم دشمن مین — تو ہمارا گمان ہے گویا
تول دے دے کے تو ہے پھر جاتا — خاص اپنی زبان سے گویا
میری خاموشیان تکلم ہین — تو نہین تیری شان ہے گویا

ہون سراپا سوال کی صورت
ہر سرِ مو زبان ہے گویا

کر لو اقرار جانے کل کیا ہو
آج منھ مین زبان ہے گویا

ہم تجھے خاک مین ملا دین گے
یہہ تری آن تان ہے گویا

بھید لیتا ہے دل کے یون ناصح
اک بڑا مہربان ہے گویا

کل نہ ہوگا نشان تربت کا
آج نوبت نشان ہے گویا

غیر کے بس مین ہے تمہارا دل
یہہ پرایا مکان ہے گویا

جو چھپاتے ہو چھپ نہین سکتا
خود تمہارا بیان ہے گویا

قصۂ حشر سن لیا واعظ
ہجر کی داستان ہے گویا

فرق اقدس پہ شاہ آصف کے
ظلِ حق سائبان ہے گویا

ہے یہہ دلّی کی بول چال ظہیر
میر کی یہہ زبان ہے گویا

غزل عطیہ حضرت خورشید سکندرآبادی مدظلہ العالی

زبان پر منھ کی تنگی سے ہر اک حرفِ سخن بگڑا
بہت اپنے دہن سے آج وہ غنچہ دہن بگڑا

طبیعت اس قدر بگڑی کہ اندازِ سخن بگڑا
کوئی مضمون جو تیرے دل کا اے جانِ من بگڑا

بھوین تانے ہوئے یا تھے پہ چین شمشیر کاندھے پر
بہت پھرتا ہے ہم سے آج کل وہ تیغ زن بگڑا

یہان کے کبک اور طاؤس خوبان چال سب بھولے
خرامِ ناز سے تیرے زمانے کا چلن بگڑا

شگافِ تازہ سے لذت ملے گی اک نئی ہم کو
ہماری خوبیِ قسمت سے پھر زخمِ کہن بگڑا

کھنچا تھا تو نقشہ خوب یہہ ہین رشک کے معنی
کھنچا جب ساتھ خسرو کے تو نقشِ کوہکن بگڑا

زلیخا پر ہے آخر وہ سب الزام کے دھبے
کہان یوسف کا داغِ معصیت سے پیرہن بگڑا

یہہ قد بوٹا سا لب گلبرگ تر عارض گلِ نکہت
چمن کا رنگ تیرے سامنے رشکِ چمن بگڑا

بہت پڑنہ تھا نکلا نہ تن سے جان کو لیکن
ترازو ہوگیا ناوک تو وہ ناوک فگن بگڑا

بُرائی ہو کسی کی اور بُرا اُس کا کوئی مانے
بُرا مین تم کو کہتا ہون تمھارا کیون دہن بگڑا

ادا سادگی ہی اچھی تھی بنا کر آپ کو کھویا
ذرا دیکھو تو آئینہ کہ سارا بانکپن بگڑا

شہادت کی شہادت گو مین ہو سا محشر تک
ترے کشتے کا خون زخم سے سارا کفن بگڑا

فروغِ حسن سے تیرے نہین ہی شمع کو نسبت
ترا اُٹھنا تھا محفل سے کہ رنگِ انجمن بگڑا

ہزارون مرغِ دل اِس مین تڑپتے رات دن دیکھے
کبھی دیکھا نہ دام کاکلِ عنبر شکن بگڑا

مصائب مجھکو غربت کے ہین گھر بیٹھے ہوے حاصل
بنا مین صاحبِ دولت تو ہر اہلِ وطن بگڑا

نہین سلطانِ دوراں قدر داں لے زبان جوہر شید
بھلا کیا نثر سنورے نظم گوئی کا تو فن بگڑا

غزل جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی

دل پہ کرتے ہین تو فتنے اُٹھا کرتے ہین
آپ چلتے ہین کہ اک حشر بپا کرتے ہین

عاشقانِ نگہِ نازکی ہو عمر دراز
مردمِ دیدۂ قاتل یہہ دعا کرتے ہین

تیرے غمزے بھی نمک پاشِ جراحت نکلے
لیکے چٹخارے مرے زخم مزا کرتے ہین

کس طرح ہو تری باتون کا یقین اے قاصد
اُن کے آنے کی خبر روز سنا کرتے ہین

زلف کو کھول کے کٹواتے ہین زنجیر جنون
واہ کس چال سے قیدی کو رہا کرتے ہین

وصل مین اُن کی حیا نے یہہ ہوا باندھی ہے
دل سے ارمان نکلنے مین حیا کرتے ہین

کشتگانِ ستم و نازکی ہے زیست عجب
قتل ہونے کی تمنا مین جیا کرتے ہین

کوچۂ عشق مین کیا چیز ہو تم اے بیخود
کتنے اس راہ مین پامال ہوا کرتے ہین

مصرعہ طرح مشاعرہ منعقدہ ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء میرے نالے وہ بلا ہین کہ اثر ہو کے رہے
"اثر" - "جگر" - "نظر" - قافیہ - "ہو کے رہے" ردیف
طرح مین غزلیات تاریخ انعقاد مشاعرہ سے ایک ہفتہ پیشتر جناب میر مشاعرہ منشی سید محمود الحسن صاحب عشقی محافظ دفتر میونسپل بورڈ سکندرآباد کے پاس پہونچ جانی چاہئیں۔ ایڈیٹر و منیجر

ید بیضا

محمڈن یونیورسٹی

نمبر ۳

اب ایک مسئلہ اور باقی ہے۔ اور وہ یہہ ہے کہ اسکول کا حصہ جو کالج کے متعلق ہے اِس کا کیا حشر ہوگا! میری دانست مین اِس مین تغیر و تبدل کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی جس طرح کالج اسکول سے پیدا ہوا اسی طرح کالج سے یونیورسٹی پیدا ہوگی بعینہ جیسے ایک پودے کے اندر سے اول ڈالیان پھوٹتی ہین پھر پھول پھولتا ہے اور آخر کو پھل لگتا ہے۔ اگر خاص یونیورسٹی کے طلبہ کی تعداد اسقدر بڑھ جاے کہ موجودہ بورڈنگ ہوس مین گنجایش نہ رہے تو اِس سے بالکل الگ ایک دوسرے مکان مین اُن کے رہنے سہنے کا انتظام کر دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہہ حصہ بھی کارفرمایان و کارپردازان یونیورسٹی کے زیر نگرانی رہنا چاہیے۔ اندر گریجویٹ طلبہ جو فواید کالج کے متفقہ زندگانی سے حاصل کر سکتے ہین کوئی وجہ نہین کہ اسکول کے طلبا اِس سے محروم رکھے جائین بلکہ بطریق اولیٰ اُن کو متمتع ہونا چاہیے کیونکہ اسکول کے طلبار کی عمرین کم ہوتی ہین اور یہی زمانہ اُنکی ابتدائی تعلیم و تربیت کا خیال کیا جاتا ہے اور اِس عمر مین اُن کے طبایع زیادہ اثر پذیر ہوتے ہین بہ نسبت اُس زمانہ کے جبکہ وہ یونیورسٹی مین قدم رکھینگے۔ اسکول کی حالت نہایت باقاعدہ اور اعلیٰ درجہ کی ہونی چاہیے تاکہ یہہ دوسرے اسلامی اسکولون کے لیے نمونہ ہو جو اپنے طلبار کو بالآخر اِس یونیورسٹی مین داخل کرنے کی آرزو رکھتے ہین۔ اور خود علیگڈھ کا اسکول ڈپارٹمنٹ بھی ابھی بہت کچھ اصلاح طلب ہے۔ اگر روپیہ کافی مِل جاے تو اِس مین بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے۔ اِس مین ابھی بہت سے نئے نئے مفید طریقے تعلیم کے جاری کرنے باقی ہین مثلاً کنڈرگارٹن۔ دستکاری وغیرہ اور بچون کو دستکاری سکھانے

کے لئے یورپین لیڈیون کا ہونا ضروریات سے ہے لیکن یہ سب باتین روپیہ مانگتی ہین اسوقت ہمارا قطعی اور آخری فیصلہ یہہ ہونا چاہیے کہ سب سے اول یونیورسٹی اور بعد ہ دوسرے کام۔

مین نے جو یہہ چند امور اس مسئلہ کے متعلق لکھے ہین تو اس مین مین نے یہہ فرض کر لیا ہے کہ جس نمونہ پر ہم یونیورسٹی قایم کرنا چاہتے ہین اُس کا انتخاب پہلے ہی ہو چکا ہے۔ لیکن اسوقت تین نمونے موجود جن مین سے ہم کوئی ایک انتخاب کر سکتے ہین یعنی لندن۔ اڈنبرا۔ اور کیمبرج یا آکسفورڈ یونیورسٹی۔ پہلی یونیورسٹی کی نسبت تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کیونکہ اس تجویز کے محرک اور حامی سب کے سب بالاتفاق اس یونیورسٹی کی تعلیم کو ناپسند اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے نامناسب خیال کرتے ہین۔ اڈنبرا۔ لندن اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے بین بین ہے۔ کیونکہ برخلاف لندن یونیورسٹی کے یہہ صرف امتحان لینے والی یونیورسٹی نہین بلکہ یہہ خود تعلیم مین بھی شریک رہتی ہے۔ لیکن برخلاف آکسفورڈ یا کیمبرج کے انڈر گریجویٹ طلبار کی طرز معاشرت پر اثر ڈالنے یا اُن کی زندگی کے رہنما بننے کی کوشش نہین کرتی۔ لیکن ہمین ایک اس سے بہتر تعلیم گاہ کی ضرورت ہے ہم چاہتے ہین کہ ہمارے نوجوانون مین بڑے بڑے کامون کی قابلیت پیدا ہو اور وہ اعلیٰ درجہ کی یورپین صفات کے سانچے مین ڈھلے ہوے ہون اور اُن کے دماغی اور اخلاقی خیالات نہایت بلند اور وسیع ہون۔ اسلئے ہمارے لئے بہتر یہہ ہے کہ ہم کیمبرج و آکسفورڈ کے قدم بقدم چلین اور ایک معقول حد تک اُسی طرز کی پیروی کرین جس سے دنیا کی سب سے عظیم الشان اور مہذب ملک کی قومی معیشت قایم کرنے مین بہت کچھ مدد ملی ہے۔ ان یونیورسٹیون کی اصل خوبی اور ان کی کامیابی کا بڑا راز اس طریقہ تربیت مین ہے جو ہم اُن کالجون مین پاتے ہین جو ان سے ملحق ہین۔ ہر ایک کالج مین ٹیوٹرز کا ایک اسٹاف ہے جنمین ہر ایک کسی خاص علم کی ترویج و تعلیم کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ ان کے فرائض تین قسم کے ہوتے ہین۔ کسی خاص فن کا ٹیوٹر اول تو اس مضمون پر لکچر دیتا ہے جو مخصوص اسی کا فن ہے۔ دوسرے وہ کالج کے اندرونی انتظام مین مدد دیتا ہے اور تیسرے وہ انڈر گریجویٹ طلبار کے لئے مثل ایک رفیق اور دوست اور ہادی ورہنما کے ہوتا ہے۔ اس حیثیت مین اُسے ہمیشہ طلبا سے ملنے جلنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے شاگردون

میں سے بعض کو اکثر چائے یا کھانے پر بلایا کرتا ہے اُن کے ہفتہ وار مضامین یا ترجمے سنتا ہے اور اور بہت سے طریقوں سے اُنکو مطالعہ اور تعلیم میں نیک مشورہ اور مدد دیتا ہے طلبا اُس سے آزادی کے ساتھ پولیٹیکل معاملات۔ ادب اور فنون پر بحث مباحثہ کیا کرتے ہیں۔ وہ باتوں باتوں میں اُن کی وہ غلطیاں بھی اُنھیں بتاتا جاتا ہے جو احیاناً عدم اصلاح کی وجہ سے اُن کے خیالات پر بُرا اثر ڈال سکتی ہوں۔ جہاں اُنھیں ذرا سی خانگی معاملہ یا علمی مسئلہ میں اُلجھن واقع ہوئی جھٹ اپنے ٹیوٹر کے پاس لے گئے۔ کیونکہ اُس پر اُن کا پورا بھروسہ ہے اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارا دوست کا دوست اور معلم کا معلم ہے اور چونکہ یہ معلمین عموماً عالم فاضل۔ بلند خیال۔ پاک طینت۔ پاکیزہ خصایل کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور ہر انڈر گریجویٹ کو اپنے زمانہ تعلیم میں اُن سے اکثر یکجائی کا اتفاق ہوتا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ ڈگری حاصل کرنے کے زمانے تک وہ اپنی طبیعت اور ظرف کے مطابق خود بخود بلا قصد و ارادہ بھی اُن کی بہت سی خوبیاں اخذ کر لیتا ہے اور ہر ایک طالب علم میں کم سے کم اُن کی خوبو ضرور آجاتی ہے۔

لیکن گو فرضاً کیمبرج یا آکسفورڈ کے بڑے بڑے کالجوں کا سا عمدہ اسٹاف بھی مہیا ہو گیا پھر بھی وہ کچھ مفید اور کارآمد نہ ہوگا اگر طلبا کی جماعتوں میں سیاست کا ڈھنگ پورا پورا نہ ڈالا جائے کوئی جماعت یا گروہ جو کسی خاص مقصد کے لئے کسی جا جمع ہوتا ہے اور اُس مشترک فیہ مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی کامیابی کی مقدم شرط یہ ہے کہ اُس گروہ کا ہر فرد اُن قوانین و قواعد کی پوری اطاعت کرے جو اس متفقہ معیشت کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور اس کی ضرورت اس حال میں اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے جبکہ اس گروہ میں سب کے سب سادہ دل ناتجربہ کار نوجوان ہوں جنھیں تعلیم کی غرض سے ایک جگہ رکھا گیا ہے۔ اسلئے اس کے قواعد نہایت احتیاط کے ساتھ سوچ سمجھ کر تیار کرنے چاہئیں۔ لیکن ان کے بنانے والے بیرونی لوگ نہوں جو موجودہ زمانہ کی تعلیم و اغراض و مقاصد سے بالکل بے خبر ہیں بلکہ وہ لوگ ہوں جنھوں نے خود اس طرز پہ اعلے تعلیم پائی ہے اور اعلیٰ تعلیم و تربیت دینے کی قابلیت رکھتے ہیں اور جو قواعد آئندہ منضبط

ہو جائین اُن پر بغیر کسی قسم کی بیرونی مداخلت کے نہایت پابندی کے ساتھ عملدرآمد ہونا چاہیے۔

مین ایک لحظہ کے لئے علوم مشرقی کی طرف پھر رجوع کرتا ہون اور اتنا کہنے کی اور اجازت چاہتا ہون کہ باوجودیکہ مین اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہون کہ خالص مشرقی علوم کا بھاری بوجھ یونیورسٹی پر ڈالا جاے۔ لیکن مین اس امر کا اظہار نہایت زور کے ساتھ کرنا چاہتا ہون کہ جو مشرقی علوم انگریزی اور دیگر مضامین کے ساتھ داخل نصاب کئے جائین اُن کی تعلیم کامل بلکہ اکمل طور پر ہونی چاہئے۔ مین نے اب تک یہ احتیاط کی ہے کہ اس تجویز کے متعلق کوئی امر تفصیل کے ساتھ بیان نہ کرون کیونکہ میرے خیال مین یہ اُس کمیٹی کا کام ہے جو اسی غرض سے قایم کی جائے گی اور اس لئے اس قسم کے تفصیلی امور اس کمیٹی کے لایق و پختہ کار ممبران کے لئے چھوڑ دینے چاہئین۔ لیکن مجھے ناظرین معاف کرین گے اگر مین اس موقع پر مختصراً یہ بتانا چاہون کہ ایک محمڈن یونیورسٹی مین عربی تعلیم کس حد تک و کس قسم کی ہونی چاہئے۔ میرے خیال مین ایک معمولی طالب علم کے لئے جس نے کئی مضامین لئے ہین عربی زبان اور ادب کی استعداد کافی ہوگی یعنی آسانی سے عربی زبان لکھ پڑھ سکے اور اپنا مافی الضمیر عربی زبان مین ادا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو لیکن اس شاخ مین خاص طور پر کمال حاصل کرنے کے لئے مین چار نصاب پیش کرتا ہون جن مین سے کسی ایک کا انتخاب طالب العلم کی مرضی پر چھوڑ دیا جاے۔

(۱) عربی زبان و ادب

اس شاخ مین علوم ذیل شامل ہون تو مناسب ہے۔ صرف۔ نحو۔ معانی و بیان بدایع۔ عروض و قوافی۔ تاریخ۔ لسان و ادب۔ رجال وغیرہ

مفصلہ ذیل کتابین اسکے واسطے موضوع معلوم ہوتی ہین۔ قران شریف مع بعض تفاسیر۔ مغنی و مفصل مع شرح۔ آغانی۔ الکامل مبرد۔ مطول۔ تمام شعراے قرون اول

و دوم - نہج البلاغہ مع شرح معتزلی -

حدیث - صحاح ستہ میں سے کوئی ایک - عماد کاتب کی نثر - علاوہ اس کے اور بہت سی کتابیں ہیں لیکن اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ تعلیم کس طرز کی ہونی چاہئے چند کا ذکر کافی خیال کیا جاتا ہے - تحقیق زبان و الفاظ کے لئے اُن یورپین تصنیفات سے استفادہ حاصل کرنا چاہئے جو عبری و سریانی و عربی وغیرہ السنہ کی تحقیق میں لکھی گئی ہیں -

(۲) اسلامی تاریخ بشمول رجال

اس شاخ کے لئے کتب ذیل شاید مناسب ہوں گی - ابن ہشام - طبری - ابن اثیر مسعودی - ابن خلدون - ابن خلکان - طبقات کی معمولی کتابیں اور حدیث شریف بھی جہاں تک تاریخ و سیر میں اس سے مدد مل سکتی ہے -

(۳) فلسفہ و منطق

میرے خیال میں اس مقصد کے لئے طلبار کو قدیم مصنفین ہی کی تالیفات سے مستفید ہونا چاہئے -

مثلاً ابن رشد - ابو علی بن سینا - ملا باقر - طوسی - صدر الدین شیرازی وغیرہ -

(۴) دینیات

اس میں سب سے مقدم - قرآن مجید اور مشہور مستند تفاسیر کا علم ہے - پھر حدیث شریف جیسے صحاح ستہ میں منضبط ہے -

فقہ - اصول فقہ وغیرہ - اس شاخ کے طالب علم کو مشہور مختلف فیہ مسائل کی طرف بھی توجہ دلانی چاہئے مثلاً روایت و درایت کے متعلق -

مختلف مذاہب کا اختلاف - عقل و نقل - تقلید و اجتہاد کے حدود اور اسی قسم کے دوسرے مسائل کی طرف توجہ ہونی چاہئے جس سے نئی طرز پر تحقیق و تنقید کی بنیاد قائم ہو -

ان سب کے علاوہ ایک تاریخی نظر تصوف کے علم و عمل پر بھی ضرور ہے۔

یہہ تو محققانہ درس تدریس کا نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی تعلیم کو مسلمان نوجوان طلبار کی عام تعلیم کا ایک جز قرار دینا چاہیے۔

مگر اس غرض سے پورا کرنے کے لئے فقط ضروری ضروری مسایل کا بتایا جانا کافی ہے۔ اور مختلف فیہ مسائل اور مباحثہ اور تفصیلی امور اُن لوگون کے لئے چھوڑ دینے چاہئیں جو اس شاخ میں مہارت تامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مذہب اسلام ایک بہت سادہ مذہب ہے اس میں نہ کسی قسم کے ایسے راز ہیں اور نہ اس کی شریعت میں کچھ ایسی پیچیدگیاں ہیں جنکا علم و عمل دقت طلب ہو۔ میرے خیال میں تمام ضروری مسایل اُردو کے دو معمولی حجم کے رسالون میں آسکتے ہیں۔ جنکو اسکول کے طلبار آسانی پڑھ کر یاد کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اتنا کام اور رہ جائے گا کہ مذہب کے ضروری احکام کی تعمیل کالج کی تعلیم و تربیت کا لازمی جز قرار دیا جاے میری رائے لیکن یہہ سخت غلطی ہوگی اگر معمولی طلبار کے لئے جنھون نے اس شاخ کو بطور اپنے فن کے انتخاب اور اختیار نہین کیا ہے۔ دینیات کا ایک لمبا چوڑا نصاب تیار کیا جائے میں کہہ سکتا ہون کہ جن حدود کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے وہ جمہور کی رائے کے مطابق پڑین گے اور مجھے امید قوی ہے کہ وہ بزرگان قوم بھی اس سے اختلاف نہ کرین گے جنکے قبضہ اقدرت مین اس یونیورسٹی کے طرز تعلیم قایم کرنے کا اختیار دیا جاے گا۔

مجھے ان چند امور کو ممبران میموریل کمیٹی و محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (منعقدہ لاہور) کی خدمت میں پیش کرتے ہوے حجاب سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں جانتا ہون کہ ان میں ایسے ایسے قابل اور روشن خیال اصحاب موجود ہین جو مسلمانون کی آیندہ طرز تعلیم قایم کرنے کی مجھ سے زیادہ قابلیت رکھتے ہین اور وہ ایک ایسا قانون تیار کرنیکے لئے زیادہ موزون ہین جسپر ہماری آیندہ تعلیمی پالیسی کا دارومدار ہو۔ جو کچھ میں اُن کی خدمت میں پیش کرنے کی جرات کرتا ہون وہ چند سرسری تجویزین ہین جن سے شاید اُن لوگون کو اس مضمون کے متعلق مفصل اور کامل بحث کرنے مین مدد ملے جنکی نظر زیادہ غائر ہے اور جو مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہین۔

سید حسین بلگرامی

علم

نمبر ۱

انگلستان مین ہر ایک آدمی تھوڑے مقدور کا اپنے چارون طرف دیکھ بھال کر یہہ فخر کرسکتا ہے کہ کیسی میری حالت خوش ہے۔ چند صدیون پیشتر بادشاہون کی بھی حالت ایسی نہ تھی۔ جو سامان آسایش و آرام میرے گھر مین موجود ہے وہ پہلے امیرون اور سلاطین کو بھی میسر نہ تھا۔ سب طرف جہاز سمندرون مین روان ہین تاکہ میرے کام کے اسباب فراہم کرین۔ ملک چین مین چینی میرے لئے چار کے پتے اکھٹے کر رہے ہین۔ امریکہ مین کسان میرے لئے روئی بو رہے ہین۔ جزائر ایسٹ انڈیا مین شکر اور قہوہ میرے لئے تیار ہو رہا ہے۔ اٹلی مین ریشم کے کیڑون کی پرورش میرے ریشمی کپڑون کے واسطے ہو رہی ہے۔ سکستی مین بھیڑون پر سے اون میری پوشاک کے لئے کتری جا رہی ہے۔ یہان اپنے وطن مین بڑی زبردست دُخانی کلین چل رہی ہین سوت کاتتی اور کپڑا بُن رہی ہین۔ اور چاقو چھری قینچی اور کاٹنے کے آلات بنا رہی ہین۔ کانون مین پمپ لگے ہوے پانی نکال رہے ہین کہ میرے کام کی دھات نکالین۔ مجھے ورثہ مین تھوڑی دولت ملی ہے مگر میرے گرد چارون طرف سواریان کھڑی ہین۔ ڈاک گاڑیان میرے لئے رات دن روان ہین۔ میرے خطون کو بہت جلد چارون طرف پہونچا دیتی ہین۔ نہرین۔ سڑکین۔ پل۔ کو سب میرے لئے کام کر رہے ہین۔ میری جان و مال و عزت کی حفاظت کے واسطے سپاہی موجود ہین جو میرے چین و آرام مین کسی طرح کا خلل اور خوف نہین آنے دیتین۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر میری یہہ خدمت کر رہے ہین کہ جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے اُس کے سارے سماچار سنا دیتے ہین۔ میرے مکان کے ایک گوشہ مین کتابین رکھی ہین جو میری ملکیت کی چیزون مین سب سے زیادہ بیش بہا ہین وہ یہہ معجزے مجھے دکھاتی ہین کہ خط استوا سے قطبون تک اور ابتدا ئے زمانہ سے اب تک جس ملک اور جس زمانہ مین کہتا ہون کہ تم مجھے وہان پہونچا دو وہ پہونچا دیتی ہین۔ اِن کے طفیل سے مین یہہ سحر کا کام کرتا ہون کہ جو بڑے بڑے نامور نیک مقدس آدمی گذرے ہین اُن کو زندہ اپنے

سامنے کھڑا کرتا ہون اور اُن سے کہتا ہون کہ جو کسی زمانہ مین تم نے کارہاے نمایان کئے ہون وہ مجھے کر کے دکھادو۔ وہ مجھے دکھاتے ہین۔ میرے سامنے بڑے بڑے اور یٹر (مقرر) کھڑے تقریر کر رہے ہین۔ مورخ اپنی تاریخین اور شاعر خوش الحانی سے اپنے شعر سنا رہے ہین۔ یہ سب سامان کس نے مہیا کئے ہین۔ علم نے۔

(۲) علم کے فایدے اور استعمال۔ آدمی کے قوا سبعی او بہیمی کو علم ضعیف کر دیتا ہے اگرچہ تھوڑے علم کا اثر اچھا نہین ہوتا۔ مگر زیادہ علم آدمی مین سفلہ پن۔ اوچھا پن دور کر دیتا ہے۔ گستاخی اور بیباکی و بیہودگی کو کم کر دیتا ہے۔ مشکلون کو آسان اور شبہون کو دور کرتا ہے۔ دل کو یہ عادت ڈلوا دیتا ہے کہ وہ معاملات کے سب پہلو دیکھتا ہے۔ اور اُن کی دلیلون کو ذہن مین تولتا ہے۔ جس طرف پلہ بھاری دیکھتا ہے اُس طرف جھکتا ہے وہ سریع الاعتقادی کو دور کرتا ہے۔ یہ نہین کرتا کہ جو چیز نئی یا بڑی دکھائی دے اُس کی تعریف مین ایسا دیوانہ ہو جاے جس سے ضعف عقل معلوم ہو وہ تمام امراض روحانی کا علاج کرتا ہے دل کی اصلاح اسی پر موقوف ہے۔ جاہل آدمی اپنے اندر یہ نہین جانتا کہ تنزل کی باتین کون سی ہین اور مین کیونکر اِن سے بچ سکتا ہون۔ اور نہ وہ اِس خوشی اور لطف زندگی کو جانتا ہے کہ ہر روز بہتر حالت ہونے سے کیا کیا نعمتین ملتی ہین اُسمین جو اچھی باتین ہوتی ہین اُن کو وہ بخوبی دکھاتا ہے اور اُن کو اپنے کام مین وہ بخوبی لاتا ہے۔ مگر وہ اُن کو بڑھانا نہین جانتا اور جو خطائین اور بُرائیان اُس مین ہوتی ہین اُن کا رنگ بدلنا اور چھپانا جانتا ہے مگر اُن کی اصلاح کرنی نہین آتی۔ اُس کا حال گھسیارے کا سا ہے کہ گھاس کاٹے چلا جاتا ہے مگر کھرپے کا تیز کرنا نہین جانتا۔ برخلاف اسکے عالم اپنے علم کو کام مین لاکر اپنے دل کی بُرائیون کی ہمیشہ اصلاح اور خطاؤن کی تصحیح کرتا رہتا ہے جیسے تمام پھولون مین جن مین کڑوے پھول بھی داخل ہین شہد موجود ہے مگر اُس کو فقط مکھی ہی چوس کر نکالنا جانتی ہے۔ پس اسی طرح ہر علم مین خواہ کسی قسم کا ہو اُس مین عالم غور و فکر کر کے استدلال اور استنباط کر سکتے ہین۔

(۳) علم کی کشش - اس سبب سے کہ علموں مین عمدہ علیا فنون کے حاصل کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے ہم اُس کی طرف کھچے چلے جاتے ہین برخلاف اس کے جہالت سے ذلت ہوتی ہے اس لئے اُس سے دور بھاگتے ہین - مطالعہ کرنا کیا ہے ایک جماعت کا جمع کرنا ہے جس مین خوبی یہ ہے کہ اگر اُن مین سے ایک سے زیادہ باتین کیجئے تو دوسرا رنجیدہ نہین ہوتا نہ کوئی آپس مین رشک و حسد پیدا ہوتا ہے جس سے ہمارا دل چاہتا ہے اُس سے باتین کرتے ہین پھر دفعتاً اُس سے قطع سخن کر دیتے ہین - مگر وہ ہماری اس حرکت سے رنجیدہ خاطر نہین ہوتا - ان مین آپس مین بحثین اور تکرارین ہوتی ہین - جن کا فیصلہ ہم اپنی فرصت مین سوچ سمجھ کے کرتے ہین - وہ اختلاف آرا سے غصے آپس مین نہین ہوتے - نہ جھگڑے فساد کھڑے کرتے ہین

(۴) علم کا ذلیل ہونا - چار جگہ علم کی مٹی خراب ہوتی ہے - اول جہالت مین اُس کی حقارت سے - دوم تحقیق مین عیش و عشرت شوخی و بیبا کی کے داخل ہونے سے - سوم رائے مین نقص و شبہات کے ہونے سے چہارم غلطی مین ضد اور رقابہ کرنے سے -

(۵) اوپری علم - اگر علم خانہ دل کا فقط اسباب ہے اور اُس کی غذا نہین وہ سطحی ہے اُس کی کچھ اصل نہین فقط دکھاوے کا دھوکا ہے جیسے کہ خون مین غذا تحلیل ہوتی ہے ویسے ہی دل کے اندر علم تحلیل ہونا چاہیئے جس سے دانائی اور قوت بڑھے - علم سپہ گری مین بہت سے جنرل نپولین اعظم کی برابر تھے - مگر وہ ان پر ہمیشہ اس سبب سے فتحیاب ہوتا تھا کہ فتح فقط ایک لحظہ کی دانشمندانہ حرکت پر موقوف ہوتی ہے - مو نپولین کے دل مین علم نفوذ کئے ہوئے تھا - اور اوروں کے دل پر چسپان تھا - اس لئے اس کو وہ لحظہ فتح فوراً معلوم ہو جاتا تھا - اوپری علم کا حال ایسا ہے جیسے کہ ایک حکیم کا جو دولت کی تعریف کرے اور اس کے اوصاف ثابت کرے - مگر ٹکا پاس نہو - یا ایک مہندس کا کہ کل زمین کے رونداد صحت سے دریافت کرے بالشت بھر زمین پاس نہو -

(۶) ابتدا علم - ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک صندوق مین ہمیشہ ایک چوہیا رہتی تھی

ایک دن اُس نے صندوق کے کنارے پر سے جھانک کر جو دیکھا تو وہ متحیر ہو کے کہنے لگی کہ مین نہین جانتی تھی کہ دنیا اتنی بڑی ہے اُس کو اول اپنی جہالت پر حیرت ہوئی پس علم کے میدان مین اول قدم یہی ہے کہ ہم پہلے سمجھین کہ جاہل ہین اور سمجھین کہ کس محل پر کھڑے ہین جب اپنے ہی معاملات خانگی کے صندوق سے نکل کر باہر جھانکین گے تو حکیم بنین گے ہر چیز سے واقف ہون گے۔ جو خدا کی عمیق مصلحتون مین جھانکیگا وہ یہ نہین خیال کرے گا کہ آدمی ایسا محدود ہے کہ اُس مین کوئی استعداد ایسی نہین کہ جسمانی اشیا کی بڑی تدابیر اور منصوبون کو نہ سمجھ سکے اور اِن کا فیصلہ نہ کر سکے۔ مگر انسان روحانی اشیا کا علم اتنا ہی حاصل کر سکتا ہے جتنا خدا نے خود اُس کو اپنے کلام مین بتلایا ہے جہان اُس نے ہم کو روکا ہے وہان رکنا چاہئے۔

(۷) علم کی بلندی۔ ہم جتنے بلند ہوتے ہین اُتنا ہی ہمارے آگے فضا منظر بڑھتا جاتا ہے اور اُس مین دُور دُور کی چیزین دھندلی نظر آتی جاتی ہین عالم کا فضا علم فراخ ہوتا ہے اِس لئے اُس کو بہت سی چیزین دھندلی نظر آتی جاتی ہین مگر جاہل کے پیش نظر چھوٹا فضا ہوتا ہے اِس کو خوب نظر آتا ہے اور اِس سے وہ بڑا لطف اُٹھاتا ہے دل بھر کے اُس کی بہار لوٹتا ہے۔ برخلاف حکیم کے کہ وہ اِسی فکر مین رہتا ہے کہ مین تمام عالم کے فضا پر فایز ہون۔

(۸) ضرورت علم۔ جب تک کسی مضمون کو ہم اچھی طرح نہ سمجھتے ہون اُس مین بولنا یا کہنا اپنے فرض کو توڑنا اور ایک جرم کرنا ہے۔ گو اُس کی قانوناً سزا نہ ہو۔ جہان آزادی کا بازار گرم ہوتا ہے وہان بے معنی بکواس کا ہونا اور اُس کا چھپ کر شایع ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس جانچنے اور پرکھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔

(۹) تحصیل علم۔ علم کا حال ایسا ہے جیسا کہ زمین کا کہ اول بڑی کاوش کی جاتی ہے تو اُس کے اندر سے صاف پانی نکلتا ہے مگر جب سوت نکل آتی ہے تو اُس سے پانی نکل کر اوپر اُٹھتا ہے اور ہم کو بے تکلف ملتا ہے پس علم کے تحصیل کرنے مین اول بہت تکلیف اُٹھانی اور دل سے توجہ کرنی پڑتی ہے۔ مگر جب علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ حال نہین رہتا۔ علم کا حال آگ کا سا ہے کہ اول اُس کے سلگانے مین دوسرے

کی مدد دکار ہے پھر وہ اپنے آپ بڑھتی ہے ایسے ہی تحصیل علم مین ابتدا مین اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے پھر اُس کی خود افزائش ہوتی ہے۔

(۱۰) علم قدیم سے استفادہ۔ متقدمین ایک بڑی تحصیلی علم کی اپنی اولاد کو ورثہ مین دے گئے ہین جن سے کہ ہر نسل مستفید ہوتی ہے پس ہمکو بھی چاہئے کہ ان بزرگون کی تحصیل مین کچھ نقدی بڑھا کر اپنی آیندہ نسلون کے واسطے چھوڑ جائین جن سے وہ فایدہ اُٹھائین۔

(۱۱) علم کی تمنا۔ جب ہماری نگاہ عالم پر پڑتی ہے تو ہم اس کا حال دریافت کرنا چاہتے ہین ستارون و برجون کے نقشے بناتے ہین زمین کے گولے کو کھود کھود کر کانین نکالتے ہین سمندر کے مد وجزر کا اندازہ کرتے ہین سمندر کے ریت کے ذرون کو گنتے ہین۔ زمانہ گذشتہ مین جو واقعات گذرے ہین اُن کی چھان بین کرتے ہین مُردہ بادشاہون کی عمرین دریافت کرتے ہین جن سلطنتون کا نام ونشان مٹ گیا ہے اُن کا سُراغ لگاتے ہین مردون کے مُنہ کے کلام کی اور ہنہ کے کام کی جستجو کرتے ہین۔ جیسے دولت جتنی بڑھتی ہے اُس کے ساتھ اُس کی طمع بھی بڑھتی ہے ایسے علم کی خواہش اتنی ہی بڑھتی ہے جتنی اُس کی افزائش ہوتی ہے۔

(۱۲) علم کی تعلیم مین اپنے سر کو قبر بنانا نہین چاہتا بلکہ خزانہ علم کا بنانا چاہتا ہون۔ مین علم کا ٹھیکہ لے کے خود ہی فائدہ حاصل کرنا نہین چاہتا ہون۔ بلکہ اورون کو اُس سے فایدہ پہونچانا مین اپنے لئے مطالعہ نہین کرتا۔ بلکہ اُن کے لئے جو مطالعہ نہین کرتے۔ مین اُن لوگون سے حسد نہین کرتا جو مجھ سے علم زیادہ جانتے ہین بلکہ اُن پر رحم کرتا ہون جو مجھ سے علم کم رکھتے ہین۔ مین علم اس لئے نہین سکھاتا کہ میری مشق اُس مین بڑھے اور علم سے میرا دل ودماغ زندہ ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ اورون کے دماغون مین وہ بسے اور پھیلے مین اپنی کوششون مین اس سے بڑا آزردہ دل ہوتا ہون کہ میرا علم میرے ساتھ دفن ہوجائے گا۔ میرے معزز عزیزون کو اُس مین سے کچھ ورثہ نہین ملے گا۔

(۱۳) علم کا مآل۔ ظاہر ہے کہ جو علم اس دنیا مین کوئی حاصل کرتا ہے۔ وہ اُس کی زندگی کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے۔ (عقبیٰ کے خیالات کو جانے دو) اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دنیا مین اس کا مآل

کیا ہے سو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے تئین اور اورون کے تئین نفع پہونچائین ۔ لیکن اگر اس علم کی تحصیل مین اپنی صحت کو کھو بیٹھین تو جو علم ایسی محنت سے حاصل ہوا ہے بے فایدہ ہو جاے گا اگر ہم اپنے جسم کو مشقت شاقہ اس لئے دین کہ ہزارون کے لئے زیادہ کام کے ہو جائین تو حقیقت مین اُن قابلیتون اور استعدادون سے اپنے تئین محروم کرتے ہین جو خدا نے ہم کو اورون کے فایدہ پہونچانے کے لئے دی تھین ۔ ذہانت خداداد کو زیادہ علم کے تحصیل کرنے کی محنت سے ضعیف کرتے ہین اور طاقت ور نہین کرتے جس کے سبب سے ہم خدا کی خدمات مین بھی قاصر رہتے ہین ۔ اگر متوسط علم حاصل کرتے تو زیادہ فایدہ پہونچاتے ۔ جو شخص اپنے آقا کے جہاز کو سونا چاندی اور بیش قیمت جواہر بھر کر ایسا وزنی کرتا ہے جس سے وہ ڈوب جائے تو وہ شخص اپنے آقا کا قصور کرتا ہے ۔ اسی طرح اگر ہم دماغ پر علم کا بوجھ ڈال کر خراب خستہ کرتے ہین تو خطا کرتے ہین ۔ (باقی آیندہ)

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

غزل جناب منشی سید محمود حسن صاحب عشقی دراستوی

دو چار گھڑی اور نہ آئے وہ اگر آج
گھر بیٹھے مری موت کی سن لینگے خبر آج

مرتا ہون مگر دیکھ تو لون ایک نظر آج
ہوتے ہوے جاتا ہے گھر غیر کے گھر آج

کہہ جاتا ہے کیا دل سے اِدھر جائیے اُدھر آج
کس کام کو اٹھا ہے مرا درد جگر آج

اٹھتی نہین کیون آپ کی شرمیلی نظر آج
سچ کہدو کہ ہوتے ہوے آئے ہو کدھر آج

اے بنت عنب تو نے وہ احسان کئے ہین
قدمون سے ملے جاتے ہین میخوارون کے سر آج

سازش نکرین تیر نظر سے ترے ابرو
ہم آپ سنبھالے ہوے بیٹھے ہین جگر آج

چھپ چھپ کے کسے دیکھ رہی ہین یہ نگاہین
کس تاک مین ہے آپ کی دزدیدہ نظر آج

خالق اُسے بد بین کی نگاہون سے بچائے
اُس شوخ پہ پڑتی ہے زمانہ کی نظر آج

کانون سے سنا ہے کہ حسین تھامے کی عنان
ہم دیکھتے ہین تجھ کو اے رشک قمر آج

بیکار ہین جب ہجر مین عشقی یہ دعائین
ٹکراتا ہے کیون باب اجابت سے اثر آج

ہندوستان کا افلاس

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند ✦ سعدی از دستِ خویشتن فریاد

ایک بہت پرانا اور مشہور قصہ ہے کہ کسی جگہہ ایک درخت کے نیچے دو احدی (جنکی کاہلی ضرب المثل ہے) آرام فرما رہے تھے - ایک سوار قریب سے گذرا اُن احدیون مین سے ایک نے اس سوار کو آواز دیکر روکا وہ سمجھا شاید کوئی ضرورت ہوگی رک گیا اور پوچھنے لگا بھائی کیا کام ہے جلد کہو مین ضروری کام کو جا رہا ہون - احدی نے نہایت متانت سے کہا کہ حضرت ذرا گھوڑے سے اتر کر میری بات سن لیجیے پھر چلے جائیے گا - سوار گھوڑے سے اُترا اور قریب آکر پوچھنے لگا کہ کیا کام ہے - احدی صاحب کیا فرماتے ہین کہ میرے سینے پر ایک جامن گرا ہوا بہت دیر سے پڑا ہے مہربانی فرماکر اُسے میرے مُنہ مین ڈال دیجیے بس یہی کام ہے - جب سوار کو یہہ معلوم ہوا کہ اِس کمبخت کاہل الوجود نے محض اتنے سے کام کے لیے جس کے واسطے اِس کو صرف ہاتھ ہی ہلانا پڑتا مجکو گھوڑے سے اُتروایا اور مفت مین میرا راستہ کھوٹا کیا تب تو مارے غصے کے اُسے تاب نہ رہی اور اُس نے گھوڑے کے چابک سے جو اُس کے ہاتھ مین تھا احدی کی خبر لینی شروع کردی - اب دوسرے احدی صاحب جو قریب ہی لیٹے ہوے تھے کیا ارشاد فرماتے ہین " ہان ہان اِس مردود کو خوب ٹھونکیے یہہ بڑا کاہل الوجود ہے کل دو گھنٹے تک برابر کتا میرا مُنہ چاٹتا رہا مین نے کتنی منتین کین مگر اِس نالایق نے کتے کو نہ ہٹایا " سوار اِن لوگون کی حماقت پر بہت ہنسا اور اِن کا مرض لا علاج سمجھکر مارنا پیٹنا بے سود سمجھا اور اپنی راہ لی -

ہم کہتے ہین کیا ہم اہل ہندوستان بہت سی باتون مین انہین احدیون سے مشابہ نہین ہین ؟ کیا بہت سی ایسی باتون مین جو ہماری تھوڑی کوشش سے ہمارے لئے مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہین ہم خواہ مخواہ گورنمنٹ کی مداخلت کے خواستگار نہین ہین اور کیا ہم اپنی تمام ذلتون اور مصیبتون کا منبع گورنمنٹ ہی کو تصور نہین کرتے ؟ ہم مین ایسے بہت سے لوگ موجود ہین

جو اس قسم کی لاطائل منطق کو استعمال کرتے ہوئے بھی شرمندہ نہین ہوتے کہ قحط اور طاعون گورنمنٹ کی بدعملیون کے نتایج ہین۔ جن کے دماغ مین ایسے خیالات موجود ہون اُن سے کیا بعید ہے کہ ہندوستان کی تجارت کے تنزل اور صنعت وحرفت کے نیست ونابود کرنے کا الزام بھی گورنمنٹ پر رکھین۔ غرضکہ حد اعتدال سے قدم بڑھ چلنے والے اور سوئی کا پھاوڑا بنانے والے مختار ہین جو چاہین کہین سُنین یہہ شخصی سلطنت کا زمانہ تو ہی نہین کہ گردن ملے جانے کا اندیشہ ہو یہہ آزادی کا زمانہ ہے اور ہر شخص کو اپنی زبان پر ایک حد تک اختیار دیدیا گیا ہے لیکن بعض وقت نہایت معتدل اور سنجیدہ مزاج لوگ بھی ہندوستان کی تجارت اور صنعت وحرفت کا روبہ تنزل ہونا تسلیم کرتے ہین اور ہندوستان کے افلاس کو اس تنزل کا نتیجہ سمجھتے ہین۔

یہہ مضمون آج کل بڑے بڑے جادو نگار اور سحر طراز رہنمایان قوم کے قلم سے نئے نئے لباس مین صفحہ قرطاس پر جلوہ گر ہو چکا ہے اور روزمرہ ہوتا رہتا ہے۔ یہہ دعوی حماقت مین داخل ہوگا کہ آج ہم اس سوال کے متعلق کوئی جدید معلومات پبلک کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہو کر آئے ہین۔ ہم جو کچھ کہین گے وہ ایسی ہی باتین ہون گی جو اس سوال کی تائید یا تردید مین اکثر معرض تحریر و تقریر مین آچکی ہین تاہم یہہ اندیشہ ہمکو ضرور ہے کہ ہمارے بہت سے بھائی سخت غلطی مین پڑ کر وقت اور موقعہ کو ضایع کر رہے ہین اور جبکہ انھین تمام قومون کے مقابلے مین دوڑ لگانے کے لئے تیار رہنا چاہئے وہ فضول زرق زرق وبق بق مین اپنی قوتون کو صرف کر رہے ہین جس کا یہہ نتیجہ ہے کہ وہ قومین جو ہم سے پیچھے تھین ہماری غفلت سے فایدہ اُٹھا کر آگے بڑھتی جاتی ہین اور جو آگے تھین وہ پیچھے مُڑ مُڑ کر ہماری رفتار کو دیکھتی ہین اور مسکراتی ہین۔

اس دعوے کے ثبوت مین کہ ہندوستان کا افلاس روز بروز ترقی پر ہے بہت کچھ طبع آزمائی کرنے کے بعد جب ہمارے رہنمایان قوم نے اسباب کی طرف توجہ کی تو اُن کو بجز حکمرانون کے تجاہل یا تغافل کے اور کوئی سبب نظر نہ آیا لیکن ہم پوچھتے ہین کیا یہہ کم حیرت انگیز بات ہے کہ وہی شخصی سلطنت کی محکوم رعایا جس کی جان ومال کا اصلی وحقیقی مالک آسمان پر خدا تعالے

اور زمین پر بادشاہ ہو (جس کو دوسرے لفظون مین ظل اللہ یعنی خدا کا سایہ کہتے ہین) ایک ایسی سلطنت کے زیر حکومت ہو کر جس کے عہد معدلت مین آزادی تجارت اور آزادی خیالات کی زبردست نعمتین اُس کو بے مانگے میسر ہو گئی ہین یک بیک اعلیٰ مدارج ترقی کی طرف صعود کرتے کرتے رک گئی ہو؟ ہم تو ایک لمحے کے لئے اس عجیب استدلال پر وثوق نہین ظاہر کر سکتے۔ لیکن چونکہ اس مسئلے کے متعلق بدیہی شہادتین ہم پہونچانا ایسا دشوار کام ہے جس پر وہ لوگ بھی قادر نہین ہو سکے جن کو اس ملک کے تمام سیاسی اور تمدنی امور کے متعلق اعداد و رقوم و دیگر ضروری کاغذات پر دسترس ہے لہذا ہم کو اپنے رہنمایان قوم کے اس دعوے کے مقابلے مین جنگ کرنے مین پوری کامیابی کا کوئی ذریعہ سردست میسر نہین کہ ہندوستان کا افلاس ترقی پر ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لئے گورنمنٹ سے استدعا کرنے کے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہین۔ کوئی تو یہ کہتا ہے بیرونی اسباب پر محصول درآمد بڑھا دیا جاے تاکہ دیسی اسباب کے مقابلے مین اُس کے نرخ کا پرتہ اونچا پڑے اور دیسی صنعت کو ترقی کرنے کا موقعہ ملے۔ کوئی کہتا ہے کہ اعلےٰ عہدون پر انگریزون کے مقرر ہو کر آنے کی کیا ضرورت ہے ہندوستانی جو کم تنخواہ پر مل جاتے ہین مقرر کئے جائین اور جس قدر روپیہ "ہوم چارجز" کی مد مین انگلستان کو جاتا ہے یہ سب کا سب بچا لیا جاے۔ یہ تو پرانے سبق تھے جو کم و بیش جوش و خروش کے ساتھ معرض بحث مین آچکے ہین اب چند روز سے بنگال مین سودیشی تحریک اور بائی کاٹ نے وہ زور باندھا ہے کہ "جان بل" بھی اس بکر کو دیکھ دیکھ کر بعض وقت کسی قدر کان کھڑے کر لیتے ہین۔

ہم تسلیم کئے لیتے ہین کہ یہ سب تجاویز مفید اور کار آمد ہین ہمارا اس وقت یہ مقصد نہین کہ ان تمام مختلف مسائل پر بحث کرین۔ اس چھوٹے سے مضمون مین اتنی گنجایش کہان۔ مگر ان تمام مباحث کے متعلق ہم اجازت چاہتے ہین کہ صرف دو سوال قایم کر کے اُن کے جوابات تحریر کرین وہ سوال یہ ہین۔

۱۔ کیا ہماری تمام مصیبتین صرف گورنمنٹ کے افعال سے تعلق رکھتی ہین اور کیا ان مین

زیادہ حصہ ایسا نہیں ہے جس کا علاج ہمارے ہی ہاتھوں میں ہے ؟

۲- کیا اس حالت میں ہمکو لازم ہے کہ گورنمنٹ کے تغافل کا حیلہ پکڑ کر اپنی ترقی کی تمام کوششوں کو ملتوی کر دین ؟

ان سوالات کے جواب مین ہم ذیل کے چند سطور پیش کرتے ہین -

ہندوستان ایک ایشیائی ملک ہے جہان مدتوں شخصی سلطنت کا دور دورہ رہچکا ہے اور عام رعایا کا امور سیاست و انتظام مملکت مین دخیل ہونا ایک ایسا خواب تھا جس کے دیکھنے کی شاید کسی کو تمنا بھی نہ تھی اس حالت کا موجودہ یورپ و امریکا کی حالت سے مقابلہ کیجئے - وہان کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جو رعایا کی آزادی کو گورنمنٹ کے ہاتھ مین رہن کرنا چاہتے ہین - ع - ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - یہ لوگ چاہتے ہین کہ تمام تجارتی کارخانے جملہ میونسپل معاملات اور حفظان صحت اور تعلیم کے کل انتظامات گورنمنٹ کے ہاتھ مین ہو جائین تو بہتر ہے - یہ لوگ سوشلسٹ کہلاتے ہین - ہم سے پوچھیے تو ایسے لوگون کو ری ایکشنسٹ (یعنی ترقی معکوس کرنے والے) کہنا چاہئیے - اس فریق مین زیادہ تر وہ لوگ شامل ہین جو فیکٹریون اور کارخانون مین محنت مزدوری کرتے ہین وہ صلۂ محنت کے معاملے مین اپنے مالکون کے سخت شاکی ہین اور اُن کو امید ہو کہ اگر گورنمنٹ مالکون کو بیدخل کر کے کارخانون کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لے تو اُن کی حالت بہ نسبت موجودہ حالت کے بہتر ہو جائے گی - ان مین ایسے لوگ بھی ہین جن کا یہ قول ہے کہ اگر اس تحریک مین ناکامی ہوئی تو ہم لوگ کارخانون مین کام کرنا ترک کر دین گے اور اپنے اپنے طور پر جدا جدا محنت کر کے ذاتی طور پر نفع یا نقصان اُٹھائین گے - فرض کیجیے کہ گورنمنٹ اس بیجا مداخلت کو نامنظور کرے اور وہ لوگ جو حد اعتدال سے تجاوز مین اپنے قول پر عمل کرین اور "اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ" کے مصداق بنین (جیسا اس وقت ہندوستان کے صناعون کا شیوہ ہے) تو کیا نتیجہ ہوگا ؟ - کیا ہر ایک کاریگر فرداً فرداً اپنی اشیا کی تکمیل اور ساخت کے لئے اس قدر گران بہا انجن اور قیمتی مشینین مہیا کر سکتا ہے جو کارخانون مین موجود ہین اور کیا وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے چھوٹی بڑی چیزون کے

تمام چیزوں کو اُسی صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ تیار کر سکتا ہے جیسے کارخانوں میں انجنوں
اور مشینوں کے ذریعہ سے تیار ہوتے ہیں جہان ہر پرزے کا بنانے والا ایک علیحدہ شخص ہے جس کا
تمام عمر کا کام اُسے ایک خاص پرزے کی ساخت اور تکمیل میں بیحد مہارت اور مشق کا موقع دیتا ہے!
اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہاتھ کے ذریعہ سے اُس قدر تعداد اور مقدار اشیا کی مہیا
کر سکتا ہے جو کارخانوں میں انجنوں اور مشینوں کے ذریعہ سے ممکن ہے ؟ - غرضکہ یہ امر بالکل
ناممکن ہے کہ اس طرح فرداً فرداً کام کرنے والے اپنی بنائی ہوئی چیز کو کیا بلحاظ صفائی اور خوبصورتی
کے اور کیا بلحاظ کثرت تعداد اشیاء تیار شدہ کے کارخانوں کی بنی ہوئی چیزوں کے مقابلہ میں رکھکر
کامیاب ہو سکیں - مانا اگر ہٹ کر کاریگر نے کوئی چیز تیار بھی کی تو جب وہ حساب لگاتا ہے تو یہ نسبت
کارخانے کی تیار شدہ اشیاء کے لاگت چوگنی آتی ہے اِن وجوہات سے کارخانے کی چیز زیادہ ارزان
اور زیادہ خوبصورت اور مکمل اور پایدار ہوتی ہے اور خواہ مخواہ اُسی کو خریدنا سب لوگ
پسند کرتے ہیں اور کاریگر بیچارہ اپنا سا مُنہ لیکر بازار سے واپس چلا آتا ہے - یہ تو اُس ملک کے
کاریگروں کی حالت کا نظارہ ہے جہان کا ہر ایک مزدور اور کاریگر اپنی صنعت کے متعلق کچھ نہ
کچھ علمی مہارت رکھتا ہے اور سائنٹفک طریقے سے اُسے انجام دیتا ہے ولے برحال ہمارے جن کی
صنعت و حرفت تمام و کمال انھین لوگون کے ہاتھ مین ہے جو اُس کے متعلق کچھ بھی واقفیت
نہین رکھتے بجز اُس کے جو اُن کے باپ دادا سے سینہ بہ سینہ اُن کو تعلیم ہوتی چلی آتی ہے
اور جس پر ہزاروں برس گذر گئے ایک انچ بھر بھی ترقی نہین ہوئی - ہم کہتے ہین کہ یہ کیا
کچھ کم تعجب کی بات ہے کہ ایسی قوم صرف گورنمنٹ کی توہین اور تذلیل سے ترقی اور رفاہ کی
امید رکھے اور اپنے ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی مین عملی کوشش نہ کرے ؟ - کیا ہمکو
کوئی شکایت کا موقعہ ہوگا اگر غیر قومین ہماری اس بیہودہ گوئی اور فضول حرکت پر خندہ زنی
کرین اور ہمارا تمسخر اڑائین ؟ ہم اپنی گذشتہ عظمت کو روتے پھرتے ہین اور جو کچھ موجود ہے
اُس کے بچانے اور قایم رکھنے کی کوشش نہین کرتے -

سودیشی تحریک ! سبحان اللہ کیا کہنا۔ مگر فرا یہہ ہے کہ ہمارے اور سب کاموں کی طرح یہہ بھی کُدھنگی ہے۔ ہمکو لازم تھا کہ اِس جوش و خروش سے کچھ مستقل فایدہ اُٹھاتے۔ ہم آرگنائزیشن آف لیبر[۵] کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے اور اُس کے فوائد سے عوام الناس کو آگاہ کرکے قوم میں آگے قدم بڑھانے کی صلاحیت پیدا کرتے۔ ہم مالداروں کو آگاہ کرتے کہ دولت کا صحیح استعمال رکھ چھوڑنا نہیں ہے بلکہ اُسے کام میں لگانا ہے۔ ہم ملک میں فیکٹریاں اور کارخانے کھولتے تعلیم یافتہ لوگوں کو آمادہ کرتے کہ ملازمت کی ہوس چھوڑیں اور صنعت و حرفت کی تعلیم یورپ اور امریکہ سے حاصل کرکے اُن کارخانوں کے انجنیر بنیں۔ ہم اپنے ملک کے جاہل کاریگروں کو (جن کی تعلیم کے دن نکل گئے ہیں) فیکٹریوں میں کام پر لگاتے اور اُن کے بچوں کو (جن کی تعلیم کے دن ہیں) صنعت و حرفت کے متعلق علوم و فنون کی تعلیم بھی دیتے اور فیکٹریوں میں اُنھیں کام پر لگاکر اُس علم کو عملی صورت میں لانا بھی سکھاتے اور اِس طرح اُن کو بھی فاقہ کشی سے بچا لیتے اور اپنے لئے بھی ایک گروہ واقفکار کاریگروں کا تیار کر لیتے یہہ باتیں کرنے کی ہیں اگر فی الواقع ترقی صنعت کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے ورنہ یوں تو ہر شخص ہائے قوم والے قوم کا شور مچاکر اپنی چند روزہ شہرت و نام آوری کا اچھا خاصہ ذریعہ ڈھونڈھ لیتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اِس قدر کام کی باتیں چھوڑکر کیوں خواہ مخواہ چلتی گاڑی میں روڑا لگایا گیا اور سودیشی تحریک کو ایک پولیٹیکل مسئلہ اور تقسیم بنگال کو اُس کا جزو لاینفک بناکر حکام کی برانگیختگی کی کوشش کی گئی جس سے قومی توجہ اصلی کام کی

---

[۵] (Organisation of labour) آرگنائزیشن آف لیبر یعنی کام کو اس طور پر کاریگروں میں تقسیم کرنا کہ جو کاریگر جیسی قابلیت رکھتا ہو اُس کو اُسی کے موافق کام انجام دینا پڑے۔ فرض کیجئے کہ ہم ایک پانچ روپیہ یومیہ کے کاریگر کو دھونکنی چلانے کے کام پر مامور کریں جو دو آنہ یومیہ کے مزدور کا کام ہے تو گویا ہم انتظام کے اصول کے خلاف کام کرینگے۔ یہہ علم سیاست تمدن کا اصطلاحی فقرہ ہے اس کا ترجمہ ہو سکتا ہے "انتظام بنظر بہترین انصرام" مولف

باتون سے اس قدر ہٹ گئی کہ حاکم و محکوم کے باہمی جھگڑے تو نہایت زور شور کے ساتھ معرض بحث مین آگئے اور مفید کام سارے پڑے رہ گئے وہی مثل ہوئی کہ "گرگہ چھوڑ تماشے جاے + ناحق چوٹ جولاہے کھاے"۔

ہندوستان کے غربت اور افلاس کے اسباب کی تلاش مین کیون اس قدر خاک اڑائی جاتی ہے بس یہی کیون نہ سمجھ لیجیے کہ جس ملک مین تمام صنعت و حرفت کے کام محض جاہل اور کندۂ ناتراش اور مفلس اور قلاش لوگون کے ہاتھ مین ہو وہ ملک ترقی اور دولت مین اُن ممالک کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے جن کی صنعت و حرفت اُن لوگون کے ہاتھ مین ہے جو کامل طور پر تعلیم یافتہ اور مکمل طور پر ماہر فن ہین۔ جو دنیا کی ضرورتون کو پہچانتے ہین اور جو ملکون کی حاجتون سے خبردار ہین اگر کبھی ہماری زندگی مین ایسا موقعہ آگیا کہ ہندوستان اپنی صنعت و حرفت کو ماہران فن کے ہاتھ مین دینے مین کامیاب ہوگیا تو ہم دکھا دین گے کہ ایک یہ "ہوم چارجز" کیا ایسے ایسے سَو "ہوم چارجز" بھی اُس کی ثروت کو نہ مٹا سکین گے۔ لیکن اگر اسی طرح فضولیات مین وقت ضایع ہوتا رہا تو ایک اس "ہوم چارجز" کی معافی ہندوستان کو ہرگز دولتمند نہین بنا سکتی۔ اگر یقین نہ آئے تو ہوم چارجز کی رقم کو ہندوستان کی آبادی پر تقسیم کر کے دیکھ لیجیے کہ فی کس مین کیا اضافہ ہوتا ہے اور آیا یہ اضافہ ایسا ہے جو ہندوستان کو دیگر دولتمند ممالک کی صف مین لا کھڑا کرے۔ اس زبردست براعظم کی کل آبادی تیس کروڑ ہے اور ہوم چارجز کی رقم تقریباً پچیس کروڑ روپیہ سالانہ ہوتی ہے اس کا پڑتہ فی کس ایک روپیہ سے بھی کم ہوتا ہے اگر ہوم چارجز کی رقم سالانہ آمدنی فی کس مین شامل بھی ہو جائے تب بھی کچھ بہت بڑا اثر تمول مین نہین پڑ سکتا لیکن جو فوائد انگلستان کے تعلقات سے حاصل ہوتے ہین وہ اس سے دس گنے تمول کے عوض مین بھی ارزان ہین اور ان فوائد کی تفصیل ہر روشن خیال ہندوستانی کو معلوم ہے۔

ناظرین گھبرا تو ضرور گئے ہون گے مگر یقین ہے کہ دو کلمے کی اور اجازت دین گے۔ ایک مرتبہ ریل کے سفر مین مجھے ایک سودیشی لکچرار سے ملنے کا اتفاق ہوا اور بدقسمتی سے مین ولایتی سانت کے

کپڑے پہنے ہوے تھا لکچرار نے مجھے اس پر بہت کچھ لعنت ملامت کی اور کہا کہ تم اپنی قوم کے سخت نالایق ممبر ہو کہ اپنے دیس کی اشیا کا استعمال نہین کرتے بحث نہایت طویل تھی یہان تک کہ مین اکتا گیا اور کام مجھے پہلے ہی سے تھا اب درد سر بھی ہونے لگا جب وہ ختم کر چکا تو مین نے متانت سے اُسے صرف یہ جواب دیدیا کہ "آپ کا فرمانا سب کچھ بجا مگر یہ تو فرمایئے کہ وہ شخص کیا کرے جو اس قدر روپیہ والا نہ ہو کہ عمدہ دیسی کپڑے کے گرانی نرخ کی طرف سے مستغنی نہ ہوا اور اس قدر ملکوتی صفات نہ ہو کہ اپنے نفس کو موٹے جھوٹے کپڑے پر راضی کر سکے" میرا یہ سوال گو اس لحاظ سے کسی قدر عجیب معلوم ہوتا ہو کہ انسان اگر جی پر رکھ لے تو کیا وہ اس بات پر قادر نہین ہو سکتا کہ موٹے جھوٹے کپڑے پہنکر گذارے لیکن دنیا کے معاملات واقعیت کے تابع ہین نہ کہ توہمات اور فوری جذبات کے۔ یہ وہ ناموس علم سیاست تمدن ہے جس کی رو سے ایک ملک کی تجارت سرسبز اور دوسرے ملک کی تجارت پامال ہوا کرتی ہے۔ دل سے اپیل کرنا اور مصنوعی جذبات کو تحریک اور اشتعال دینا تمدنی سیاست کے امور مین کبھی مستقل فوائد نہین بخشتا ہے۔ اس کے اور موقعے ہین۔ تمدنی سیاست مین انسانی فطرت اس ایک سیدھے سادے مسئلے پر عمل کرتی ہے کہ بازار مین جو شے سب سے عمدہ اور ارزان دستیاب ہو سکے وہی خریدنی چاہیے۔ اس کے خلاف عمل کرانے کی کوشش کرنا گویا کشتی کو دریا کے بہاؤ کی مخالف سمت لیجانا ہے جس کے لئے خارجی جد وجہد درکار ہے لہذا اس کے نتایج بھی خارجی اور اعتباری ہین نہ کہ مستقل اور فطرتی اور پھر ایسے براعظم مین جیسا کہ ہندوستان ہے جہان ہزارون فرقے اور قومین ایک دوسرے کی مخالفت اور مدافعت کے لئے ہر وقت تیار ہین۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُن مین سے کون غلطی پر ہے اور کون راستی پر بہر صورت کوششون مین رخنے اور مساعی مین خلل پڑنا ایک مسلم بات ہے۔

لہذا ہم اپنے ملکی اور قومی رہنماؤن کی خدمت مین بادب درخواست کرتے ہین کہ ایسی صورت پیدا کرین جس سے یہ تمام فوائد مستقل طور پر حاصل ہو جائین اور اس کی بظاہر کوئی اور صورت نہین معلوم ہوتی بجز اس کے کہ صنعتی کارخانون کے افتتاح مین کوشش کی جاے۔ قومی صنعت ماہران فن کے ہاتھ مین دی جاے قوم کے دولتمند افراد کو ترغیب دی جاے کہ وہ اپنی دولت فیکٹریون کے

کمو لینے اور چلانے مین صرف کرین اور بالاشتراک کام کو چلائین تاکہ عظیم الشان اسکیل پر کام ہو سکے کیونکہ جس قدر کارخانہ بڑا ہوگا اُسی قدر سامان اور عمدہ مال تیار ہوگا اور جس قدر شرکا کی تعداد زیادہ ہوگی اُسی قدر نقصان کا اثر بھی تقسیم ہو جائے گا اور ضروری رقم کی فراہمی بھی آسان ہوگی ۱ سب سے زیادہ جس تعلیم کی ضرورت ہے کہ ان تمام معاملات مین کامل ایمانداری کے ساتھ عمل درآمد کیا جائے - یہہ مشترکہ کاروبار کا ایک نہایت اہم اور ضروری جزو ہے - اس عادت کا پیدا ہونا بہت کچھ اس امر کے علم و یقین پر منحصر ہے کہ مشترکہ کاروبار مین ایمانداری بہ نسبت بے ایمانی کے زیادہ صریح مالی نفع بخشتی ہے اور یہہ یقین ذاتی تجربہ سے زیادہ کسی بات سے حاصل نہین ہو سکتا یعنی جب ہم اپنی آنکھون سے دیکھ لین گے کہ ایمانداری نے کہان تک ہمارا اعتبار بڑھایا اور اعتبار نے کہان تک ہمارے کاروبار کو ترقی دیکر ہمکو مالی نفع کا مستحق بنایا تو ہم قدرتاً یہہ یقین کر لین گے کہ بے ایمانی اور خیانت کی جواب دہی صرف عالم آخرت پر ملتوی نہین رکھی گئی ہے بلکہ نوامیس منفعت دنیاوی کے بھی خلاف ہے - فی الواقع یہہ یقین کاروبار کے ذاتی تجربہ سے بے حد وابستہ ہے لیکن تحصیل علوم سے جو بصیرت حاصل ہوتی ہے اور جو انجام بینی کی قوت پیدا ہوتی ہے اُسکو بھی بہت کچھ ان خیالات کے استحکام مین دخل ہے حقیقت مین علم و حکمت وہ شے ہے جو علاوہ ظاہری اور محسوس ہونے والے فوائد کے انسان کے تمام کامون پر اثر ڈالنے اور رنگ دینے مین وہی کام کرتی ہے جو آفتاب کی روشنی اور حرارت زمین کی کل اشیا پر کرتی ہے - اس مبحث پر آیندہ ہم کچھ لکھین گے انشاء اللہ تعالےٰ -

---

عبد الستار خان
رئیس بچھرانو ضلع رائے بریلی

ہمتِ مردانہ

از منشی محمد صدیق صاحب کوفر امین نہر گنگ ضلع بلند شہر

آ ہمتِ مردانہ کہ دل مین تری جا ہے
تو ہو مری دمساز تو پروا ہی کیا ہے
مت آنکھ چرا مجھ سے یہی شرطِ وفا ہے
سایہ ترے شہپر کا بہ از بالِ ہما ہے

تو فضلِ الٰہی کی نشانی ہے جہان مین
واللہ کہ جیرہ چلے ہے ترا کون و مکان مین

احباب اٹھو ہمتِ مردانہ وہ آئی
اب پھینک دو کجکول گدایانہ وہ آئی
ہمراہ لئے شوکتِ شاہانہ وہ آئی
کس ٹھاٹھ سے آتی ہے عروسانہ وہ آئی

مردون سے تو ملنے مین اسے عار نہین ہے
نامرد سے البتہ سروکار نہین ہے

ہم مردِ توانا ہین کوئی حیز نہین ہین
آزاد ہین پابستۂ دہلیز نہین ہین
دنیا مین کوئی چیز ہین ناچیز نہین ہین
سِل بٹے سے پس جائین وہ کشنیز نہین ہین

کیون بحرِ حمیت نہ بھلا جوش مین آئے
جب ہمتِ مردانہ خود آغوش مین آئے

اب کام جو کرنا ہے وہ مردانہ کرین گے
محنت سے علاجِ دلِ دیوانہ کرین گے
ہر حال مین برتاؤ شجاعانہ کرین گے
رنج و غم و اندوہ کی پروا نہ کرین گے

رہتا نہین اندوہ جہان حسنِ عمل ہے
مردون کی بلا دور یہ مشہور مثل ہے

ہم مرد ہین غیرون کا سہارا نہین لیتے
جو شیر ہین صیاد کا مارا نہین لیتے
پیراک ہین دریا کا کنارا نہین لیتے
ہو آہوے صحرا کہ چکارا نہین لیتے

لالچ کی نگاہون سے نظر تک نہین کرتے
ہان راہِ خیانت سے گذر تک نہین کرتے

ہین مرد جو محنت سے کبھی جی نہ چرائین
بیکار نہ بیٹھین کہین بیکار نہ جائین
اوقات معین پہ ہر اک کام کو آئین
ہمت یہہ ہے دوسرون کا ہاتھ بٹائین

مفلس ہین تو کچھ غم نہین ہمت تو ہے عالی
بلّور سے بہتر ہے انھین جام سفالی

ہے نانِ جوین اُن کو مزعفر سے زیادہ
کمل ہے انھین خلعتِ پرزر سے زیادہ
ٹوپی ہے انھین تاجِ سکندر سے زیادہ
ہے وسعتِ خانہ انھین کشور سے زیادہ

ہے دولتِ جاوید پسینے کی کمائی
آئینہ خجل ہو یہہ ہے سینے کی صفائی

وہ دولتِ قارون کے لئے جھوٹ نہ بولین
عشقِ لبِ مہ گون کے لئے جھوٹ نہ بولین
اور ملکِ فریدون کے لئے جھوٹ نہ بولین
یادِ قدِ موزون کے لئے جھوٹ نہ بولین

اندوختۂ غیر کو چھونے سے غرض کیا
مردون کے لئے خواہشِ بیجا کا مرض کیا

اک دانہ جو ہاتھ آئے تو وہ بانٹ کے کھائین
محسن ہون پہ احسان کسی پر نہ جتائین
افسردہ لئیمون کی طرح منہ نہ بنائین
لیتے رہین دن رات ضعیفون کی دعائین

کیا ہے انھین ٹوٹے جو کوئی زر کی برابر
وہ زر کو سمجھتے نہین پتھر کی برابر

جو مرد ہین رشوت نہین لیتے نہین دیتے
مسکین کی نکبت نہین لیتے نہین دیتے
یہہ گوہرِ دیانت نہین لیتے نہین دیتے
انصاف کی قیمت نہین لیتے نہین دیتے

رہتے ہیں ہر اک حال میں انصاف کے پابند
آئینہ کی صورت ہیں دل صاف کے پابند

بیکار رہ دن زیست کے دنیا میں گذارے
یا بیٹھ گیا ہو یم ہستی کے کنارے

محتاج جو ہو جائے کسی درد کے مارے
کچھ کر نہ سکے قوت بازو کے سہارے

مردان اولوالعزم نہیں بیٹھتے بیکار
اوروں کے بھروسے پہ نہیں رہتے زنہار

کیا ناز ہے ہم خود تو نہ کچھ ہاتھ ہلائیں
واللہ کہ غیرت کو اگر کام میں لائیں

اوروں کی مشقت سے جو پیدا ہو وہ کھائیں
مر جائیں مگر غیر کا احسان نہ اٹھائیں

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

کاہل نہیں طامع نہیں نامرد نہیں ہم
دیں اور کو تکلیف وہ بیدرد نہیں ہم

بیکار پڑے کیوں رہیں دل سرد نہیں ہم
ہیں مرد جفاکش کوئی شبگرد نہیں ہم

محنت میں جو پابندیٔ اوقات کریں گے
کیوں پست ہم اپنے خیالات کریں گے

پابندیٔ ناموس ہے کام اہل حیا کا
لغزش نہیں کرتا قدم ارباب صفا کا

نگرانیٔ افعال ہے شیوہ عقلا کا
انداز پسندیدہ ہے مردان خدا کا

ہر صورت خوش دیکھ کے کرتے نہیں آہیں
قبضے میں وہ دل رکھتے ہیں قابو میں نگاہیں

ہر شکل پہ دلدادہ و شیدا نہیں ہوتے
در در صفت نقش کف پا نہیں ہوتے

ہر شوخ سے سرگرم تمنا نہیں ہوتے
ہر جائی نہیں بنتے ہیں رسوا نہیں ہوتے

قبضے میں نہ جب دل ہو تو مردانگی کیا ہے
اتنی بھی نہ ہو عقل تو فرزانگی کیا ہے

مردان خدا آؤ کریں عہد بہم ہم
بیکار نہ ہوتے پھریں ہر بزم میں خم ہم
اب کیوں رہیں وابستہ زنجیر الم ہم
کوشش کریں ہو جائیں ذو المجد و کرم ہم

جو ڈھونڈھتے ہیں دور وہ نزدیک ملے گا
دیکھیں یہ تعمق تو ہمیں ٹھیک ملے گا

شکوہ گر دل ناموس سے عشرت نکریں کیوں
خو ڈالے جنہیں بیاہ نے الفت نکریں کیوں
ہیں جن کے لئے ان سے محبت نکریں کیوں
مطلوب رضا جو ہے سعادت نکریں کیوں

مجبور پھریں کس لئے ان کمینوں سے
جادو نظروں حور وشوں گلبدنوں سے

یہ صاحب عصمت یہ وفادار یگانہ
آنکھوں میں حیا دل میں ادب طرز بتانہ
یہ زینت ایوان یہ رونق دو خانہ
بیجا نہ تکلم نہ تبسم نہ تراشہ

ہمراہ رہیں تا نفس بازپسیں یہ
ہم شاد تو یہ شاد حزیں ہم تو حزیں یہ

اے خالق اکبر مجھے توفیق عطا کر
ملنے کو مرے اپنی حضوری میں رسا کر
باندھوں میں کمر تیری رضا پر تجھے پا کر
عشرت دے مجھے خاک مذلت سے اٹھا کر

کوثر ترا مجھ سے ہی بس امداد طلب ہے
فریاد کناں در پہ ترے داد طلب ہے

اطلاع ضروری ۔ بعض اوقات بوجہ خرابی انتظام ڈاک کے رسائل خریداران کی خدمت میں نہیں پہونچتے ہم ہمیشہ ۱۰ تاریخ تک جملہ خریداران کی خدمت میں رسائل روانہ کر دیتے ہیں جن صاحب کے پاس ۲۰ تاریخ تک رسالہ نہ پہونچے وہ بذریعہ خط کے ہم سے طلب فرمالیا کریں۔

ایڈیٹر و منیجر

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی

حسن مین اہلِ زمین ہین آسمانون کی طرح
بس گئے اس آسیا مین آکے دانون کی طرح

تنگنائے دہر مین ہے گر سرِ آسودگی
چاہیے خاموش رہنا بے زبانون کی طرح

گھر بنانے کی جگہ ہرگز نہین دارِ فنا
ہے کوئی دن کی سکونت میہمانون کی طرح

رنج مین غمگین نہ ہو اور خشم مین افروختہ
چاہیے خوش باش رہنا بے زبانون کی طرح

دشمنون سے دوستداری کی اگر ہے چشمداشت
غیر سے برتاو رکھ اپنے یگانون کی طرح

ہے جوانی کے لیے درکار پیری کا سبھاؤ
وقت پیری مین بسر کر نوجوانون کی طرح

شمع سان گریان رہے سوزان رہے پروانہ وار
عمر بھر ہم نے بسر کی تفتہ جانون کی طرح

زندہ جاوید رہنا چاہیے گر اے خودپرست
زندگی مین بے نشان ہو بے نشانون کی طرح

بیخودی مین کچھ سرِ دنیا و مافیہا نہین
رہتے ہین آزاد غم سے بے زبانون کی طرح

کچھ وہی اچھے رہے ہین ہوتے ہین جو صم و بکم
بند کر بیٹھے ہین چشم ولب کو کانون کی طرح

عقل سے بہرہ ہے جن کو ہو جہان سے گوشہ گیر
وضع کے پابند رہتے ہین پرانون کی طرح

رات دن غافل بلند آوازہ ہے کوسِ رحیل
دوش پر رختِ سفر رکھ میہمانون کی طرح

فرض ہے اس کا بچانا جس قدر ہین اہلِ دل
چوکسی کرتے ہین دل کی پاسبانون کی طرح

خوش بسر کرتے ہین آزادی سے آزادہ روش
رہتے ہین ہر حال مین خوش شادمانون کی طرح

رنج و غم کا غم نہین شادی کی کچھ شادی نہین
ملتے ہین نامہربان سے مہربانون کی طرح

قدر ہو تو ہے عجب شے عالمِ دیوانگی
بیخبر نادان نہ ہن دانستہ سیانون کی طرح

ہو گئے ہین جو کہ لطفِ بیخودی سے باخبر
چھپتے پھرتے ہین جہان مین رازدانون کی طرح

ہو سکے تجھ سے تو کرلے کچھ جہان مین کارِ خیر
تا رہے نام و نشان باقی فسانون کی طرح

بلبل گلزار سے قمری ہوئی رشکِ ہمصفیر
زمزمہ گو کرتی رہی شیرین بیانون کی طرح

رہ گئے ناقہم ہین دنیا مین پرسانِ کمال
قدردانی کرتے ہین ناقدردانون کی طرح

ہے جنھین یکسان زمانے مین خوش و ناخوش ظہیر
خوش بسر کرتے ہین ہر دم شادمانون کی طرح

جولیس قیصر

نمبر ۶

جولیس قیصر تھوڑے ہی عرصے مین اول درجے کے عہدہ مجسٹریٹی یعنی عہدہ کیسٹر کے لئے منتخب ہوگیا۔ اسی زمانے مین اُس کی پیاری نوجوان بی بی کارنیلیا نے رحلت کی۔ اُسوقت رواج یہہ تھا کہ جنازے کے ساتھ آگے آگے باجہ بجتا ہوا چلتا تھا۔ عورتین ماتم کنان اور آزاد شدہ غلام اپنی وہ خاص قسم کی ٹوپیان جو علامت آزادی تصور ہوتی تھین پہنے ہوئے ہمراہ ہوتے تھے۔ جنازے کی برابر مُردہ شخص کی اور اُسکے مورثون مین سے نامور لوگون کی مورتین ہوتی تھین اور مُردے کے تمام رشتے دار مرد و عورت ماتمی لباس مین برہنہ سر شور و شیون کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اس شان سے جنازہ خاندانی مرگھٹ تک پہونچایا جاتا تھا جہان لاش کے جلانے کے لئے چِتا تیار ملتی تھی اگر جنازہ ایسے شخص کا ہوا جو زندگی مین مشہور و معروف آدمی تھا تو یہہ جماعت فورم[1] تک پہونچ کر رُک جاتی تھی اور مُردے کے اعزا و احباب مین سے کوئی شخص روسٹرم[2] پر کھڑا ہو کر مرنے والے کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔ بہ استثنا چند معمر اور ذی وقعت عورتون کے یہہ عزت جنس اناث مین سے کسی کے حصے مین کبھی نہین آئی تھی اس وجہ سے جب کارنیلیا کا تخت عاج فورم کے سامنے روکا گیا اور اُس کے شوہر نے روسٹرم پر کھڑے ہو کر اُس کی مدح مین پُراثر تقریر کی تو حاضرین کو سخت استعجاب ہوا۔ لیکن چونکہ عوام کے دلون مین

---

[1] فورم شہر روما مین ایک عمارت تقریر کرنے اور لیکچر دینے کے لئے مخصوص تھی اُسکو فورم کہتے تھے۔ مترجم

[2] روسٹرم۔ اس لفظ کے لغوی معنی منقار ہین۔ اصطلاحاً زمانہ قدیم کے جنگی جہازون کے تناب اور نوکدار حصے کو بھی بوجہ مشابہت منقار کے روسٹرم کہتے تھے اور فورم کے اندر ایک بلند جگہہ کو بھی جہان کھڑے ہو کر تقریر کرتے تھے روسٹرم کے نام سے موسوم کرتے تھے اس لئے کہ اس مقام پر اکثر مفتوحہ جنگی جہازون کے تناب اور نوکدار حصے بغرض زیبائش اور بطور یادگار فتح کے رکھے جاتے تھے۔ مترجم

خوب محظوظ کیا اور اپنی آیندہ ترقی کے ذرایع بہم پہونچا لئے۔ کیونکہ روما کی سلطنت مین بڑے بڑے عہدون کا ملنا صرف باشندگان روما کی کثرت راے پر منحصر تھا۔

اُس نے ہر دلعزیز بننے کی کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھی سرکاری عمارات کی مہتابیون کو خوبصورت بتون اور خوشنما اشیا سے خوب رونق دی اور کھیل تماشے اس قدر دھوم دھام کے ساتھ منعقد کئے کہ لوگون کے دلون کو تسخیر کر لیا۔ ایک میلے کے موقع پر اُس نے صحرائی درندون کی لڑائی اس قدر عظیم الشان پیمانے پر دکھائی کہ اس سے پیشتر کسی نے نہین دکھائی تھی اور یہہ بھی اعلان کیا کہ مین اپنے باپ کی یادگار مین گلیڈیٹرون[ف] کی ایک نہایت زبردست لڑائی دکھاؤن گا۔ اُس نے تین سو بیس گلیڈیٹرون کا بھی انتظام کر لیا اور ان سب کو نقرئی قبضون کے اسلحے سے مزین کر کے جان جھونکنے کے لئے تیار بھی کر دیا۔ حقیقت مین اس قدر کثیر تعداد گلیڈیٹرون کی اہل روما نے کبھی ایک جا مجتمع ہوتے ہوے نہین دیکھی تھی۔ یہہ لوگ باہمی جنگ مین ایک دوسرے کو قتل کر کے روما کے سنگدل تماشائیون کو محظوظ کرنے کے علاوہ وقتاً فوقتاً لوٹ مار بھی کیا کرتے تھے اس لئے اہل روما کے لئے ان کی اس قدر جماعت کثیر کا ایک جا مجتمع ہو جانا کچھ کم خوفناک اثر ڈالنے والا نہ تھا یہان تک کہ گورنمنٹ کو اس معاملہ مین مداخلت کرنی پڑی اور بذریعہ سرکاری حکم کے گلیڈیٹرون کے اجتماع کے لئے ایک قلیل تعداد کی شرط لگا دی گئی۔ تاہم یہہ میلہ اس خوبی سے انجام کو پہونچایا گیا کہ ہر طرف سے جولیس قیصر کی لیاقت اور انتظام پر مرحبا اور آفرین کے نعرے بلند ہونے لگے اور گو غریب بائبلس نصف سے زیادہ صرفہ کا متحمل ہوا تھا مگر جس کو دیکھئے جولیس قیصر ہی کی تعریفین کرتا اور بائبلس کو جانتا بھی نہ تھا کہ کون ہے۔ اِسی حالت کے متعلق بائبلس نے ایک موقع پر یہہ الفاظ کہے تھے کہ ایڈائیل کا عہدہ کیا ہے

ف گلیڈیٹر۔ آزاد شدہ غلامون کا ایک فرقہ جن کا کام اکثر یہہ ہوتا تھا کہ قاتل اسلحہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے بڑے بڑے تماشون اور میلون کے موقع پر جنگ کرین۔ کبھی کبھی یہہ لوگ صحرائی درندون سے بھی لڑوائے جاتے تھے۔ سنگدلی اور بے رحمی اہل روما کا ایک قومی خاصہ تھا۔ اور وہ لوگ ایسے تماشون کو بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے اُن کے نزدیک غریب غلامون کی جان کی معمولی جانور سے بھی کم وقعت تھی۔ مترجم

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

مین - میرا یہہ مطلب ہی کہ اصلی راز تو کھل گیا یہی کیا کم ہے - خلجان تو نہ رہا تمھارے لئے والد کے انتقال کا صدمہ جو کچھ ہو بجا ہے اور اس مین شک نہین کہ تمھارے لئے یہہ ایک بڑا غم ہے - لیکن اتنا تو معلوم ہو گیا کہ جہان تک آرام پہونچانا انسان کی قدرت مین ہے اُس مین کوئی فروگذاشت نہین کی گئی یہہ مانا کہ تم اُن کے آخری دیدار سے محروم رہین لیکن تمھاری موجودگی سے اُن کو کوئی فایدہ نہین ہو سکتا تھا کیونکہ وہ بالکل بیہوشی کے عالم مین تھے اگر تم وہین بھی تو انھین کیا خبر ہوتی - رہی خدمت اور تیمارداری سو یقین ہے کہ مسس ہیٹنگ ٹری نے جو کچھ کیا اُس سے زیادہ کوئی نہین کر سکتا گو اُسے کرنیل مرحوم سے کتنا ہی قریبی تعلق دلی ہو -

ڈورا - مگر غضب تو یہ ہے کہ خلجان تو اب بھی نہین مٹا - اس مین کچھ شبہ نہین کہ ابا جان کو مین نے آج دوپہر کو مُردہ دیکھا لیکن آپ اِسے کیا کہین گے کہ کل رات کو انھین کی آواز مین نے اپنے کانون سُنی اُس وقت جو لاش مین نے اُسی کمرے مین دیکھی جہان اب ابا جان کی لاش دیکھتی ہوئی آ رہی ہون وہ ہر گز اُن کی نہ تھی بلکہ کسی اور کی تھی - میری عقل تو کچھ کام نہین کرتی برائے خدا آپ ہی اِس عقدے کو حل کیجئے -

مین - یہہ کیا مشکل ہے - دیکھئے یہہ یون حل ہو سکتا ہے - تم مان لو کہ یہہ سب تمھارے دماغ کی پریشانی اور حواس کے اختلال کا نتیجہ تھا -

بیری تمثال ڈورا پر چند لمحے تک ایک سکوت کا عالم طاری رہا اور وہ مایوسی اور بیکسی کے ساتھ میری طرف دیکھتی رہی بالآخر اس طرح گویا ہوئی -

ڈورا - جی مین نے اس معاملہ پر بہت غور کیا مگر مجھے کسی طرح تسکین نہین ہوتی اس لئے کہ مین جس قدر غور کرتی ہون - مجھے صاف طور پر اُن دونون نقشون مین جن کو مین نے دیکھا ہے اتنا

ہوتا ہے - اس وقت بھی دونون کی خیالی تصویرین میرے سامنے موجود ہین - اللہ اکبر کیا مین کبھی اُن کو بھول بھی سکتی ہون؟ ہرگز نہین - دونون کا خد و خال چہرہ مہرہ ناک نقشہ بالکل علیحدہ علیحدہ ممیز ہوتا ہے - دونون مین قطعی مشابہت نہین ہے -

مین - مگر یہہ کیا بات ہے کہ جب مین نے اپنے مریض کا حلیہ بیان کیا تھا تو تم نے اقرار کیا تھا کہ یہہ حلیہ کرنیل مرحوم سے ملتا ہے -

ڈورا - بالکل بجا - لیکن یہی نا کہ دونون مُسِن تھے دونون کی رنگت سرخ و سفید تھی اور دونون کی ڈاڑھی گھنی ہوئی تھی - بس - پھر اُس آواز کو آپ کیا کہین گے جو ستواتر میرے کانون مین پڑی - آہ - کیا لوگ یون ہی دیوانے ہو جایا کرتے ہین ؟ کیا خلل دماغ اسی کا نام ہے ؟ ڈاکٹر صاحب مین آپ سے پوچھتی ہون کہ کیا مُردے عالم ارواح سے اپنے بچھڑے ہوے عزیزون کو مخاطب کر سکتے ہین ؟ کیا یہہ ممکن ہے کہ آبا جان اُس عالم سے جس کا حال ہمکو اِس قدر کم معلوم ہے مجھے پُکارتے ہون ؟ کیا آپ کے نزدیک ایسا ہو سکتا ہے ؟ بعض اوقات یہہ بھی خیال میرے دل مین آتا ہے کہ دم آخر تو آبا جان مجھے خیرباد کہنے سے مجبور رہے ممکن ہے کہ اُن کا دل نہ مانا ہو اور اُنھون نے عالم ارواح سے مجھے خیرباد کہا ہو ؟ میرے ڈاکٹر صاحب بتائیے تو سہی کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟ -

مین - نہین ہرگز نہین - مین تو ایسے توہمات کو نہین مانتا مگر نہ ماننا یہہ سب تمھارے اختلال حواس کا نتیجہ تھا - اول سے آخر تک تمھارے حواس خمسہ نے تمکو دھوکا دیا - اب تم ان وہمون کو چھوڑ دو میری سنو اِن توہمات پر زیادہ خیال جمانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے عقل کو کام فرما اور اِن تمام معاملات کی توجیہ اپنے دل مین کرو بلکہ بہتر تو یہہ ہے کہ اِس خیال کو بالکل دل مین آنے ہی نہ دو رفتہ رفتہ سب باتین تمھاری سمجھ مین آجائے گا اور چند ہی روز مین تمھاری یہہ حالت رفع ہو جائے گی تو تمھین خود یقین آجائے گا کہ ڈاکٹر نے سچ کہا تھا گو یہہ صدمہ ایسا نہین کہ تم اسے بالکل بھول جاؤ مگر چند روز مین جب تمھارے حواس بجا ہو جائین گے تو اصلی حقیقت تم پر خود روشن ہو جائے گی

ڈورا ۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آپ کے غزلنے سے تسلی تو ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ احسان مین کبھی نہ بھولون گی کہ آپ نے بیکسی کی حالت مین میری دستگیری فرمائی۔

مین ۔ مجھسے تو کوئی خدمت اب تک بن نہین آئی اور مجھے تو اب یہ خوشی ہے کہ تمھین میری خدمت کی کوئی ضرورت نہین رہی۔

ڈورا ۔ جی نہین۔ اب تو کوئی ضرورت آپ کو تکلیف اُٹھانے کی معلوم نہین ہوتی۔ اگر آپ ذرا دیر کو جائینگے تو ابا جان ہی کی لاش دیکھین گے۔

مین ۔ یعنی وہی جو مین نے کل دیکھی تھی۔

ڈورا ۔ لیکن پھر بھی آپ نے مجھپر بڑا احسان کیا ہے۔ آپنے میری داستان غور توجہ کے ساتھ سُنی مبادا آپ جیسا شفیق اور مہربان مجھے نہ مل جاتا تو مین کیا کرتی۔ اپنے دلی جذبات سے مجبور ہوکر سارا دکھڑا مسس ہننگ ٹری کے سامنے روتی۔ مین نہین چاہتی تھی کہ اُسے بھی فضول پریشانی مین ڈالون کیا عجب ہے کہ ابا جان کی محبت اُس کے دل مین بھی ہو آخر وہ اُس کی بیوی ہی تو تھی۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اتنی محبت کسی کو نہین ہوسکتی جتنی مجھے تھی۔

اس کے بعد بیری جمال ڈورا نے اجازت چاہی اور چار و ناچار مجھے اجازت دینی ہی پڑی مین پہلے ہی سے سوچ رہا تھا کہ دیکھئے اب دوبارہ کب اور کیونکر پیاری ڈورا سے ملاقات ہوتی ہے اب یہہ سوچ اور بھی بڑھ گیا اور کچھ عجیب قسم کی مایوسی اور افسردگی طاری ہوگئی۔ مین اسی حالت مین سر جھکائے ہوئے مطب کے اندر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتًا ملازم نے اطلاع کی کہ مسٹر لاسیلس آئے ہین مین نے فورًا اندر بلا لیا۔ اُس نے آتے ہی کہا کہ "واہ ڈاکٹر صاحب آپنے تو اچھا جھانسہ دیا صبح کی دوڑ دھوپ فضول ہی رہی"

مین (دل مین نادم ہوکر) کیا کہون حضرت۔ اس کمبخت طبابت کے پیشے کو تو آپ جانتے ہین اس مین انسان کا وقت اپنا تو ہوتا نہین۔

یہہ کہکر مین کرسی پر بیٹھ گیا اور سرٹیفکٹ لکھنے لگا۔ مسٹر لاسیلس نے پھر کہا۔

لا سیلس - آپ جانتے ہیں کہ اِس موسم میں جس قدر جلد تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کر لی جائے بہتر ہے - جمعہ کا دن مقرر کیا گیا ہے - اور مسِس مینِنگ ٹری نے آپ کو سلام کہا ہے اور التماس کی ہے کہ آپ بھی رسم تعزیت میں شریک ہوں اور شام کو ماحضر غریب خانے پر تناول فرمائیں - کھانے پر صرف چار آدمی ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا۔

میں (سرٹیفکٹ پر دستخط کرتے ہوئے) تو کیا کرنیل مرحوم کے دوستوں میں سے کوئی بقید حیات نہیں -

لا سیلس (مونچھوں پر انگلیاں پھیر کر) مرحوم کرنیل نے اچھی خاصی عمر پائی - اُن کے بہت سے دوست تو انتقال کر چکے اور جو دو چار موجود ہیں اُن سے مسِس مینِنگ ٹری ربط ضبط نہیں رکھنا چاہتیں اس لئے کہ بالعموم کرنیل مرحوم کے دوست اُن کی اِس دوسری شادی سے رضامند نہیں تھے اور باہمی ربط ضبط تو دونوں طرف سے ہوتا ہے پہلے اُن کا موقعہ تھا اب مسِس مینِنگ ٹری کی باری ہے -

یہہ جملے اُس نے کچھ اِس ترکیب سے ادا کئے جس سے اُس بے تکلفی کا پتہ چلتا تھا جسے بے تکلفی نہیں بلکہ سفلہ پن کہنا زیبا ہے -

اگر میرے دل میں یہہ خیال نہ ہوتا کہ شاید اِس بہانے سے مورِیش ڈور اسے ملاقات ہو جائے تو میں دعوت ہرگز قبول نہ کرتا اور جنازے کے ساتھ بھی نہ جاتا بلکہ اپنی گاڑی بھیج دیتا -

ہم لوگ قبرستان سے شام کو واپس آئے شاید ہی کوئی ایسا مکان ہوگا جس پر ماتم کے آثار فرائرس سے زیادہ نمودار ہوں - رات کو بارش ہو چکی تھی اور اُس سے فرائرس کی دیواروں پر نمی کے دھبے نمودار ہو گئے تھے - کھڑکیوں اور روشندانوں سے پانی جو بہہ کر آیا تھا اُس کو میں پہلے ہی آنسوؤں سے تشبیہہ دے چکا ہوں مگر اِس وقت یہہ تشبیہہ نہایت چسپاں اور مناسب حال تھی روشندانوں کے بند ہونے سے مکان غیر آباد سا معلوم ہونے لگا تھا اور وسطی کمرے میں آواز اِس قدر گونجتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہہ بالکل اسباب اور آدمیوں سے خالی ہو گیا ہے -

(باقی آئندہ)

غزلیات طرح

مصرع طرح - ماہ بھی عارضِ انور کے مقابل نہ ہوا

ارشاد - جناب محمد قاسم علی خان صاحب تلمیذ جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر بالقابہ استاد جناب مہاراجہ صاحب بہادر ہستان حیدرآباد دکن

ان حسینوں سے ذرا شاد مرا دل نہ ہوا
غم ہجران کے سوا کچھ کبھی حاصل نہ ہوا

قلزم عشق کے مدت سے ہے ہم تیراک
یہ وہ دریا ہے کہ پیدا کہیں ساحل نہ ہوا

مہر کو چہرۂ روشن سے ہوئی روپوشی
ماہ بھی عارضِ انور کے مقابل نہ ہوا

یاالٰہی نہ دے انسان کو بیماریٔ عشق
کس کو صحت ہوئی جب تک وہ تہِ گل نہ ہوا

غیر سب بزم شہ حسن میں پہونچے لیکن
ہائے ارشاد ہی اک داخلِ محفل نہ ہوا

اختر - جناب مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب بی اے الہ آبادی تلمیذ حضرت خورشید مد ظلہ

پردہ اٹھنے سے بجز رشک کے حاصل نہ ہوا
آنکھ جس خلد میں تھی ہائے وہان دل نہ ہوا

ہرزہ گردی کے سوا عشق میں حاصل نہ ہوا
ہے یہ وہ جادہ جو وابستۂ منزل نہ ہوا

ور لطف ہو مہر ہو کچھ ہو ہمین اتنی ہی خوشی
کہ عدو حوصلۂ جور کے قابل نہ ہوا

توڑنا عہد کا تھا گو کہ نہ الفت سے بعید
مجکو آسان نہ ہوا آپ کو مشکل نہ ہوا

اپنا سر کاٹ کے قاتل کے قدم پر رکھتا
ہاتھ مین میرے اگر خنجرِ قاتل نہ ہوا

شورِ تحسین سے کہین قدر سخن بڑھتی ہے
رونق افزائے چمن شورِ عنادل نہ ہوا

جور و بیداد فلک کس کے اٹھائے اٹھتے
شکر صد شکر کہ اختر کسی قابل نہ ہوا

بیخود - جناب حکیم مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب محمدی الہ آبادی

خود دل سے ادبِ دامنِ قاتل نہ ہوا
ہو گیا ذبح مگر نام کو بسمل نہ ہوا

لوگ پھر جیتے ہین مرنیکی تمنا مین ہان
عرصۂ حشر ہوا کوچۂ قاتل نہ ہوا

غیر نے پھینک دیا ہاے ترے مُنہ کا اُگال
کیون کلیجا نہ پھٹا کیون مرضِ سل نہ ہوا

مجکو شکوہ ہے یہی بخت سیہ سے اپنے
تیر آگیسونہ بنا ہاے ترا اتل نہ ہوا

اپنی ہستی کی تجلی ہوئی ہمکو پردہ
جُز خودی اور کوئی بیچ مین حائل نہ ہوا

نیند آتی نہ تجھے ٹھنڈے کلیجے ہرگز
ہاے ظالم ترے سینے مین مرا دل نہ ہوا

پیچھنہ وضعی ہوئی محشر مین مری رُو سیاہی
نام کو بھی سوے توبہ کبھی مائل نہ ہوا

مُجھ سے ملنے نے ترے مجکو کیا ہی غارت
کشتۂ خلق ہوا جو ہوا بسمل نہ ہوا

بُت پرستی مین ہین مصروف مسلمان کتنے
حق سے کم مرتبہ مین دعوی باطل نہ ہوا

یہہ خوشی ہے کہ غزل سنتے ہین سب اے بیخود
رنج اِس کا ہے کہ مین بزم مین شامل نہ ہوا

حشمت - جناب سید حشمت علیخان صاحب شاہجہانپوری تلمیذ خنجر (اڈیٹر رسالہ)

شرم سے گھٹنے لگا چھپ گیا غیرت کے سبب
ماہ جب تا خنِ پا کے بھی مقابل نہ ہوا

نیک و بد کی اُسے پہچان بھلا کیا ہوگی
واعظو جلسۂ رندان مین جو شامل نہ ہوا

کیا ضیائے رُخِ روشن ہے کہ الحمد للہ
ماہ بھی عارضِ انور کے مقابل نہ ہوا

عشقی - جناب منشی سید محمود الحسن صاحب ڈاسنوی تلمیذ خنجر

سوزِ الفت کا مزا کچھ تجھے حاصل نہ ہوا
اے ستمگر ترے پہلو مین مرا دل نہ ہوا

جب یہہ میرے کسی دُکھ درد مین شامل نہ ہوا
میرا کاہے کو ہوا آپ کا یہہ دل نہ ہوا

کچھ خلش دل کو ہی جی کو رہا کچھ وسواس
مدعا اپنا شبِ وصل مین حاصل نہ ہوا

کروٹین لیتے ہین اِس ضعف کے ہاتھون تسکین
تارِ بستر مجھے خارِ رہ منزل نہ ہوا

کون کہدے گا کل اپنی سی خدا آئے آگے
خون چکان آج اگر دامن قاتل نہ ہوا

نجد مین دستِ حوادث سے اٹھنے کے لئے
دلِ مجنون تو ہوا پردۂ محمل نہ ہوا

شمع کس دن نہ ہوئی بزم میں جل جل کے تمام
خون پروانے کا کس دن سر محفل نہ ہوا

ظلم کیا کیا نہ کئے آپ نے مشتاق پہ مگر
آشنا لفظ شکایت سے یہ بسمل نہ ہوا

نشتر- جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ خنجر

دور دل سے مرے وہ حور شمائل نہ ہوا
کیا ہوا آ کے اگر رونق محفل نہ ہوا

تذکرہ رات کو دل سے تری گیسو کا رہا
یون شب غم کا مجھے کاٹنا مشکل نہ ہوا

یون تو عالم میں ہیں انسان ہزاروں لیکن
مرد حق وہ ہے عبادت سے جو غافل نہ ہوا

شمع دلگیر کا دیکھا جو تماشا نشتر
ہمزبان کوئی بھی میرا سر محفل نہ ہوا

وفا- جناب قاضی سید محمد محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

لطف تو لطف کبھی قتل پہ مائل نہ ہوا
تذکرہ یہ بھی کسی دن سر محفل نہ ہوا

ذبح ہونے کا مزا کچھ اسے حاصل نہ ہوا
دست بسمل میں اگر دامن قاتل نہ ہوا

بوسے لین وہ گل رنگین کے جلانے کو مجھے
مجکو حسرت ہے یہ کمبخت مرا دل نہ ہوا

قیس پھر لطف تجھے جلوون کے مزا آجاتا
یہ دکھ چشم تر اپنا وہ محمل نہ ہوا

میری منت پہ چھری مار ہی دی پہلو مین مرے
کوئی پتھر ہوا فولاد ہوا دل نہ ہوا

راہبر یون تو بہت ہوتے ہین دنیا مین وفا
پھر وہ کس کام کا جو مرشد کامل نہ ہوا

شوخ- بی حیدری جان متوطنہ سکندر آباد

عکس بھی روئے مصفا کے مقابل نہ ہوا
آئینہ سامنے رکھنے کے بھی قابل نہ ہوا

غیر کے ساتھ وفا کی کہ جفا کی ہم پر
تم نے جو کام اٹھایا تمھین مشکل نہ ہوا

بے رخی محفل اغیار مین کرنی تھی مجھے
یہی مرنا ہے کہ تیرا سا مرا دل نہ ہوا

وصل مشکل تھا اگر ملے یہ قسمت اپنی
ہمکو آسان نہوا غیر کو مشکل نہ ہوا

جانتا تھا کہ مقابل کی بڑین گی چوٹین
جان کر عکس سے وہ شوخ مقابل نہ ہوا

عشق مین آپنے کیا نفع اٹھایا اے شوخ
جان دینے کے سوا کچھ بھی تو حاصل نہ ہوا

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل عطیہ حضرت قاضی غیاث الدین صاحب خورشید سکندر آبادی ظلہ

خبر آمد کی ان کے جھوٹ ہی تشہیر ہو جاتی — نہ ہوتی زندگی مرنے کی تو تدبیر ہو جاتی
شب فرقت نہ سے آنے میں گر تاخیر ہو جاتی — قضا کی پھر تو اپنی زیست دامنگیر ہو جاتی
تصور میں ہمارے کاش یہ تاثیر ہو جاتی — کہ قید آنکھوں میں آ کر یار کی تصویر ہو جاتی
ہمیں تو عید کے دن سے سوا اس کی خوشی ہوتی — گلے ملنے کو خم اس کی اگر شمشیر ہو جاتی
اگر پہلے بھی ہم سے چاہنے والے سزا پاتے — زلیخا سی تو عاشق واجب التعزیر ہو جاتی
ہم اپنا خون کرتے تیغ لیکر دست رنگین سے — کبھی تو سرخرو ہم سے تری شمشیر ہو جاتی
نہ اٹھتا اس ندامت سے مرا سر حشر کے دن بھی — مرے خون سے جو آلودہ تری شمشیر ہو جاتی
غلط ہی راہ کر کے وہ مرے گھر میں چلے آتے — کبھی سچی بھی اپنے خواب کی تعبیر ہو جاتی
مری قسمت میں جو کچھ رنج و غم تھے پیش ہی آتے — نہ ہوتے وہ خفا ناخوش مری تقدیر ہو جاتی
ہے بیجا ناز یکتائی یہ دعویٰ سحر آرا تھا — مقابل آپ کے گر آپ کی تصویر ہو جاتی
جو مضمون سرد مہری کی تمھارے ہم کبھی لکھتے — یہاں کی سرزمین بھی خطۂ کشمیر ہو جاتی
اسے ٹوٹے قلم ہی سے مری قسمت میں لکھا تھا — بڑی یہ مہربانی کاتب تقدیر ہو جاتی
ترے تیروں کو ہم ناوک فگن دل میں جگہ دیتے — جدا تجھ سے ہی پر اپنی لاش ایک تیر ہو جاتی
فصاحت دیکھتے بزم سخن میں نکتہ دان ہو کر شیدا — اگر ہم سے بھی تقلید زبان میر ہو جاتی

غزل ـ جناب مولوی عبدالغفار خان صاحب اختر بی۔ اے الہ آبادی

ہماری لاش کی گر شہر میں تشہیر ہو جاتی — بلا سے ہم جلیسوں میں تو کچھ توقیر ہو جاتی
نکلتے لاکھ ارمان وصل میں تو بھی یہی ہوتا — کوئی تازہ تمنا اٹھ کے دامنگیر ہو جاتی

ہجر میں سینکڑوں تم سے ہیں چھپے حرف اپنے | اگر تم دیر میں جاتے تو کچھ توقیر ہو جاتی
وہ جرم ہم وہ یہ سر کاٹتے ہیں اب کیا بنتی | اگر ہم سے کوئی تقصیر بھی تقصیر ہو جاتی
گندہ تھا تعین حد میں کشان کو ہر زبان | غضب ہوتا جو میری خاک دامنگیر ہو جاتی
ستم ہوتا عدو تو اُن کو بھی پاتا | جو قاتل تک پہونچنے میں ہمیں تاخیر ہو جاتی
خدا جانے کہاں تک بات بڑھتی کچھ پتا ہی نہ تھی | جو میری آہ بے تاثیر میں تاثیر ہو جاتی
ترے سر کی قسم جان بر نہ ہوتا ہجر میں خنجر | جو دم بھر کو جدا دل سے تری تصویر ہو جاتی

غزل خادم الاطبا سید محمد سعید خنجر ایڈیٹر رسالہ ہذا

جب ہجوم یاس دیکھا اُس نے بسمل کی طرف | برش شمشیر ہوئی پھر ہوں قاتل کی طرف
برش تیغ اور گرانجانی ہیں باہم لاگ ہے | وہ ہے قاتل کی طرف اور یہ ہے بسمل کی طرف
گرد پائے قیس بھی لیلیٰ محمل نشین | جب بگولا اُٹھ کر آیا تو ہوئے محمل کی طرف
کچھ یہی ہوا اماندگی میں قیس کے کام آ گئی | تھک گیا مجنون تو پہونچی آہ محمل کی طرف
پھر کہاں یاس و تمنا پھر کہاں مانع غم | جب ترے تیر نظر کا رُخ ہو دل کی طرف
خواہ تلوؤں سے ملئے خواہ ٹکڑے کیجئے | آپ جانیں اور یہ جانے ہم نہیں دل کی طرف
ہے یہ الفت کی کشش معشوق کے پر لگ گئے | نکہت گل اُڑ کے پہونچی خود عنادل کی طرف
آنکھ کی پتلی ہے میری آنکھ کا تارا ہے یہ | جان کھنچتی ہے ترے رخسار کے تل کی طرف
پشت آئینہ میں عکس مصحف رخ کب پڑا | سچ کہا ہے حق نہیں جاتا ہے باطل کی طرف
تاب طاقت فوج مژگاں سے الگ بچ کر گئے | ہے اگر کوئی تو بس اک صدمے دل کی طرف

کس کا جلوہ کیسی محفل حضرت خنجر تمھین
لے چلی ہے آرزوئے قتل قاتل کی طرف

ید بیضا

علم

نمبر۲

(۱۴) علم کا سرور۔ عیش و طرب سایہ ہے۔ دولت خودنمائی ہے۔ حکومت تھوڑی دیر کی دھوم دھام کی سواری برات کی دولہائی ہی ہے۔ مگر علم کی مسرت جاودان ہے۔ وہ بے انتہا خوش کرنے والا ہے۔ وسعت مین بے پایان۔ قیام مین جاودان۔ وہ اپنے مقدس کامون مین کسی سے مخالفت نہین خرچ کرنے مین کفایت نہین کرتا۔ آتش فشان پہاڑون کے اندر گھستا ہے سمندرون مین غوطہ خوری کرتا ہے۔ زمین مین سوراخ کرتا ہے۔ پر لگاکے آسمان پر اوڑتا ہے۔ زمین کے گوشے کو زرخیز بناتا ہے۔ بحور بین تفحص و تحقیق کرتا ہے۔ فاصلون پر غور کرتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزون کا امتحان کرتا ہے۔ بڑی بڑی چیزون کا حساب کرتا ہے۔ بلندیون پر پرواز کرتا ہے اسکی گرفت سے کوئی چیز دور نہین۔ علم وہ قوت بازو انسان کا ہے کہ اس کو آسمان پر چڑھا لیجاتا ہے۔ انسانون کی مصیبتون کا آپس مین ہی مقابلہ کرتا ہے وہ ایسا سرور کرتا ہے کہ انقباض خاطر دور کرتا ہے۔ جہالت تو محرومی کا نام ہے جس سے کوئی چیز پیدا نہین ہوتی وہ ایک خلا ہے جس مین روح بت بنی بیٹھی رہتی ہے۔ جہالت روح پر ورم چڑھاکے موٹا کرتی ہے۔ علم اُس کی توانائی کو بڑھاکے فربہ کرتا ہے۔

(۱۵) جب علم کی ترقی ہوتی ہے تو آنکھ کی خوشی کان مین چلی جاتی ہے اور جب تنزل ہوتا ہے تو کان کی خوشی پھر آنکھ مین آجاتی ہے۔ دماغ مین جو علم ہوتا ہے وہ ہماری ظاہر حالت

کو زیب و زینت دیتا ہے جو دل مین علم ہوتا ہے وہ روحانی کام کرکے باطن کو مہذب کرتا ہے
کوئی علم انسان کو اس لئے نہین دیا جاتا کہ اس کو چھپا کر رکھے بلکہ اس لئے کہ وہ اورون کو
دے۔ یہہ جوہر بے بہا ایسا ہے کہ چھپانے سے خاک مین مل جاتا ہے۔ علم وہ ارتفاع ہے جسکی
انتہا نہین وہ عمق ہے جسکی تھاہ نہین وہ راہ ہے جس کا انجام نہین وہ دایرہ ہے جو
سب پر محیط ہے۔ مگر اس کا خود احاطہ محدود نہین۔ وہ خود بے انتہا ہے۔ جب اس مین
خدائے بے انتہا آتا ہے تو دل اس سے راضی ہوتا ہے۔

(۱۶) علم کے واسطے آدمی بنایا گیا ہے۔ آدمی کو خدا نے فہم عطا کی ہے جس سے وہ
علم حاصل کرے وہ بڑا سعادت مند ہے کہ اس کی تحصیل مین اپنی ساری عمر خاص کر
ابتدائے عمر کو اس مین صرف کرتا ہے۔ اس کو نئی نئی چیزین معلوم ہوتی ہین۔ جہالت کی تو
خلقت مین ناسودمند ہونا داخل ہے۔ مگر علم خواہ کسی قسم کا ہو فائدہ مند ہوتا ہے۔ جو شخص
تحقیقات علم کے درپے ہوتا ہے وہ اپنی تحقیقات سے بعض دفعہ بڑی بیش بہا چیزین دریافت
کر لیتا ہے۔ اگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو علم خدا کی حکمت سکھاتا ہے وہ مصحف فطرت
کی سیر کراکے دل کو خدائے تعالیٰ دکھاتا ہے۔ آسمان کوئی اپنا معجزہ نہ دکھلائے تو بھی
اس خدا کی شان اور اس کے ہاتھ کے بنائے ہوئے کامون کو دیکھ لیتا ہے۔

(۱۷) افلاطون کی بڑی نصیحت آدمی کے لئے یہہ ہے کہ وہ اپنا کام کرے اور اپنے
تئین پہچانے اس نصیحت کے دو حصّے ہین ان مین ایسا اتحاد ہے کہ وہ ایک ہی ہین اور اس
ایک مین تمام فرایض انسانی آجاتے ہین اس لئے کہ جو شخص اپنا کام اول کرے گا وہ ضرور
اپنے تئین جانے گا اور جو شخص اپنے تئین جانے گا وہ دوسرے کا کام غلطی سے کیون کرے گا اپنا ہی کام کریگا اور جو
شخص اپنے تئین جاننے مین ہمت صرف کرتا ہے وہ روز بروز دانا زیادہ ہوتا جاتا ہے ساری دانائیان اس کی
ذات مین جمع ہو جاتی ہین تعصب طرفداری سے پاک ہو جاتا ہے عقل ہاس پر اپنی ہیئت کو مستحکم کرتا ہے وہ دوسرے
سے پہلے اپنے زور کو آزماتا ہے وہ اپنے تئین کبھی بے عزت نہین کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ جہاز بغیر کپاس

اور پر موسے نہین چلتا - اِس لئے جہاز کو بغیر اِن کے وہ کنارے سے نہین ہٹاتا - عمارت بنانے سے پہلے وہ اس کی لاگت کا تخمینہ کرتا ہے کسی کام مین مغرورانہ پیروی نہین کرتا - وہ عقل انسانی کی حدود کو پہچانتا ہے - وہ وہین قدم رکھتا ہے جہان کچھ خطر نہین ہوتا - وہ اپنے عیبون اور نقصون سے ایسا واقف ہوتا ہے کہ اپنے غرور اور عجب کو روکتا ہے - مگر سچ یہہ ہے کہ کوئی کام دنیا مین اپنے جاننے سے زیادہ مشکل نہین جس نے اپنے تئین جان لیا ساری دانائیون کا مرکز اُس نے اپنے تئین بنالیا -

(۱۸) علم اور سوچنا - علم کے ساتھ جب تک سوچنے کی عادت نہ ہو وہ بہت کام نہین آتا جو علم فقط دل مین گزر کر چلا جاتا ہے - اُس کا حال اُس مسافر کا سا ہے جو کسی ملک مین ڈاک گاڑی مین بیٹھا ہوا گذر گیا - یا اُس پرند کا جو کسی ملک مین جانے کے لئے کسی دوسرے ملک کے اوپر سے اُڑ کر چلا گیا اس سے کیا حاصل ہوتا ہے -

(۱۹) علم اور عقل - علم اور عقل دونون ہرگز ایک نہین ہین - بلکہ بعض اوقات ان مین کچھ تعلق ہی نہین ہوتا ہے - علم دماغ مین رہتا ہے اور غیرون کے خیالات سے معمور رہتا ہے - عقل دل مین رہتی ہے اور اپنے کامون پر متوجہ ہوتی ہے - علم ایک انگھڑ ڈھیما ہے عقل اُس کی معمار ہے جو اُس کو ہموار اور چوکور بنا کے اپنی جگہہ مین عمارت مین چسپان ہونے کے قابل بناتی ہے - علم کو غرور اس پر ہوتا ہے کہ مین نے اس قدر سیکھا ہے - عقل کو اپنی لاعلمی پر عجز و انکسار ہوتا ہے - علم صرف خواہشین کرتا ہے عقل اُس کو کام مین لاتی ہے - علم بعض آدمیون کو احمق بناتا ہے مگر عقل کسی کو احمق نہین بناتی سب کو عقلمند بناتی ہے - اگر علم کی رہنما عقل نہ بنے تو اُس کا حال مُنہ زور سرکش گھوڑے کا سا ہے جو اپنے سوار کو گراتا ہے -

(۲۰) یہہ امر ہماری طبیعت مین داخل ہے کہ جب تک ہم کو کسی امر کی علت و لم پر علم نہ ہو ہم خوش نہین ہوتے اور جب سیکھتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور جب بھولتے ہین تو رنجیدہ ہوتے ہین -

(۲۱) محبت علم - اشراف زادون اور امیر زادون کی آوارگی بڑے افسوس کے قابل ہے وہ سارا

دن اپنا لہو ولعب عیش وعشرت مین ضایع کرتے ہین بناؤ سنگار سیر وشکار مین اکثر اوقات مصروف رہتے ہین۔ یہہ بھی ہوتا ہے کہ طبیعت لہو ولعب سے سیر ہوتی ہے تو بڑی عمر مین علم سے بھی شغل کی سوجھتی ہے لیکن جب ایام شباب کی بہار گذر جاے تو خزان مین کب بوستان زندگی علم کی بہار سے شگفتہ ہو سکتا ہے۔ اُن امیرزادون کو قیصر وسکندر کے حالات پڑھنے چاہئین کہ اُنھون نے تحصیل علم کے بعد وہ کام کئے کہ دنیا مین اُن کی برابر شاذونادر ہی کسی نے کئے ہون۔ سکندر کہا کرتا تھا کہ مین باپ سے زیادہ اپنے استاد ارسطو کا ممنون ہون۔ جب ارسطو نے لکچر جو سکندر کے لئے تیار کئے تھے شایع کر دیے تو سکندر نے ایک خط استاد کو لکھا جس کا مضمون یہہ تھا کہ مجھے آپ سے بڑی شکایت یہہ ہے کہ جناب نے اُن علمی مضامین کو شایع کر دیا جو میری تعلیم کے لئے خاص تیار کئے تھے۔ جب اور شخصون کو بھی اِن مضامین پر علم ہو جائے گا تو میرے لئے کون سا فخر باقی رہے گا کہ جس سے مین اورون پر سبقت لے جاؤن گا۔ مین آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ مین علم مین سربلندی بہ نسبت فتح کے زیادہ چاہتا ہون۔ بس اِس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو علم کا شوق ایسا تھا کہ ملک گیری کا نہ تھا۔ علم کا درجہ نیکی کے بعد ہے وہ بھی انسان کو بلند پایہ بناتا ہے۔

(۲۲) اظہار علمیت۔ یہہ ایک خودنمائی ہے کہ کوئی شخص بڑا کتب خانہ اِس لئے رکھے کہ وہ بڑا عالم معلوم ہو۔ کیا کوئی شخص ہتھیار بہت سے لگاے تو وہ بڑا بہادر ہو جائے گا یا کوئی شخص گھر مین خالی چولھے بہت سے بنالے اور اُس مین کبھی آگ نہ جلاے تو کیا وہ بڑا مہمان نواز معلوم ہوگا۔ لوگ تو ذرا کھ دیکھکر جانین گے کہ کیا پکتا ہے۔ بس ایسی کتابون کا بڑا کتب خانہ بنانے سے کوئی عالم نہ معلوم ہوگا۔

(۲۳) جتنا علم بڑھتا ہے اُتنا لاعلمی کا دایرہ فراخ ہوتا ہے۔ جب آدمی علم شروع کرتا ہے اور تھوڑا سا علم ہوتا ہے اور نئی نئی باتون کے معلوم ہونے سے وہ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی نئے ملک مین جاکر نئی چیزون کے دیکھنے سے محظوظ ومسرور ہوتا ہے وہ یہہ جانتا ہے کہ روز بروز

مجھ پر روشنی چمکتی ہے۔ وہ عالمون فاضلون کو جانتا ہے کہ یہہ سب کچھ جانتے ہین۔ جن اتنا بوتا ن کو وہ خود نہین سمجھتا اور لوگ سمجھتے ہین تو اُن کی بہت تعریف کرتا ہے اور سمجھنے والون کو جانتا ہے کہ یہہ کوئی بڑے فاضل عالم ہین۔ غرض اس کو یہہ خیال نہین آتا کہ انسان کو علم جن چیزون کا ہے وہ بہت تھوڑی بہ نسبت اُن چیزون کے ہین جن کا علم نہین ہے۔ جب آدمی کے علم کا دائرہ فراخ ہوتا ہے تو یہہ سمجھتا ہے کہ بہت چیزون پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ میرا علم بہ نسبت بے علمی کے بہت ہی کم ہے۔ جتنے یہہ فاضل عالم ہین سب ناکامل ہین۔ جن لوگون کو دانائی اور علم کا دعوی ہے وہ سب جہالت کی تاریکی مین پڑے ہوئے ہین۔ غرض انسان کو جتنا علم زیادہ ہوتا ہے اُتنا وہ جانتا ہے کہ مین ناقص ہون۔ دنیا مین زیادہ تر چیزین ایسی ہین کہ اُن کا علم ایک عالم اور بچے کو برابر ہوتا ہے زیادہ علم کا نتیجہ یہی ہے کہ آدمی اپنی لاعلمی سے ماہر ہوتا ہے

ذکاءاللہ

غزل عطیہ حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب خورشید مدظلہ

شرارت چشم پہ صدقے فدا شوخی ہے چتون کے — ادائے دل فریبی آپ غش ہے اُن کے جوبن پر
خوشی وہ غیر کی کرتے ہین میرے رنج دینے کو — مرے صدقے مین گویا یہہ کرم کرتے ہین دشمن پر
کیا ہے قتل ہمکو دوست نے ایماء دشمن سے — ہمارا خون ٹھیرے دیکھیے اب کس کی گردن پر
یہہ کس وحشت زدہ کی تم اوڑا کر خاک آتے ہو — مکدر روے تابان ہے پڑی ہے گرد اس پر
بنائی دم پہ میرے اور میری سخت جانی نے — کہ خنجر دم چوراتا ہے مرے قاتل کا گردن پر
چھپے بیٹھے تو ہو پردے مین لیکن یاد ہی رکھنا — نگاہِ شوق کا اک دن پڑیگا صیر چلمن پر
غنیمت ہی ہوا مرکر تو لطفِ زندگی حاصل — وہ ظالم فاتحہ پڑھنے کو آیا میرے مدفن پر
نکالا قتل کا میرے نیا انداز قاتل نے — رکھی اک تیغ پہ گردن رکھی اک تیغ گردن پر
کہین اندھیر کیا خورشید اپنی تیرہ بختی کا — گمان ہے ظلمتِ شب کا ہمارے روزِ روشن پر

عشق مین امتیاز نہین

شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی	کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

قربان اس پاکیزہ خیال کے۔ نثاران منظوم پیرا اثر اور معانی سے لبریز الفاظ پر اور صد ہزار آفرین اس کے قایل پر! جامی۔ مولانا جامی۔ اگر آپ یہہ شعر کہہ کر مجھ بے مایۂ غریب ادیب ہیچمیرز کے سامنے پڑھتے تو واللہ باللہ اس کا صلہ دینے مین اپنی جان لگا دیتا۔ خود بک جاتا اور آپ کا منہ موتیون سے بھر دیتا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ کس جوش و خروش سے آپ نے فرمایا ہے مین
بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی + کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست
"بندۂ عشق شدی" کیا تعلق قایم کیا ہے۔ بندہ ہونے کی صفت کیا ہے اپنی ذات کو مولا کی ذات مین مستغرق کر دینا۔ پھر نسب کا امتیاز کیا۔ "چیزے نیست" واقعی چیزے نیست۔

اس مضمون کے پڑھنے والے سو مین پچھتر تو ضرور ایسے ہون گے جو مضمون نگار کی اس خفیف الحرکاتی پر ضرور ہنس پڑین گے۔ کیونکہ ان کا قیمتی وقت اور یہہ بے سر و پا تعلق! ایک معمولی بات اور اتنا شور و شغب! یہہ پامال مضمون روز کے سُنے ہوے فتوے اور اُن پر اتنا چکلہ دار ملمع! اول تو بمقتضاے "عشق قسمے ست از جنون" کے خود شعر کا ماخذ جنون۔ دوسرے بادی النظر مین اُس کے معانی اس قدر عقل سے خارج اور مجنونانہ اُس پر طرہ انشا پرداز کی اتنی تعریف! سچ تو ہے۔ بھلا صاحب کس کو غرض پڑی ہے کہ بیٹھے بٹھاے اپنی اچھی بھلی جان کو روگ لگاے۔ عشق کی نوبت پہونچاے اور پھر ترک نسب کا فتوی لیکر مندرجہ بالا شعر کا مزہ اُٹھاے۔ مگر سہ نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند + نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند + واقعی دوسرے کے دل مین اپنا دل نہین ڈالا جاتا۔

ان الفاظ کی قدر کچھ وہی خوب جانتا ہے جس کی جان پر گذری ہو گذرتی ہو یا کبھی گذرے اس میں استدلال اور منطق کی گنجائش نہیں ہے۔ اے باغ عالم کے رنگا رنگ پھولوں کی بہار لوٹنے والو! یہہ الفاظ نہیں یہہ بکسی ہوئی کلیاں ہیں جو جلے ہوے دل کی آہوں سے کمہلا گئی ہیں اگر یہ اس تمھیں کیوں پسند آنے لگی۔ کسی اہل درد سے پوچھو کسی دل جلے کے سامنے یہہ جگر کے ٹکڑے پیش کرو۔ ورنہ ہر بد مذاق کے لئے حکم ہے کہ وہ کتاب بند کر دے اور دوسرا ورق دیکھے۔

آہ بمثیل شاعر۔ نہایت ہی باکمال۔ فاضل اجل اور علم الٰہی سے باخبر۔ حقیقت اور مجاز کی پوری تفریق کے جاننے والے۔ انسانی جذبات اور حدوث واقعات پر گہری نظر ڈالنے والے فلاسفر نے مندرجہ بالا شعر میں کس قدر وضاحت سے ظاہر کیا ہے کہ جب انسان عشق کے پُر اثر جذبات سے پورے طور سے متاثر ہو چکا تو اُسے امتیاز مدارج کیسا؟ یہاں ہمیں لفظ عشق کے اُن معانی سے غرض نہیں جو حکماء کے خیال میں ہیں وہ تو عشقہ یعنی ایک بل کھائی ہوئی زرد گھاس سے ایک درختوں کو سکھا دینے والی چیز سے دست و گریبان ہیں۔ مگر ہم ایماناً اور انصافاً کہتے ہیں کہ عشق وہ نعمت ہے جو ہر تنگ ظرف کو میسر نہیں۔ عشق ایک ایسا جلوہ ہے جس پر نظر پڑتے ہی انسان وہ کچھ دیکھتا ہے کہ آنکھیں تھک جاتی ہیں مگر پلک جھپکانے کو جی نہیں چاہتا ہے سے درِ بزم وصال تو بہنگام تماشا + نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد عشق وہ جذبہ ہے جس کے بغیر انسان اصلی شرف انسانیت تک فائز نہیں ہو سکتا بلکہ بمنزلہ ایک چلتی ہوئی مشین کے شمار ہوتا ہے جس کے مختلف کل پرزے اپنے مقررہ کاموں کو تمام دیتے ہیں لیکن اُس لذت سے نا آشنا ہیں جو اُن کاموں کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل عشق کے جذبات انسانی تمدن کے بندھے ہوے قوانین کو نہایت دلچسپ اور خوش آئند طریق سے توڑتے ہیں اور انسانی زندگی کے واقعات کو ایک مشین کی چال سے ممیز کرتے ہیں اس لئے کہ عاشق خواہ خاقان چین ہو یا قیصر روم۔ خواہ شہنشاہ وقت ہو یا سلطان دوراں۔ اُسے

ہرگز یہہ خیال نہین رہتا کہ مین کون ہون کہان ہون اور کیا کر رہا ہون - اُدھر مطلوب کو بھی خواہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا کیون نہ ہو یہہ تمیز نہین ہو سکتا کہ اُسکا قدردان کس پایہ کا آدمی ہے اور اُس سے کس طرح پیش آنا چاہیئے - اور سچ پوچھئے تو عشق کی حالت مین امتیاز مدارج کا خیال رکھنا شان عاشقی سے بالکل بعید اور معشوق اور عاشق دونون کی کمزوری ہے کیونکہ ؎

مقامِ عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے مین بے توقیر پھرتی ہے

سید محمد محسن سیتاپوری

غزل جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز اڈیٹر رسالہ معیار لکھنو

بیماریِ فراق بھی اک نام کر گئی
افسانہ رہگیا شبِ فرقت گذر گئی

گویا زمانہ بھر کی طبیعت ٹھہر گئی
بیمار کے گلے سے دوا کچھ اُتر گئی

ناسورِ دل دکھا تو دیا چارہ ساز کو
اب رشک ہے کہ دور تلک اُسکی نظر گئی

دیکھو دلِ غریب کی ہمت کو مرحبا
جو کچھ مصیبت آئی اُسی پر گذر گئی

جب رو کے میری قبر سے احباب اُٹھ گئے
افسوس ایسے وقت مین تمکو خبر گئی

باقی ہین اور چند نفس وہ بھی نذر ہین
بس اے شبِ فراق امیدِ سحر گئی

اشکون سے اُس نے گن لئے ناسور ہائے دل
دیکھے کوئی کہان سے کہان تک نظر گئی

دیکھا نگاہِ ناز کو نشتر لئے ہوئے
رگ رگ تنِ ضعیف پہ میرے اُبھر گئی

مرجاؤن گا نظارہ سوزن سے دیکھنا
وہ قوت تحمل اب اے چارہ گر گئی

شرما کے اُس نے مجکو گلے سے لگا لیا
مایوسیِ نگاہ عجب کام کر گئی

سُرمے کا رنگ جم نہین سکتا کسی طرح
شوخی کہان کی اُس کی نگاہون میں بھر گئی

ہمت تمام پست ہوئی رنگ اُڑ گیا
زخمِ جگر پہ جب نظرِ چارہ گر گئی

آنکھین لگی ہین چھپتا ہے زبان بند ہے عزیز
وہ ابتدائے عشق کی صورت کدھر گئی

خیرات

شعر

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا	اور درویش کی صدا کیا ہے

انسانی فضائل میں بہت کم ایسے ہیں جن کا بیجا استعمال اس قدر آسان اور اس قدر مضر ہو جتنا فیاضی کا۔ کیونکہ اس فضیلت کی بگڑی ہوئی صورت بھی خواہ باعتبار نتایج کے کتنی ہی مضرت رسان کیون نہ ہو ایک پسندیدہ صفت سمجھی جاتی ہے اور اسی وجہ سے سچی اور جھوٹی فیاضی کا امتیاز تمام اخلاقی مسائل مین سب سے زیادہ نازک مسئلہ ہے قدیم مشرقی ریفارمرون نے اس اہم اور نازک مسئلے پر وہ روشنی نہین ڈالی جس کی زمانہ حال مین ضرورت معلوم ہونے لگی ہے اور اس کے مفید اور غیر مفید پہلوؤن پر بالکل غور نہین کیا جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ پبلک کے نزدیک ذاتی خیرات کو وہ رتبہ حاصل ہو گیا جو قومی فیاضی کا حق تھا اور اسی خیال کے لازمی نتائج مین سے ایک نتیجہ یہہ ہوا کہ تمام قومی کامون کی بنیاد گو وہ کام کتنا ہی مفید اور ضروری کیون نہو قومی فیاضی کی امداد سے محروم رہکر اس قدر کمزور اور ناپائدار ہوجاتی ہے کہ ان ضروری اور مفید نتائج کا اس سے پیدا ہونا جن کے لیے وہ کام ہاتھ مین لیا گیا ہے ناممکن ہوجاتا ہے اس لیے کہ قومی فیاضی کا رخ زیادہ تر افراد کی امداد کی طرف ہے۔ شاید اس کی وجہ یہہ ہو کہ مشرق مین شخصی حکومت کے قدیم رواج کی وجہ سے مشرقی ریفارمرون کے نزدیک کسی قومی کام کا قومی فیاضی پر منحصر ہونا ایسا ہی ناممکن الوقوع امر سمجھا گیا ہو جیسے انسانی طاقت سے مینہ کا برسنا یا بالیدگی اور روئیدگی کا ہونا۔ ان کے نزدیک ہر قومی ضرورت کی حاجت روائی صرف بادشاہ کی ذات پر منحصر تھی اس لیے قومی خیرات کے قومی رفاہ کے کامون مین استعمال کو ایک غیر ضروری امر تصور کرنا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔

لیکن زمانے نے ایک زبردست پلٹا کھایا اور دنیا کی قسمتون پر ایسی اقوام کو حکمران کردیا

جن کا سب سے پہلا خیال یہہ ہے کہ اپنی مدد آپ کرو۔ اِس خیال کو اُنھون نے عملی صورت مین لاکر دکھا دیا کہ قومی قوت شخصی قوت کے مقابلے مین بدرجہا زبردست ہوتی ہے۔ یورپ مین طرز حکومت مین کم و بیش ہر جگہہ رعایا کی مداخلت ایک مسلم اور ضروری امر تصور کیا جاتا ہے۔ جس بیت المال کا خازن زمانہ سلف مین صرف بادشاہ تھا اور جس کے مناسب یا نامناسب استعمال کے لئے کوئی اُس سے بازپرس کرنے والا نہ تھا وہ آج رعایا کے ہاتھ مین ہے اور بادشاہ اور مشیران سلطنت صرف بحیثیت رعایا کے ایسے امین اور کارپرداز ہونے کے اُس پر دسترس رکھتے ہین جو ہر وقت قوم اور ملک کا مُنہ دیکھتے رہتے ہین کہ جس طرف اُس کا رخ پھرے اُسی طرف وہ بھی چل نکلین اور پھر باوجود اِس قدر ذمہ داریون کے بھی وہ صرف انھین امور کے کفیل ہین جو براہ راست سلطنت کے استحکام اور سیاست کے انتظام سے تعلق رکھتے ہین اور قوم نے اُن کو اُن روزمرہ کے کامون مین بالکل دخل نہین دیا جو براہ راست قومی ترقی اور بہبود سے متعلق ہین۔ ملک داری کے لئے فوج کی اور انتظام سیاست اور حفاظت حقوق باہمی کے لئے انتظامی عہدے دارون اور جوڈیشل حکام کے تقرر کی ضرورت ہے لہذا اِن امور کا انتظام بادشاہ سے تعلق رکھتا ہے گو اِس مین بھی خاص حیثیتون سے رعایا کو کم و بیش مداخلت ہے لیکن اپنی تعلیم اپنی حفظان صحت اور اپنی آسایش کے لئے مدارس شفاخانے اور سڑکین بنانا اور قایم رکھنا خاص طور پر رعایا کے ہاتھ مین ہے اور بادشاہ و مشیران سلطنت محض صلاح کارون اور معاونون کی حیثیت سے اِن کامون مین دخیل ہوتے ہین۔ اِس انتظام کی معقولیت ہر پہلو سے ظاہر ہے سب سے بڑی بات تو یہہ ہے کہ ہر کام کو وہی خوب انجام دے گا جس کا نفع و نقصان براہ راست اُس کام سے تعلق رکھتا ہو اِس کے علاوہ اِس قسم کے کامون مین دخیل ہونے سے ایک مادّہ ذاتی اغراض پر قومی اغراض کو ترجیح دینے کا پیدا ہوتا ہے قومی کامون کی انجام دہی کا سلیقہ ہو جاتا ہے اور متحدہ قومی حقوق کی حفاظت کا خیال مستحکم ہوتا ہے۔ غرضکہ ایک نیا احساس ایک نئی زندگی ایک نیا رشتہ تعلقات وجود پذیر ہوتا ہے جو ذاتی اور نفسانی اغراض سے جدا اور اکثر اوقات اُس کے مغایر ہوتا ہے

یہی بات ہے جس کی وجہ سے ہم دیکھتے ہین کہ یورپین اقوام اپنی فلاح اور بہبود کے کامون مین اپنے پاؤن سے دوڑکر چلتی ہین بخلاف ایشیائی قومون کے جن کو چلانا گویا زبردستی سے چلانا ہے گویا مغرب مین رہنمایان قوم کا کام صرف یہہ ہے کہ سیدھا راستہ بتادین اور مشرق مین رہنمایان قوم کو صرف راستہ بتانا نہین بلکہ اندھی اور اپاہج قوم کو پیٹھ پر لاد کرکے چلنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے ملکون مین جس قدر کام قومی چندون سے چلتے ہین اُن کا قیام سلطنت کے کامون سے زیادہ یقینی اور دوامی سمجھا جاتا ہے بہ خلاف مشرق کے جہان "چندہ بر لے چندے" ایک مشہور مثل ہے۔

ایک قرن ہوتا آتا ہے کہ ہمارے قومی رہنما ہمکو قومی خیرات اور قومی چندون کا سبق دے رہے ہین اور سو سو طرح سے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہین کہ اپنی ضروریات کو ہمین خود بہم پہونچانا چاہیے اس لیے کہ سلطنت کی مصلحتین عام ہین اور شاہی خزانے کا مصرف ایسا نہین ہو سکتا جس مین خاص فرقون کی ضروریات کا لحاظ رکھا جا سکے لیکن ہم پھر بھیک کر اُسی طرف جا پڑتے ہین اور خیرات کا مناسب مصرف صرف مشٹنڈے اور کام چور بھیک منگون کی پرورش کو تصور کرتے ہین کیونکہ اس تعلیم نے ہزارون برس سے ہمارے دل و دماغ کو مسخر کر رکھا ہے ہمارے رہنماؤن کا کام واقعی سخت مشکل ہے کیونکہ ایسی لکڑی کا سیدھا کرنا جو ہزارون برس کمان کی طرح خمیدہ رہ چکی ہو آسان نہین ہے جب اُس کو سیدھا کرکے چھوڑ دیجیے گا وہ پھر اپنی سابق کی شکل پر عود کر آئے گی ہان اُس کا سیدھا کرنا اُس وقت ممکن ہے جب اُس کو حبّ قومی کی آگ کی سینک پہونچائی جائے اور لعنت و ملامت کے شکنجے مین وہ بار بار دبائی جائے۔ اسی وجہ سے اکثر مصلحان قوم ایک ہی بُرائی کو بار بار بیان کرتے ہین جس پر بسا اوقات ہم جھنجلا کر کہہ اُٹھتے ہین کہ "یہہ تو پُرانی باتین ہین ان کے دُہرانے سے کیا فائدہ" لیکن ریفارمر کا یہہ کام ہے کہ جھڑکیون کو برداشت کرے دھمکیون کو پی جائے اور اپنی دُھن سے باز نہ آئے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میرے محترم دوست اڈیٹر رسالہ ہذا نے اس رسالے کو جاری کرنے کا قصد کیا تھا تو اسی سکندر آباد کے ایک لایق اور معزز حضرت سے میری موجودگی مین امداد مضامین کی درخواست کی تھی اور یہہ کہا تھا کہ "آپ لوگون کی امداد سے شاید یہہ رسالہ بھی قومی ترقی کے خادمون مین شمار ہوسکے گا" اس کے جواب مین اُنھون نے نہایت متانت سے فرمایا تھا کہ "مین ان باتون کا معتقد نہین ہون" مجھے تعجب ہوا کہ ایسے روشن خیال اور جدید تعلیم کے معزز منتہی نے کیونکر ایسا خیال ظاہر کیا مین اسی سوچ مین رہا کہ مجھے اُن کی ذاتی لیاقت کے اعتبار سے کہان تک اس مقولے کی وقعت کرنی چاہیئے۔ میرے دل مین یہہ سوالات پیدا ہوگئے کہ کیا آج تک دنیا کے زبردست ریفارمرون اور بانیان فلسفۂ تمدن و اخلاق نے جس قدر محنت کی ہے وہ سب محض لغویت تھی؟ کیا اُن کے نام کی جو وقعت دنیا کر رہی ہے وہ محض ڈھکوسلا ہے؟ اور کیا اُن کا اثر دنیا کے واقعات پر پڑنا اور اُس کو بالکل بدل دینا محض افسانہ ہے؟ ان سوالات نے مجھے سخت انتشار مین ڈالا تھا لیکن یہہ انتشار کچھ دیرپا نہین ثابت ہوا کیونکہ مجھے یاد آگیا کہ لایق منکر کو حال مین بعض ذاتی معاملات مین ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اور تفکرات اور ترددات کی حالت مین جو دیوجانسی فلاسفی انسانی جذبات کو کبھی حوصلہ مین متغیر کردیتی ہے وہی اُن پر بھی اُس وقت شاید غالب آرہی ہوگی اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا یہہ مطلب ہے کہ گو قومی اور ذاتی خیرات کا مسئلہ تھوڑے دنون سے باربار دُہرایا جاچکا ہے تاہم قومی توجہ کو دوبارہ اس طرف مبذول کرنا فعل عبث نہ ہوگا۔

معزز رسالہ عصر جدید نے کچھ دنون سے اس دُھن مین نغمہ سنجی شروع کی ہے اور اب وہ بہت سے کانون مین اس آواز کے ڈالنے مین کامیاب ہوچکا ہے لیکن مجھے یاد ہے کہ ہندوستان کے ایک مشہور اہل قلم نے اس خیال پر اس طرح تخطیہ کیا تھا کہ "آوازِ سگان کم نہ کند رزق گدا را" اس مضمون کو دیکھکر مجھے ایک مرتبہ اور وہی تشبیہہ یاد آگئی جسکا

اوپر ذکر کیا گیا ہے یعنی خمیدہ لکڑی اور اُسکا سیدھا کرنا۔

اتنی بات سب کو معلوم ہو گی کہ یورپ کے ممالک مین دریوزہ گری قانوناً ممنوع ہے اور جو شخص اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنی خوشی سے اُن محتاج خانون سے مستفید نہین ہوتا جو ایسے لوگون کے فایدے کے لئے قومی چندون سے قایم ہین اُس کو بجبر وہان محتاج خانے مین لے جاتے ہین جہان جاکر اگر وہ کام کے لایق ہو تو کوئی کام سیکھتا ہے اور ایک مدت مقررہ کے بعد آزاد کر دیا جاتا ہے کہ جہان چاہے جائے اور اُس دستکاری سے اپنی پرورش کرے جو اُسکو سکھائی گئی ہے لیکن اگر وہ بالکل اپاہج اور بیکار ہے تو وہ ہمیشہ قومی خیرات کا مستحق سمجھا جاتا ہے اور محتاج خانے مین اُس کی پرورش اور آرام اور صحت کی کفالت کی جاتی ہے۔ گویا اس صورت سے ہزارون ایسے لوگ جو بصورت دیگر نکمّے دریوزہ گر بنتے اس بیحیائی اور بیکاری کی زندگی سے بچ جاتے ہین اور قوم پر بار گران ہونے کے بجائے اُس کے کار آمد اجزا اور اعضا بن جاتے ہین ہمارے ملک مین ایسا کوئی انسٹیٹیوشن موجود نہین ہے اس لئے بہت سے نقلی محتاج قوم کا خون چوستے ہین اور اصلی محتاج دربدر ٹھوکرین کھاتے ہین۔ اس حالت مین یہہ تعلیم کہ محتاجون مسکینون بیواؤن اور یتیمون کی امداد بالکل بند کر دی جائے نہایت سنگدلانہ تعلیم ہو گی جب تک کہ معقول انتظام اُن کی کفالت کا موجود نہ ہو اور اس مین کچھ شبہ نہین کہ قومی خیرات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قومی محتاج خانون کے قیام کی کوشش اور دریوزہ گری کی قانونی ممانعت کی گورنمنٹ عالیہ سے درخواست کرنا ضروری اور لابد ہے موجودہ طریقہ خیرات مین پانے والون کی دنائت اور بے حمیتی مین ترقی ہونے کے علاوہ یہہ بہت بڑی خرابی ہے کہ اصلی محتاجون کے حقوق زیادہ موٹے تازے اور آسودہ حال بھک منگون کو ملتے ہین اور اس آسان کمائی کا رواج روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے جس سے قوم کے وہ اجزا جو کار آمد ہو سکتے تھے صرف بیکار ہی نہین ہو جاتے بلکہ قوم کے جان پرور خون کو چوس لیتے ہین اور اس طور پر وہ قومی دولت جس کا مناسب استعمال اصلی قومی قوت کا منبع ہوتا اس طرح برباد ہوتی ہے جس سے علاوہ اس امر

روپیہ کے ضایع ہونے کے قومی تنزل کے اسباب مین اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہہ وہ قومی نقصان ہے جس کی تلافی اُس وقت تک ممکن نہین جب تک ہم متفقہ کوششون سے اس طریقہ خیرات کا انسداد نہ کرین جو اِس وقت جاری ہین اور جب تک اصلی محتاجون کی کفالت کا کافی انتظام نہ کرین اور جب تک مسٹنڈے بھک منگون کو کام کرنے پر مجبور نہ کرین۔

لیکن اِس کا انسداد اُس وقت تک کیونکر ہوسکتا ہے جب تک ہمارے دل مین یہہ خیال جاگزین ہے کہ ہر دریوزہ گر کو ہماری فیاضی سے حصہ لینے کا قدرتی اور مذہبی حق حاصل ہے۔ کثرت سے ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے دل مین اچھی طرح سمجھتے ہین کہ ہم ایک غیر مستحق شخص کو خیرات دے رہے ہین مگر پھر بھی دینے سے انکار کرنا معیوب سمجھتے ہین۔ کیا روزمرّہ یہہ مثالین ہمارے دیکھنے مین نہین آتین کہ پیر جی۔ شاہ صاحب۔ مہنت جی۔ شاعر۔ میلادخوان۔ مرثیہ گو۔ بگڑے ہوے نواب زادے لُٹے ہوے مسافر۔ مسجد۔ مندر یا چاہ کے بانی وغیرہ کے مختلف بھیسون مین بڑے بڑے موٹے اور مسٹنڈے بھک منگے ہمکو روزمرہ لوٹتے اور ہمارا خون چوستے رہتے ہین ؟ - کیا ہمکو نہین معلوم ہے کہ تہوارون اور مقدس رسوم کے ادا کرنے کے موقعون پر (شادی بیاہ کے اسراف سے قطع نظر کرکے جسکو خیرات کا لقب نہین دیا جاسکتا) ہم سینکڑون روپئے ایسے لوگون کو نذر کردیتے ہین جن سے زیادہ حقدار اور امیدوار شاید ہمارے پڑوس مین بلکہ خود ہمارے گھرون اور خاندانون مین موجود ہین ؟ کیا ہم نہین دیکھتے کہ لنگر اور سدابرت کے خطرناک تقدس پر ہم ہزارون من غلا لصدق کردیتے ہین جو زیادہ تر اُن بے رحم اور سنگدل آسودہ حال پیشہ ور بھک منگون کے پیٹ مین پہونچتا ہے جو اصلی محتاجون کو دھکّے دیکر ہماری خیرات کے مستحقون کی اگلی صفون مین کھڑے ہوجاتے ہین ؟ ہمارا سوال یہہ ہے کہ کیا یہہ سب دولت مناسب طور پر استعمال ہوتی ہے ؟ کیا اِس قومی دولت سے اُن قومی انسٹیٹیوشنون کے قیام اور استحکام مین مدد ملتی ہے جو قوم کے بیکار اجزا کو باکار اور غیر مفید افراد کو مفید بنانے کے لئے قایم ہین ؟ - نہایت افسوس ہے کہ اِس کا جواب صرف دلخراش نفی مین ہوسکتا ہے۔

سچ پوچھیئے تو ہندوستان کے لوگ کیا ہندو کیا مسلمان بالطبع نہایت فیاض اور مخیر واقع ہوے ہین اور اُن کی فیاضی کے جوش کو حرکت مین لانا نہایت آسان ہے - ہر معمولی آدمی اپنی حیثیت کے مطابق اور بسا اوقات اُس سے زیادہ خیرات کرتا ہے مگر افسوس کہ کس قدر بڑا حصہ اس خیرات کا بالکل غیر واجب طور پر ضایع ہو جاتا ہے - قومی خیرات بالکل معدوم نہین ہے کہین کہین مذہبی جوش نے چھوٹے چھوٹے مذہبی مدارس اور پاٹھ شالے قایم کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے اور خدا کا ہزار شکر ہے کہ تھوڑے دنون سے قوم کی فیاضی سے اُن زبردست کالجون اور انسٹیٹیوشنون کو بھی کچھ نہ کچھ امداد ملنے لگی ہے لیکن اگر ان رقوم کا جو اس طور پر مفید استعمال مین آتی ہین اُن رقمون سے مقابلہ کیا جاے جو بیدردی سے برباد کی جاتی ہین تو نتیجہ یقیناً دل شکن ہوگا - قومی کامون مین امداد کرنے سے اکثر اس بنا پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُس کے بجا مصرف کی کافی [illegible] نہین ہے اگر اس احتیاط کے خیال کا اُس بے پروائی سے مقابلہ کیجیے جو مشٹنڈے بھک منگون کو دیے جانے مین عمل مین آتی ہے تو افسوس کے ساتھ حیرت ہوتی ہے لیکن اس کے اسباب پر غور کیجیے تو کچھ زیادہ حیرت نہین ہوتی بہت کچھ تو قومی خیالات سے ہمارا مانوس نہ ہونا اس دستور العمل کا جوابدہ ہے لیکن ہمارے قومی علمار کی تعلیم جو تمام مذہبی قوت اپنے جلو مین لئے ہوے ہے ان خیالات کے قایم کرنے مین کام کر رہی ہے وہ بھی ایسا امر نہین جو نظر انداز ہو سکے - اور اگلے نقرے مین جب ہم اس پر بحث کرین گے تو ناظرین کو معلوم ہو جاے گا کہ مثل دیگر قومی امراض کے یہان بھی معلول علت کے لئے اور علت معلول کے لئے ممد اور معاون ہے یعنی سبب سے مرض پیدا ہوا ہے اور مرض سے سبب کو قوت مل رہی ہے - مگر قبل اس کے کہ ہم براہ راست اس مبحث پر آئین ہم کو چند الفاظ اُن کے فائدے کے لئے کہنے ضروری ہین جو قومی انسٹیٹیوشنون کے بانی اور قومی خیرات کے بجا مصرف کے ساعی ہین اُنکو ہمیشہ لازم ہے کہ اپنے حسابات کو بالکل باقاعدہ اور عوام الناس کی نظرون کے سامنے رکھین اور اپنے محصولات کی [illegible] کے لئے ایسا معقول انتظام کرین کہ کسی خیرات دینے والے کو اس معاملہ مین شبہ

کرنے کی گنجایش نہو کہ یہہ روپیہ فی الواقع اسی فنڈ مین پہونچے گا جس کی وہ امداد کررہا ہے
خیرات کے استحقاق کا مسئلہ تو کسی قدر پیچیدہ بھی ہے اور اکثر اوقات یہہ عذر معقول اور قابل پذیرائی ہوتا ہے کہ ہمارے پاس سچے حاجت مند اور جھوٹے مکار دریوزہ گر مین امتیاز کرنے کا ذریعہ نہین ہے۔ یہہ عذر اُس وقت تک زایل نہین ہوسکتا جب تک وہ طریقہ امداد غربا کا اختیار نہ کیا جاے جو یورپین ممالک مین رائج ہے اور جس کی کسی قدر توضیح اوپر کی گئی ہے لیکن قابل افسوس بات تو یہہ ہے کہ بجا خیرات کے دینے مین بھی ہم لوگ بانے والے مین حمیت اور غیرت کی پسندیدہ صفات کے قایم رکھنے کی ذرا بھی کوشش نہین کرتے جو بالکل اختیاری بات ہے اور جس مین محتاج خانون کے قیام اور انسداد دریوزہ گری کے قانون کے رائج ہونے کی مانند طول طویل کوشش بھی درکار نہین۔ بہت سے مسلمان خاندانون کو تجربہ ہوا ہوگا کہ اُن کے دروازے پر ایک میلا کچیلا شخص ایک وقت یا دونون وقت آکر یہہ صدا لگاتا ہے کہ "طالب علم کی روٹی دے جاؤ" اے سرداران قوم اور اے مصلحان ملک! مین آپ سے دریافت کرتا ہون کہ کیا یہہ ایسی بات نہین جس پر قوم بے انتہا لعنت و ملامت کے شایان ہو؟ کیا اس ذلت کا جواز قوم کیلئے باعث ننگ و موجب شرمندگی نہین ہے؟ جس وقت مین اُن سرچشمۂ علم سے سیراب ہونے والون کے مرتبے پر خیال کرتا ہون اور پھر اُن کے ساتھ قوم کے اس برتاؤ کو دیکھتا ہون تو میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین اور مین یہہ سمجھنے سے باز نہین رہسکتا کہ جن نافرمانیون اور بد اعمالیون نے ہمکو اس تباہ حالت تک پہونچایا ہے اور ہمکو خدائی غضب مین گرفتار کیا ہے اُس مین خدا اور رسول کے اس حکم سے کہ "علم کی عزت کرو" روگردانی کا حصہ بہت بڑا ہے۔ اے قومی غیرت اور اے ملکی حمیت تیری بے وقت موت پر ہمکو رونا آتا ہے۔ ہاے یہہ تیرے ہی اُٹھ جانے سے آج ہماری یہہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم اپنے آیندہ دینی رہنماؤن اور علمی سرداروں کو ابتدا سے دریوزہ گری کا سبق دیتے ہین ہم اپنے مذہبی رہنماؤن کو جو کچھ الزام دیتے ہین وہ سب بیجا ہے ہم کو خود اپنے گریبانون مین مُنہ ڈالکر دیکھنا چاہئے جب

ہم اُن کو ابتداے عمر سے دریوزہ گری کی مشق کرائین گے تو ہمکو یہہ امید رکھنا بیجا ہے کہ وہ جوان ہوکر اِس عادت کو ترک کردین گے جو طفلی اور عنفوان شباب مین اُنھون نے ہماری بے حمیتی سے حاصل کی ہے - ہمارے اِس فعل سے کس قدر امیدون پر پانی پڑجاتا ہے اور کس قدر آرزوئین جو دینی مقتداؤن کی ذات سے وابستہ ہین خاک مین مل جاتی ہین - کچھ بیجا نہین اگر وہ اپنے مریدون اور معتقدون کو یہہ تعلیم دین کہ اپنی تمام کمائی مشائخ نما دریوزہ گرون کی نذر کردو اور کچھ بعید نہین اگر وہ قلیل ذاتی منفعت کی طمع مین خدا و رسول کے احکام پر اپنے مطلب کی تاویلین چڑھائین اور قوم کو گداگری پر آمادہ کرین - میرے اِس قول کو کلیہ سمجھنا غلطی ہے اِس مین قابل وقعت استثنا کی بھی مثالین موجود ہین لیکن عام حالت یہی ہے اور اِس پر ہمکو کوئی موقعہ کسی کی شکایت کا نہین ہے بلکہ یہہ خود ہمارے کرمون کا بھوگ اور ہمارے فعلون کا نتیجہ ہے جو اِس بلاے عظیم کی صورت مین ہمارے ادبار کو بُلا رہا ہے یہہ اُس بدسلیقگی کا نتیجہ ہے جو طریقہ خیرات دہی مین ہم برتتے ہین اور جس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمکو قومی کامون کی انجام دہی کی عادت اور مشق بالکل نہین ہے - کیا یہہ ممکن نہین کہ طلبا کی امداد اِس طور پر کی جاے کہ اُن کو ادنی ضروریات کے لئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے ؟ کیا یہہ ممکن نہین کہ اُن کی ظاہری حالت اِس قدر درست رکھی جاے کہ اُن مین دنائت اور پستی پیدا نہ ہونے پاے ؟ اگر اِس طریقے کا برتاؤ آپ کو نہین آتا تو جاے اور علیگڈھ کے بورڈنگ ہوس کی سیر کیجئے - وہ علیگڈھ کالج جو اب تک بہت لوگون کے نزدیک نیچریت کا معدن اور ارتداد کا مامن سمجھا جاتا ہے علم کے تقدس اور عظمت کو خدا و رسول کے فرمودے کے بموجب قایم رکھتا ہے - جب آپ وہان کے طلبا کو کھیل کود مین لکچر روم مین یا اپنے اپنے کمرون مین دیکھین گے تو آپکو یہہ امتیاز کرنا مشکل ہوگا کہ اِن مین کون آسودہ حال ہے اور کون تہیدست کس کے والدین سو دو سو روپیہ ماہوار اُس کی تعلیمی ضروریات پر صرف کرتے ہین اور کون محض وظائف اور پرائیویٹ ٹیوشن پر بسر کرتا ہے ہم کہتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ

کہ آپ کو اس کا امتیاز مشکل ہوگا حالانکہ ہم کو معلوم ہے کہ دونوں طرح کے طلبا نصف نصف کی تعداد میں وہاں موجود ہیں۔ لیکن غریب طلبا کی ظاہری حالت کا اس درجہ تحفظ کیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی حالت میں امتیاز ناممکن ہے اس کا نتیجہ سب پر روشن ہے کہ ایک علیگڑھ کالج کا طالب علم اپنی عزت قایم رکھنے میں ضرب المثل ہے اور اپنی عزت قایم رکھنا بلاشبہ اُن حسنات میں سے ہے جن سے نظام تمدن وابستہ ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ وہاں کے بعض طلبا ضرورت سے کسی قدر زیادہ مسرف بھی ہوتے ہیں لیکن دنیا کے تمام کاموں کا مفید یا غیر مفید ہونا مقابلہ سے طے ہوا کرتا ہے اور جب ہم دونوں طریقوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو علیگڑھ کالج کا طریقہ زیادہ مفید اور کم مضر ثابت ہوتا ہے بس یہہ کافی ہے ورنہ ملکوتی صفات اور معصوم صفت لوگوں کا پیدا کرنا ایک ایسا حوصلہ ہے جس کا وجود صرف ذہنی ہے اور جس کا فائدہ صرف یہہ ہے کہ ہم اُس کو بطور معیار پیش نظر رکھکر کام کریں۔

کاش وہ دن جلد آئے کہ ہم اس رمز کو سمجھیں۔ کاش اپنی قوم کے محتاجوں اور مسکینوں کی اس طرح کفالت کرنا سیکھیں کہ اُن کی غیرت اور حمیت معدوم نہ ہونے پائے اور یہہ صرف اُس وقت ممکن ہے جب ہر حاجت مند کو اپنی روزانہ ضروریات کے لیے دریوزہ گری کی ضرورت نہ ہو اور قومی محتاج خانے اور دیگر انسٹیٹیوشن اُن کی پرورش اور کفالت کے لئے موجود ہوں جن میں اصلی محتاجوں کی خبر گیری کی جاے اور مشٹنڈے بھک منگوں کو کام کرنے اور مفید بننے پر مجبور کیا جاے۔ کاش اس سبق کو ہم اچھی طرح یاد کرلیں اور کبھی نہ بھولیں کہ صرف ایک یا دو وقت یا چند روز تک کھانا کھلا دینا یا دو چار دفعہ کپڑے بنا دینا محتاج کی اصلی امداد نہیں ہے نہ خیرات کا بجا مصرف ہے بلکہ محتاج کی اصلی مدد اور خیرات کا بجا مصرف یہہ ہے کہ ہم قوم کے بیکار اعضا کو اس قابل بنادیں کہ وہ اپنی ضروریات کا خود انصرام کرنے لگیں۔

عبد الغفار۔ اختر الہ آبادی

سرجان جیمس ڈگز لاٹوش

غالباً اس وقت جبکہ صوبجات متحدہ کو اس رحیم اور مہربان لفٹنٹ گورنر کو جس کا نام نامی زیب عنوان ہے الوداع کہے ہوے اور جدید لفٹنٹ گورنر کا خیر مقدم کئے ہوے دو مہینے کا عرصہ گذر گیا ہے سر جیمس کے عہد حکومت کے واقعات پر ریویو کرنا کسی قدر لعد از وقت ہوگا لیکن یہہ ایسی وجہ نہین ہے جو کلیتہً اس غرض کے نظر انداز کر دینے کے لئے کافی ہو۔ فی الحقیقت ایسے مہربان اور فیاض حکمران کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دینا ایک ایسی غفلت ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

وہ ہر دلعزیز لفٹنٹ گورنر جس کو خیرباد کہتے وقت اکثر ہندوستانیون کے دل بھر آئے ہون گے اور جس کی جدائی بہت سے دلون پر شاق گذری ہوگی ضرور اس قابل ہے کہ اُس کا نام نہایت عزت سے لیا جاے اور وہ ہندوستان و انگلستان دونون کا سچا دوست تصور کیا جائے کیونکہ ہندوستان کے ساتھ جو حسن اخلاق اور سچی ہمدردی اُس نے ملحوظ رکھی وہ نہ صرف ہندوستانیون کو مرہون منت بنانے والی تھی بلکہ حاکم و محکوم کے درمیان وہ رشتۂ محبت قایم کرنے والی تھی جس پر استحکام سلطنت انگلشیہ کا دارمدار ہے۔

سر جیمس کا عہد حکومت اس قدر خالی از شور و شر تھا کہ بعض کوتاہ بینون کے دل مین یہہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے کوئی کام ہی نہین کیا بلکہ کرسی گورنری پر براجنا ہی اُنکا آخری مقصد تھا حالانکہ یہہ راز اب پوشیدہ نہین رہا ہے کہ اُنھون نے عہدۂ لفٹنٹ گورنری کے حاصل کرنے کے لئے کوئی کوشش اور سعی بھی نہین کی تھی۔ لیکن جنھون نے اُن کے عہد گورنری کے واقعات کو امعان نظر سے دیکھا ہے وہ جان سکتے ہین کہ یہہ سکون از خود واقع نہین ہوا تھا بلکہ دوراندیشانہ کوششون سے پیدا کیا گیا تھا۔ سر انٹونی میکڈونل کا عہد حکومت اس امر مین خاص طور پر ممتاز رہا کہ سلطنت کے ہر شعبے مین مداخلت اور تغیر و تبدل عمل مین

لایاجاے۔ اُن کے عہد کا کوئی سشن کونسل واضعان قانون کا جدید قوانین کے اجرا سے اور کوئی مہینا جدید قواعد کی ترویج سے خالی نہ تھا۔ وہ ایک دوڑدھوپ کا زمانہ تھا اور درحقیقت ایسے زمانے کے بعد ایک ایسے عہد کی سخت ضرورت تھی جسمین متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اُن تمام تغیرات کے پودون کو بارآور ہونے کا موقعہ دیا جاے جو گزشتہ عہد حکومت مین لگاے گئے تھے۔ سرجیمس کا انتخاب اس موقعہ کے لئے نہایت موزون واقع ہوا اور اُنھون نے اپنے حلم اور بُردباری کو اس خوبصورتی سے استعمال کیا کہ وہ اس خاص حالت کے لئے بالکل مناسب اور مفید ثابت ہوئی۔

خوش قسمتی سے وہ ہندوستان مین اس قدر مدت دراز سے مختلف عہدون پر درجہ بدرجہ فائز ہوتے چلے آتے تھے کہ اُن کا تجربہ نہایت وسیع ہوگیا تھا تاہم اُنھون نے کبھی کسی موقعہ پر اپنے تجربے کو دوسرون کے حق مین رکاوٹ کا ذریعہ نہین بننے دیا اور ہمیشہ یہہ طریق عمل جاری رکھا کہ ہر محکمے کا افسر اپنے محکمے کے متعلق پورے طور پر جواب دہ اور ذمہ دار ہے جس کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہر محکمے کا افسر اپنے کام کو پوری دلچسپی اور نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتا رہا اور یہہ ایک ایسی بات تھی جو کثرت سے مداخلت کرنے والے حاکم کے زیر حکومت ہرگز حاصل نہین ہوسکتی تھی۔ اُنھون نے لوکل سلف گورنمنٹ کی اس قدر حوصلہ افزائی کی کہ ہندوستانیون کو اپنے لوکل معاملات پر راے قایم کرنے مین اُس درجے تک پوری آزادی حاصل ہوگئی جو وقت اور موقعہ کے اعتبار سے مناسب تھی وہ وقتاً فوقتاً لوکل جماعتون کی مالی امداد بھی کرتے رہے اور ترقی حفظان صحت اور طاعون کی بلاے بے درمان سے مقابلہ کرنے اور تعلیم کو ترقی دینے کے لئے خزانہ شاہی سے نقد روپیہ بھی مرحمت فرماتے رہے اور دیگر مناسب ذرایع سے بھی امداد فرماتے رہے۔ چنانچہ اسی ضمن مین میونیسپل بورڈون کو اخراجات پولیس سے سبکدوش کرنا ایک ایسی خسروانہ فیاضی ہے جس کے بار احسانات لوکل جماعتین کبھی سبکدوش نہین ہوسکتین سر الفریڈ کالون نلون کے ذریعہ سے بہم رسانی آب کی تدابیر مین ضرور کامیاب ہوے مگر اُنکی

کامیابی کی صرف اُس وقت تکمیل ہوئی جبکہ سرجیمس نے پانی کے نکاس کی تدابیر مین ترقی دی اور نقدروپیہ دیکر اِس کام مین میونسپلٹیون کی امداد فرمائی - حقیقت مین نلون کے ذریعہ سے بہم رسانی آب کے ساتھ ہی حفظان صحت کے اصول کے مطابق سخت ضرورت اس بات کی داعی تھی کہ پانی کے نکاس کا کافی طور پر انتظام کیا جاے اور اس غرض کے ادا کیے جانے کی کوشش بدرجہ غایت سرجیمس ہی نے کی -

زمینداروں کے حال پر جو عنایات اُنھون نے مبذول کین اُن کا کافی شکریہ ادا کرنا ہمارے حد امکان سے باہر ہے - ابواب اور فیس پٹواری کی معافی اُنھین کے عہد معدلت مہد مین عمل مین آئی - ڈپٹی کلکٹری کے لئے امتحان مقابلہ کی قید جو اُنھون نے موقوف کردی اُس سے علاوہ زمینداروں اور تعلقدارون کے حال پر مہربانی اور عنایت خسروانہ مبذول رکھنے کی ادن کی دوربینی کا بھی پورا ثبوت ملتا ہے یعنی یہہ اصول اُن کی نظر کے سامنے تھا کہ اہم خدمات سرکاری کی انجام دہی کے لئے صرف امتحان ہی پاس کرنا کافی نہین ہے بلکہ بعض اور اوصاف بھی ہین جن کا ہونا ضروری ہے اور جن کی جانچ صرف امتحان ہی کے ذریعہ سے نہین ہوسکتی -

محکمہ پولیس کی وقعت کو جو ترقی اُنھون نے دی اُس سے بھی اُن کی بلندنظری کا پتہ چلتا ہے یعنی وہ جانتے تھے کہ جب تک کسی عہدہ دار کی وہ وقعت نہین کی جاے گی جس کا وہ شایان ہے اُس وقت تک وہ علو حوصلگی اور سنجیدگی اُس کے طرز عمل مین نہین پیدا ہوسکتی جو اُس کو دنائت اور پستی کی طرف جھکنے نہ دے -

اشاعت تعلیم مین اُنھون نے نہ صرف زبانی اقوال سے بلکہ عملی طور پر اور بصرف زر کثیر وہ قابل قدر امداد فرمائی کہ شاید اس سے پیشتر کسی لفٹنٹ گورنر سے بن نہ آئی تھی - سرسید مرحوم کے خاندان پر جو توجہات خسروانہ مبذول کی گئین وہ محض ایک سربرآوردہ تعلیم کے دلدادہ ہندوستانی کی قدرافزائی کی مثال قایم کرنے کی غرض سے تھین تاکہ دوسرون کو بھی اسی طرح اشاعت تعلیم مین ہمہ تن مصروف ہونے کا حوصلہ پیدا ہو اور ایک اس بات پر

کیا منحصر ہے اُن کا ہمیشہ سے یہ شیوہ تھا کہ جب کبھی کسی تعلیمی ایسوسی ایشین یا درسگاہ کے معائنہ کا اتفاق ہوتا تو اپنی گوہربار تقریر کے ذریعہ سے ہندوستانیون مین باہمی امداد کرنے کا جوش پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور پرائیویٹ فیاضانہ داد و دہش کی جو ایسے انسٹیٹیوشنون کی امداد کے لیے کی جائین داد دیکر اُن کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے - اس سے زیادہ علو ہمتی اور بے تعصبی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے الہ آباد یونیورسٹی کے وائس چینسلر کے عہدے پر ایک ہندوستانی کو سرفراز فرمایا -

ہم ہندوستانی اپنے محسنون اور مربیون کی ضرور دل سے قدر کرتے ہین اور جو ہم سے حسن اخلاق اور حاکمانہ عنایات کا برتاو رکھتا ہے ہم اُس کے جان و دل سے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہین اور درحقیقت اُس کی تعظیم اور اُس کی محبت ہمارے گوشہ خاطر مین جاگزین ہو جاتی ہے نظر برآن ہم کہہ سکتے ہین کہ اِس وقت ہندوستانیون مین ایسے لوگ بکثرت موجود ہون گے جن کی چشم تصور کے سامنے گذشتہ لفٹنٹ گورنر کا بارعب اور شاندار چہرہ اب تک پھر رہا ہوگا اور جو دیدہ دل کے ذریعہ سے اُن کی پرحلم اور لطف آمیز نگاہون کو دیکھ کر متاثر ہو رہے ہون گے - اِس بات سے کون منکر ہو سکتا ہے کہ اُن کی یاد مدتون تک بہت سے ہندوستانیون کے دلون مین تازہ رہے گی اور اِس صوبے مین مدت ہاے دراز تک اُن کا نام نامی زندہ رہے گا -

گو اِن چند الفاظ سے جنھین ہم نے بطریق اداے فرض اُن کے نام نامی سے معنون کر دیا ہے ہم اُن کے عہدہ سپاس گذاری سے باہر نہین آ سکتے تاہم حضرت شیخ سعدی کے اِس مشہور مقولے پر عمل کر کے یہہ چند سطرین لکھ دین ؎

نام نیک رفتگان ضایع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

عبدالستار خان - رئیس پھریئو
ضلع راے بریلی

ریویو

گلزار وفا - ناصرہ حمیدہ - مین اور میری سوکن - ماشق نا شاد - یہہ چارون کتابین مصنفہ نواب محمد عمر خان صاحب المتخلص وفا خلف الصدق عالیجناب نواب برق الدولہ بہادر رئیس حیدرآباد دکن ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوئین - گلزار وفا مختلف مضامین کا مجموعہ ہے - باقی تینون کتابین نتیجہ خیز ناول ہین - اخیر ناول کا مضمون دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی زہر عشق کو نثر کا جامہ پہنایا گیا ہے - لایق مصنف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ قصہ ایک عمدہ نتیجہ پر ختم ہو - ساتھہ ہی سلاست زبان کا بھی لحاظ رکھا ہے حقیقت مین یہی ناول نویسی کی جان ہے - گلزار وفا مین جو مضامین ہین اُن سے مصنف کی قابلیت کا اچھی طرح اظہار ہوتا ہے - مگر میری راے مین طبیعت کو جس قدر نظم کے ساتھہ مناسبت ہے اتنی نثر کے ساتھہ نہین - شوخی کلام - اور سلاست زبان پھر اس پر ترکات کا لحاظ یہہ سب باتین ایسی ہین جو سبد فیاض نے گویا خاص طور سے مصنف کو ودیعت کی ہین - غزلین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کہنہ مشق طباع شاعر انسان کے دلی جذبات کی تصویر لفظون مین کھینچکر دیکھنے اور سننے والون کے دلون پر جادو کا کام کر رہا ہے - سب سے زیادہ تعجب خیز یہہ بات ہے کہ ابھی مصنف کی عمر سولہ برس کے قریب ہے - نکتہ شناس اور سخن فہم ناظرین مصنف کا کلام دیکھکر (جو ید بیضا مین شایع ہوتا رہتا ہے) خود اندازہ کر سکتے ہین -

عصر جدید - یہہ ماہوار رسالہ خواجہ غلام الثقلین صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی - وکیل ہائی کورٹ کی زیر اڈیٹری لکھنو سے شایع ہوتا ہے - مسلمانون کو ایک عملی سنجیدہ - اور کفایت شعار قوم بنانا اس کے مقاصد ہین - اس زمانہ مین ایسے رسائل کی جس قدر ضرورت ہے اُس سے قوم کے روشن خیال بے خبر نہین - اس لئے ہم کہہ سکتے ہین کہ اس وقت یہی ایک رسالہ ہے جو نہایت قیمتی اور مفید اغراض و مقاصد کامیابی کے ساتھہ پورے کر رہا ہے حجم علاوہ ٹائیٹل پیج ۴۸ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ صاف لکھائی خوشخط چھپائی عمدہ قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک ۲ عہ

معیار - یہہ اُردو نظم و نثر کا اسم باسمی ایک ماہوار رسالہ جنوری سنہ حال سے باہتمام
حکیم سید علی محسن خان ابر نخاس جدید لکھنو سے جاری ہوا ہے - اس رسالہ مین ہر طرح کے
ساتھ چند قوافی مخصوص ہوتے ہین اور ہر قافیہ کا ایک شعر بشرط انتخاب درج کیا جاتا ہے
گو طبیعتون کے موازنہ کرنے کا یہہ بہت عمدہ طریقہ ہے - مگر یہہ پابندی اس لئے اچھی نہین
کہ بعض اشعار معمولی قوافی مین ایسے نکل جاتے ہین جو اپنی خوبی کے لحاظ سے عمدہ قوافی پر
فوقیت لے جاتے ہین - یہہ قاعدہ اُن طبایع کو سست اور محدود کر دے گا جو قدرتاً مضمون
آفرین اور بذلہ گو واقع ہوئی ہین - دوسرے یہہ امر کہ اگر ایک طباع شاعر ایک ہی قافیہ کو مختلف
پیرایہ مین عمدہ اسلوب کے ساتھ لکھے تو وہ بوجہ نہ مطبوع ہونے کے اُس سچی داد سے محروم ہوگا
جس کا ہر طرح سے مستحق ہے - طبع آزمائی کے لئے ایک دو قافیون کا مخصوص کر دینا کافی ہے -
تاہم شعرا کا کلام جو رسالہ زیر ریویو مین شایع ہوتا ہے اعلےٰ پایہ کا ہوتا ہے - اور خصوصیت سے
وہ مضمون درج کئے جاتے ہین جو ضروریات شعر کے لئے نہایت ضروری اور کارآمد ہون - اس
رسالہ مین شعراء حال کا تذکرہ قلمبند کرنے کا بھی وعدہ کیا گیا ہے - اور اس تذکرہ کی ابتدا ماہ
فروری کے رسالہ مین حضرت جلال لکھنوی کے مختصر حالات سے کی گئی ہے - اگر یہہ سلسلہ برابر جاری
رہا تو شعراء حال کا ایک دوسرے سے گھر بیٹھے تعارف بھی ہوتا رہے گا اور ایسا ذخیرہ بھی تیار ہو جائے گا
جس سے شعراء غیر معروف کے نام کو بقاء دوام حاصل ہو - رسالہ کا حجم معہ ٹائٹل ۲۴ صفحے کا
نیز لکھائی اور چھپائی عمدہ - قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک عوام سے ایک روپیہ آٹھ آنہ اور طلباء اردو سے بشرط
تصدیق ایک روپیہ -

نظام اسلام - یہہ مفید کتاب جناب مولانا محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی مدرس دینیات مدرسہ آصفیہ حیدرآباد
نے تالیف کی ہے - اس کے دو حصے ہین - پہلے حصہ مین نماز - اور دوسرے حصہ مین - زکوٰۃ حج - روزہ کے ضروری
مسائل بطور سوال و جواب نہایت سلیس عبارت مین درج کئے گئے ہین - دیسی مکاتب مین مسلمان بچون کو
اُردو قاعدہ کے بعد اس کتاب کا پڑھایا جانا نہایت مفید ثابت ہوگا - عمدہ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ تھوڑے
ہی عرصہ مین سات بار مطبوع ہو چکی ہے باوجود ۸۰ صفحات کی ضخامت کے قیمت صرف ۲ ر رکھی گئی ہے شایقین مولف

جولیس قیصر

نمبر ۲

گو یا ٹوئینس[1] کا مندر ہر کہ بنایا تو جاتا ہے کاسٹر اور پالکس کے نام سے مگر مشہور ہوتا ہے صرف کاسٹر کے نام سے۔

ایک دن صبح کو اہل روما جو کیپٹیول[2] کی طرف گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ماریس کا بت معہ ٹروفیز[3] کے نہایت زیب و زینت کے ساتھ مرصع و مطلا اس عظیم الشان عمارت کے مقابل نصب ہے۔ اور اس کی کرسی پر ایسے کتبے کھدے ہوئے ہیں جو ماریس کی ملکی و قومی خدمات کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ کون ایسا تھا جو یہ نہ جانتا ہو کہ کس نے اس بت کو نصب کیا ہے پرانے آزمودہ کار سپاہی تو اپنے پرانے سردار کی اس تعظیم و توقیر کو دیکھکر مارے خوشی کے

---

[1] ٹوئینس کے لفظی معنی "توام" ہیں چونکہ یہ مندر کاسٹر اور پالکس دو دیوتاؤں کے نام سے تعمیر ہوتا تھا اس لئے ٹوئنس کا مندر کہلاتا تھا۔ مترجم

[2] کیپٹیول۔ روما کی وہ عمارت جس میں سینٹ کے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ دراصل یہ ایک مندر تھا جو دیوتاؤں کے بادشاہ جوپیٹر کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کے اندر سینٹ کے جلسے منعقد ہونے لگے تھے۔ یہ عمارت روما کی نہایت عالیشان اور خوشنما عمارتوں میں تھی جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقعہ ہونے کی وجہ سے اور بھی شاندار اور خوبصورت ہو گئی تھی۔ مترجم

[3] روما میں قدیم رواج تھا کہ جب کسی فوجی عہدے دار کا بت نصب کیا جاتا تھا تو اس کے قریب کسی موقعہ پر بعض خاص اشیا (عموماً اسلحہ جنگ) اس ملک کے نمایاں کئے جاتے تھے جس کو اس فوجی عہدے دار نے فتح کیا ہو۔ اس سے یہ غرض ہوتی تھی کہ اس فوجی عہدے دار کی بڑی فتوحات اور کارنمایاں کی یاد سب کے دل میں تازہ رہے۔ ان اشیا کو جو اس طور پر نمایاں کی جائیں "ٹروفیز" کہتے تھے یہ لفظ جمع ہے اس کا مفرد "ٹروفی" آتا ہے۔ مترجم

آمادہ ہو گئے لیکن جولیس قیصر کے حریفون کو اِس بات کا موقع ملا کہ اُس کو ملکی قانون کی خلاف ورزی کا مجرم ٹھیرا کر دل کے پھپولے توڑین - آخرکار جولیس قیصر کا معاملہ سینٹ کے اجلاس مین پیش ہی ہو گیا مگر جولیس قیصر نے تمام استقلال ہاتھ سے نہ دی اور اپنی اور اپنے مخالفون کی طرف سے اِس زور شور کے ساتھ تقریر کی کہ سامعین دنگ رہ گئے - گو وہ سینٹ کی رائے اپنے موافق نہ بنا سکا تاہم عوام الناس کی برانگیختگی کے خیال سے نہ تو سینٹ کو یہہ جرأت ہوئی کہ جولیس قیصر کو سزا دین نہ یہہ ہمت ہوئی کہ ماریس کے بت کو تلف کرا دین اسپر عوام مین بہت خوشی منائی گئی -

جب قیصر کا زمانہ عہدہ ایڈائیل کا ختم ہو گیا تو اُس نے مصر کو بھیجے جانے کی درخواست کی - مشہور یہہ تھا کہ مصر کے متوفی بادشاہ ٹالمی نے ملک مصر کو بذریعہ اپنی وصیت کے سلطنت روما کے سپرد کر دیا ہے - اگر جولیس قیصر کو وہان جانے کی اجازت مل جاتی تو اُسے امید تھی کہ میرا تمام قرض وغیرہ ادا ہو جائے گا اور مین عمر بھر کو مالا مال ہو جاؤن گا مگر انھین خیالات سے سینٹ نے اُس کو وہان بھیجنا پسند نہ کیا - علاوہ برین وصیت کا معاملہ بھی مشتبہ تھا اور انجام یہہ ہوا کہ مصر پر اہل روما کا قبضہ ہی نہ ہوا - اور جولیس قیصر کو روما ہی مین رہنا پڑا لیکن وہ بہت جلد عہدہ نائب پریسیڈنٹی پر فائز ہو گیا جس کا کام یہہ تھا کہ قتل کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرے -

اِس عہدے پر فائز ہو کر اُس نے اُن قاتلون مین سے اکثر لوگون پر ہاتھ صاف کیا جنھین سُلا نے اپنے مخالفون کے استیصال کے لیے اپنے عہد حکومت مین مامور کیا تھا - وہ ایک طرف تو ہر دل عزیزی مین ترقی کرتا رہا اور دوسری طرف قرضداری مین - روما کی تاریخ مین سنہ ۶۳ قبل مسیح ایک ایسا سال تھا جو ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اُسی سال سسرو عہدۂ کانسل پر فائز ہوا اور اُسی سال ایک زبردست سازش کا بھانڈا پھوٹا جس مین بہت سے نوجوان عمائد شامل تھے جنکا سرگروہ لوسیس سرجیس کاٹیلنا تھا - اِس سازش کا مقصود یہہ تھا کہ کانسل اور ممبران سینٹ کو قتل کر کے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا جائے اور شہر مین آگ لگا دی جائے بڑی خیر گذری کہ عین وقت پر یہہ راز کھل گیا - سسرو نے جو اسپیچ سینٹ کے روبرو کاٹیلائن

کے خلاف دی وہ اُس کی تمام تقریرون سے زیادہ پُر زور تھی۔ کاٹیلائن کسی ترکیب سے بھاگ کر بچ گیا اور باغیون کی ایک جماعت نے دوبارہ اُس کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور لوگ جو اس سازش مین شریک تھے اُن کے لیے قتل کا حکم جاری ہوا۔ لیکن اِس معاملے مین باشندگان روما کی رائے کی بھی ضرورت تھی اور اُن کی حالت اِس قدر باغیانہ تھی کہ اِس سوال کا اُن کے روبرو پیش کیا جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ جولیس قیصر نے اِس موقعہ پر ایک تقریر کی جس مین اُس نے یہہ تجویز پیش کی کہ باغیون کو حبس دوام کی سزا دی جاے اِس لئے کہ فوراً قتل کئے جانے سے اُن کو کوئی دیرپا تکلیف نہین ہو سکتی اور اُن کی خطاؤن کی پوری سزا یہی ہے کہ وہ بہت دنون تکلیف اٹھا کر جان دین اِس کے علاوہ قتل کی سزا ایسی ہے جس کا عملدرآمد باشندگان رومائی رائے حاصل کئے بغیر نہین ہو سکتا اور حبس دوام کی سزا سینیٹ باختیار خود تجویز کر سکتی ہے۔ کیٹو جولیس قیصر کے اِس مشورے سے نہایت برہم ہوا اور اُس نے قیصر پر یہہ الزام قایم کیا کہ اُس کی بھی اِس سازش مین شرکت پائی جاتی ہے۔ کیٹو کی تقریر اِس قدر پُر اثر تھی کہ تمام لوگون کو یقین آگیا کہ جولیس قیصر ضرور ملک اور سلطنت کا بدخواہ اور پوشیدہ خطرناک دشمن ہے۔ اِس خیال نے یہان تک زور پکڑا کہ تمام اعیان مملکت نے جولیس قیصر کے قتل کی راے دینے کا تہیہ کر لیا۔ لیکن حقیقت حال یہہ ہے کہ جولیس قیصر ایسے ذلیل اور ناعاقبت اندیش لوگون کی شرکت استیصال سلطنت کے لئے کبھی نہین کر سکتا تھا عین شعلہ فساد کی اشتعال کی حالت مین جولیس قیصر کے پاس ایک خط آیا۔ کیٹو یہہ یقین کر کے کہ یہہ خط ضرور باغیون مین سے کسی شخص نے بھیجا ہے اِس امر پر مُصر ہوا کہ انجمن سینیٹ کے روبرو یہہ خط باآواز بلند پڑھا جاے۔ مگر جب خط پڑھا جانے لگا تو اُس کا گمان غلط ثابت ہوا اِس لئے کہ وہ جولیس قیصر کے ایک دور کے رشتہ کی بہن کا خط تھا جسمین اِس قسم کے اشتیاق آمیز اور عاشقانہ جملے درج تھے جن کا اُس دور بے حیائی مین بیحد رواج تھا علی الخصوص اُس وقت جبکہ مکتوب الیہ اِس قسم کا وجیہ اور شوقین آدمی ہو جیسا جولیس قیصر تھا۔ کیٹو اول تو اِس قسم کے مضامین سننے کا عادی نہ تھا دوسرے اُس کی

تحریک کا نتیجہ بھی خلاف نکلا اس لیئے اُسنے دو گونہ خجالت ہوئی اور اُس نے ترش روئی کے ساتھ وہ خط یہہ کہہ کر جولیس کے حوالے کردیا "لیجیئے تماشبین صاحب اپنا خط"

روما کے اعیان سلطنت اس قدر برہم ہوے کہ وہ سینٹ کے اجلاس مین جولیس قیصر کو زبردستی قتل کرنے کی نیت سے گھس آئے جس کی نسبت اُن کو پوشیدہ اور خطرناک باغی ہونے کا بالیقین وثوق ہوگیا تھا لیکن سسرو اور دیگر ممبران سینٹ نے بیچ مین پڑکر جولیس کو بچالیا - بعدہٗ سسرو نے سینیٹ کی کثرت رائے حاصل کرکے باغیون کو پھانسی دلوادی اس فعل کی وجہ سے سسرو کو آئندہ بہت سی زحمتون کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ پھانسی کا حکم سینیٹ کے اختیارات سے باہر تھا اور سسرو نے جو محض سینیٹ کے حکم پر باغیون کو پھانسی دلوادی تو اُس کے مخالفون کو ایک حیلہ اُس کی مخالفت کا ہاتھ آگیا -

یہہ واقعات اُس وقت ہوے جب کہ سال قریب الاختتام تھا اور سسرو کا زمانہ قونسلی بھی تمام ہونے والا تھا - کاٹیلینا کو ایک جنگ مین شکست ہوئی اور وہ عین ہنگامہ کارزار مین قتل ہوگیا - ۶۲ قبل مسیح مین جولیس قیصر بشرکت اپنے پرانے وفادار پالکس[۱] کے پریٹری کے عہدے پر فائز ہوا - پہلا کام جو جولیس قیصر نے پریٹری کی حالت مین کیا وہ سینیٹ کے سب سے زیادہ زبردست ممبر کوئنٹس لیٹوٹسیس کیٹولس پر حملہ کرنا تھا - یہہ شخص نیک نام تو بہت تھا مگر بدقسمتی سے کاٹیلینا کا دوست تھا - کیپٹول کے اندر جوپیٹر کا مندر جو آگ لگ جانے سے برباد ہوگیا تھا اُسکی دوبارہ تعمیر کا کام اُسکی سپرد تھا اور جولیس قیصر نے اُس پر حساب مین بے ایمانی کرنے کا الزام قایم کیا اور یہہ تجویز پیش کی کہ اس کام کی تکمیل کی نیکنامی پامپی کو دی جاے - (باقی آیندہ)

---

[۱] اس لفظ مین ایک لطیف اشارہ اُس قصے کی طرف ہے جو صفحہ ۲۵ رسالہ ہذا مین بیان ہوا ہے پالکس اور کاسٹر کے سندر کا ذکر اور صرف کاسٹر کے نام سے اُس کا مشہور ہونا جو اُس موقعہ پر بیان کیا گیا ہے ناظرین کی یاد مین تازہ ہوگا -

نیرنگ زمانہ

نمبر ۲

جب ہم اندر گئے تو ہمکو سارا سامان دعوت کا تیار ملا۔ ایک ملازم سیاہ لباس اور سفید ٹوپی پہنے کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور تھا۔ مسس منگ ٹری کا ماتمی لباس اُس کی سفید رنگت اور غمزدہ چہرے پر نہایت زیب دہ معلوم ہوتا تھا لیکن مجھے اُس کا تملق آمیز پیارانہ انداز اُس کی نیلی چتونوں کے مقابلے مین اُسی طرح غیر متناسب معلوم ہوتا تھا جس طرح اُس وقت معلوم ہوا تھا جب مین نے اُسے اول ہی اول دیکھا تھا۔ مسٹر لاسیلس ماتمی لباس مین بھی چھیلا بنا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن میری مایوسی کی اُس وقت کوئی حد نہ رہی جب مین نے ہر طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور ڈورا کو موجود نہ پایا۔ آخر جب مجھسے نہ رہا گیا تو مین نے مسس منگ ٹری سے یہہ کہا کہ مجھے امید ہے کہ مس منگ ٹری بعافیت ہونگی۔

مسس منگ ٹری - آہ غریب ڈورا کی آپ کیا پوچھتے ہین۔ خیر اب تک تو خدا کے فضل سے اچھی ہے مگر اچھی کیا ہے اُس کی جان کا تو خدا ہی ہے۔ اُس پر یہہ صدمہ بہت شاق گذرا وہ اپنے باپ پر جی جان سے فدا تھی اور ڈاکٹر صاحب حقیقت تو یہہ ہے کہ کرنیل مرحوم مین کچھ ایسے اوصاف تھے کہ جو اُن سے ملتا تھا اُس کا دل خواہ مخواہ اُن کی طرف کھنچنے لگتا تھا

لاسیلس (اپنی کرسی کو پیچھے ہٹا کر) کرنیل مرحوم کی کیا بات ہے بیمثل آدمی تھا۔ ڈاکٹر صاحب اب تو موقعہ اسی بات کا ہے کہ باغ مین ٹہلتے ہوئے چرٹ پئین۔

مین تو پیاری ڈورا کے دیدار کا موقعہ ہی ڈھونڈھتا تھا اس امید پر فوراً باغ کی سیر کو تیار ہو گیا کہ شاید وہان کسی صورت سے اُس کی جھلک نظر آجائے۔ لاسیلس آگے بڑھا اور مین اُس کے پیچھے ہو لیا اور ہم دونون کمرے کے پشت کے دروازے سے نکل کر پائین باغ مین داخل ہو گئے پائین باغ وسعت مین اچھا خاصا تھا مگر اُس کی ظاہری حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ مدت سے

کسی نے اُس کی رونق اور زینت میں ترقی دینے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اُس کے نصف حصے پر جو جانب دست راست واقع تھا گھاس کا مخملی فرش کیا گیا تھا اور وہ ٹینس کھیلنے کے لئے مخصوص تھا۔ اُس میں کوئی درخت وغیرہ نہ تھا لیکن اُس کے چاروں طرف کھیل کے لئے کافی میدان چھوڑ کر ایسے درخت لگے ہوئے تھے جو مناسب وقت پر تراشے اور درست کئے جاتے تو میدان کی احاطہ بندی کے لئے ایک سبز دیوار تیار ہو جاتی۔ جانب دست چپ جو میدان چھوڑ گیا تھا گو اُس میں بھی گھاس کا فرش تھا لیکن اُس کے وسط میں ایک خوبصورت پاڑی کا درخت تھا اور پھولوں کی کیاریاں چاروں طرف اُس کی رونق کو دوبالا کر رہی تھیں۔ میں نے لاسیلس سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہہ جگہہ تو خاصی فراخ ہے۔

لاسیلس۔ جی۔ ہم تین آدمیوں کے لئے تو ضرورت سے زیادہ فراخ ہے۔ شاید ہمکو عنقریب اسے چھوڑنا پڑے گا۔

یہہ کہتا ہوا وہ درختوں کی جھکی ہوئی شاخوں سے بچتا ہوا آگے بڑھا اور میں بھی اُس کے قدم بقدم روانہ ہوا۔ چونکہ مجھے اس بات کی تفتیش کی ضرورت تھی کہ پیاری ڈوڈا کہاں رہے گی اس لئے میں نے دریافت کیا کہ آپ رہیں گے تو مسس منینگ ٹری کے ساتھ

لاسیلس۔ جی ہاں۔ بالفعل تو میں مسس منینگ ٹری کا ساتھ چھوڑ نہیں سکتا (ایک گلاب کی کلی پر چرٹ کا دھواں چھوڑ کر) کرنیل مرحوم کو گلاب کا بڑا شوق تھا مگر ڈاکٹر صاحب زیست کا کیا اعتبار ہے ابھی کل کی بات ہے کہ کرنیل مرحوم بنات خود اِن کی نگہداشت کرتے تھے۔

میں ننگے سر تھا اور دھوپ اس قدر تیز تھی کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ لاسیلس کی باتوں پر میں نے ہاں میں ہاں تو ملا دی مگر میرا خیال اسی طرف تھا کہ کہیں سایہ دار جگہہ ملے تو پناہ لوں اتنے میں میری نظر انگور کی ٹٹیوں کی طرف جا پڑی اور میں فوراً آگے بڑھکر اُس کے سایہ میں پناہ گزین ہوا۔ لاسیلس بھی میرے پیچھے پیچھے گھاس کو روندتا

ہوا چلا آتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا "دنیا چل چلاؤ کی جگہ ہے ہم آج ہین اور کل نہ ہون گے!" مین چپکا اُس کے زٹل تلافے سنتا رہا یہان تک کہ ہمارے چُٹ ختم ہو گئے اب ہم دونون مکان کی طرف واپس چلے۔ راستے مین میری نگاہ ایک اصطبل کی طرف جا پڑی جو احاطے کے ایک گوشے مین درختون کی آڑ مین تھا اور جس کا دروازہ سڑک کی طرف تھا مین نے لاسیلس سے دریافت کیا کہ آپ اس کو استعمال نہین کرتے۔

لاسیلس۔ جی نہین۔ کرنیل مرحوم کا ارادہ ضرور تھا کہ چند گھوڑے خریدین لیکن اب تو شاید ہی ہم کو اس کے استعمال کی ضرورت پڑے۔

جب ہم دونون بڑے کمرے کے اندر پہونچ گئے تو مین نے اجازت چاہی لیکن نہ تو مسس مینگ ٹری سے ملاقات ہوئی اور نہ پیاری ڈورا کا جمال نظر آیا اور مین ذائرس سے چل دیا۔

باب ۵

پنٹا ئلس پر

کرنیل مینگ ٹری کی تجہیز و تکفین ۸۔ جولائی کو عمل مین آئی اور اس کے بعد ایک ہفتہ تک مجھے پری تمثال ڈورا کا کچھ بھی حال نہ معلوم ہوا۔ اور جب تک مین کسی تقریب سے خود فرائرس کو بلایا نہ جاؤن یا اتفاقاً راستے مین پیاری ڈورا سے ملاقات نہ ہو جائے اور کوئی موقعہ نہ تھا کہ اُس کے جمال سے آنکھین منور ہو سکین۔ چونکہ لاسیلس نے اشارتاً باہر چلنے کا ذکر کر دیا تھا لہذا مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہین ایسا نہ ہو کہ پیاری ڈورا انگلستان سے چلی جائے اور مجھے بات چیت کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے۔

۱۹۔ جولائے یوم سہ شنبہ کو مین ایک مریض کو دیکھنے کے لئے گیا اور اپنی گاڑی پنٹا ئلس پر چارلس شہید کے گرجے کے قریب چھوڑ دی۔ دوپہر ڈھل چکی تھی مگر آفتاب کی تمازت اس قدر تھی کہ بہت سے لوگ لیمون کے درختون کے سائے مین جو قریب ہی واقع تھے پناہ گزین تھے اور بہت سے لوگ جنھین اس کی پروا نہ تھی ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے۔

چونکہ مین دس بجے سے دھوپ مین پھر رہا تھا لہذا اُس وقت جب مین مریض کو دیکھکر واپس چلا تو بے اختیار میرا جی چاہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اِن درختون کے سائے مین سستالون اور سچ تو یون ہے کہ زیادہ تر اُس پیاری صورت کے دیدار کی تمنا نے جو میری چشم تصور کے سامنے ہر وقت پھرا کرتی تھی مجکو اِس امر پر آمادہ ہونے کی ترغیب دی۔

دفعتًا میری نظر اُس پیاری صورت پر پڑی جس کے دیدار کی مجھے اِس قدر تمنا تھی پریجمال ڈورا اُس وقت اپنے مکان کے برآمدے مین ایک طرف کو ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک کتاب کا بغور مطالعہ کر رہی تھی اُس کا سیاہ ماتمی لباس اُس کے روے روشن کی چمک کو دوبالا کر رہا تھا اور اُس کے عنبرین گیسو جو کھلے ہوے دوش نازنین پر پڑے ہوا مین لہرین لے رہے تھے اُس کے قدرتی بیساختہ پن کی دلفریبیون مین اضافہ کر رہے تھے یہہ دل لبھانے والا انداز اور اُس پر وہ قدرتی حسن ایسا تھوڑا ہی تھا کہ اُس کو دیکھکر انسان اُس کی طرف کھنچنے سے باز رہ سکے۔ اِس مقناطیسی کشش کے اثر سے مین بھی نہین بچ سکا اور راہ گیرون کے مجمع کو چیرتا پھاڑتا سیدھا اُسی طرف قدم بڑھانے لگا جدھر وہ جادو نگاہ ایک استغراق کی حالت مین بیٹھی ہوئی مصروف مطالعہ تھی۔ اُس وقت کی بیصبری بھی میری کچھ نہ پوچھئے فرط شوق سے یہہ چند قدم کا راستہ پہاڑ اور یہہ چند جریب کا فاصلہ میلون دور معلوم ہوتا تھا آخر بیتابی نے مجھے ہانپتا کانپتا اُس حسن کی دیوی کے سامنے لا کھڑا کر دیا لیکن فرط رعب سے مجھے یہہ جرأت نہ ہوئی کہ اُس کی مصروفیت مین از خود مخل ہون اور مین خاموش کھڑا ہو کر اِس بات کا انتظار نہایت شوق سے کرنے لگا کہ کب اُس کی جادو بھری نگاہین کتاب کے صفحون سے اُٹھکر میری طرف پڑین اور کب مین تسلیم خم کرون آخر اُس نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھایا اور مجھ سے آنکھین چار کین۔ مین نے فورًا تسلیم کی اور کہا۔

مین۔ مس ہیننگ ٹری تم تو عید کا چاند ہو گئین۔

ڈورا۔ (از راہ تبسم کے ساتھ) عید کا چاند کیا ہو گئی ہون تو دنیا سے غایب ہی ہو گئی تھی مین تو اِس کتاب کے مصنف یا مصنفہ کو (جو کوئی ہو) دل سے دعا دیتی ہون کہ اُس نے دنیا و مافیہا کو بُھلا دیا۔ (باقی آیندہ)

بخل و اسراف

کہا بخل سے یہ تبذیر نے اک دن — کہ اے دشمن راحت و تیرہ باطن
بخالت ہو ملال و صعوبت کے بانی — بہار جہان مین خزان کی نشانی
ترفہ سے بیزار عشرت پہ مفتون — اصول جہان سے جدا تیرا قانون
بنا دے تو دولت سی شے کو بھی تیھر — امیرون کو کر دے غریبون سے بدتر
نہ کھانا نہ پینا صدا ہے یہ تیری — زمین دوز ہو زر دعا ہے یہ تیری
کوئی گرسنہ بھوک سے جان بلب ہو — کوئی بے نوا صرف رنج و تعب ہو
شتا مین برہنہ کوئی خستہ تن ہو — دیا کوئی مردہ پڑا بے کفن ہو
توقع نہین تجھ سے جو دام دے تو — اگر دے بھی ظالم تو دشنام دے تو
جو ہین تیرے محکوم سب خوار و خستہ — ترے جتنے پیرو ہین از ہم گسستہ
سنا بخل نے جب خطاب تبذر — کیا اس طرح رفع اپنا تکدر
کہ تو کوتہ اندیش ہے کم نظر ہے — فوائد کی میرے تجھے کیا خبر ہے
مین عشرت کی شیدا نہ راحت کی دشمن — جہان کی بلاؤن کا ہے تو ہی مخزن
نہ پیرو مرا کوئی خستہ جہان مین — جو خستہ بظاہر تو بستہ جہان مین
میسر رہی ہین وہ کہ دو دن تو بانکے — ازان بعد چیتھڑون سے ہین تن کو ڈھانکے
فلاکت جسے کہتے ام الجرایم — وہ ام الجرایم ترے دم سے قایم
نصیحت ہے میری کہ دنیا ہے فانی — ہے بہتر جو کچھ چھوڑ جاو نشانی
جہان تک ہو ممکن کفایت دکھائے — بہت اشتہا ہو تو تھوڑا سا کھاو
طریق بہائم ہے عشرت پسندی — صفت اولیا کی ہے محنت پسندی
لڑو نفس کا فر سے عزت ہے اس مین — کرو خوب محنت کہ راحت ہے اس مین

دور وزہ تنعم ہے مخزن زبان کا ۔۔۔ ذرا پاس تو کیجے پس ماندگان کا
اثاثہ اگر ہے تو سو یم بھی ہوگا ۔۔۔ مصلی بھی آئین گے جہلم بھی ہوگا
اڑا دو گے دولت تو ہے یہہ نتیجہ ۔۔۔ کہ ہوگا مرے پیچھے دو جانہ تیجہ
کہان سے کفن آے بیوی ہی غمگین ۔۔۔ جگہہ فاتحہ کی ہے بیٹون کی نفرین
کہ بادا تو کھایی عدم کو سدھارے ۔۔۔ مصیبت یہہ چھوڑی ہی سر پر ہمارے
تری پیروی مین تباکیا دھرا ہے ۔۔۔ گرفتار غم تیرا ہر مبتلا ہے
تو وہ ہے کہ ہے رنگ مین تیرے سرخی ۔۔۔ مگر ذائقے مین ہے تلخی و تندی
وہ شربت ہے تو جو سراپا ضرر ہے ۔۔۔ مین ہون تلخ معجون پر اچھا اثر ہے
جہان تو ہو سب لوگ شیون کنان ہون ۔۔۔ جہان مین ہون لوگون کے کیسے گران ہون
جو ہو پاس پیسا تو حضرت فدا ہین ۔۔۔ جو کیسہ ہو خالی تو بس پھر ہوا ہین
جو ہو بزم عشرت تو گاؤ بجاؤ ۔۔۔ جو ہو شام غربت تو بس بھاگ جاؤ
مخالف نے کی او سیہ اس طرح حجت ۔۔۔ کہ اے تیرہ اطوار مذموم خصلت
یہہ احسن کو اقبح کا جامہ پہنانا ۔۔۔ یہہ صالح کو طالح بنا کر دکھانا
زبان پر بھلائی تو دل مین برائی ۔۔۔ یہہ کیا جو فروشی و گندم نمائی
مرے رو برو اور یہہ گفتار تیری ۔۔۔ مقابل مین شہ کے گدا کی دلیری
کہان اتنی ہمت لڑے نفس سے تو ۔۔۔ عمل حکم شیطان پہ اٹھا کرے تو
جہاد کبیرہ کا کرکے بہانا ۔۔۔ خیانت سکا ہے تجکو جوہر دکھانا
مثل شیخ جی کی مجھے یاد آئی ۔۔۔ کہ جا کر خرابات مین مے اڑائی
تنعم ترنم مین تھے محو عشرت ۔۔۔ نہ چھوڑی زمانے کی کوئی بھی بدعت
جو پوچھا کسی نے یہہ جنجال کیا ہی ۔۔۔ اجی شیخ جی آپ کا حال کیا ہے
تو بولے کہ تھی نفس کو ان سی نفرت ۔۔۔ ہوئی اس لئے لازم ان سے رغبت

کبھی نفس تم سے کہ خیرات کیجے
تو لازم ہے سائل کو دشنام دیجے

طبیعت کی خواہش ہو گر کھیلے جانا
تو تم دیر میں جا کے شہنا بجانا

کبھی دل جو تم سے پڑھو پنجگانہ
تو بھولے سے تم سوئے مسجد نہ جانا

نہ تکبیر معکوس کر مرد مجنون
ہے استغنا تعلیک کا موجود مضمون

کفایت نے کب بھوکوں مرنا بتایا
پھر کیا دودھ میں تو نے پانی ملایا

لئے خوب معنی کلو و اشربو کے
کہ کم کھاؤ روٹی بہت ہو جو بھوکے

نہ خیرات دینا نہ اکرام کرنا
بس اندوخت اندوختن تجھکو مرنا

یہ مرنے کی بھی سنائی سنانی
کہی خوب پس ماندگان کی کہانی

پس مرگ گالی ہو یا فاتحہ ہو
کوئی بیٹھتے جی کیوں کسی کا برا ہو

خسیسوں سے نالاں ہیں اولاد ان کی
یہی ہے شب و روز فریاد ان کی

کہ بابا وکرد کچھ ادا حق یاری
یہی دوستی ہے ہماری تمہاری

طریقہ بتا دو کہ بابا و اسد ہایں
تو پتھر کے نیچے سے تھیلی اٹھا ہیں

مرسلہ از [illegible]

ہم ذیل میں کرمی منشی ولایت علی صاحب بلرآن بلند شہری کی وہ غزل درج کرتے ہیں جس کی شہرت و مقبولیت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اب وہ محتاج اشاعت نہیں لیکن ممکن ہی کہ دور دراز مقامات میں جہاں رسالہ ہٰذا کی رسائی ہے یہ غزل مشہور نہ ہوئی ہو۔ لہٰذا ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے

غزل

تم سے وہاں خالی نمکدان ہوتے جاتے ہیں
یہاں زخم جگر رس رس کے گریاں ہوتے جاتے ہیں

تمہارے مصحف عارض سے اتنا ربط گیسو کو
خدا کی شان ہے کافر مسلمان ہوتے جاتے ہیں

غضب ہے گدگدایا پھر کسی کے عشق پنہاں نے
ہمارے ہاتھ مصروف گریباں ہوتے جاتے ہیں

کہے کیا اُن سے کوئی قصۂ غم اک تماشا ہے
میں درد دل سناتا ہوں وہ خنداں ہوتے جاتے ہیں

نہیں بے وجہ تعویذوں کا رہنا اُن کے سینے پر
یہ فتنے اٹھتے جوبن کے نگہباں ہوتے جاتے ہیں

جو کہیے اُن سے مشتاق جفا تم ہوتے جاتے ہو
تو فرماتے ہیں شوخی سے کہ ہاں ہاں ہوتے جاتے ہیں

خیال آتا ہے اُن کو وصل کی جب بے حجابی کا
مرا منہ تکتے جاتے ہیں پشیماں ہوتے جاتے ہیں

اُدھر خنجر گراں ہے اور ادھر یہ سخت جانی ہے
کہ عاجز نازکی سے دست جاناں ہوتے جاتے ہیں

لگاتا ہے نشانہ کون سا ناوک فگن دل میں
نکل کر تیر چٹکی سے رگ جاں ہوتے جاتے ہیں

کہاں وحشت کہاں ویرانہ کہاں ہم [illegible]
یہ جلسے عیش کے آنکھوں سے پنہاں ہوتے جاتے ہیں

غزلیات طرح

مصرعہ طرح۔ نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

اختر۔ جناب مولوی محمد عبدالغفار خان صاحب بی اے الہ آبادی تلمیذ حضرت [illegible]

یون تو متاعِ دل کسی دہون گران نہین
سودا ہو جب کہ تم بھی کہو منہ سے ہان نہین

تیرے ستم کشیدہ گے اب تن مین جان نہین
یہ وقت تعزیت ہے دمِ امتحان نہین

یوسف ہوئے جو قید تو بولا جنونِ عشق
کچھ عاشقون کے واسطے بندِ گران نہین

کیا حسن انتظام ہے عالم ہے مجھ پہ عش
تجھ سا اگر نہین تو ترا پاسبان نہین

واماندگی کا شکر ادا کس زبان سے ہو
لب تک بھی اب تو ضعف سے آتی فغان نہین

ضد کچھ نہین ہے مجھ سے وہ عادت کو کیا کرین
کچھ غیر پر بھی خیر سے وہ مہربان نہین

گستاخیِ عدو پہ ہو خاموش کس لیے
کیا اب دہن نہین کہ دہن مین زبان نہین

تو روسیہ ہے اپنی تنک ظرفیون سے شمع
مین بھی تو جل رہا ہون کہ مطلق دھوان نہین

دیدار کا تصورِ جانان مین ہے مزا
اور لطف یہ کہ پاس نگہ درمیان نہین

سوزِ غمِ فراق سے اختر کی قبر مین
اک ڈھیر راکھ کا ہے فقط استخوان نہین

ارشاد۔ جناب محمد قاسم علی خان صاحب تلمیذ حضرت یمین السلطنہ نواب مدار المہام ریاست حیدر آباد دکن مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر و شاد جناب مہاراجہ صاحب بہادر سمستان علاقہ حیدر آباد دکن

پہلو مین دل نہین تو دہن مین زبان نہین
یعنی طریقِ عشق مین رسمِ فغان نہین

شمع و نجوم و شمس و قمر طور و آئینہ
جلوہ فروغِ حسن کا تیرے کہان نہین

ہے عشق ہی سے حسن کی بستہ قدر و منزلت
بلبل نہ ہو تو گل کا کوئی قدردان نہین

لینے مین آپ کو ہے پس و پیش کس لیے
اک بوسہ کے عوض تو مرا دل گران نہین

شاید ہوا ہے دفن کوئی سوختہ جگر
ہے [illegible] دھوان نہین

ہو جائے کچھ نوازشِ شاہانہ یا حسین
ارشاد کا حضور سے مقصد [illegible]

بیکل - جناب سید دولت علی صاحب متوطن علیگڈھ

عالم مین تیرے حسن کا جلوہ کہان نہین
دلدادہ تیرا کون سا پیر و جوان نہین

حال دلِ خراب سناؤن مین کس کو آہ
جز بیکسی و یاس کوئی رازدان نہین

اللہ رے رعب حسن کہ اُس بُت کے سامنے
مین چپ ہون اس طرح سے کہ گویا زبان نہین

مین اُن سے عرض حال کرون کس امید پر
وہ آشنائے لذتِ دردِ نہان نہین

غزل عطیہ حضرت ظہیر دہلوی مدظلہ العالی

راحت پسند شوخی دورِ زمان نہین
تم مہربان ہوے تو فلک مہربان نہین

خاطر مین کچھ نشیب و فراز جہان نہین
اپنی زمین شعر مین بھی آسمان نہین

ادنیٰ ستم بھی درخور ایثار جان نہین
ایسے پہ جان جاے تو اپنا زیان نہین

کس منھ سے یہ کہون کہ تری شوخیان نہین
اتنا تو دشمنی مین نہیب آسمان نہین

مشکل ہے اے فلک ترے نالون کی روک تھام
نے کی نوا نہین ہے جرس کی فغان نہین

بخت و سپہر و غیر ہین سب دشمنِ وصال
ہین آپ مہربان تو کوئی مہربان نہین

آتے مزے انھین بھی سوال و جواب کے
قاصد کے منھ مین ہاے ہماری زبان نہین

اللہ رے تندخو تری نازک مزاجیان
دشمن کی شوخیان مرے دل پہ گران نہین

راہِ وفا مین غیر نے رکھا نہین قدم
کوچے مین اُس کے ایک بھی ثابت نشان نہین

مجکو بھی اب تو غیر سے ہین بدگمانیان
یہ کیا ہوا کہ تجکو سر امتحان نہین

طعنون مین وصل غیر کے اب کیا مزا رہا
بے سود سب گلے ہین کہ تو سرگران نہین

افسوس دل نے بھی نہ دیا وقت بد مین ساتھ
قاصد کے ساتھ کیون مرے نالے روان نہین

ہو دشمنی تو کچھ گلہ دوستی کرون
مین دیکھتا ہون غیر بھی کچھ شادمان نہین

آزاد ہوکے دام سے جائین کہان اسیر
اتنے رہے ہین دور کہ یاد آشیان نہین

بے مہری فلک سے ہراسان ہو کیون ظہیر
کیا انتہاے فضل خدا یہ جہان نہین

عاشق سید نور علی صاحب بہاری مدرس مدرسہ پھرمو ضلع راے بریلی تلمیذ جناب جوہر

اک خوش بیان کے عشق نے مجکو کیا خموش
مین اس طرح سے چپ ہون کہ گویا زبان نہین

گھبرا کے اس فلک سے بھاگ کے جائین گے ہم کہان
وہ کون سی زمین ہے جہان آسمان نہین

بڑھکر ہے آسمان سے اپنی زمین شعر	عاشق یہہ وہ زمین ہے جہان آسمان نہین

فطرت - جناب منشی عبد الستار خان صاحب رئیس پھپوند ضلع رائے بریلی

پہلو مین جب سے ہائے وہ آرام جان نہین	میرا سا دل جہان مین کسی کا طپان نہین
سن لو مرا فسانہ تو ہو جاؤ بیقرار	فرہاد و قیس کی تو مری داستان نہین
باقی بہت ہے رات نہ گھبرائیے حضور	آواز پاسبان ہے یہہ شور اذان نہین
تمکو بہار حسن پہ بیجا یہہ ناز ہے	وہ کون سا چمن ہے کہ جسکو خزان نہین
باغ سخن مین اپنے ہمیشہ بہار ہے	فطرت یہہ وہ چمن ہے کہ جسکو خزان نہین

نشتر - جناب قاضی حافظ الدین صاحب سکندر آبادی تلمیذ خنجر

کیجے بھی مجھ پہ وار کوئی درمیان نہین	عاشق کو ایک بات ہے یہہ امتحان نہین
ہم نے سہے ہین اُن سے جفا کار کے ستم	اپنی نظر مین کچھ ستم آسمان نہین
نشتر ہر ایک شے مین اُسی کا ظہور ہے	حمد خدائے پاک کے قابل زبان نہین

وفا - عالیجناب نواب محمد عمر خان صاحب خلف عالیجناب نواب برق جنگ بہادر حیدر آباد دکن تلمیذ حضرت صفی و حضرت جلیل مدظلہم

کچھ تو سوال وصل پہ کہنا تھا ہان نہین	خاموش آپ ایسے ہین گویا زبان نہین
باد خزان نے باغ مین جھاڑو سی پھیر دی	بلبل نہین بہار نہین باغبان نہین
تارے فلک پہ پھول کھلے ہین زمین پہ	آنکھین جو ہون تو حسن کا جلوہ کہان نہین
قیمت وہ اک نگاہ کی لیتے ہین جان و دل	مجھ سے جو کوئی پوچھے تو سودا گران نہین
دل مین بھی درد عشق جگر مین بھی درد عشق	اب تم سے کیا بتاؤن کہان ہے کہان نہین
انداز دلربا ہے ترا ناز دلستان	کیونکر کہون کہ دل کا کوئی قدردان نہین
چوری لگاؤن دل کی مری کیا مجال ہے	چتون پہ ہے گمان مجھے تم پہ گمان نہین
رکھتا تمھین گلے سے لگا کر تمام عمر	مجبور ہون کہ بس کا مرے آسمان نہین
کتنے رقیب ہین مرے اس کو نہ پوچھئے	کیا آپ کا فریفتہ سارا جہان نہین
محشر بپا ہے شوخی رفتار دیکھئے	اور اس کو دیکھئے کہ ابھی وہ جوان نہین

چلتے جناب زمانہ تمہاری نگاہ پر
تم مہربان نہین تو کوئی مہربان نہین

وہ دل کہ جس پہ خلق کی اُٹھتی تھین انگلیان
ایسا مٹا کہ اب کہین نام و نشان نہین

معشوق میرے پیام محبت محال ہے
قاصد ترا بیان ہے یہہ اُس کا بیان نہین

وہ بیکسی ہے اب کہ سوا تیری یاد کے
ہمدم نہین رفیق نہین مہربان نہین

سمجھا ہے ہمکو کیا وہ بتا دین گے ہم وفا
نالے نہین ہین آج تو یا آسمان نہین

وفا۔ جناب قاضی سید محسن صاحب سیتاپوری تلمیذ حضرت ناظر سیتاپوری

دم بھر بھی رنج و درد و قلق سے امان نہین
گویا غمون کا گھر ہے سرائے جہان نہین

رونا ہے زندگی کے لیئے یہہ فغان نہین
بلبل کی موت آئی ہے فصل خزان نہین

سُنئے حضور شوق سے سُنئے رقیب کی
یہہ ہم سے غمزدون کی کوئی داستان نہین

پھر کیون ہمین مآل پہ اپنے نہین نظر
غفلت نہین جنون نہین خوابِ گران نہین

سچ ہے لحد سے بڑھ کے نہین کوئی جائے امن
یہہ وہ زمین ہے کہ جہان آسمان نہین

خاموش کیون ہین آپ سوالِ وصال پر
کہدیجئے خدا کے لیئے کچھ تو ہان نہین

جوبن پہ داغ سینۂ عاشق ہین ہر گھڑی
گلزار ہے یہہ وہ جسے خوفِ خزان نہین

اے برق ہم سے خانہ بدوشون کو خوف کیا
دو تنکے رکھ ہی لین گے اگر آشیان نہین

دردِ فراق سے ہمہ تن درد ہو گیا
اب تم کو کیا بتاؤن کدھر ہے کہان نہین

دو گز جہان زمین ملی پڑ کے سو رہے
ہم جیسے بے گھرون کا ٹھکانا کہان نہین

نفرت ہے اس قدر مری صورت سے آجکل
آئے ہی پوچھتے ہین وفا تو یہان نہین

یقین۔ قاضی محمد یقین صاحب رئیس پلول ضلع گوڑگانوان

مجھ پر ہی کیا وہ غیر پہ بھی مہربان نہین
اُس بے وفا سے مل کے کوئی شادمان نہین

میرے جگر کے زخم ہمیشہ ہرے رہے
یہہ وہ بہار ہے جسے خوفِ خزان نہین

ہم جانتے ہین لذتِ ضبطِ فغان مگر
مجبور ہین کہ طاقتِ ضبطِ فغان نہین

ہمکو ملا نہ چین لحد مین بھی بعدِ مرگ
سُنتے تو تھے کہ زیرِ زمین آسمان نہین

اِس نازکی پہ قتل کرے گا کسی کو کیا
قاتل کا امتحان ہے مرا امتحان نہین

دیکھو تو رعبِ حسن نے کیا سحر کر دیا
مین چُپ کھڑا ہون جیسے دہن مین زبان نہین

[illegible] سے نہ اہلِ سخن داد دین یقین
سچ تو یہہ ہے کہ آپ سا شیرین بیان نہین

غزلیات تازہ غیر طرح

غزل جناب منشی سید ولایت علی صاحب باران بلند شہری

بھوین تنتی ہین کیون ہر بات پر خنجر نکلتا ہے
یہہ آخر کس پہ بگڑے ہو یہہ کیون تیور بدلتا ہے

بہار آتی ہے شاید پھر وہی شورش ہے سینے مین
کھلی جاتی ہین یا چھین زخمِ دل رنگت بدلتا ہے

خزان بھی ہو چکی اور فصل گل بھی جا چکی آکر
یہہ نخل آرزو کیا جانے کس موسم مین پھلتا ہے

یہی ہجر بتان ہے کیا اسی کا نام الفت ہے
کوئی بیٹھا ہوا اندر ہی اندر دل مسلتا ہے

نہ ملئے وصل کا وعدہ نہ کیجے خیر کیا ڈر ہے
مگر یہہ بھی سمجھ لیجے کہ ہونا ہو کے ٹلتا ہے

کہین چپکے سے سوتے مین ترے کاکل کو چھو نکلا
ہر اک جھونکا نسیم صبح کا نخوت سے چلتا ہے

وہ شرماتے ہوے کس نازسے خلوت مین آتے ہین
کبھی محرم کو کستے ہین کبھی دامن سنبھلتا ہے

سر محفل یہہ کسکو تاڑ نا مڑ کر ان انکھیون سے
یہہ کیسی بجلیان گرتی ہین خنجر کس پہ چلتا ہے

یہہ جھوٹا پیار رہنے دیجیے باران سے کیا مطلب
یہہ اظہارِ محبت کیون ستمگر کس پہ چلتا ہے

غزل جناب منشی محمود حسن صاحب عشقی ڈاسنوی

ستاتے ہین نگاہِ شرمگین سے
ادھر دیکھو ہم آتے ہین کہین سے

ٹپکتا ہے غضب چینِ جبین سے
بگڑ کر آے ہو گیا تم کہین سے

یہہ پوچھو اپنی چشم شرمگین سے
کرکیا لو گی دلِ اندوہگین سے

مری تقدیر سازش کر گئی ہے
تری زلفون سے یا چینِ جبین سے

چھپانا ہی پڑا رازِ محبت
لگا کر دل کسی پردہ نشین سے

وہ کیون ہان کر کے خود آفت خریدے
کسی کا کام جب نکلے نہین سے

ترا کوچہ مبارک تو سلامت
ہمین کیا واسطہ دنیا و دین سے

شبیہِ یار دل پر کیون نہ کھینچی
شکایت ہے یہہ صورت آفرین سے

نئی شوخی ہے تیرے نقش پا مین
نیا فتنہ نہ پیدا ہو زمین سے

عیان ہو جائے گا رازِ محبت
نہ پونچھو اشک عشقی آستین سے

ید بیضا

عورتون کی مذمت

دنیا مین سب سے بڑی نعمت اچھی بیوی اور سب سے زیادہ مصیبت بُری بیوی ہے۔
ہر زمانہ مین مصنف عورتون کا حال لکھتے آئے ہین۔ کسی نے مدح سرائی مین کسی نے ہجو سرائی مین دفتر کھولا ہے۔ کسی سارے گروہ کو بُرا کہنا معیوب ہے کسی گروہ مین سب آدمی یکسان نہین ہوتے دنیا کی ساری عورتون کی مذمت کرنی اہل تہذیب پسند نہین کرتے لیکن عوام الناس اِس سے خوش ہوتے ہین۔ ایک قدیمی شاعر نے عورتون کی ہجو بڑے لطف کے ساتھ لکھی ہے۔ ہم اُسکا ترجمہ کرتے ہین۔

خدا تعالی نے ابتدائے آفرینش عالم مین بہت سے مختلف طرح کے مادّے یک جگہہ جمع کیے اور اِن سب کو ملا کر عورتون کی ارواح کا خمیر بنایا۔ اور اِن کے لیے جدا جدا عورتون کا جسم مسکن بنایا۔ اِس طرح جتنی قسم کی عورتین پیدا ہوئین اُن کی تفصیل یہہ ہے۔

اوّل۔ ایک قسم کی عورتین اِن مادّون سے بنائین جن سے کہ سورنی بنائی تھی۔ اِس طرح کی عورتین سراسر غلیظ و ناپاک رہتی ہین اُن کا جسم ناپاک۔ خوراک پوشاک غلیظ۔ بچے گچلی۔ گھر نجاست سے بھرا ہوا ڈلاو کی برابر۔ غرض سب طرح سے نہایت بدسلیقہ۔ پھوہڑ گھر مین۔ اور بہت کھانے والی دسترخوان پر۔

دوم۔ اِن مادون سے بنائین جن سے کہ لوڑی بنائی۔ اِس طرح کی عورتین بڑی باخبر و ہوشیار چالاک ہر بات کی تہ پر پہونچنے والی۔ غرض اِن مین کچھ بُرائیان کچھ بھلائیان ہوتی ہین۔

سوم۔ اِن مادون سے عورتین پیدا کین جنسے کہ کُتیا کو بنایا۔ اِس نوع کی عورتین وہ کام کرتی ہین جو کُتیا کرتی ہے۔ بڑی لڑاکا کام کرتی جاتی ہین بھونکتی جاتی ہین۔ جو رستے مین آئے اُس کی

ٹانگ لیتی ہین ہمیشہ گھر مین داتا کل مچاتی رہتی ہین۔

چہارم زمین سے بنائین جو ہمیشہ مٹی رہتی ہین سکاہل سست۔ جاہل سارے جاڑے مین آگ تاپین کھانے کے سوا کسی اور کام مین دل نہ لگائین۔

پنجم سمندر سے بنائین ایسی عورتین گھڑی مین کچھ گھڑی مین کچھ۔ کبھی طوفان برپا کرین کبھی خاموش ہوکر دھوپ کی سی چمک دکھائین جو ان سے نا آشنا ہون وہ بھی اُن کے تبسم اور خاموشی کو دیکھکر یہہ جانین گے کہ ان کی نیک مزاجی ایک کرامت ہے کہ دفعتہً وہ یہہ دیکھین گے کہ ان کا مزاج بدل گیا۔ بات چیت کچھ سے کچھ ہوگئی۔ آندھی کی طرح غل شور مچانے لگین وہ طیش و غضب مین بھرین کہ کسی طرح سنبھالے سنبھلتی نہین۔

ششم۔ ان اجزا سے قوام پایا جن سے گدھی بنتی ہے۔ ایسی عورتین اگرچہ سست و کاہل ہوتی ہین مگر خاوند کی ڈانٹ ڈپٹ سے اُس کی مرضی کے موافق ہر ایک کام جفاکشی اور محنت سے کرتی ہین۔ مگر مردون کی صحبت و معاشرت سے بہت خوش ہوتی ہین۔

ہفتم۔ بلی کی قسم کی۔ ان کے اقسام طرح طرح کے نخرے۔ چین بچین۔ نامرغوب طبع۔ وہ ایسی محبت سے نفرت کرتی ہین کہ خاوند کی ہم آغوشی سے نکل کر بھاگ نہ جائین۔ خاوند کی متاع کی ذرا پرواہ نہ کرین۔ کچھ مکر۔ کچھ چوری۔ کچھ اُٹھائی گیرا پن بھی کرتی ہین۔

ہشتم۔ خچر کی قسم کی جس کے بال اور سیلی بہت خوبصورت ہو۔ ایسی عورتین خاندان سے بے پروا۔ مگر سب دن اپنا بناؤ سنگار کرین۔ نہائین۔ دھوئین۔ لباس پر تکلف پہنین۔ خوشبوئین ملین۔ بالون کو سو سو طرح سے بنائین۔ عطر مین بسائین۔ پھول رنگ برنگ خوشنما اُن پر لگائین۔ ایسی عورتین اجنبی آدمیون کے دیکھنے کے لئے اچھی ہوتی ہین۔ ہان بادشاہ بادشاہزادے کے واسطے بھی یہہ کھیلنے کے کھلونے اچھے ہوتے ہین۔ مگر خاوندون کے واسطے ذات الجنب ہوتی ہین۔

نہم۔ بن دُم کی بندریا کی قسم کی۔ اس قسم کی عورتین بدمزاج۔ سب طرح سے بدصورت

درشت سیرت۔ باوجودیکہ ایک چیز بھی اپنے مین خوب صورت نہین ہوتی۔ مگر سب کی بدتمیزی پسند کرتی ہین۔ اور ان سے نفرت کرنے پر تیار ہوتی ہین۔

دہم۔ شہد کی مکھی کی قسم کی۔ سب سے بڑا خوش نصیب وہ خاوند ہے جس کو ایسی قسم کی بیوی خدا دے۔ وہ سب عیبون سے پاک ہوتی ہے۔ کوئی عیب اُس مین نہین ہوتا وہ خاوندون سے محبت کرتی ہین۔ سارا کنبا اُنکا پھولتا پھلتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ اور عورتون مین ممتاز ہوتی ہین۔ سر تا پا خوبصورت ہوتی ہین۔ یہ مُکھی شہد کی عورتون سے وہ ہمکلام نہین ہوتین۔ اُن کو اپنے پاس نہین پھٹکنے دیتین۔ اِن مین نیکی اور عقلمندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ پس اس سے زیادہ اچھی بیوی کوئی نہین ہوتی۔

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

اخبار مفید روزگار بمبئی۔ یہ ہفتہ وار اخبار باہتمام حاجی منشی حسین صاحب اڈیٹر و ہیڈ ماسٹر یتیم خانہ اہل اسلام ہر جمعہ کو بمبئی سے شایع ہوتا ہے۔ دنیا کی خبرون اور تازہ واقعات کے علاوہ دو تین مضمون مین ناظرین کی تفریح طبع کے لیے پنچایتہ مضامین بھی درج کئے جاتے ہین۔ اخبار عمدہ ہے۔ مگر چھپائی قابل اصلاح ہے۔ گو اس وقت ہمارے سامنے آٹھ دس نمبر موجود ہین تو اعد و ضوابط باوجود کوشش کے بھی پڑھنے مین نہ آسکے اسلئے ہم شرح قیمت لکھنے مین معذور ہین۔ اکثر لایق اڈیٹر اور بعض دیگر مضامین نگارون کی عبارت بے ربط ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مضمون کی آمد اس طرف زیادہ متوجہ نہین ہونے دیتی اخبار مذکور کے بعض پنچایتہ مضمون نویس اپنے مضامین مین کبھی کبھی تہذیب سے بھی چشم پوشی کر جاتے ہین ظرافت وہین تک اچھی معلوم ہوتی ہے جہان تک کہ تہذیب کے منافی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بہ استثنار چند اخبارات دیگر اخبارون مین اِن باتون کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے۔ تاہم قابل اڈیٹر ہر معاملہ مین نہایت سنجیدگی متانت اور قابلیت سے بحث کرتا ہے۔ شائقین مرقومہ بالا پتہ سے منگا سکتے ہین۔

اڈیٹر

ایک دلچسپ نظارہ

ایک روز شام کو جب مین اپنے مشاغل سے فرصت پا چکا تو دل مین یہہ امنگ پیدا ہوئی کہ آؤ عالم مثال کی سیر کرین - فوراً یک تصور کو حکم دیا گیا کہ خیال کا صبا رفتار گھوڑا تیار کر کے لائے - اس حکم کی چشم زدن مین تعمیل کی گئی اور مین نے پشت زین پر آتے ہی باگ اٹھا دی - گھوڑا بلا کا چنچل اور تیز گام ہے باگ کا اشارہ پاتے ہی اس چستی و چالاکی سے روانہ ہوا کہ یک نگاہ کو با این ہمہ دعوئے سبک خرامی اس کی گرد تک کا نشان نہ ملا - کم بخت عجب آن بان کا گھوڑا ہے تندی و شوخی کی یہہ حالت ہے کہ معمولی سوار کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے شہسوار بھی جب تک حجت و استدلال کی دوہری باگین اور غور و فکر کی خاردار لگامین چڑھا کر نہ سوار ہون اسکا قابو مین آنا محال ہے - چستی و چالاکی اس بلا کی کہ ہر قدم منتہائے بصر سے پرے پڑتا ہے جست و خیز کا کیا ٹھکانا کم بخت ابھی سطح زمین پر گام زن تھا کہ دفعتہً فلک الافلاک پر جا پہونچا اور وہان سے جو پلٹا ہے تو سیدھا تحت الثریٰ تک چلا آیا ابھی ستارون اور سیارون مین چھلانگین مارتا پھرتا تھا کہ چشم زدن مین سمندر کی سطح کبود پر تیرتا نظر آیا - ابھی آسمانون کو چال رہا تھا اور ابھی سبزہ زار میدانون کو پامال کرنے لگا - سبک خرامی کا یہہ عالم کہ لاکھون میل اس پر طے کر جائین مگر تکان نام کو نہین اور پھر دیکھئے کہ کوئی شے مادی ہو یا غیر مادی اس کی راہ مین حائل نہین ہو سکتی - ایک اور عجیب بات ہے یعنی سوار اس پر سے گر بھی پڑے تو چوٹ نام کو نہین آتی - بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ساتوین آسمان سے جب یہہ تحت الثریٰ کو یکایک پلٹا ہے تو سوار کا آسن اکھڑ گیا اور گھوڑے اور سوار دونون نے پشت سمک پر پہونچکر دم لیا سوار جب ذرا سنبھلا فوراً ایک جست کی اور زین پر یہی تو بات ہے کہ ہر شخص جس کو کچھ بھی اس کی سواری کا مزہ پڑ گیا ہے یہی خواہش کرتا ہے کہ ذرا فرصت ملے اور اس اشہب صبا رفتار پر سوار ہو کر نئے نئے عالمون کی سیر کرے غرض اس شان کے سمند برق خرام پر سوار ہو کر مین عالم مثال

کی سیر کو چلا۔ گھوڑے کو ڈھیلا چھوڑے لئے جا رہا تھا کہ دفعتاً تصور اور وہم کے ہرکارون نے سامنے سے نمودار ہو کر صدا دی کہ " خانہ آباد۔ دولت زیادہ۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو ایک ایسی عجیب و غریب دلکش سیر دکھائیں جو بے انتہا تفریح اور دلچسپی کا موجب ہو" میرا اشارہ پاتے ہی دونون نے داہنے بائین آکر گھوڑے کی باگ پکڑی۔ اور ایک طرف کو لے چلے۔ راستہ نہایت ناہموار تھا اور ایک صحرائے پُرخار سے نکل کر بہت سی خندقون اور کھائیون کو طے کرتا ہوا مین ایک لق و دق بیابان مین جا نکلا جس کو تصور نے بتایا کہ یہہ وادی نجد ہے یہان میان مجنون نے کسی زمانے مین مدتون خاک اُڑائی اُنکے دم سے اِس بیابان مین بھی کچھ دنون خوب رونق رہی لیکن اب ایک عرصہ سے یہہ ویران ہے۔ آگے چلکر ایک سر بفلک کشیدہ پہاڑ نظر آیا جس کا ایک حصہ کسی حد تک کٹا ہوا تھا۔ تصور نے بتایا کہ یہہ کوہ بیستون ہے جہان حضرت فرہاد نے مدتون تیشہ زنی کی اور بالآخر جان بحق ہوے اب یہہ بھی غیر آباد ہے۔ اِس پہاڑ سے اُتر کر ایک عجیب پُرفضا وادی نظر پڑی جسکی سرسبزی اور شادابی دیکھکر جنت نظرون سے گر گئی۔ پیک تصور نے کہا کہ یہہ کوے دلدار ہے۔ دیکھئے دیکھئے سامنے وہ دلچسپ منظر ہے جس کے لئے آپ کو یہان تک آنے کی تکلیف دی گئی۔ مین نے نظر جو اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہون کہ ایک عجیب الخلقت شے جسے نہ انسان کہئے نہ حیوان ایک بلند مقام پر ایستادہ ہے اور اُس کے گرداگرد بیشمار خلقت کا ہجوم ہے۔ اُس کا حلیہ کچھ عجیب قسم کا ہے گو یا وہ مجسم عجائبات فطرت کا پتلا ہے۔ سر کے بال سیاہ اِس طرح اُلجھے ہوے جیسے سنبل کی لٹین ہوتی ہین اور اُن مین کچھ اِس طرح کے حلقے پڑے ہوے جیسے کسی ماہی گیر کا جال ہو۔ اُن کا کچھ حصہ تو کانون تک آیا ہوا حرف "ل" کی صورت دائرہ سا بنائے ہوے کنپٹیون سے چسپیدہ ہے۔ باقی حصہ رخسارون پر سے ہوتا ہوا کندھون پر پڑتا ہوا ایڑی سے نکل کر زمین پر لوٹ رہا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہت سے سانپ لٹک رہے ہون۔ پیشانی بلند اور چمکدار۔ بھوؤن کی جگہہ دو چھوٹی چھوٹی تلوارین گوند سے چسپیدہ ہین۔ آنکھین بڑی بڑی اور وحشیانہ ہین اور اُن مین سے

کچھ سخت نوکدار چیزین بار بار نکل کر اُن لوگون کے سینے پر لگتی ہین جو اُس کو گھیرے ہوے ہین اور ہر
مرتبہ جب وہ چیز کسی کے سینے پہ لگتی ہے ایک سفید ریش بزرگ جو مقابل مین ایک بلندی پر
کھڑے ہوے ہین احسنت و مرحبا کے نعرے بلند کرتے ہین اور وہ لوگ جن کے سینے پر یہہ سخت
نوکدار چیز لگتی ہے لوٹنے لگتے ہین - کوئی سمجھے کہ شاید سخت زخم آگیا ہے لیکن تھوڑی دیر مین
وہ لوگ ہنسنے لگتے ہین خوش ہوتے ہین اور کوئی شکایت نہین کرتے صرف یہہ کہتے ہین کہ یہہ
تیر نگاہ تھا جو حضرت عشق کے (سفید ریش بزرگ کی طرف اشارہ کرکے) ایما سے ہمارے
دل پر تاک کر لگایا گیا - اِن کا سینہ بغور دیکھیے تو بظاہر کہین زخم نہین نہ خون نکلتا ہوا معلوم
ہوتا ہے ہان آنکھون سے بہہ کر رخسارون تک جو آنسو مسلسل آ رہے ہین وہ البتہ سرخ معلوم
ہوتے ہین - مین سخت حیرت و استعجاب کے عالم مین تھا اور اُس عجیب المخلقت شے کی ساخت
پر بغور نظر ڈال رہا تھا - اب مجھے یہہ معلوم ہوا کہ اُس کے دہن نہین صرف ایک موہوم سا خط
ہے لیکن ہنستے وقت وہ خط نمایان طور پر چوڑا ہو جاتا ہے اور اُس مین سے ایک بجلی سی کوند کر
اُس جماعت پر گرتی ہے اور اُن مین اکثر تڑپنے لگتے ہین - اِس شے کی ٹھوڑی کے نیچے ایک
ذرا سا غار ہے - اُس کے رخسار کو دیکھیے تو کچھ مسین بھیگتی نظر آتی ہین اور ساتھ ہی سینے پر نظر
ڈالیے تو کچھ اُبھار سا معلوم ہوتا ہے اور سب سے زیادہ عجیب بات یہہ ہے کہ کمر کا جو موقعہ ہے وہان
پر بالکل صفایا ہے - خدا جانے اوپر کا دھڑ نیچے کے دھڑ سے کیونکر ملصق ہے بظاہر دیکھنے سے تو
کوئی ایسی شے اِن دونون حصون کے درمیان نظر نہین آتی جو ذریعہ الحاق ہو سکے لیکن
اتنا ضرور ہے کہ جس طرف اُس کا قدم اُٹھتا ہے حصۂ زیرین کے ساتھ اوپر کا دھڑ بھی اُسی سمت
کو حرکت کرتا ہے اور بھی کئی باتین اُس مین عجیب دیکھین جن سے سخت تحیر ہوا - اب تک مجھے
یہی تمیز نہ ہو سکا کہ یہہ شے جنس اناث سے ہے یا جنس ذکور سے - بار بار حلیے پہ غور کرتا تھا
ایک طرف خیال قایم کرنے کے چند اسباب موجود پاتا تھا کہ دفعتاً کسی خاص بات پر نظر جاتی
اور مجھے اپنے سارے خیالات واپس لینے پڑتے - مثلاً صورت کسی قدر زنانی ضرور تھی اور سینے

کے اٹھا او ر زیورون سے بھی خیال ہوتا تھا کہ یہہ عورت ہے لیکن رخسارون کا خط اور لباس کی بعض
چیزین مثلاً کلاہ کج جو اُس کے سر پر تھی اور قبا جو زیب بر تھی یہہ سب چیزین مل کر اِس خیال کی تردید
کرتی تھین - اُس کی بعض حرکتین ایسی تھین جن سے کبھی تو بے اختیار ہنسی آتی تھی اور کبھی سخت
حیرت ہوتی تھی - اُس کے ہاتھ مین ایک ننگی تلوار تھی جس سے وہ اپنے تماشائیون کو قتل کر رہی
تھی گو بظاہر یہہ خیال ہوتا تھا کہ اِس سے تلوار سنبھل نہ سکیگی کیونکہ اُس کے ہاتھ پانون نہایت
سوکھے سوکھے اور کمزور سے تھے مگر با اینہمہ جب وہ وار کرتی تھی تو اِس قدر جنچا ہوا ہاتھ پڑتا تھا
کہ مقتول کا سر الگ جا پڑتا تھا اور وہ تڑپنے لگتا تھا پھر چشم زدن مین وہی سر جسم سے پیوستہ
ہو جاتا اور مقتول زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوتا اور اپنا سر بطور اظہار سپاس گذاری اُس شئے کے
قدمون پر رکھتا جس کو وہ غرور سے ٹھکرا کر الگ جا کھڑی ہوتی اور کہتی کہ مین قاتل نہین ہون
تم کیون میرے پاس آتے ہو - اِن تمام کار روائیون مین حضرت عشق (وہی سفید ریش بزرگ)
نہایت سرگرمی کے ساتھ امداد کرتے جاتے تھے اور جب وار پڑتا تو گردن کو پکڑ کر سامنے کر دیتے
پھر قدم پر سر رکھنے مین امداد کرتے اور اپنے دست مبارک سے سر کو پکڑ کر جھکا دیتے - ایک حرکت
اُس کی عجیب تھی اور وہ مجھے بھی کسی قدر پسند آئی یعنی وہ آنکھین ترچھی کر کے اپنے تماشائیون
کی طرف جو ایک پر ایک پلا پڑتا تھا کچھ اِس انداز سے دیکھتی تھی کہ وہ لوگ یون کلیجہ تھام کر رہ جاتے
تھے جیسے کسی کے سخت چوٹ آئی ہو اور وہی سخت نوکدار چیزین اُس کی آنکھون سے نکل تماشائیون
کے سینے پر لگتی ہوئی معلوم ہوتی تھین مگر وہ لوگ چوٹ کھا کر ہنستے اور خوش ہوتے اور اُس کو دعائین
دیتے - کبھی جب وہ اُس چمن کی روشون پر جو قریب مین واقع تھا خراماں خراماں چلتی تو سارے
تماشائی کوئی چیز پہلو سے نکال نکال کر اُس کے قدمون تلے ڈال دیتے اور اپنی آنکھین اُس کے
تلوؤن کے نیچے بچھا دیتے اور وہ سب کو روندتی کچلتی مصروف خرام رہتی مزا یہہ تھا کہ سب تماشائی
ایک دوسرے کو غیر کے نام سے پکارتے اپنے کو اُس شئے کا عاشق صادق بتاتے اور دوسرون
کو بوالہوس کہتے اور جب وہ کسی شخص کے ساتھ عنایت اور توجہ سے پیش آتی تو دوسرے

اُس شخص سے دھینگا مُشتی کو تیار ہو جاتے پھر آپس مین خوب لڑا ئی ٹھنتی اور ہر ایک اُس شئے سے درخواست کرتا کہ تم ہمارے ہی معشوق بن جاو غیر سے نہ ملو لیکن وہ شئے ہنس کر انکار کر دیتی اور سب لوگ بڑبڑانے لگتے اور وہ خوب ہنستی - ان تماشائیون کے طرز خطاب سے البتہ مجھے کسی حد تک یقین ہوا کہ یہہ شئے مرد ہے عورت نہین اور ان سب کا معشوق ہے - اس اثنا مین ایک مزے کی بات یہہ دیکھی گئی کہ عشاق کے پاس سے ہو کر جو ایک جماعت زاہدون اور واعظون کی گذری تو یہہ لوگ اُن کو دیکھتے ہی تالیان بجا بجا کر خوب اُچھلے کودے اُن کے ساتھ خوب تمسخر کیا اُنھین خوب بنایا اور اُن پر خوب آوازے کسے -

مین اسی تماشے مین مصروف تھا کہ مطلع افق سے ایک گرد تیرہ و تار اُٹھی اور فوجون کے پرے کے پرے علمون کے پھریرون کے پیچھے سے نمودار ہوے مین اسی خیال مین تھا کہ الٰہی یہہ کیا ماجرا ہے اور سوچ رہا تھا کہ یہہ فوج ظفر موج کس مہم پر جا رہی ہے کہ پیک تصور چلّایا " او ہو شہنشاہ دماغ کی افواج آپہونچین اب ان باغیون کا قلع قمع ہوا جاتا ہے وہ دیکھئے نا سپہ سالار افواج جنرل سر عقل خان بہادر معہ اپنے تمام رسالون اور پلٹنون کے جن کو پند و نصائح منطقی دلائل اور فلسفیانہ مسائل کے نامون سے موسوم کرتے ہین آپہونچے - اور لیجیے وہ کرنیل صبر کرنیل قرار میجر عاقبت اندیشی اور جنرل ننگ اور جنرل ناموس بڑے بڑے سردار بھی تو معہ اپنی افواج کے ہمراہ رکاب ہین - مگر بادشاہ سلامت نے ان باغیون کے لئے بڑا تہیہ کیا اتنی بڑی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی - صرف پند و نصائح کا رسالہ بسر کردگی میجر عاقبت اندیشی ان کی سرکوبی کو کافی ہوتا" اسیر وہم نے بات کاٹکر کہا کہ تم کو شاید ان باغیون کی قوت کا اندازہ نہین ہے - حضرت دل کو تو تم جانتے ہی ہو گے آگے اس قلمرو کے بہادر اور وفادار سردارون مین اُنکا شمار تھا لیکن اب کچھ دنون سے اس خانہ خراب مارشل عشق کے اغوا سے اپنے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے ہین اور متعدد رسالے اور پلٹنین جو تخیل اور جذب و شورش وغیرہ کے نامون سے موسوم تھے اُن کے ساتھ ہین اُنھون ہی نے تو ان تمام اجزا کو باہم ترکیب دیکر یہہ جرار فوج تیار کی ہے

جو اس عجیب الخلقت شئے معشوق جنگ بہادر کی زیر نگرانی شعرائے روزگار کی جادو بھری تعلیم سے مستفید ہو کر بجائے خود ایک زبردست طاقت بن گئی ہے اور فوج عشاق کے نام سے موسوم کی جاتی ہے"۔ تعصو نے یہہ سنکر کہا کہ "واقعی مجھے بالکل خیال نہیں رہا تھا ایسے زبردست حریف کے مقابلہ میں تو ایسی ہی جرار فوج کی ضرورت تھی۔ اب اس فوج کا کیا ٹھکانا ہے ابھی ان باغیوں کا کام تمام کئے دیتی ہے (میری طرف مخاطب ہو کر) اب آپ جنرل سر عقل خان بہادر کی شجاعت کا نمونہ ملاحظہ فرماوینگے وہ ان باغیوں کو ایسا نو کدم بھگاوینگے کہ ان میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھیگا"۔ مین نے جواب دیا کہ "ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو لیکن مجھے تو آثار بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ یہہ فوج عشاق کے سپاہی ہیں تو سوکھے ہاتھ پانوں اور زرد چہرے والے لیکن تم دیکھتے ہو کہ اس جادوگر نے جسے تم معشوق جنگ بہادر کے نام سے پکارتے ہو انہیں کس قدر مشاق بنادیا ہے۔ اب یہہ مرتے ہیں اور جی اٹھتے ہیں۔ تیر پر تیر اور تلوار پر تلوار کھاتے ہیں گر جاتے ہیں اور پھر احسنت و مرحبا کہتے ہوے اٹھ بیٹھتے ہیں اور اگر ذرا بھی خامی ان میں ہوتی ہے تو یہہ مارشل عشق فوراً اس کی اصلاح کردیتا ہے۔ ان سب کے گرو گھنٹال شعرائے روزگار تو یہاں پر نظر نہیں آتے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان سب کی تعلیم میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ان سب کو جادو کا پتلا بنادیا ہے ان پر کیا کوئی فتحیاب ہوسکتا ہے"۔

ادھر یہہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس طرف شہنشاہ دماغ کی تمام افواج ایک ٹیلے پر تیار ہوگئیں اور مورچہ بندیاں ہونے لگیں مگر عشاق نے پرواہ تک نہ کی کہ کیا ہو رہا ہے اور بدستور اپنی قواعد میں مصروف رہے۔ ادھر کے سرداروں میں باہم کچھ مشورے ہوے اور آناً فاناً جنرل ننگ و ناموس اور کرنیل صبر و قرار کچھ دستے لیکر فوج سے جدا ہوے اور دائیں بائیں طرف کچھ دور چلکر غایب ہوگئے۔ اب جنرل سر عقل خان بہادر نے لڑائی شروع ہونے کا حکم دیا۔ گولہ باری شروع ہوئی اور بندوقیں سر ہونے لگیں۔ ان کے آلات حرب نہایت عمدہ اور زمانہ حال کی تمام ایجادوں اور اختراعوں کے پورے سامان سے مکمل تھے۔ جب گولہ باری شروع ہوئی اور گولیوں کا

اُس شخص سے دھینگا مشتی کو تیار ہو جاتے پھر آپس مین خوب لڑائی ٹھنتی اور ہر ایک اُس شئے سے درخواست کرتا کہ تم ہمارے ہی معشوق بن جاو غیر سے نہ ملو لیکن وہ شئے ہنس کر انکار کر دیتی اور سب لوگ بڑبڑانے لگتے اور وہ خوب ہنستی - اِن تماشائیون کے طرز خطاب سے البتہ مجھے اِس حد تک یقین ہوا کہ یہہ شئے مرد ہے عورت نہین اور اِن سب کا معشوق ہے - اِس اثنا مین ایک مزے کی بات یہہ دیکھی گئی کہ عشاق کے پاس سے ہو کر جو ایک جماعت زاہدون اور واعظون کی گذری تو یہہ لوگ اُن کو دیکھتے ہی تالیان بجا بجا کر خوب اُچھلے کودے اُن کے ساتھ خوب تمسخر کیا انھین خوب بنایا اور اُن پر خوب آوازے کسے -

مین اسی تماشے مین مصروف تھا کہ مطلع افق سے ایک گرد تیرہ و تار اُٹھی اور فوجون کے پرے کے پرے علمون کے پھریرین کے پیچھے سے نمودار ہوے مین اسی خیال مین تھا کہ الٰہی یہہ کیا ماجرا ہے اور سوچ رہا تھا کہ یہہ فوج ظفر موج کس مہم پر جا رہی ہے کہ یک بیک تصور چلّایا " او ہو شہنشاہ دماغ کی افواج آپہونچین اب اِن باغیون کا قلع قمع ہوا جاتا ہے وہ دیکھئے ناسپہ سالار افواج جنرل سر عقل خان بہادر معہ اپنے تمام رسالون اور پلٹنون کے جن کو پند و نصائح منطقی دلائل اور فلسفیانہ مسائل کے نامون سے موسوم کرتے ہین آپہونچے - اور لیجیے وہ کرنیل صبر اور کرنیل قرار میجر عاقبت اندیشی اور جنرل ننگ اور جنرل ناموس بڑے بڑے سردار بھی تو معہ اپنی افواج کے ہمراہ رکاب ہین - مگر بادشاہ سلامت نے اِن باغیون کے لئے بڑا تہیہ کیا اتنی بڑی فوج بھیجنے کی کیا ضرورت تھی - صرف پند و نصائح کا رسالہ بسر کردگی میجر عاقبت اندیشی اِن کی سرکوبی کو کافی ہوتا " اسپر وہم نے بات کاٹ کر کہا کہ تم کو شاید اِن باغیون کی قوت کا اندازہ نہین ہے - حضرت دل کو تو تم جانتے ہی ہو گے آگے اِس قلمرو کے بہادر اور وفادار سردارون مین اُنکا شمار تھا لیکن اب کچھ دنون سے اِس خانہ خراب مارشل عشق کے اغوا سے اپنے بادشاہ سے بگڑ بیٹھے ہین اور متعدد رسالے اور پلٹنین جو تخیل اور جذب و شورش وغیرہ کے نامون سے موسوم تھے اُن کے ساتھ ہین اُنھون ہی نے تو اِن تمام اجزا کو باہم ترکیب دیکر یہہ جرار فوج تیار کی ہے

جو اس عجیب الخلقت شے معشوق جنگ بہادر کی زیر نگرانی شعرائے روزگار کی جادو بھری تعلیم سے مستفید ہو کر بجائے خود ایک زبردست طاقت بن گئی ہے اور فوج عشاق کے نام سے موسوم کی جاتی ہے "نقصیر" نے یہ سنکر کہا "اگر واقعی مجھے بالکل خیال نہیں رہا تھا ایسے زبردست حریف کے مقابلہ میں تو ایسی ہی جرّار فوج کی ضرورت تھی - اب اس فوج کا کیا ٹھکانا ہے ابھی ان باغیوں کا کام تمام کئے دیتی ہے (میری طرف مخاطب ہو کر) اب آپ جنرل سر عقل خان بہادر کی شجاعت کا نمونہ ملاحظہ فرماوینگے وہ ان باغیوں کو ایسا نو کدم بھگا دینگے کہ ان میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے گا" میں نے جواب دیا کہ "ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو لیکن مجھے تو آثار بُرے معلوم ہوتے ہیں - یہ فوج عشاق کے سپاہی ہیں تو سوکھے سوکھے ہاتھ پانوں اور زرد چہرے والے لیکن تم دیکھتے ہو کہ اس جادوگر نے جسے تم معشوق جنگ بہادر کے نام سے پکارتے ہو انھیں کس قدر مشاق بنا دیا ہے - اب یہ مرتے ہیں اور جی اٹھتے ہیں - تیر پر تیر اور تلوار پر تلوار کھاتے ہیں گر جاتے ہیں اور پھر احسنت و مرحبا کہتے ہوئے اٹھ بیٹھتے ہیں اور اگر ذرا بھی خامی ان میں ہوتی ہے تو یہ مارشل عشق فوراً اس کی اصلاح کر دیتا ہے - ان سب کے گرو گھنٹال شعرائے روزگار تو یہاں پر نظر نہیں آتے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان سب کی تعلیم میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ان سب کو جادو کا پتلا بنا دیا ہے ان پر کیا کوئی فتحیاب ہو سکتا ہے"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس طرف شہنشاہ دماغ کی تمام افواج ایک ٹیلے پر متمکن ہو گئیں اور مورچہ بندیاں ہونے لگیں مگر عشاق نے پروا تک نہ کی کہ کیا ہو رہا ہے اور بدستور اپنی قواعد میں مصروف رہے - ادھر کے سرداروں میں باہم کچھ مشورے ہوئے اور آنا فانا جنرل ننگ و ناموس اور کرنیل صبر و قرار کچھ دستے لیکر فوج سے جدا ہوئے اور دائیں بائیں طرف کچھ دور چلکر غایب ہو گئے - اب جنرل سر عقل خان بہادر نے لڑائی شروع ہونے کا حکم دیا - گولہ باری شروع ہوئی اور بندوقیں سر ہونے لگیں - ان کے آلات حرب نہایت عمدہ اور زمانہ حال کی تمام ایجادوں اور اختراعوں کے پورے سامان سے مکمل تھے - جب گولہ باری شروع ہوئی اور گولیوں کا

سینہ بہ سینہ لگا تو لشکر عشاق میں ایک حالت اضطراب پیدا ہو گئی لیکن ایک طرف مارشل عشق کے شیرانہ نعروں اور دوسری طرف معشوق جنگ بہادر کی ترنم خیز صداؤں نے لشکر عشاق کے پائے استقلال کو اکھڑنے نہ دیا اور ادھر سے بھی ثابت قدمی کے ساتھ گولوں اور گولیوں کا جواب تیروں سے دیا گیا۔ ابھی لڑائی کا رنگ اچھی طرح نہیں جما تھا کہ دفعتاً لشکر عشاق کو دو سخت حملے برداشت کرنے پڑے یعنی دائیں جانب سے تو جنرل ننگ و ناموس اور بائیں جانب سے کرنیل صبر و قرار نے بڑی آن بان سے شیرانہ حملہ کیا اب لشکر عشاق پر وقت تنگ تھا لیکن انھوں نے نہایت جانبازی سے ان حملوں کو روکا البتہ جب میجر عاقبت اندیشی نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ ایک درے سے نکل کر پشت پر حملہ کیا تو لشکر عشاق کا پاؤں جمنا مشکل ہو گیا لیکن مارشل عشق نے اس موقعہ پر بڑی پھرتی سے کام لیا۔ وہ اپنی ساری فوج کو گولیوں کی زد سے بچا کر کاوہ دیتا ہوا برق کی سرعت کے ساتھ اس ٹیلے پر آیا جہاں جنرل سر عقل خان بہادر اپنی باقی ماندہ فوج لئے ہوئے گولیاں برسا رہے تھے اور چشم زدن میں تمام مورچوں پر قبضہ کر لیا اب میجر عاقبت اندیشی اور کرنیل صبر و قرار وغیرہ کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے جنرل کی امداد کو پہونچیں اور اس کے لئے قریب سے قریب راستہ وہی تھا جہاں لشکر عشاق نے اپنے ڈیرے جما رکھے تھے لیکن اس مقام کو مارشل عشق نے اندر سے خالی کر رکھا تھا اور نیچے بارود بچھا رکھی تھی جونہی مخالف افواج کے دستے برابر سے نکلے فوراً جذبہ شوق کے تار کے ذریعہ سے اضطراب کی آگ دکھا دی گئی اور وہ قطعہ زمین ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ فوج مخالف کو ساتھ لیتا ہوا اڑ گیا کرنیل صبر و قرار اور جنرل ننگ و ناموس چاروں جری سردار اسی جگہ کام آئے صرف میجر عاقبت اندیشی جو ابھی پیچھے ہی تھا اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ بچ رہا لیکن اس کے بھی تمام جسم میں سخت چوٹیں آئیں اور باقی ماندہ فوج حالت سراسیمگی میں ان تیروں کی بوچھار کی جو لشکر عشاق کی طرف سے پیہم چلے آتے تھے تاب نہ لا کر قریب تھا کہ دامن استقلال کو ہاتھ سے دیدے مگر میجر عاقبت اندیشی ان کو بڑی کوشش سے فراہم کر کے

تسلیم و رضا کی گھاٹیون مین اُتارے گیا۔ اِدھر سخت گھمسان کی لڑائی کے بعد جنرل سر عقل خان بہادر کی افواج کے پانون بھی اُٹھ گئے اور اُنھون نے بازگشت کا حکم قطعی دیدیا اب میجر عاقبت اندیشی کو بھی جو موقعہ کا منتظر تھا اپنی باقی ماندہ افواج کا واپس لے جانا ہی مصلحت معلوم ہوا کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ گھمسان کی لڑائی مین لشکر عشاق کی بہادرانہ تیغ زنی کا اُس کی سرایمہ فوج ہرگز مقابلہ نہین کرسکتی یہہ گویا آخری فیصلہ تھا مارشل عشق کو پوری کامیابی اور جنرل سر عقل خان بہادر کو شکست فاش ہوئی فوراً تمام حالات جنگ ایک نامے مین لکھے گئے اور ایک کبوتر کے گلے مین نامہ لٹکا دیا گیا تاکہ یہہ مژدہ حضرتِ دل کو پہونچایا جاے۔ مولانا شعراے روزگار کی خدمت مین بھی ایک نامہ بذریعہ قاصد کے بھیجا گیا تاکہ اپنے شاگردون کی کامیابی پر اُنھین اطلاع دے اور مین نے لشکر عشاق مین یہہ چرچا سنا کہ اگر حضرت مخدومنا شعراے روزگار کو اُمنگ آگئی اور اُنھون نے اِس جنگ کا کارنامہ منظوم کردیا تو ہماری یہہ شجاعت تا قیامت یادگار رہے گی۔

مجھے اِس جنگ مین بڑا لطف حاصل ہوا اور جی چاہتا تھا کہ اِن لوگون کے پاس چل کر کچھ باتین کرون کہ اذکار دنیوی کے ڈاکیئے نے آکر ایک خط دیا اس مین کچھ ایسی متوحش خبرین درج تھین کہ اسکو پڑھکر میری آنکھ سی کھل گئی اور مجھے بادلِ ناخواستہ عالم مثال سے واپس آنا پڑا اب جو بغور دیکھتا ہون تو قلم دوات اور کاغذ میرے سامنے ہے اور مین میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا ہون۔

سراج احمد میرٹھی

ریویو

ثمرہ فصاحت یہہ حضرت فیاض مرحوم کے دیوان کا تاریخی نام ہے جو ہمارے پاس ریویو کے لئے آیا ہے مختلف اندراق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مصنف مرحوم کا مذاق شاعری اچھے پایہ کا ہے۔ شوخی کلام۔ صفائی زبان۔ مضمون آفرینی اور معاملہ نویسی یہہ تمام باتین جو شاعری کی خاص جوہر ہین مصنف کے کلام مین اکثر پائی جاتی ہین۔ کاغذ سفید اور چکنا ضخامت ۴۴ اصفحے۔ جن حضرات کو دیوان مطلوب ہو۔ وہ جناب ابو الوفا مولوی عبد الوہاب صاحب وکیل فرزند رشید مصنف دیوان مذکور۔ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد (دکن) سے طلب کرین۔ قیمت ۱۰ ار

اڈیٹر

زبان اُردو کی خوش نصیبی

بعض لوگ کہتے ہین کہ زبان اُردو کی خوش نصیبی کا دور اب شروع ہوگیا ہے کیونکہ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب اس کی انشاپردازی کی ترقی مین کوشش کرنے لگے ہین - اگر ایسا ہے تو ہم بہت خوشی سے اپنے سابقہ مضمون "ہماری شاعری اور ہم"ف کے اُن حصون کو واپس لے لینگے جن مین ہم نے نہایت سختی کے ساتھ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب پر اپنی مُلکی زبان کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آنے کا الزام قایم کرنے کی کوشش کی ہے - لیکن ہم اب بھی کہتے ہین کہ جو اہمیت ہماری توجہ پر استحقاق رکھنے والون مین مُلکی زبان کو حاصل ہے اُس کا کما حقہ احساس انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب مین اب تک نہین پیدا ہوا ہے -

جب اس قسم کا کوئی الزام کسی گروہ یا جماعت پر قایم کیا جاتا ہے تو اُس کی حدود و وسعت کے متعلق لوگ عموماً غلطی کیا کرتے ہین اور چند استثنائین پیش کر کے الزام کی تردید کردینا کافی سمجھتے ہین ممکن ہے کہ اس سوال کے متعلق بھی بعض اصحاب چند انگریزی تعلیم یافتہ مضمون نگارون یا انشاپردازون کا نام لیکر ہمارے دعوے کو غلط ثابت کرنا چاہین لیکن اس سے کیا ہوتا ہے - مانا کہ بعض اہل مروت اور صاحب ہمت انگریزی خوان نوجوان اس مُلکی اور قومی فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کر رہے ہین اور مضامین و تصانیف و ترجمون کے ذریعہ سے علمی خزاین سے اپنی مُلکی زبان کو مالامال کر رہے ہین - لیکن ان کی تعداد بہ مقابلہ بے اعتنائی اور عدم توجہی کرنے والون کے بہت کم ہے اور ان کی کوششون کے نتایج بھی بہ اعتبار نوعیت اس قدر قابل وقعت نہین جس قدر ان سے امید ہوسکتی تھی -

انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو اپنی نثر نویسی کی کامیابی پر بڑا ناز ہے لیکن ذرا غور سے دیکھیے اور دل مین انصاف کرین تو وہ خود قائل ہوجائینگے کہ اس شعبے مین بھی اب تک جنھون نے کچھ کیا

ف ملاحظہ طلب رسالہ ید بیضا جلد ۱ نمبر ۲ و ۳ (بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۰۶ء)

اور کرتے ہیں وہ بالعموم وہی لوگ ہیں جن کی تعلیم پرانے مکاتب میں ہوئی ہے اور صرف تکمیل تعلیم کے بعد جدید خیالات سے متاثر ہوئے۔ جدید طرز نثر نویسی کی پُر لطف بیساختگی اور دلکش روانی انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے زعم میں یورپین نژاد ہے لیکن قصر اردو کی تعمیر کی تاریخ کہہ رہی ہے کہ اس کا سنگ بنیاد غالب علیہ الرضوان کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا پھر آزاد دام فیضہ نے اُس پر شاندار عمارت کھڑی کی۔ سر سید احمد خان علیہ الرحمۃ نے اُس کو فلسفیانہ اجتہادات اور سائنٹفک افادات کے فرنیچر سے آراستہ کیا۔ حضرت شرر و جناب سرشار نے ناولیت کے دلکش نقش کاریوں سے اُس کو مرغوب بنایا اور اب بھی مولانا شبلی و حالی ادام اللہ برکاتہم علمی اور تاریخی معلومات کی چار دیواری قایم کرکے اس عمارت کو وسیع کر رہے ہیں۔ جب نثر کی یہہ حالت ہے جس پر جدید اہل قلم کو بڑا غرہ ہے تو نظم کا کیا ذکر جس میں جدت اور ندرت پیدا کرنا یا معنی نئی بنائی عمارت کو منقش اور مزین کرنا بھی تو ان کے بس کا نہیں ہے۔

دل کو ڈھارس بندھ چلی ہے کہ بعض رسائل نے زبان اردو کی خدمت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ رسالہ مخزن ان میں ایک خاص پایہ امتیاز رکھتا ہے اور زیادہ مسرت کی بات یہہ ہے کہ اس نے جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو کسی حد تک اس سعی جمیل میں دلچسپی لینے پر آمادہ بھی کر دیا ہے۔ اس کی نثر کے مضامین زیادہ تر ایسے ہی اصحاب کے زور قلم کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اُس نے جدید طرز نظم کی بنیاد استوار کرنے کی کوشش کا بھی ذمہ لیا ہے مگر ہم کو افسوس ہے کہ جو نظمیں اُس میں شایع ہوتی ہیں وہ باستثنائے چند قابل داد نظموں کے ایسی ہوتی ہیں جن کو دیکھکر نظم کے معاملہ میں اب بھی انگریزی خوان اصحاب کی طرف سے مایوسی ہوتی ہے۔ تغزل میں جو پایہ اساتذہ سلف کو حاصل ہو چکا ہے اُس کے تو قریب بھی انگریزی تعلیم یافتہ بہت کم پھٹکے ہیں البتہ مضامین مسلسل کی نظمیں کسی حد تک بالخصوص انہیں کے حصہ میں آئی ہیں۔ قیاس تو یہہ ہے کہ اگر شعرائے ماضیہ اس پر توجہ فرماتے تو یہہ شعبہ فن بھی کہیں سے کہیں جا پہونچتا جس کا ثبوت ایک معتدبہ حد تک انیس و دبیر کی مرثیہ گوئی سے ملتا ہے مگر تاہم سابق مثالوں کے موجود نہ ہونے پر جدید تعلیم یافتہ

اصحاب جو کچھ اس شعبے مین کر رہے ہین وہ اُن کی استعداد کے اعتبار سے بہت کچھ ہے کیونکہ بلاشبہ جدید تعلیم مین یہہ بڑا نقص ہے کہ اُن زبانون اور خیالون پر کامل عبور حاصل کرنے کی کوشش نہین کی جاتی جن پر ہماری ملکی زبان کی ترقی کا زیادہ تر دارومدار ہے۔ یون کہیے کہ تعلیم کا مدعا حصول لیاقت نہین ہوتا بلکہ حصول معاش ہوتا ہے۔

مخزن کی اکثر نظمین علاوہ اس امر کے کہ شاعرانہ جذبات سے خالی ہون زبان و بیان کے ایسے عیوب سے ملوث ہوتی ہین جو زبان اُردو کی ترقی کے منافی ہین اور جن کا مطالعہ بجاے مفید اور دلچسپ ہونے کے تضیع اوقات کا موجب ہے۔ سمجھ مین نہین آتا کہ محض اتفاق پر لیکچر دینے یا گیہون کے متعلق چند روکھی سوکھی باتین بیان کرنے کے لئے جبکہ اثر اور لطف جو نظم کے مخصوصات مین سے ہین مفقود ہون تو پھر شاعری کی دیوی کو اُس کے پُر فضا وادی سے نکل کر آنے کی تکلیف کیون دی جاتی ہے یا حضرت اقبال کو غزل گوئی کے اکھاڑے مین اُتار کر ناحق اُن کی پچھلی وقعت خاک مین کیون لائی جاتی ہے اس لڑائی مین یہہ بیچارے صحت زبان اور بیان کے داؤ پیچ سے ناواقف اور قواعد زباندانی کی ورزش سے ناآشنا کیا کامیابی حاصل کر سکتے۔ پھر اُن کو اپنی نظم نویسی کی جناسٹک چھوڑ کر تغزل کا لنگر کسنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اس مین کچھ شبہہ نہین کہ انشا پردازی کا مادّہ بھی ایک وہبی جوہر ہے اور ایک حد تک قواعد کی واقفیت پر مبنی نہین ہے لیکن طبع سلیم خود بخود طرز بیان و رسم اظہار مین اُن قواعد کی پابندی کرتی ہے جس کی خلاف ورزی سے اظہار جذبات کا وہ حق کبھی ادا نہین ہو سکتا جو انشا پرداز کو ادا کرنا لابد ہے۔ بہت سے نادر اور دلچسپ خیالات ایسے ہوتے ہین جنکو ہم معمولی آدمی بھی نظم و نثر مین دیکھکر تصور کرتے ہین کہ انھین تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گو یہہ خیالات ہمارے دل مین موجود ہین مگر ہم ان کے اظہار پر کماحقہ قادر نہین گویا ہم مین اور اعلیٰ درجہ کے انشا پردازون مین

بسا اوقات بجز اس کے کوئی فرق نہیں ہوتا کہ ہم طریقۂ اظہار پر قدرت نہیں رکھتے اور وہ رکھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو انشا پرداز کے خیالات سے ہمدردی کیونکر پیدا ہو اور اُس کی قدر شناسی کون کرے سچ پوچھئے تو طریقۂ اظہار ہی کی خامی یا پختگی ایک ایسا معیار ہے جس سے ہم اعلیٰ اور ادنیٰ درجے کے شاعر کے درمیان امتیاز قایم کر سکتے ہیں اور اسی معیار سے کلام کی جانچ کرنے کو تنقید کہتے ہیں۔

بعض لوگ جو تنقید کے فوائد سے آگاہ نہیں اِس کو بُرا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص خونِ جگر پی کر لکھتا ہے اور آپ اُس کی عیب جوئی کو مستعد ہیں یہہ سمجھنا غلطی ہے۔ حقیقت یہہ ہے کہ اگر ہم میں اس قدر بصیرت ہے تو ضرور ہمارا فرض ہوگا کہ زبان کے خزانے میں کھوٹا سکّہ نہ داخل ہونے دیں اور اگر کوئی ایسا سکّہ لائے تو اُس سے صاف کہدیں کہ جاؤ اور اِسکو بدل کر کھرا سکہ لاؤ ورنہ اندیشہ ہے کہ زبان کا خزانہ کھوٹے سکّوں سے بھر جائے گا۔ بقول سعدی مرحوم

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است	اگر خاموش بہ نشینم گناہ است

اِس وقت ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء کا مخزن ہمارے سامنے ہے اور اُس میں ہم حصہ نظم کے اُس موقعہ کی سیر کر رہے ہیں جہاں ایڈیٹر نے ایک مختصر گر پُر زور تمہید کے ساتھ جناب اقبال کی ایک غزل شایع کی ہے۔ ہم کو افسوس ہے کہ لایق اڈیٹر نے اِس غزل کے انتخاب میں ذوقِ تغزل سے ناآشنا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کاش یہہ غزل شایع نہ ہوتی تو حضرت اقبال کی اُس خاصی معقول شہرت پر جو اُنھوں نے بحیثیت ایک نظم نویس کے حاصل کی ہے دھبا نہ آتا۔ یہہ غزل صاف بتا رہی ہے کہ جناب اقبال کو تغزل سے کوئی مناسبت نہیں۔ گو اُن کا اشہب طبع دیگر اصناف نظم کے میدان میں بھی زبان اور محاورات کی غلطی کی ٹھوکر اکثر کھاتا ہے۔ تاہم وہ بعض وقت بلا ریک مسائل پر لطف خیالات اور بلند مضامین اِس لطف سے نظم کر جاتے ہیں کہ اُن کے عیوب سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے اور طبیعت وجدانی طور پر لطف

مضامین سے متاثر ہو کر زبان کی کمزوری کو بھول جاتی ہے لیکن غزل گوئی کے میدان مین تو انھون نے نا حق ہی قدم رکھا - ناظرین ؔیہ سمجھین کہ ہم تغزل کو قدیم معنی مین محدود رکھنا چاہتے ہین اور حضرت اقبال پر اس لئے اعتراض کر رہے ہین کہ انھون نے عاشقانہ انداز سے باہر قدم رکھا ہے - ہم تو خود کہتے ہین کہ اس پٹی ہوئی لکیر کو چھوڑ دو لیکن اگر چھوڑو تو اُس کا نعم البدل ایسا پیدا کرو جو اُسی حد تک پر لطف ہو ورنہ صرف جدت طرازی بحث بیان اور لطف تخیل کا کہانی معاوضہ نہین ہو سکتی - آخر مرزا غالب نے بھی تو فلسفیانہ مضامین کو تغزل کے سانچے مین ڈھالا ہے مگر آج اُس کی کون حرف گیری کر سکتا ہے - دیکھئے کیا سحر طرازی کرتا ہے ؎

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اٹھائیے	طاقت کہان کہ دید کا احسان اٹھائیے
رفتار عمر قطع رہِ اضطراب ہے	اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
ظلمت کدے مین میرے شبِ غم کا جوش ہے	اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
منظور تھی یہہ شکل تجلی کو نور کی	قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی
خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین	چراغِ کشتہ ہون مین بے زبان گورِ غریبان کا
مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولے برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقان کا
ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا	نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا
غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان	بے شانۂ صبا نہین طرّۂ گیاہ کا
محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

للہ درِ قائل - کیا الہام موزون ہین ! - اس قدرت بیان کو دیکھئے کہ جو کچھ کہتا ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کی کہتا ہے بقول خود ؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا + مین نے یہہ جانا کہ گویا یہہ بھی میرے دل مین ہے - ہم یہہ نہین کہتے کہ ہر شخص غالب ہی بن جاے یہہ تو نا ممکن ہے لیکن اگر جدید طرز کی پیروی کرے تو کم از کم لطف بیان کو تو ہاتھ سے نہ جانے دے - ورنہ اُستادون کی حرص کرنے سے کیا فائدہ بقول حالی ؎

اُن کو مالی بھی بُلاتے ہین گھر اپنے مہمان ﴿ دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

حضرت اقبال بھی مسائل تصوف بیان کر رہے ہین مگر کس روکھے پھیکے منہ سے جیسے کوئی زاہد خشک کہتا ہو۔ ہائے رندی تیرے بغیر تصوف اور عرفان بھی تو پھیکا ہے! تصوف کے مسائل اکثر ہمارے شاعری مین فرسودہ ہین اور ایسے مضامین کو جب تک وہ کسی خاص خوبی اور لطافت کے ساتھ نہ بند ھے ہون تحریر کرنا گویا اُستادون کا منہ چڑانا ہے اور شاعری کے ضخیم دفتر مین فضول و بے سود ترقی کا بھرنا ہے بھلا اس مین کیا لفظی یا معنوی ندرت ہے۔

چمک تیری عیان بجلی مین آتش مین شرارے مین ﴿ جھلک تیری ہویدا چاند مین سورج مین تارے مین

بلندی آسمانون مین زمینون مین تری پستی ﴿ روانی بحر مین افتادگی تیرے کنارے مین

سستی بندش کو تو ہم اول ہی سے خارج البحث کئے دیتے ہین کیونکہ یہہ قریب قریب ہر شعر مین موجود ہے۔ صرف شعر دوم مین یہہ بات ملاحظہ کیجئے کہ آسمانون اور زمینون کے مقابلہ مین بحر اور کنارے کا مفرد واقع ہونا کس حد تک زیبا ہے اُس پر ”افتادگی اور کنارا“ ان مین کیا مناسبت پائی گئی، کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ علاوہ برین اس پھیکے طرز بیان کو طبائع سلیم تو کبھی پسند نہ کرین گی یون حضرت مصنف کو اختیار ہے۔

جو نکلا نالہ بنکر غنچہ منقار بلبل سے ﴿ تو ہی نکہت چمن سے اوڑ کے جا پہونچی ستارے مین

کیا خوب پیرایۂ بیان ہے۔ اول تو بیچاری بلبل کی منقار بے وجہ توڑ موڑ کر غنچہ بنائی گئی صرف [illegible] رعایت کی وجہ سے کہ مصنف کا معہود ذہنی ”گل“ تھا اُس پر لطف یہہ کہ نکہت نالہ بنکر تو نکلا اور آپ ہی آپ جا چمکی یعنی اُس کو نور بنانے کی کوئی کوشش ضروری نہین ثابت ہوئی [illegible]رت چمن سے اوڑی اور ستارے مین پہونچ کر چمکنے لگی ”نکلا“ مین جو ضمیر تذکیر واقع [illegible] ہے وہ کس قدر نمایان رنگ مین مصنف کی ناواقفیت زبان کی تصویر کھینچ رہی ہے یہہ [illegible] اِس ضمیر کا مرجع ”نالہ“ کو سمجھے ہون گے۔ وحدت وجود کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور [illegible] نکہت گل، نالۂ بلبل اور نور اختر کو شے واحد قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے یہ مضمون اچھا

اگر زبان و بیان کی غلطیان نہ ہوتین۔

مرے پہلو مین دل ہے یا کوئی آئینہ جادو کا ✤ تری صورت نظر آئی مجھے اپنے نظارے مین

دل کو تو آئینہ قرار دیا وہ بھی جادو کا رہے دلدار کا نہین اور پھر بلا کوشش کے ہمہ تن آئینہ بن گئے ہان واقعی اپنے دل اور اپنی ذات کو شئے واحد تصور کرنے کے لیے کسی ثبوت کی کیا ضرورت تھی۔

اُتار ا مین نے زنجیر رسوم اہل ظاہر کو ✤ ملا وہ لطف آزادی مجھے تیرے سہارے مین

اُتارنا زنجیر کا بمعنی مین مشتبہ فیہ ہے۔ ایسے موقعہ پر زنجیر کا توڑنا زیادہ مناسب ہوتا لفظ "اہل" بضرورت وزن در آیا ہے ورنہ "زنجیر رسوم ظاہر" خاصی صحیح ترکیب تھی "سہارے" کا لفظ کس قدر وضاحت مفہوم کے مقتضا سے گرا ہوا ہے لفظ وہ جب بمعنی "ایک طرح کا یا" ایسا آتا ہے تو اس کے ساتھ والا جملہ کاف بیانیہ سے شروع ہوا کرتا ہے مثلاً ؎

امیر — وہ کشتہ ہون کہ مری لاش جس طرف گذری ✤ زمین پکار اُٹھی قابل مزار ہون مین

〃 — وہ مزا دیا تپش نے کہ یہ آرزو ہے یارب ✤ مرے دونون پہلوؤن مین دل بیقرار ہوتا

حضرت۔ شریعت کیون خدا نخواستہ ذوق تکلم کی گریبان گیر ہونے لگی آپ شوق سے تکلم فرمایئے ہم آپ کو یقین دلاتے ہین کہ عالمگیر کے وقت مین بھی مطلق تکلم کی شریعت کبھی گریبان گیر نہین ہوئی۔ ہان البتہ اگر آپ تکلم کے معانی کو اس قدر محدود سمجھتے ہون کہ اس سے آپکا مقصود صرف وہ تکلم ہو جو خلاف شریعت ہے تو اس کی وجہ جو کچھ ہوگی وہ آپ ہی کے دل مین ہوگی بذریعہ تکلم تو اُسکا اظہار کیا نہین گیا۔ یعنی اگر آپ کا مقصود ذہنی نا لحق کی صدا لگانا ہو تو آپ جانین اور آپ کا ذہن شریعت کے احکام ظاہری ہین نہ کہ باطنی۔

جو ہے بیدار انسان مین وہ گہری نیند سوتا ہے ✤ شجر مین پھول مین حیوان مین پتھر مین ستارے مین

اس مین مصنف نے مسئلہ ارتقا کے ایک باریک پہلو پر نظر ڈالی ہے۔ یعنی وہی قوا اور اجزا ارادی جو انسانی جسم مین آکر اُس کو دیگر موجودات پر تصرف کرنے کی اور اپنے وجود کو محسوس کرانے کی قابلیت

بخشتے ہیں جمادات و نباتات و دیگر حیوانات کے اندر غیر مکمل حالت میں موجود ہیں خیال نہایت وقیع تھا مگر افسوس کہ اظہار نہ ہو سکا اس کے علاوہ آپ مسلک کی رو سے یہہ بھی ناجائز ہے کہ ان قوا کو دیگر موجودات میں سوتا ہوا تصور کیا جائے کیونکہ وہ برابر نقل حالت کر رہے ہیں لہذا وہاں بھی وہ اسی طرح جاگ رہے ہیں جیسا کہ انسان میں صرف فرق یہہ ہے کہ وہاں اُن کی حالت تکمیل کو نہیں پہونچی تاہم ترقی وہ ضرور کر رہے ہیں اور چونکہ حرکت اختیاری مقتضائے بیداری ہے لہذا یہہ غلط ہے اگر وہ سو رہے ہیں کیونکہ سوتے ہوئے ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔

مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے ؛ غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

"پانی کے چھوٹے سے شرارے میں" ندرت بیان تو ضرور ہے لیکن ایسی صورت پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی کہ ... بیت اس بات کو خود بخود مان لے۔ یہہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ... پانی کا شرارہ ... ۔

(۲) ... اشعار بھی اسی قبیل کی لغزشوں سے خالی نہیں لیکن اُن کی تفصیل بخوفِ طوالت ... نظر انداز کی جاتی ہے البتہ یہہ انصاف کی بات کہنے سے ہم باز نہیں رہ سکتے کہ مقطع لاجواب ہے۔ فرماتے ہیں ؎

... ترقی سخن کے لئے اقبال میں جوشش ہوں ؛ تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

... قدر تفصیلی تنقید نہ کرتے اور جو کچھ عام طور پر ہم نے لکھا تھا اُسی پر اکتفا کرتے لیکن ... ہمکو مجبور کیا کہ مخزن کے قلمی معاونین میں حضرت اقبال کی مسلمہ عظمت کی وجہ سے ... میں ہماری عام محبت دعویٰ بے دلیل نہ ثابت ہو۔ اور اہل نظر بخوبی اندازہ کر لیں ... کے پیروؤں کے ہاتھ میں ہماری شاعری کس صورت سے ترقی کر رہی ہے ... نظارہ کر کے کیا ایک لمحہ کے لئے ہم اس کو تسلیم کر سکتے ہیں کہ ہم میں اس قدر ... ہے کہ تقلید کے احاطہ سے نکل کر ایجاد و اختراع کے میدان میں قدم رکھیں ... لاتے ہیں کہ ہم ایجاد و اختراع کے مخالفوں میں سے نہیں ہیں لیکن

ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ ابھی ایجاد و اختراع کی قابلیت پیدا کرنے کے لیے ہمکو بڑی جانکاہ کوشش کرنے کی ضرورت باقی ہے ہم سردست یہ ماننے کے لئے تیار نہین ہین کہ ہم کو جدید شاعری مین ایسا نعم البدل مِل گیا ہے جس کے مقابلہ مین ہم قدیم شاعری کو اب بلا اندیشۂ نقصان ترک کر سکتے ہین - اب تک جدید شاعری کے رنگ مین کوئی میر کوئی غالب اور کوئی ذوق پیدا نہین ہوا جس کے صاف کئے ہوے راستے پر ہم بلا خوف و خطر چل سکین اور جس کی بنائی ہوئی عمارت کی ہم توسیع کر سکین - اور ہم مین سے کوئی شخص میر یا غالب یا ذوق اُس وقت تک ہرگز نہین بن سکتا جب تک ہم زبان اُردو کی جدید انشا پردازی کی علت غائی محض تفریح طبع تصور کرتے رہین جن لوگون نے طرز قدیم پر زبان کی عمارت کی بنیادین مستحکم کین وہ محض تفریح طبع کی غرض سے نہین لکھتے تھے بلکہ ایک غرض و غایت کو مدنظر رکھکر اور وہ غرض و غایت کیا تھی زبان کی صفائی اور ترقی - وہ لوگ شاعری کو ایک فن تصور کرتے تھے اور نکتہ سنجی کو ایک ہُنر جانتے تھے -

گر با این ہمہ یہ خوشی کا مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو اس طرف توجہ تو ہوئی دنیا مین ہر کام کی ابتدا تکمیل سے نہین ہوا کرتی اور شروع ہی سے کوئی فن اوج کمال کو نہین پہونچ جاتا ہم کو حضرت اقبال اور اُن کے ہم خیال اصحاب کا دل سے شکر گذار ہونا چاہیے کہ وہ ایک نمونہ تو پیش کر رہے ہین ایک تحریک تو پیدا کر رہے ہین جس سے آیندہ بہت کچھ امیدین وابستہ ہین - بقول حضرت اقبال الہ آبادی ؎

شکر اللہ کا خیر ایسی طبعیت تو ہوئی
غیر ہی سے سہی لیکن تمھین الفت تو ہوئی

محمود حسن عشقی ٹھاسنوی

تربیت کی اہمیت اور علی گڈھ کالج

اگر تعلیم کا مصرف چند کتابین یاد کر لینا اور چند امتحانون مین کامیابی حاصل کر لینا ہوتا تو علی گڈھ کے طلبار کو وہ پایۂ امتیاز ہرگز حاصل نہ ہوتا جو آج نہ صرف اُن کے لیئے بلکہ ساری قوم کے لیے موجب فخر ہے لیکن حال مین وہان کے طلبار اور بعض انگریز پروفیسرون کی باہمی کشیدگی نے جس ناگوار واقعات کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے اُن سے ہمکو نہایت افسوس کے ساتھ یہہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ جس وسیع پہلو پر تعلیم و تربیت کے دوش بدوش چلنے کی بنیاد اُس کے عالی دماغ بانی نے ڈالی تھی اُس کے نباہ کی قابلیت کا کم از کم قوم اسلام کے اُس گروہ نے کافی ثبوت نہین دیا جو اِس اہم قومی ودیعت کے امانت دار ہین مسلمانون کے اس منتخب گروہ نے بھی اُس ناقابلیت کے اظہار مین وہی وفادارانہ ثابت قدمی دکھائی ہے جو بدقسمتی سے ہمارا قومی شعار ہے اور جس سے یہہ دلشکن حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ایک فلاکت اور نحوست مین گھری ہوئی قوم ہرگز اپنی ترقی کی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکتی اور ترقی کی ڈگر پر صرف اُس وقت تک چل سکتی ہے جب تک کہ ایک غیر معمولی اور عجیب قوتون والا آدمی اُن کی رہنمائی کرتا ہے چونکہ ایسے آدمی زمرہ نہین پیدا ہوتے لہذا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے بنے بنائے کھیل بگڑ جاتے ہین اور ہماری چلتی چلائی گاڑی مین کوئی نہ کوئی روڑا اٹک جاتا ہے۔ یورپ پرنس بسمارک اور مسٹر گلیڈسٹون کا اُس قدر محتاج نہین ہے جس قدر ہندوستان سر سید اور مسٹر گوکھلے کا کیونکہ وہان رہنمایان قوم کو عام لوگون سے صرف سو اور نوّے کی نسبت ہے اور یہان اِن دونون کے درمیان دو اور سو کا فرق ہے اِسی وجہ سے یہان یہہ حال ہوتا ہے کہ جن اصول پر کوئی زبردست متقضائے قوم کسی انسٹیٹیوشن کی بنیاد ڈال جاتا ہے اُن اصولون کو نصب العین رکھنا کیا معنی اُن کی اہمیت کو سمجھنے والا بھی کوئی باقی نہین رہ جاتا پھر اُسے چلائے کون۔

جن لوگون کو علی گڈھ کالج کی زندگی کا ذاتی تجربہ ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ جن اغراض و

مقاصد کے پورا کرنے کے لئے سرسید ایسے عظیم الشان کالج کو عرصہ وجود مین لائے اُن مین سب سے زیادہ مہتم بالشان غرض یہہ تھی کہ ہونہار نوجوان یہان سے نہ صرف یونیورسٹی کی ڈگریان حاصل کرکے نکلین بلکہ تربیت کے اعلے جوہر یعنی خودداری - بلندی خیالات - صداقت اور راستبازی کے اوصاف مین ممتاز ہوکر قوم کے لئے مایۂ فخر اور سرچشمہ ہدایت بنین - انگریز پرنسپل اور پروفیسرون کے تقرر سے اُنھون نے بہت سی گہری مصلحتین سوچی تھین اول تو یہہ کہ ان کے فیض صحبت سے طلبا مین وہ راستبازی اور اخلاقی جراُت پیدا ہو جو انگریز قوم کے تعلیم یافتہ گروہ کا فطرتی خاصہ ہے - دوسرے وہ اپنی ذات کو بحیثیت حکمران قوم کے افراد کی شرافت اور مروت فیاضی اور فراخ دلی کا قابل قدر نمونہ ثابت کرکے حاکم و محکوم کے خیالات کو ایک دوسرے کی طرف سے صاف رکھنے کا وسیلہ ہون اُن کے فیض صحبت سے گروہ طلبا کے دلون سے جو آگے چل کر رعایا کا ایک سربرآوردہ طبقہ بننے والا ہے وہ توہمات اور بیہودہ خیالات جو انگریزون کی طرف سے اُن کی علیحدگی کی وجہ سے پیدا ہوسکتے ہین دور ہو جائین اور وہ اُن کی وہ عزت اور محبت کرنے کے قابل ہو جائین جو حاکم و محکوم دونون کے لئے باعث برکت ثابت ہو - ہمکو معلوم ہے کہ ان اغراض کے حصول مین سرسید کو اعلے درجہ کی کامیابی ہوئی اور یہہ اُسی تربیت کی برکت ہے کہ علیگڈھ کے طلبا کو علاوہ ذاتی محاسن اور اخلاقی خوبیون کے تاج برطانیہ کی وفادار رعایا مین شمار ہونے کا فخر حاصل ہے سرسید کے توابعین نے کہان تک ان اغراض کو نصب العین رکھا اور کس حد تک اپنے ہادی کے نقش قدم پر چلنے مین ثابت قدم رہے - اسکا جواب دینے کے لئے بظاہر ہر شخص تیار ملے گا اور یہہ دعوے اکثر لوگ کرین گے کہ ہم نے بانی کالج کے اعلیٰ اصولون سے سرمو تجاوز نہین کیا لیکن ہم پوچھتے ہین کہ کیا کبھی سرسید کے وقت انگلش اسٹاف کو یہہ دلیری ہوسکتی تھی کہ طلبا کے ساتھ اس طرح کا ناملایم اور سفلانہ برتاؤ کرکے اُن کے آئینہ دل کو زنگ ملال سے مکدر کردے جس کا مشاہدہ ہم آج کررہے ہین - مسٹر بیک اور مسٹر آرنلڈ کو تو جانے ہی دیجیے مسٹر ماریسن ہی کی پدرانہ شفقت کو دیکھ لیجیے جن کی نسبت بعض اوقات سرد مہری کی شکایتین بھی پیدا ہوئی ہین - کیا

اُنھون نے درجنون لڑکون کو کالج سے خارج نہین کر دیا ؟ کیا اُنھون نے بیسیون لڑکون کو سخت الٹیمیٹم نہین دیدیا ؟ لیکن کسی نے کان تک نہ ہلایا کیونکہ ہر شخص واقف تھا کہ وہ جو کچھ کرتے ہین جانچ اور تحقیقات کے بعد کرتے ہین اُن کی سچی محبت پر سبکو اعتماد تھا اور یہہ اعتماد گھر بیٹھے تحکم کرنے سے پیدا نہین ہوا تھا بلکہ عملی طور پر شفقت اور محبت کے اظہار سے پیدا ہوا تھا - وہ سچی ہمدردی اور وہ اصلی محبت جو سر سید کے ذاتی اثر سے انگریزی اسٹاف اور طلبا مین پیدا ہوئی اور جسکا بڑا افسوس کہ اُس کا انحطاط روز بروز منتظمان کالج نے اپنی آنکھون سے دیکھا لیکن خاموش بیٹھے رہے یہان تک کہ وہ دبی ہوئی آگ اندر ہی اندر سُلگتے سُلگتے اس ناگوار واقعہ کی صورت مین شعلہ زن ہو گئی - کالج کے طلبا کوئی ناسمجھ بچے نہین ہین وہ قومی اسپرٹ کی روح رواں ہین وہ روشن خیال طبقے کے اصلی مرکز مین اُن کو کالج کے باعظمت بانی کے سچے اصولون کو پامال ہونے کا جو احساس ہوا وہ اُسی مقدس ذات کی دوربین نظر کا پرتوہ تھا اور اُسی صدق آب شخص کا فیضان تھا - وہ اس مقدس بنیاد کے انہدام کو اُسی سہل انکاری کی نظر سے نہین دیکھ سکتے تھے جس طرح ابن الوقت ٹرسٹیون کے گروہ نے دیکھنا پسند کیا اُن کا بگڑ بیٹھنا ایک بچے کا مچل جانا نہ تھا بلکہ ایک غیور اور شریف آدمی کے ناقابل برداشت برتاو سے ناراضامندی ظاہر کرنے کا بہترین اسلوب تھا - ہم ایک منٹ کے لیئے اس امر کے تسلیم کرنے کو طیار نہین ہین کہ ٹرسٹیان کالج کی بے مغز نا اہل اور سہل انکار جماعت کے جان بوجھ کر اندھا بننے کے مقابلے مین قوم کے اُن ہونہار اور لایق نوجوانون کی راے جو سچے اور پکے اصول کو ہاتھ سے جانے دینے پر ہرگز رضامند نہین ہین پیچھے ڈال دینے کے قابل ہے علے الخصوص اُس حالت مین جبکہ واقعات کافی شہادت دے رہے ہین کہ طلبا نے شروع سے اخیر تک جو کچھ کیا اور جس قدر افعال اُن سے سرزد ہوے وہ سب کے سب بلا استثنا سنجیدگی متانت اور تہذیب کے رنگ مین ڈوبے ہوے تھے - اگر ٹرسٹیون مین پیشتر ہی سے اتنی جرات ہوتی کہ اس ہونہار چمن کو باد خزان کے دستبرد سے بچا سکتے تو آج اُن کو بزدل اور دنی الطبع کے معزز القاب سے کون یاد کرتا

ہونہار نوجوانوں کی اُمنگین ناجائز طور پر دبائی گئین۔ شفقت اور محبت کے عادی دل جن کی عادتین مسٹر بیک مسٹر ماریسن اور مسٹر آرنلڈ جیسے بہ انتظام لوگ بگاڑ گئے تھے بات بات پر جھڑکیون سے شکستہ کئے گئے۔ عالمانہ اور محققانہ اشغال کی ترقی دینے والی سوسائیٹیان توڑی گئین مردانہ کھیل کود کے انسٹیٹیوشن کے زوال کی صورتین مہیا کی گئین۔ وظیفہ خواری اور استمداد ذریعہ تضحیک اور توہین بتائے گئے۔ وہ وہ جابرانہ سلوک کئے گئے جو بدمعاشون اور باغیون کے ساتھ کئے جاتے ہین۔ سخت سے سخت سزائین بلا کافی تحقیقات کے دی گئین۔ یہہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہا اور ٹرسٹیون نے دیکھا اور سنا مگر ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ صرف یہہ کہ ٹرسٹیون کو اعلیٰ تربیت کی اہمیت کا قطعی احساس نہین یا یہہ کہ وہ جانتے ہین لیکن اتنی جرات نہین کرسکتے کہ اپنے جائز اختیارات کو عمل مین لاکر ان خرابیون کا انسداد کرسکین۔ جس قوم کے بزرگون کی یہہ حالت ہو اُس کا کیا ٹھکانا!۔

کیا کوئی ہزہائینس سر آغا خان کی وہ تقریر صفحہ خاطر سے محو کرسکتا ہے جو اُنھون نے ہزرائل ہائینس حضور پرنس آف ویلس کی تشریف آوری کے موقعہ پر کی تھی اور جس کا ماحصل یہہ تھا کہ "اگر ہمکو اِس قومی کالج پر صرف اِس وجہ سے فخر ہے کہ یہان سے طلبا ڈگریان حاصل کرکے نکلتے ہین تو یقیناً ہم نے سرسید مرحوم کے مشن کو پورا نہین کیا۔ اِس لئے کہ ڈگریون کے حصول کی غرض پوری کرنے کے لئے تو خود گورنمنٹ ہی کے کالج موجود ہین پھر اِس جدید اسٹیڈ کے افتتاح کی کیا ضرورت تھی۔ لہذا جب تک یہہ کالج اعلیٰ اوصاف اور وسیع خیالات پیدا کرنے مین کامیابی نہ حاصل کریگا میرے نزدیک اُس نے کچھ کامیابی نہین حاصل کی اور نہ سرسید کا مشن پورا ہوا؟"

اِس قول کی حقیقت سے کون منکر ہوسکتا ہے؟ لیکن وادریغا کہ ہماری قوم مین سر آغا جیسے عالی دماغون کا افسوسناک قحط ہے۔ کہنے کو سبھی کہتے ہین لیکن اگر بزرگان قوم کے گوشۂ خاطر مین یہہ صداقت پورے طور پر جاگزین ہوتی تو آج ہم کو یہہ روز بد ہرگز نہ دیکھنا پڑتا

کیونکہ اگر وہ اس کی حقیقت سے پورے طور پر متاثر ہوتے تو بانئی کالج کے اُن بلند اصول کو پامال ہوتے ہوے دیکھکر اُن سے ہرگز نہ رہا جاتا جن کو برباد ہوتے ہوے آج نونہالان کالج نہین دیکھ سکتے - یہ انھین کی سہل انکاری تو ہے جس نے انگریزی اسٹاف کو یہ جرات دلائی کہ محترم بانی کالج کے تئین اصول کو توڑ کر اُن کی روح کو صدمہ پہونچائین -

ناظرین متعجب ہون گے کہ آخر وہ کون سے اصول ہین جو توڑے گئے ہم اُن کی طرف شروع سے برابر اشارہ کرتے چلے آتے ہین لیکن صاف طور پر سمجھا دینے کے لئے ہم ایک محسوس مثال لیتے ہین - ہم نے اپنے پچھلے مضمون بعنوان "خیرات" مین بڑے فخر کے ساتھ یہ مضمون درج کیا تھا کہ علیگڈھ کالج مین جو طریقہ طلباء کو امداد دینے کا رائج ہے وہ اس قدر پسندیدہ ہے کہ اُس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہوسکتا - ہم نے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ دعوے کیا تھا اور جس طرح پر اس مضمون کو ادا کیا تھا اُس کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ ہم مضمون مذکورہ بالا کا وہ حصہ جو اس امر سے تعلق رکھتا ہے یہان پر نقل کر دیتے لیکن بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہین اور ناظرین کو ماہ مارچ کے نمبر کا حوالہ دیکر یقین کرتے ہین کہ وہ آخری حصہ اس مضمون کا ملاحظہ فرمالین -

مگر آج ہمکو افسوس کے ساتھ وہ حصہ اپنے مضمون کا واپس لینا پڑتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی پیارے (مگر افسوس کہ مظلوم) بھائیون کے "عرض حال" کو دیکھکر معلوم کیا ہے کہ یہ قابل قدر اور نہایت ضروری طریقہ اب ملحوظ نہین رکھا جاتا بلکہ اب طلبا کی جھولی مین کھُلے خزانے اُسی طرح بھیک کا ٹکڑا ڈالا جاتا ہے جیسا اکثر مدارس عربیہ مین دستور ہے - کیا یہی ایک فعل پرنسپل صاحب کی ناقابلیت ثابت کرنے کو کافی نہ تھا اور اُن کو سخت سرزنش کے قابل نہین بناتا ہے ؟ مگر افسوس اس کی اہمیت کا سمجھنے والا کون ہے - کس سینے مین اس درجہ قوم کے تعشق کی آگ مشتعل ہے کہ قومی حمیّت کی گزند رسانی کو قومی قتل کی برابر کا گناہ سمجھے اور کس کے دل مین اتنا درد ہے کہ اس کے انسداد کی تکلیف گوارا کرے - آہ ! - اے بانی کالج کی مقدس روح ! - اے رحمت کے فرشتے ! اے شفقت اور

محبت کے پیچھے اتنا ہی! اگر تو اپنے مقام اعلیٰ علیین سے اتر کر آسکے تو آ اور ایک نظر اپنے اُس ہونہار چمن کو دیکھ جا جس کو تو نے اپنے خون سے سینچا تھا! آہ! ایک نظر تو دیکھ لے کہ آج وہ چمن کن ناخدا ترس کوتاہیوں کی دستبرد سے برباد ہو رہا ہے باد سموم کے جھونکے اُسے کس بے رحمی سے پژمردہ کئے دیتے ہیں اور باغ کے فرزند کس بیدردی سے اُس کے ہونہار پودوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر پامال کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ باغبانوں کو نہ اتنی بصیرت ہے کہ اُس کی پژمردگی کے اسباب کی تہ کو پہونچیں نہ اتنی پرواہ ہے کہ اس کے سرسبز رکھنے کی کوشش کی دردسری قبول کریں!!! افسوس ہماری امیدیں خاک میں ملی جاتی ہیں! آہ ہماری آرزوئیں پامال ہوئی جاتی ہیں!۔ ہم کیونکر دل کو ڈھارس دیں جبکہ ہمکو معلوم ہے کہ ایسا شخص ہم میں موجود نہیں جس کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ ؎

ہیبت حق ست ہیبت خلق نیست ٭ ہیبت آن مرد صاحب دلق نیست

کالج کے بہت سے طلبا کی آنکھوں تلے اسوقت وہ سما پھر رہا ہوگا جب سرسید مرحوم نے کالج کی وردی میں ترکی ٹوپی کو داخل کرنے کا اعلان کیا تھا اور مرحوم مسٹر بیک نے اس کی مخالفت اس بنا پر کی تھی کہ ٹرکی کے ساتھ سلطنت برطانیہ عظمیٰ کے تعلقات راسخ نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ترکی ٹوپی کا اختیار کیا جانا گورنمنٹ کی بدگمانی کا باعث ہو۔ یہ اعتراض کچھ بیجا بھی تھا اور نہ اسی بُری نیت سے کیا گیا تھا مگر سرسید کو اس میں خفیف سی کوتاہ اندیشی کا خدشہ پیدا ہو گیا پھر اُس شیر بیشہ صداقت کی زبان کا کون روکنے والا تھا اُس نے ایک زبان میں ہزاروں صلواتیں مسٹر بیک کو سنائیں۔ صاف صاف اور برملا کہدیا کہ جو تنگدل انگریز ایسے بے معنی شبہات اپنے دل میں رکھتے ہیں اور اُس پر طرہ یہ کہ گورنمنٹ عالیہ کو بھی اپنی کوتاہ بینی میں شریک سمجھتے ہیں اُن کی رائے ہرگز قابل وقعت نہیں۔ جو انگریز ہمکو صرف اُسی لباس میں دیکھنا پسند کرتے ہیں جس میں وہ اپنے خدام سپاہیوں اور خانساماؤں کو دیکھتے ہیں (کیونکہ مسٹر بیک نے سر کے لئے پگڑی تجویز کی تھی) ہمکو اُن کی رائے پر ہرگز کاربند نہ ہونا چاہئے اور گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے اُن کے

کہنے سے ہرگز بدعقیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ مگر واہ۔ وہ بھی کیا لوگ تھے سر سید سب کچھ کہتے رہے اور وہ دم بخود اس طرح سنتے رہے جیسے کوئی بیٹا باپ کی خفگی آمیز نصیحت کو سنتا ہے۔ اللہ اکبر ایک طرف سے یہ خودداری اور دوسری طرف سے یہ خلوص! حق یہ ہے کہ سر سید کو امداد کے لئے ایک آدمی کی ضرورت تھی مگر خوش قسمتی سے انھین ایک فرشتہ مل گیا۔ ان تعلقات کو دیکھئے اور موجودہ کھینچا تانی کو ملاحظہ کیجیے یعنی نواب محسن الملک بہادر محسن و مربی قوم جنکو ہندوستان کے کل مسلمان اس قدر و نعمت کی نظر سے دیکھتے ہین پرنسپل صاحب کی خدمت مین لڑکون کے معافی نامہ کی تقریب کے لئے حاضر ہوتے ہین اور صرف اس بنا پر کہ انھون نے شورش فرو کرنے کی غرض سے لڑکون سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو اب کوئی گزند نہین پہونچے گا وہان سے لوگ دم بھگا دیے جاتے ہین یہہ نتیجہ ہے اُس تفریط کا جو اس سے پیشتر انتظام کالج مین ذلیل ہونے کے بارے مین ملحوظ رکھی گئی تھی نواب صاحب نے بھی آخر دیکھا ہوگا کہ انگلش اسٹاف کا رخ سچی ہمدردی کے مرکز سے پھر کر تحکم اور اقتدار کی طرف مائل ہو چلا ہے۔ وہ اب شفیق اُستاد بننے پر قانع نہین ہے بلکہ جابر حاکم بننے کی کوشش کرنے لگے ہین۔ اسٹاف نے دیکھا کہ کرکٹ مین نام آور ہونے کی وجہ سے نیم وحشی ہندو مہذب انگریزون کی برابر بیٹھنے لگے ہین لہذا کرکٹ کا گلا دبا دیا اسٹاف نے دیکھا کہ کلاس کے باہر یہہ معمولی محکوم قوم کے لوگ ہم سے برابری کے دعوے سے ملتے ہین اس لئے انھون نے یونین کے ہال انجمنون کے کمرون اور کلبون کو دیکھ میدانون مین غرض ہر جگہہ اور ہر وقت پروفیسری کا چغا لادے پہنے کا تصمیم کر لیا اور ڈسپلن کے حیلے سے طلبا کی خودداری اور وقار پر سخت حملے کئے سب کچھ ہوا مگر نواب صاحب چپ خاموش بت بنے بیٹھے رہے۔ اگر ان سب باتون مین مداخلت کا کافی سبب ہاتھ نہین آیا تھا (حالانکہ سچے اصول کے عملدرآمد کے لئے کسی حیلے کی ضرورت نہین) تو کیا غلام حسین کے معاملے مین پرنسپل صاحب کے پے در پے مختلف المتن والمعانی احکام بھی اس قابل نہ تھے کہ ان مین مداخلت کی جاتی اور ان کی انتظامی قوت کی کمزوری ظاہر کی جاتی؟ اور کیا طلبا کی بیجا فریادین اس قابل بھی نہ تھین کہ ان کے کانون کو اپنی طرف متوجہ کر لیتین۔

ابتدا ہی سے یہہ مسٹر ٹرسٹیون کی کوتاہ بینی پر دلالت کرتا ہے کہ اُنھون نے انگلش اسٹاف کی قوت کو حالانکہ وہ اسکا بیجا استعمال روزمرہ دیکھ رہے تھے بڑھنے دیا اور محض اس خیال سے خاموش رہے کہ کیا کرین صاحب یہہ لوگ آخر مین تو انگریز ہین انکی روک ٹوک کرنے سے گورنمنٹ ناراض نہ ہو جاے۔ استغفراللہ یہہ تو گورنمنٹ پر سخت اتہام رکھنا اور اُس کی علو حوصلگی اور فراخ دلی پر دھبہ لگانا ہے۔ اگر ٹرسٹی صاحبان راستبازی اور بلند ہمتی سے کام لیتے تو وہ ضرور اس قابل ہو جاتے کہ گورنمنٹ اُن پر اُسی طرح اعتماد کرے جیسا سرسید مرحوم پر کرتی تھی کیا گورنمنٹ کو یہہ یقین دلانا امر محال تھا کہ علیگڈھ کالج کی حکومت صرف اُن انگریزون کو زیبا ہے جو شفقت اور محبت کا وہ مشن پورا کرین جس کی وجہ سے علی گڈھ کالج آج تک وفادار اور راستباز رعایا کے گھڑنے کی مشین بنا رہا ہے۔ جو انگریزی قوم کے کیرکٹر کے بہترین جوہر یعنی فراخ دلی اور بلند حوصلگی کا نمونہ پیش کرسکین اور اپنا نیک اثر اُن طلبا پر ڈال سکین جو چند دنون کے بعد قیصر ہند کی سربرآوردہ اور بااثر رعایا بننے والے ہین نہ ایسے تنگدل اور دنی الطبع انگریزون کو جو آزادی طبیعت اور بلند ہی خیالات کو سرکشی تصور کرین میل جول سے کنارہ کش رہنے کو ڈسپلن کا ضروری جزو قرار دین اور زندہ دلی اور شگفتگی کو خیرہ سری سے تعبیر کرین۔ ایسے ناکارہ انگریزون کے ہمنشینون مین رہنے سے جو تمام ہندوستان کے مسلمانون کی تہذیب کے لئے بطور خمیر کے کام دے رہا ہے حاکم و محکوم رعایا اور سلطان دونون کے حق مین مضر نتائج پیدا ہونے لابد ہین۔

آو۔ اپنے درد بھرے دل سے خدا کی درگاہ مین التجا کرین اور اُس مقلب القلوب کو عجز و الحاح کے ساتھ پکارین اور دعا کرین کہ وہ ہمکو راستبازی کے اکھاڑے مین اخلاقی کمزوری سے پچھڑنے نہ دے۔ ہمارے معزز رہنماؤن کو یہہ توفیق دے کہ قوم کے ہونہار نوجوانون کے ذاتی جوہر کے مٹنے کو ایک ناقابل برداشت مصیبت تصور کرین اور اگر یہہ اُن کا مٹانے والا ایک انگریز ہی کیون نہ ہو اُس کی خدمات سے معافی چاہنے مین دریغ نہ کرین بلا سے اسکا یہی نتیجہ کیون نہ ہو کہ ہمارے طلبا آیندہ انگریزون کی صحبت کی برکتون سے محروم ہو جائین اس لئے کہ سچا اصول اگر ہاتھ سے جاتا رہا تو پھر ہاتھ نہین آسکتا اور اُس کا ہاتھ نہ آنا کسی انگریز اُستاد کے ہاتھ نہ آنے سے یقیناً زیادہ مضر ہے قومی ترقی ہمیشہ اصول کے پکڑنے سے ہوئی ہے اُستادون کی قسم شستخت کرنے سے نہین ہوئی۔ اے خدا ہمکو سچی جرأت اور صادق ہمت عطا فرما اور اس امر کی توفیق عطا کر کہ ہم امر حق کے مقابلہ مین کسی کی رعایت و مروت نہ کرین۔ آمین

اصغر الہ آبادی

شاہ کابل کی گائے پر دیا اور اسکی نیک جزا

خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اس کا قاعدہ دونون انسان اور حیوان مین یکسان ہے۔ انسان مین بھی وہ نبی۔ ولی۔ رشی۔ منی۔ امیر سلطان پیدا کرتا ہے اور اُن کو وہ فروشان دیتا ہے کہ بیشمار آدمی اُن کے معتقد اور مطیع ہو جاتے ہین۔ علی ہذالقیاس حیوانون مین گئو ماتا کو دیکھو کہ کروڑون ہندو و پارسی اوس کی پرستش اور اُس کے بول و براز کو پوتر مانتے ہین۔ یہہ بات تو کسی نبی۔ ولی۔ اوتار کو بھی نہین حاصل ہوئی۔ انسان اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کا یہہ دعویٰ اس باب مین کسی طرح سچا نہین ہوسکتا کہ وہ جانورون کی پرستش کرتا ہے مگر جانور اُس کی پرستش نہین کرتے۔ جانورون سے جتنی باتین انسان نے سیکھی ہین اُس کو سکھائی نہین۔ دنیا مین اس نے جانورون کے سے بڑے بڑے کام نہین بنائے سمندر مین جتنے بڑے بڑے جزیرے چھوٹے جانورون نے بنائے ہین ایسے انسان نے کہین نہین بنائے ہین۔ اس باب مین اور زیادہ زبان درازی اس لیے نہین کرتا کہ لوگ کہین گے کہ مین چھپا کا یا وا ابن کے انسان کی شیخی کو کرکرا کرتا ہون۔ آمدم برسر مطلب جب شاہ کابل ریاست پٹیالہ مین حضرت مجدد ثانی کے مزار پر زیارت کو گئے تو انھون نے ریاست پٹیالہ کے خاص اہلکارون سے ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے دہلی کے ہندوؤن کو مطلع کردو کہ ہمارے) بقرعید ہوگی اور قربانی کرنا ہمارا فرض ہے مگر یہہ ضرور نہین ہے کہ گائے ہی کی قربانی سے وہ ادا ہو۔ دُنبے بھیڑین اونٹ قربانی کے لئے موجود ہین وہان ہم گائے کی قربانی کرکے ہندوؤن کا دل آزردہ نہین کرین گے۔ اِن کے اس ارشاد کی اطلاع لالہ گوکل چند صاحب بی اے (ممبر) دہلی نے دہلی کے تین ہندو رئیسون کو کردی۔ پاینیر اخبار کے کسی کارسپانڈنٹ نے اس بات کا تبنگڑ بنا کے یہہ خبر مشتہر کرائی کہ دہلی کے مسلمانون نے شاہ کابل سے درخواست کی تھی کہ ہم دہلی مین آپ کے نام سے سو گائین قربان کرین گے اسپر امیر نے جواب دیا کہ اگر تم ایسا کروگے

تو مین تمہاری نہ تمہارے شہر کی صورت دیکھون گا۔ جب دہلی مین لالہ گوکل چند کے خطوط مذکور ہندو رئیسون کے پاس آئے تو انھون نے ایک جلسہ عام شہر کے ٹون ہال مین کیا اور باتفاق رائے شکریہ کا تار امیر کے پاس بھیجا کہ ہم آپ کے نہایت ممنون ہوے کہ گائے کی قربانی نہین فرمائین گے۔ اور معزز ہنود نے یہہ بھی تحقیق کیا کہ دہلی کے مسلمانون کی طرف سے کوئی درخواست شاہ سے ایسی ہوئی تھی کہ وہ گائین اُن کے نام سے قربان کرین جس کو انھون نے بالکل بے اصل پایا اور خود مسلمانون نے زینت محل کی مسجد مین اپنا جلسہ عام کرکے تحقیق کی کہ کوئی مسلمان ایسا ہے جس نے گایون کے ذبح کرنے کی درخواست کی ہو۔ جب اُن کو خوب معلوم ہو گیا کہ کسی مسلمان نے یہہ بیہودہ حرکت نہین کی تو انھون نے اپنا جلسہ کی خبر کی تکذیب کی۔ شاہ کابل نے بقرعید دہلی مین کی اور تنلو دُنبے اور پچاس بھیڑین قربانی کئے اور اُن کا گوشت غریبون کو تقسیم کر دیا اور ہندو مسلمان رئیسون کو بقرعید کے دن ملاقات کے لئے بلوایا۔ بعد مصافحہ کے اپنے ترجمان سے فرمایا کہ ہماری طرف سے کہو کہ ہم کو معظم ترین شہر دہلی مین عید ادا کرنے سے بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی خوشی کی بات یہہ ہے کہ ہمکو اپنے دوست کے گھر مین (اشارہ بجانب برٹش گورنمنٹ) عید ہوئی اور ہم نہایت خوش ہین کہ ہم نے اپنے مسلمان بھائیون کے ساتھ نماز عید پڑھی پھر ہندو صاحبون کی طرف نظر اُٹھا کر فرمایا کہ افغانستان مین ہمارے دربار عید مین ساٹھ ستر ہندو دن سے کم نہین ہوتے ہم خوشی سے اُنکو دربار عید مین شامل کرتے ہین۔ ہم نے ایکی مرتبہ گائے کی قربانی موقوف کی اس لئے کہ ہمکو یہہ منظور نہین ہے کہ ہندوون کی دل شکنی ہو جس حالت مین کہ قربانی اونٹ بکرے دُنبے وغیرہ کی بھی ہو سکتی ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گائے کی قربانی کی جائے اور یہہ شعر پڑھا ؎

مباش در پے آزار و ہرچہ خواہی کن ❊ کہ در طریقت ما غیر ازین گناہے نیست

پھر فرمایا کہ ہم اخبار بہت پڑھتے رہتے ہین ہم نے افسوس کے ساتھ اِن خبرون کو پڑھا ہے کہ مسلمانون نے گائے کے سر مندرون مین اور ہندوون نے سور کے سر مسجدون مین رکھدئے تھے۔ ہندو مسلمان ایک ملک مین رہتے ہین اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دونون فریق کو آزادی دے رکھی ہے ہندو مسلمانون کے تعلقات ملکی اور تجارتی بہت ہین جن مین ایک دوسرے کا نفع ہے دونون

فریق کو ہرگز ایسی بات نہین کرنی چاہیے جو ایک دوسرے کی دل آزاری اور دل شکنی ہو (یہہ اشارہ اس طرف ہے کہ گاوکشی نہ ہو) آپ لوگ ہماری رعایا نہین اس لئے کوئی شاہانہ حکم ہم نہین دے سکتے لیکن برادرانہ اور اخلاقانہ طور پر یہہ کہنے کے مجاز ہین کہ آپس مین بہتر ہے کہ موافقت کے ساتھ رہنا چاہیے۔ یہہ شعر پڑھا ع گر نیاید بگوش رغبت کس + بر رسولان بلاغ باشد و بس۔

غرض شاہ کابل کو گاے پر دیا کرنے کی ایسی سوجھی کہ ہزارون کے دل مین اُن کی جگہ ہوگئی۔ ہندوون کی طرف سے اُن کو شہر شہر سے شکریئے کے تار بھیجے گئے۔ جہان اُن کی سواری کا گذر ہوتا تھا وہان ہندو پکار پکار کر کہتے تھے کہ "جے امیر کی"۔ اگر وہ ہندوون مین لاکھون روپیہ لٹا دیتے تو اُن کو یہہ عزت نہ حاصل ہوتی جو گاے پر عنایت کرنے سے حاصل ہوئی۔ مگر دہلی کے مسلمانون کے دلون پر اُن کے کہنے کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اُنھون نے بقرعید کو بدستور گایون کی قربانیان کین۔ پس شہر کے مسلمان گاے کی قربانی کے باب مین کسی کی نہین سنتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء مین عالم متبحر مولوی فضل حق نے بہادر شاہ کی بادشاہی کا جو دستور العمل بنایا تھا اُس کی دفعہ اول اُنھون نے یہہ لکھی تھی کہ ہندوستان سے گاوکشی موقوف ہو۔ اُنھون نے تو یہہ دفعہ قلاً اس لیے بنائی تھی کہ اس سے زیادہ کوئی اور بات ہندوون کو نرم کرنے والی نہ تھی مگر اس پر دہلی کے مسلمان ایسے برافروختہ خاطر ہوے کہ اُنھون نے ہندوون پر علم جہاد بلند کرنے کا اس لئے قصد کیا ... فعہ ہندوون کے بہکانے سے اسلام کے خلاف بنی ہے مگر اُس وقت تلنگا گردی مین اس کام کے ...نے ... اُن کو مجال نہ تھی۔

...گاے بھی عجیب قدرت الٰہی کی جلوہ گاہ ہے کہ ایک طرف اس کو یہہ شرف حاصل ہے کہ ہنـ... کی پرستش مین اپنی نجات سمجھتے ہین دوسری طرف یہہ ذلت ہے کہ مسلمان اس کے گلے پر ... پھیرنے کو ثواب جانتے ہین۔ ہندو مسلمانون مین اس سے زیادہ کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔

محمد ذکاء اللہ۔ دہلوی

غزلیات تازہ عطیہ حضرت ظہیر دہلوی

اک ترے کوچہ مین ہم خاک بسر ہو کے رہے
ورنہ جس جا ہے منظور نظر ہو کے رہے

ہے محبت مین کرشمہ تو اثر ہو کے رہے
بیوفا تیرے دل و چشم مین گھر ہو کے رہے

اب بجھے اب بجھے اس بزم خرابات مین ہم
کیا ہے زندہ اگر شمع سحر ہو کے رہے

زلف شبگون ترے رخ سے نہ ہٹے گی کب تک
تو بھی اس شب یلدا کی سحر ہو کے رہے

اشکباری مین اثر ہے تو یقین ہے ہم کو
بارور اپنی تمنا کا شجر ہو کے رہے

حشر تک اے شب غم عمر بڑھ جاے اپنی
زندگانی ہے تو اک روز سحر ہو کے رہے

صورت سرو جو بے فیض گذاری تو کیا
باغ دنیا مین ثمردار شجر ہو کے رہے

ہے دعاؤن مین اثر کچھ تو دکھائین گے تجھے
کبھی دست دعا زیب کمر ہو کے رہے

مشرب اپنا تو رہا شیخ و برہمن سے جدا
نہ اِدھر ہو کے رہے ہم نہ اُدھر ہو کے رہے

ہین تو کیا خاک مین یکسان ہے عدم اور وجود
ہم جہان مین ترا مضمون کمر ہو کے رہے

تا قیامت ہے اگر زیست تو لابد ہے ظہیر
ایک دن منزل ہستی سے سفر ہو کے رہے

دیگر

عشق ہے عشق تو الفت کا اثر ہو کے رہے
درد ہے درد تو اُن کو بھی خبر ہو کے رہے

ناوک انداز کے آماج نظر ہو کے رہے
تیر باران مین بھی ہم سینہ سپر ہو کے رہے

مرنے والون مین کرامت ہے تو یہ یاد رکھو
ایک دن گور غریبان پہ گذر ہو کے رہے

غرق دریاے معاصی ہون مگر ہے امید
خشک حسرت سے مرا دامن تر ہو کے رہے

خانۂ دل کی خرابی کے ہین ظاہر آثار
ایک دن عشق مین برباد یہ گھر ہو کے رہے

سنگ برسے کہین سر پر کہین آتش برسی
ہم جہان جا کے رہے سینہ سپر ہو کے رہے

پند گو دیکھ لیا ضبط فغان کا انجام
ساتھ اشکون کے روان لخت جگر ہو کے رہے

تم رہے چشم مین آنکھون نے نہ دیکھا تم کو
خانۂ چشم مین تم مثل نظر ہو کے رہے

مین تو سمجھا تھا محبت مین مسرت ہوگی
تم تو پہلو مین مرے درد جگر ہو کے رہے

جان کھونے کے سوا عشق مین ہے فایدہ کیا
یہ وہ سودا ہے کہ آخر کو ضرر ہو کے رہے

بے وفا تو ہے تو پھر نام کو مین بھی ہون ظہیر
وہ سناؤن کہ ترے دل کو خبر ہو کے رہے

جولیس قیصر

نمبر ۸

تمام عمائد شہر کیٹولس کی طرف رائے دینے کے لئے تیار ہوگئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جولیس کا مطلب اس معاملے کے اٹھانے سے عوام الناس کی خوشنودی حاصل کرنا تھا کیونکہ کسی زبردست پیٹریشن پر حملہ ہونا عوام کی خوشی کا باعث ہوا کرتا تھا۔ اس کا یہہ بھی مطلب تھا کہ پامپی کو بھی جو عنقریب وطن کو واپس آنے والا تھا راضی کرے۔

پامپی جس مہم پر بھیجا گیا تھا اُس میں اُسے نمایاں کامیابی ہوئی۔ سسیلیشیا کے غارتگروں کو شکست فاش ہوئی اُن کے تمام جہاز تلف ہوگئے اور بقیۃ السیف غارتگر بھاگ کر ایک شہر کے اندر سکونت گزین ہوگئے۔ پانٹس کا بادشاہ متھریڈیٹیز جو روما کا قدیم چالاک اور زبردست دشمن تھا یہانتک تنگ ہوا کہ زہر کھا کر مرگیا۔ اس کے علاوہ فرقہ مکابی اور اسمونیا کے مذہبی پیشوا جو بعد حصول سلطنت عیش پسند اور مفسد ہوگئے تھے اُن کے باہمی جھگڑوں کے طے کرنے کے لئے پامپی یروشلم میں بلایا گیا اور وہاں پہونچکر مفرورین کی امداد سے جنھوں نے اُس سے استعانت کی تھی شہر یروشلم کو ایک حملے میں چھین لیا اور اُسے سلطنت روما کے زیر نگین کردیا۔ اُس نے یہانتک زیادتی کی کہ خاص بیت المقدس کے اندر گھس گیا اور گو وہاں پہونچکر اُس نے کوئی نقصان نہیں پہونچایا تاہم ایک کافر کا وہاں موجود ہونا ہی ایک ایسا واقعہ تھا جس کا اثر اہل کتاب پر بہت بُرا ہوا اور سچ پوچھئے تو یہہ بات اہل روما کے اُس تحملانہ برتاؤ کے اصول کے خلاف تھی جو وہ بالعموم غیر مذاہب کے مفتوح لوگوں کے ساتھ برتتے تھے۔ اُسی وقت سے یہہ بات ظاہر ہونے لگی کہ پامپی کا ستارۂ اقبال پستی کی جانب رجوع ہونے لگا۔

ادھر روما میں یہہ مشورہ ہو رہا تھا کہ پامپی کو واپس بلا کر کاٹیلائن اور اُس کی باغی فوج کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہئے۔ اس پر بڑے زور و شور سے مباحثے ہوئے اور اس قدر گرماگرمی ہوئی کہ سینٹ نے جولیس قیصر کو ترک ادب کا ملزم قرار دیکر عہدۂ پریٹری سے معطل کردیا اور اس معطلی نے اُس کی سازش میں شریک ہونے

کے معاملے کو دوبارہ زندہ کر دیا اس نازک وقت میں اُس نے سسرو سے امداد طلب کی اور سسرو نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ قیصر بالکل بے قصور ہے سسرو نے پہلے ہی قیصر کو آگاہ کر دیا تھا کہ اس معاملے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ سسرو کی سفارش سے قیصر اپنے عہدے پر بحال ہو گیا اور اُس کے جرم سے بری ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

اس قصے کو ابھی کچھ دن نہ گذرے تھے کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے روما کی تمام شریف زادیوں کو عموماً اور جولیس قیصر کے خاندان کی عورتوں کو خصوصاً سخت ہیجان میں ڈال دیا۔ روما کے مراسم مذہبی میں سب سے بڑی رسم دھرتی ماتا کی پوجا تھی۔ سیبیلی دیوی جسکو نیک دل دیوی بھی کہتے تھے زمین کی دیوی تصور کی جاتی تھی اور اُس کی پوجا پر اہل روما کے خیال میں روما کی سرسبزی اور خوشحالی کا انحصار تھا۔ دسمبر کی کسی تاریخ کو شب کے وقت روما کے تمام شرفا کی عورتیں پانٹی فکس میکیمس (یعنی سردار علمائے مذہبی) کے مکان پر جمع ہوتی تھیں اور وہاں چیدہ چیدہ کنواری لڑکیاں رسم پرستش کو بجا لاتی تھیں۔ اس میں کسی مرد کو شریک ہونے کی اجازت نہ تھی کیونکہ اعتقاد یہ تھا کہ مرد کی موجودگی سے اُس دیوی کو نفرت ہے اور وہ ناراض ہوتی ہے۔ ایسا واقعہ روما میں کبھی نہیں ہوا تھا کہ مرد اس مکان کے قریب بھی پھٹکے۔

ناظرین تصور کر سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں جولیس قیصر کی معزز والدہ آریلیا کو کس قدر توحش پیدا ہوا ہوگا جب ایک کنیز نے اُس کے کان میں آکر کہا کہ عورتوں میں ایک مرد موجود ہے جو عورتوں کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اتنا سنتے ہی آریلیا کے حواس جاتے رہے اور اُس نے فوراً دیوی کی مورت کو ایک کپڑے سے بند کر دیا تاکہ مرد کی نگاہ اُس پر نہ پڑنے پائے اور کواڑ بند کرا کے مشعل ہاتھ میں لیکر جملہ حاضرین کے چہرے کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ اُن پری جمالوں میں وجیہ نوجوان پبلیس کلاڈیس کا خوبصورت چہرہ زنانہ لباس میں نظر آیا یہ ایک عیاش نوجوان پیٹریشین تھا جس کے باغ کا دروازہ اس مقدس پرستش گاہ سے خطرناک طور پر قریب واقع تھا۔ اس راز کے کھلتے ہی تمام عورتیں غضبناک ہو کر اُس کے گرد جمع ہو گئیں۔

(باقی آئندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۲

مین یعنی مجھنا چیز کو بھی۔

یہہ کہتا ہوا مین ایک کرسی کو کھینچکر بیٹھ گیا کیونکہ ڈورا اُس وقت ایسی ازخود رفتہ ہو رہی تھی کہ اُس سے یہہ امید کرنا کہ وہ بیٹھنے کی تواضع کرے گی بالکل بے سود تھا۔ اب ڈورا نے اِس طرح سلسلہ کلام کو شروع کیا۔

ڈورا۔ اِس کتاب مین مجھے اِس قدر محویت ہو گئی تھی کہ عالم خیال سے واپس آتے آتے بھی مجھے چند لمحون کی دیر لگی۔ ہاے عالم خیال کی دلچسپیان بھی کس قدر فریفتہ کرنے والی ہین لیکن آپ جیسے محسن کو مین کیونکر بھول سکتی ہون گو اِس وقت آپ کا یہان آنا تعجبات سے ہے آپ کو کیا معلوم تھا کہ مین یہان ہون کیونکہ شاید آپ کو یہہ بھی خبر نہ ہوگی کہ پہلا مکان ہمنے چھوڑ دیا ہے

مین۔ غالباً تم کو وہ مکان چھوڑے ہوے پندرہ روز گذر گئے۔ مگر یہہ تو بتائیے کہ آپ کا مزاج تو اچھا ہے نصیب دشمنان کچھ طبیعت ناساز ہے یا گھر سے نکلنا یون ہی ترک کر دیا ہے۔

ڈورا۔ اگر مین تندرست نہ ہوتی تو غالباً اِس سے پیشتر آپ سے ملتی۔ مسس بینڈنگ ٹری ضرور آپ کو بُلاتی وہ آج کل مجھپر حد سے زیادہ مہربان ہے مجھے اپنی نظرون سے الگ ہی نہین ہونے دیتی اِس کے علاوہ وہ یہہ بھی پسند نہین کرتی کہ گھر مین تو سوگ پھیلا ہو اور مین اِدھر اُدھر پھرتی رہون۔ گویا یہہ بھی ایک رسم ماتم کا رکھ رکھاو ہے۔

مین۔ تمھاری صحت کی حالت اچھی نہین معلوم ہوتی تمکو لازم ہے کہ خوب پھرو۔

ڈورا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ غالباً عنقریب مجھے بہت سا چلنا پھرنا پڑے گا۔

مین (گھبراکر) تو کیا باہر جانے کا ارادہ ہے؟

ڈورا۔ غالباً مسس ٹری کا قصد مصمم معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان سے کہین باہر جاے۔ رو

یہی مذکور رہتا ہے۔ مجھے خبر نہین کہ یہہ لوگ کہان جانا چاہتے ہین۔ ابھی یہہ طے نہین ہوا کہ کہان جانا چاہئے۔ صرف یہہ معلوم ہوا ہے کہ کہین باہر جائین گے۔

مین ۔ اور تم بھی اُن کے ساتھ ضرور جاؤگی ؟۔

ڈورا ۔ یہہ تو طے شدہ معاملہ ہے۔ شاید اِس مین تو مجھ سے رائے بھی نہ طلب کی جاسکی۔ گو مجھے سفر کا بہت شوق تھا مگر اب سفر کے خیال ہی سے میرا جی اُلجھتا ہے۔ ابّا جان کی زندگی مین البتہ میرا سفر کی طرف زیادہ رجحان تھا۔

مین ۔ تو تم کہہ کیون نہین دیتین کہ مین نہین جانا چاہتی۔ تمھاری مرضی کے خلاف تو شاید مسس مننگ ٹری تم کو مجبور نہ کرین گی۔

ڈورا ۔ شاید مین کہہ بھی دون۔ مگر یہہ زیادہ تر آپ پر منحصر ہے۔

مین (دل سے یہہ خواہش کرکے کہ خدا کرے ایسا ہی ہو) مجھپر !۔

ڈورا ۔ جی ہان۔ مطلب یہہ ہے کہ آپ کی صلاح پر۔ مین آپ کو دوبارہ تکلیف دینا چاہتی ہون اور اِسی وجہ سے مین آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ آپ کے سوا اور کون ہے جس سے مشورہ لون۔ کس کی صلاح ایسی ہے جو میرے لئے ذرّہ برابر مفید ہوسکے۔ آپ براہ مہربانی مجھے یہہ مشورہ دیجیے کہ ایک شریف عورت اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرسکتی ہے

مین (متعجب ہوکر) ہزارون عورتین ہزارون شریف عورتین اپنی روزی حاصل کرتی ہی ہین اور کامیاب بھی ہوتی ہین لیکن اِس مین شبہہ نہین کہ اکثر اُس کشمکش سے جو اِس کوشش مین ایک ضروری امر ہے پریشان بھی رہتی ہین۔ مگر شاید یہہ سوال تم نے اپنے متعلق تو نہین کیا ہے۔

ڈورا ۔ اگر مین نے اپنے ہی متعلق یہہ سوال کیا ہو تو۔

مین ۔ کیون۔ تم نے کہا تھا کہ کرنیل مننگ ٹری دولتمند تھے اور سوائے تمھارے اُن کی کوئی اولاد نہ تھی اِس سے ظاہر ہے کہ تمکو ورثہ مین معقول جائداد ہاتھ لگے گی۔ (باقی آئندہ)

قطرۂ شبنم

ایک دن قطرۂ شبنم سے یہ پوچھا میں نے
کچھ حقیقت کی تو دے اپنی ذرا مجھکو خبر

کہتے ہیں زیب دہِ عارضِ گل سب تجھکو
پیار سے ڈالتے ہیں اہلِ جہاں تجھ پہ نظر

ہے چمن تجھ سے جو سرسبز تو صحرا پُرنور
حسنِ گلشن کا بنایا تجھے حق نے زیور

تجھ سے وابستہ ہے وصفِ گلِ رعنا لاریب
یعنی اک وصف ہے گل کا جو کہیں اُسکو تر

عارضِ شاہدِ گل تجھ سے دمک اٹھتا ہے
پرتوِ خور تجھے چمکائے جو مثلِ گوہر

نرگس آنکھوں پہ بٹھاتی ہے چمن میں تجھکو
گلِ سوسن کی زباں وصف میں ہے تیرے تر

جوہی اور چمپا ترے نام پہ دم دیتے ہیں
پڑتی ہے تجھ پہ ہر اک نخل کی گلشن میں نظر

گلِ صد برگ بھی سو جاں سے ہے تجھ پہ فدا
سیوتی گود میں لیتی ہے تجھے خوش ہوکر

سچ بتا کونسا ہے عشوۂ دلکش تجھ میں
سچ بتا مجھکو یہ تو یاد ہے کیا تجھکو ہنر

یوں جو دیکھے کوئی اک قطرۂ ناچیز ہے تو
کچھ بظاہر نظر آتے نہیں تجھ میں جوہر

گرمیِ مہر سے تو بن کے دخاں کی صورت
کھاتا پھرتا ہے پڑا موجِ صبا کی ٹھوکر

تیرے بھائی بہت ایسے ہیں جو اس عالم میں
جلوہ گر ہوتے ہیں کس شان سے باہم ملکر

موسلا دھار برستے ہیں پہاڑوں پہ کہیں
کہیں بہتے ہیں عجب شان سے دریا بن کر

کس نے دیکھا نہیں سیلاب کا کوہ افگن جوش
کس نے دیکھا نہیں طوفان کا تبہ کن منظر

ندیاں بن کے کہیں زور سے یوں بہتی ہیں
گھل کے بہ جائے اگر کوہ کو ماریں ٹکر

اور سمندر وہ بلا خیز وہ بے پایاں شے
ہے محیطِ سطحِ خاک جو باکرّوفر

یہ سب آخر اسی گوہر سے ہیں جس سے تو ہے
پھر یہ کیا ہے کہ نہیں تجھ میں یہ شور اور یہ شر

کیوں دکھاتا نہیں تو اہلِ جہاں کو جبروت
کیوں نہیں ڈالتا تو اہلِ زمانہ پہ اثر

مسکرایا مری تقریر کو سن کر قطرہ
کس مزے سے کہ ہے لطف اُسکا بیاں سے باہر

تھی جھلک نور کی اک اوس تبسم کیا تھا
برق پاشی سے ہوئی اُس کی نگہ بھی ششدر

ہنس کے بولا کہ عجب طرح کا نادان ہے تو
کچھ تناسب یہ نہین قدرتِ صانع کے نظر

مین نے مانا کہ ہمین قطرون سے بنتے ہین بحار
جن کی عظمت سے ہے آج ایک زمانہ ششدر

مین نے مانا ہمین سیلاب کے بھی لخت ہین
جن کے آگے نہین کچھ مال شجر اور حجر

وہ بھی اک شان ہے اظہار نمودِ حق کی
وہ بھی ہین ایک طرح مظہرِ شانِ داور

کام اُن کا ہے جو اظہار جلالِ قدرت
یہی کرتے ہین ادا اِس کے وہ بے خوف و خطر

اور بھی اُن سے فوائد ہین بہت وابستہ
لیکن اِس بحث سے کرتا ہون مین قطع نظر

مجکو آتی ہے ہنسی تیری سمجھ پہ لیکن
کہ فقط معنی ہی باتون کا ہوا تجھ پہ اثر

رمز مین اپنی حقیقت کا بتاؤن تجھ کو کیا
وہ بتاؤن جو نہین فہم سے تیرے باہر

یون سمجھ لے کہ مین ہون مظہر انوار جمال
کس لیے ہو مجھے اِس خدمتِ عالی سے خبر

مجکو زیبا نہین اِس بات پہ جو اتراؤن
کہ بڑے دبدبے والے ہین مرے جد و پدر

کام فی الحال جو قدرت نے دیا ہے مجکو
بخوشی اُس کو مین کرتا ہون تو کرے یکو

منزلِ عجز مین ہون مین سرِ تسلیم ہے خم
حکم ہے مجکو کہ مٹ جاؤن زمین پر گر کر

ہے تواضع کا جو فرض اُس کو بجا لاتا ہون
نہین چلتا ہون اکڑ کر کہ جو کھاؤن ٹھوکر

ہے صلا اِس کا کہ اب رونقِ گلشن ہون مین
ہے مرے دم سے پُر افشان رُخِ خوبِ گلِ تر

اب کوئی دم مین یہ دیکھے گا تو آنکھون سے
صلہ اِس عجز کا دے گا مجھے شاہِ خاور

نفس مین میرے جو ہے شانِ علوِ ہمت
پہونچون کا چرخ پہ مین چشم زدن مین اُڑ کر

نہین کوتاہ نظر تو تو سمجھ لے دل مین
مایۂ ناز ہے جس کا فقط املاکِ پدر

جوہرِ ہمتِ عالی نہین جس کی میراث
جس کے حصہ مین نہ آیا کوئی فن اور ہنر

اُس کا دنیا مین نہین کوئی ٹھکانا ہرگز
دربدر ٹھوکرین کھائے گا وہ بس خاک بسر

ہان جسے ہمتِ عالی سے ملا ہے حصہ
ہو کسی حال مین ہو جائے گا وہ نام آور

اختر الہ آبادی

غزلیات تازہ

حضرت خورشید سکندرآبادی

اس کی پروا نہیں برباد یہ گھر ہو کے رہے — رخنہ گر دل میں ترا تیر نظر ہو کے رہے
بے محبت مری سچی تو اثر ہو کے رہے — بے خبر لاکھ ہو تو تجھکو خبر ہو کے رہے
میرے نالوں میں الٰہی وہ اثر ہو کے رہے — قصر گردوں بھی ترا زیر و زبر ہو کے رہے
گلشن دل میں وہ کس ان گل تر ہو کے رہے — سوز دل بنکے رہے داغ جگر ہو کے رہے
ہجر میں تجھ سے خجل شب کو قمر ہو کے رہے — رُخ سے سرکے جو دوپٹہ تو سحر ہو کے رہے
... رہا دل میں تمہارے تو کدورت کی طرح — تم تو آنکھوں میں مری اشک نظر ہو کے رہے
وصل کے دن جو مقدر میں لکھے ہیں اپنے — یاد رکھنا شب ہجران کی سحر ہو کے رہے
اور کیا سینے میں وہ مجکو اذیت کے سوا — زخم سینہ کا بنے خار جگر ہو کے رہے
...س کو دیکھا نگہ ناز سے مارا اس کو — دیکھ لینا تری آنکھوں کو نظر ہو کے رہے
... کاکل سے لپکتی ہے یقین ہے مجکو — خم تری آج نزاکت سے کمر ہو کے رہے
...ت تو ملتے نہیں اللہ ہے آنکھوں سے نہاں — پھر کسی کا بھی خدائی میں بشر ہو کے رہے
... آ رونے پہ آویں تو ہو پانی پانی — ابر باران کی طرح دیدۂ تر ہو کے رہے
... ہیں آرام نہ لذت ہم سے — ہم ہیں وہ نخل جو بے برگ و ثمر ہو کے رہے
... آج تو دشمن پہ نگاہیں ہیں جمی — اک اچٹتی سی ادھر کو بھی نظر ہو کے رہے
... دم شانہ پہ یوں سر کا دوپٹہ ڈھلکے — چوٹی ہر وقت تری بار کمر ہو کے رہے
... ہیں سب ہوں اسے عیب مجسم جانیں — کوئی دنیا میں سراپا جو ہنر ہو کے رہے
... اس کے دُرِ دندان کے مقابل گوہر — آبرو کیا رہی بے آب گہر ہو کے رہے
... ہیں لاکھ زمانہ ہو سخن میں خورشید — خوش زبانی ہو تو پھر قدر ہنر ہو کے رہے

جناب وفا سیتاپوری

وہ کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
آخر یہہ سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

قینچی کی طرح منہ مین زبان چلتی ہے اُنکی
پھر تیز یہہ فقرا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ہر بزم مین کرتا ہے رقیب آپ کا شکوہ
جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کرتی ہے زبان اُن سے عبث ظلم کا شکوہ
دل کا تو یہہ ایما ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

پرسش مرے احوال کی غماز کے لگے
سوچو تو سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

اُس بُت کے ستم اور مرا صبر و تحمل
پتھر کا کلیجہ ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ہین اور سنون دور سے دربانون کی باتین
یہہ پاس انھین کا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

ہمراز ہے الفت مین دل اک پردہ نشین کا
اندیشۂ افشا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

جو لاؤ نعم وصل مین منظور ہو کہدو
یہہ بھی کوئی کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کیا سننے کو احباب مجھے دیتے ہین تکلیف
اتنو ہی کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

پالا تو وفا اُس بت بدگو سے پڑا ہے
کون آپکی سنتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

جناب شوقی اجمیری

کیا شبِ غم بسر نہین ہوگی
یا الٰہی سحر نہین ہوگی

اُن کے منہ سے اگر نہین نکلی
ہان کبھی عمر بھر نہین ہوگی

کچھ دکھا دے گی کر کے آہ مری
دیکھنا بے اثر نہین ہوگی

چشم بد دور ہم سے چھپتے ہو
غیر کی کیا نظر نہین ہوگی

فتنہ گر لاکھ ہون زمانے مین
یہہ قیامت مگر نہین ہوگی

صاف بچ کر نہ جاؤگے دل سے
دیکھ لینا کمر نہین ہوگی

کیا بُری بات ہے خبر گیری
تمکو مدِّ نظر نہین ہوگی

خون ناحق چھپا بھی سکتے ہو
یہہ خبر مشتہر نہین ہوگی

پھر وہی رات آگئی شوقی
ہائے جس کی سحر نہین ہوگی

کہ جب الحکم الاقتراح سمجھا اور مشاعرے کی غزلیں درج ہون گی تو یہہ ضروری امر ہے کہ جو غزل باعتبار اپنے کلام کے انتخاب مین آجاے وہ بلا لحاظ اس امر کے کہ کس کی تصنیف ہے ضرور درج کی جاے۔ یہہ بات اس موقع پر ظاہر کر دینی بے موقعہ نہ ہوگی کہ باوجود اس عذر معقول کے ہم نے بمقتضاے "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز" کے طرح اور مشاعرے کو کلیتاً خیرباد کہہ دیا ہے۔ اور اب صرف چیدہ اور منتخب کلام معززین اور مشاہیر کا درج کرنے پر اکتفا کرتے ہین مگر دقت تو یہہ ہے کہ لایق مضمون نگار صاحب کلام منظوم کے اندراج ہی کو سرے سے معیوب تصور کرتے ہین ممکن ہے کہ انھون نے کچھ خود غرض کے لیے یہہ رائے قایم کی ہو لیکن ہمارا خیال یہہ ہے کہ وہ بھی انہین صاحبون مین سے ہین جن کا فطرتی رجحان مروجہ بینش پر مبنی ہے بلا لحاظ اس امر کے کہ درحقیقت اس مین کوئی خوبی ہو یا نہو اگر فی الواقع ایسا ہے تو لایق مضمون نگار پر شعر و شاعری کی خوبیان ظاہر کرنا بالکل فضول ہے کیونکہ اس قسم کے فطرتی رجحان کو دلائل اور براہین سے پھیر دینا ناممکن ہے۔ بلکہ اگر ہم اس معاملہ پر بحث کرنا بھی چاہین گے تو وہ منغص ہو کر منھ پھیر لین گے اور جس موقعہ پر یہہ بحث ختم ہو جاے گی اس کے آگے دیکھنا زیادہ پسند کرین گے۔ لہذا ہم تھوڑی دیر کے لئے لایق مضمون نگار صاحب سے درخواست کرتے ہین کہ وہ ہم کو پبلک سے مخاطب ہو کر اس مبحث پر چند الفاظ لکھنے کی اجازت دین۔

یہہ بات مسلمات تاریخی مین سے ہے کہ مرحوم یونان نے فلسفہ اور لٹریچر مین اپنے بہت سے شاگرد ایشیا اور یورپ مین چھوڑے لیکن ایشیائی زلہ ربا محض چھوڑی ہوئی ہڈیان لیکر چلتے ہوے اور خوان یغما یورپین شاگردون کے حصے مین آگیا۔ اس کو یون سمجھئے کہ ایشیائی شاگردون کے حصے مین کورا فلسفہ اور منطق آیا مگر یورپین شاگردون نے فلسفہ اور منطق کے ساتھ ہی وہ اعلیٰ مذاق بھی سیکھا جس کو ادراک حسن کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ یون تو با اقبال قومون کی ساری باتین پسندیدہ ہوتی ہین لیکن یہہ سچی زندہ دلی جو ادراک حسن کے صحیح مذاق کی وجہ سے یورپ کے حصے مین آئی ہے ایشیا کے لئے ضرور قابل رشک ہے۔ دنیا کی متمدن اقوام مین ہمیشہ کچھ لوگ اعلیٰ درجے کے غور و مطالعہ کرنے والے اور کچھ لوگ معمولی طبائع والے ہوتے ہین ان دونون اقسام کے لوگون کے خیالات مین جو شے ہمدردی پیدا کرنے والی ہے وہ قوت ادراک حسن ہے اگر فلاسفر مین یہہ ملکہ نہین ہے تو عام لوگون مین صحیح مذاق اور پختہ خیالات کا پیدا ہونا ممکن نہین اس کی عدم موجودگی سے سوسائٹی کے دو ایسے طبقے پیدا ہو جاتے ہین جنکا باہمی تباین اور تضاد

ہمارا اعتدال سے تجاوز نہ ہوتا ہے - ایک طرف نظر ڈالئے تو عالی دماغ فلاسفر فطرت خداوندی پر غور و
مطالعہ مین مستغرق نظر آئے گا اور دوسری طرف دیکھیے تو معمولی آدمی ادنی درجہ کے خیالات
لہو و لعب مین مصروف پایا جائے گا نہ اُس کو اِس سے ہمدردی اور نہ اِس کو اُس سے مناسبت
وہ اپنی دھن مین مست اور یہہ اپنے خبط مین مبتلا - ایشیا کی تاریخ کو بغور دیکھنے والے شہادت دینگے
کہ ایشیائی قومون کا عروج کے زمانے مین بھی یہی حال رہا حالانکہ یورپ آج صاف طور پر بتا رہا ہے
کہ غیر معمولی ذہانت اور قابلیت والون کی زندہ دلی سے جو قوت ادراک حسن کا نتیجہ ہے کس قدر
فوائد عوام الناس کو پہونچ رہے ہین - فلسفہ اخلاق کے معزز اُستادون کو دیکھ لیجئے اور پھر کہیئے
کہ ہمارا دعوی کہان تک صحیح ہے کیا ایشیا کا کوئی فلاسفر دعوی کر سکتا ہے کہ اُس نے شیکسپیر
کی طرح فلسفہ اخلاق کو ڈراما کے اسٹیج پر رکھکر - ڈکینس اور تھیکری کی مانند ناول کا لباس پہنا کر
ورڈس ورتھ اور ٹینیسن کی طرح نظم کے زیور سے آراستہ کرکے مرغوب اور مقبول بنانے مین کامیابی
حاصل کی ہے - سعدی اور غالب مین یہہ قابل قدر زندہ دلی ضرور تھی لیکن جس ملک کے آب و
گل سے اُن کا خمیر تھا اُس کے اثر سے وہ کیونکر بچ سکتے اور پھر یہہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ یہان
ایسی مبارک صورتین دو ہی چار نظر آتی ہین اور وہان ہر عہد اور ہر زمانے مین ایسے لوگون کی تعداد
بکثرت ملتی ہے جن کے اقوال سے عوام نادانستہ طور پر متاثر ہوتے رہے اور ہوتے رہتے ہین یہی وجہ
ہے کہ ایشیا مین کبھی جمہوری خیالات کو وہ عروج نصیب نہین ہوا جو آج یورپ کا حصہ ہے اور
یہی سبب ہے کہ یورپ کو آج ہم یونان کا سچا جانشین کہہ سکتے ہین اور ایشیا کو اِس رتبے سے
گرا ہوا پاتے ہین - وائے برحال ہمارے اگر ہم اُس وراثت کو بالواسطہ بھی نہ حاصل کر سکین اور یورپ
کی شاگردی سے بھی یہہ سبق نہ سیکھین کہ اعلی درجہ کی فلاسفی کا عوام الناس تک پہونچانا صرف
منطق کے ذریعہ سے ناممکن ہے اور نظم کا دلکش اور مرغوب طریقہ اِس معاملہ مین ہمیشہ ایک چلتا
ہوا جادو ثابت ہوتا ہے - ہماری شاعری کی موجودہ پست حالت ہمارے دعوے کی تردید نہین
کرتی بلکہ تائید کرتی ہے اگر لائق اور سنجیدہ فلاسفرون نے ہمارے لایق مضمون نگار کی طرح نظم کو
اپنی چڑھ نہ مقرر کر لیا ہوتا تو آج یہہ بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا - کاش ہمارا ہر فلاسفر شیکسپیر
اور ورڈس ورتھ نہین تو کم از کم سعدی اور غالب ہی ہوتا - مولانا حالی کے مسدس کو نثر مین رکھدیجئے
اور منطقی دلائل سے اُس کے مباحث کو خوب مضبوط بھی کر دیجیے مگر کیا امکان کہ وہ اثر اور قبولیت
جس نے اُسے زبان زد عوام بنا دیا ہے باقی رہے - قابل -

سا دوسرا اعتراض یعنی روئداد میونسپل بورڈ سکندرآباد کا شایع کرنا۔ یہہ ایک ایسی بات ہے جو لایق مضمون نگار کے قلم سے نہ نکلتی تو اچھا ہوتا اسِ لئے کہ یہہ اُن کی سخت ناواقفیت کا پتہ دیتی ہے ذرا تامل سے دیکھئے تو فوراً معلوم ہوجاے گا کہ روئداد کی اشاعت کو نفس رسالہ سے کس قدر تعلق ہے اور کہاں تک اسے حریرمین ٹاٹ کا پیوند کہہ سکتے ہین۔ اگر فی الواقع یہہ ایسا ہی پیوند ہے تو بعض معزز رسائل مین مقوی باہ گولیون اور حبوب ممسک یا طلاے مجلوق کے اشتہارون کا پیوند اسِ سے کہین زیادہ بدنما ہے۔ غور کیجئے رسالہ کا حجم چالیس صفحہ کا ہے اور مضمون کے نمبر کا سلسلہ چالیس پر ختم ہوگیا پھر ایک ضمیمہ جو محض اشتہاری حیثیت رکھتا ہے از سرِ نو مضمون کا سلسلہ قائم کرکے شروع کیا گیا اور ہمارے لایق مضمون نگار صاحب اُس کو زبردستی کھینچ تان کر اصل مضامین کے سلسلے مین منسلک کرتے ہین۔ ع۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔ اب کوئی ان کے کہنے سے اپنے پرچے مین اشتہارون کا شایع کرنا بند کردے۔ ہمکو تعجب ہے کہ انھون نے "آئرن فونڈری" والے اشتہار کو کیون چھوڑ دیا۔ اسِ سے اُن کے مضمون کا حجم بھی بڑھ جاتا اور دعوے کو بھی تقویت حاصل ہوجاتی۔ بہر حال چونکہ اُنھون نے خلوص نیت سے ہمارے عیوب ہم پر ظاہر کئے ہین اور جو کچھ غلطی اُن سے ہوئی ہے وہ محض اُن کی عدم واقفیت کی وجہ سے ہوئی ہے لہذا ہم اُن کو مستحق شکریہ تصور کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ جن صاحب کو کوئی خدشہ پیدا ہو وہ سچے دل سے اظہار کردیا کرین تاکہ ہم اُن کی آراے سے اگر وہ صحیح ہون مستفید ہوکر حتی الامکان اپنے رسالہ سے نقائص کو دور کرسکین جس قسم کے مضامین کی نسبت اُنھون نے اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی ہے اُن پر حتی الامکان زیادہ توجہ کی جاے گی۔ ہم دوبارہ شکریہ ادا کرکے اسِ مضمون کو جو شاید کسی قدر طویل ہوگیا ہے ختم کرتے ہین۔

اڈیٹر

غزل جناب سید ضمیر علی صاحب ضمیر از متھرا تلمیذ حضرت شعور

دل ہو کے خون دیدۂ تر سے نکل گیا
دیوانہ اضطراب مین گھر سے نکل گیا

صحرا کو جاؤن کیون درِ جانان کو چھوڑ کر
مجنون کو تھا جنون جو وہ گھر سے نکل گیا

اعجازِ اوج حسن خداداد دیکھئے
پایا فروغ یہہ کہ قمر سے نکل گیا

حضور بوسہ سمجھ کر یہی مجھے
کارِ بشر تھا خیر بشر سے نکل گیا

کہتے ہی دماغ سے سودا گیا ضمیر
اچھا ہوا یہہ درد جو سر سے نکل گیا

شاعری جزویست از پیغمبری

پیغمبر اور شاعر مین صرف فرق یہہ ہی کہ پیغمبر رموز فطرت کے اخلاقی پہلو کو دیکھتا ہی یعنی نیکی کا سکہ لوگون پر بٹھاتا ہی اور شاعر بقول جن فلسفیون کے اُن رموز کے ایستھیٹک پہلو پر نگاہ ڈالتا ہی یعنی حسن اور اُس کے احتمال پر۔ اول الذکر ہمارے طریق عمل کو منضبط کرتا ہے اور آخر الذکر ہمارے مذاق ادبیہ کو صحیح کرتا ہے لیکن در اصل ان مین کوئی فرق ہی نہین کیونکہ پیغمبر بھی انھین باتون پر عمل کرنیکا حکم دیتا ہے جو قابل پسندیدگی ہون۔ دنیا مین سب سے زیادہ دلفریب آواز یہہ ہی "لالہ زار پر نگاہ کرو۔ اُسکا خوشنما لباس نہ کسی نے کاتا ہی نہ بنا ہی تاہم جو شان اُس مین پائی جاتی ہی وہ نہ حضرت سلیمان علی کی زرق برق پوشاک کو نصیب تھی نہ دنیا کے کسی شاہنشاہ کو"۔ یہہ پھول کا ہے کو ہین یہ تو بصیرت آنکھین ہین جو حسن کے بے پایان اندرونی سمندر سے نکل کر ساحل دنیا پر نگاہ ڈال رہی ہین اور زبان حال سے کہہ رہے ہین کہ گو دنیا بظاہر کتنی ہی بھدی کیون نہ ہو حسن کا دریا ناپیدا کنار اُسکے اندر موجین مار رہا ہی۔ اس پر کریٹی کا قول یاد آتا ہے جو بظاہر حد اعتدال سے متجاوز ہے مگر کچھ معنی ضرور رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ حسن کا درجہ نیکی سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ حسن کے اندر نیکی بھی شامل ہی۔ واقعی حق اور حسن باطل سے اس قدر ممتاز ہے جیسے بہشت دوزخ سے یہان تک تو پیغمبر اور شاعر کا فرق بیان ہوا۔

زمانہ قدیم اور زمانہ حال مین ہم اپنے زعم مین بعض شاعرون کو کامل تصور کرتے ہین جنکی عیب جوئی کرنا الحاد سے کم نہین سمجھا جاتا یہہ امر قابل غور ہی۔ یہہ بھی ایک اچھی بات ہی لیکن بغور دیکھئے تو اسمین بڑا دھوکا ہے۔ سچ پوچھئے تو کامل شاعر کوئی نہین ہو سکتا۔ شاعری کا ایک مذاق سب کے دل مین موجود ہی لیکن کوئی شخص شاعری کا کامل اوتار نہین ہو سکتا اگر ہم کسی نظم کو مزا لیکر پڑھ سکین تو ہم ضرور شاعر ہین۔ جو خیال ڈینٹی کے "دوزخ" کے حالات کے مطالعہ کے وقت ہم پر ایک ہولناک اثر ڈالتا ہے کیا وہ ہماری قوت کا جزو نہین ہی جو خود ڈینٹی مین موجود تھی؟ گو وہ اس سے کمتر درجے پر کیون نہ ہو۔ شکسپیر کے سوا کس کی طاقت تھی کہ سکسو گرمیٹیکس سے ہملٹ سا پُر اثر قصہ پیدا کرے لیکن ہر پڑھنے والا اُسی کسی طور پر اُس سے متاثر ضرور ہوتا ہے اسمین کمی اور بیشی کا ہونا اور بات ہی۔ اس کے متعلق کوئی کلیہ قایم کرنے کی کوشش فضول ہوگی۔ جن دو چیزون مین کوئی خاص فرق نہین ہوتا اُن کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرنا مشکل ہی مثلاً شئے مدور اور شئے مربع کے درمیان امتیازی اصول قایم کرنا دقت سے خالی نہین ایسے امتیازی اصول اگر ہو سکتے ہین تو اعتباری ہو سکتے ہین پایۂ شاعری کا مسلم ہونا صرف باعتبار مقابلہ ہوا کرتا ہے۔ یہہ بات صرف اُنھین کے لیے نہین ہی جو کسی خاص قوم مین شاعرانہ حیثیت سے ممتاز ہون بلکہ اُن کے لیے بھی ہی جو دنیا کے شعرا مین ممتاز ہین اور جن کو ہم بعید تصور کرتے ہین۔ جو شخص معمولی شعرا کے مقابلہ مین ایک خاص حد تک ممتاز ہو اُسکو دنیا کے مشہور شاعرون مین جگہہ دیدی جاتی ہی لیکن یہہ امتیاز فی الحقیقت محض اعتباری ہوتا ہی۔ حقیقت یہہ ہی کہ بعض شاعر بھی مثل اور معمولی لوگون کے کم و بیش ایسے خیالات رکھتے ہین جو تمام عالم کے لئے پسندیدہ ہو لیکن کوئی [illegible] نہین کر سکتا کہ [illegible] صرف [illegible]

جولیس قیصر

نمبر ۹

مگر آریلیا کے دل کی اُس وقت اور ہی حالت تھی کیونکہ اُسے اُس وقت صرف اِسی بات کا خیال نہ تھا کہ ایک مرد کی مداخلت یہاں صریح خلاف رواج اور آئین مذہبی ہے بلکہ اپنی بہو یا میپیا (یعنی جولیس قیصر کی بیوی) کا اِس کارروائی سے شرمناک تعلق ہونا اُس کے دل میں بے طرح کھٹکتا تھا۔ اُس کو معاً یہہ خیال گذرا کہ ایسا نہ ہو کہ کلاڈیس اِس راز کو طشت ازبام کر کے بھرے جلسے میں رسوا کرے اِسی خیال سے اُس نے چُپکے سے کلاڈیس کو نکال دیا۔

تمام خواتین غم و غصہ میں بھری ہوئی اپنے اپنے گھر گئیں اور روما کے ہر شخص کی زبان پر یہی فقرہ تھا کہ بڑی بیجا بات ہوئی۔ تمام لوگ ہراسان و ترسان تھے کہ دیکھئے دیوی کا جلال کس رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ دیوی کے مندر کی خادمہ عورتوں نے تو یہہ طے کیا کہ جب تک مداخلت بیجا کرنے والا شخص شہر بدر نہ کر دیا جائے گا دیوی کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکتا اور اگرچہ فلسفی دماغ کے لوگ مثل سسرو وغیرہ کے طنزیہ کہتے تھے کہ دیوی اگر منصف مزاج ہے تو اُس کو چاہیے کہ کلاڈیس کو اندھا کر دے جو اُس کے مندر میں گھُس گیا تھا باقی تمام باشندگانِ روما سے کیا مطلب ہے۔ لیکن عام لوگ اِس امر کے ضرور خواہاں تھے کہ اِس جرم کی پاداش میں مجرم کو سزا بھگتنی چاہیے۔

خود جولیس دیوی کو تو مانتا نہ تھا مگر اُس کو یہہ خیال پیدا ہوا کہ اُس کی بیوی کی طرف سے کسی موقعہ پر کلاڈیس کو کم از کم جراءت ضرور دلائی گئی گو اُس کی موجودگی کی اُسے خبر نہ ہوئی ہو اِس خیال سے اُسے کمال ملال ہوا اور اُس نے آریلیا کو طلاق دیکر اُسے معہ جملہ سامان جہیز کے اُس کے گھر بھیجدیا۔ لیکن کلاڈیس سے کچھ نہ کہا اِس لیے کہ وہ اُسی پارٹی کا ممبر تھا جس میں جولیس قیصر شامل تھا اور عوام الناس کے خیرخواہوں میں شمار کیا جاتا تھا اور جولیس قیصر ایسے لوگوں سے بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن یہہ معاملہ صرف جولیس کی ذات سے متعلق نہ تھا بلکہ تمام روما کو ہیجان میں ڈال دینے والا تھا اور جولیس قیصر کے دبائے دب نہیں سکتا تھا۔ سسرو۔ کیٹو اور دیگر ممبران سینیٹ نے آخر کار کلاڈیس پر مقدمہ چلوا ہی دیا لیکن اُس کے پُرفن اور عیار دوستوں نے بڑے داؤ پیچ سے اُس جوری کو جو لاٹری کے ذریعہ سے منتخب کی گئی تھی معقول رقم کھلا دی اور

کلاڈیس کا بیان حلفی یہہ ہوا کہ جس رات کا یہہ واقعہ ہوا اُس شب کو مین روما مین موجود ہی نہ تھا۔ آریلیا نے اُس کے خلاف زور کی شہادت دی اور اُس کی تائید مین اُس کی باندیان بھی شہادت مین پیش ہوئین جن کے بیانات باوجود عقوبت اور سختی کے نہین بدلے اور یہہ امر اُس زمانے مین لونڈی غلامون کے بیان کی صداقت کا معیار سمجھا جاتا تھا جولیس قیصر بھی شہادت مین پیش ہوا لیکن اُس نے قطعی لاعلمی ظاہر کی اور جب اُس سے سوال کیا گیا کہ پھر تم نے پامپیا کو طلاق کیون دیدی تو اُس نے جواب دیا کہ قیصر[1] کی بیوی وہی ہو سکتی ہے جس کا دامن عصمت اشتباہ تک کے دھبے سے پاک ہو۔ مختصر یہہ کہ مقدمہ خارج ہوگیا اور ناعاقبت اندیش نوجوان سزا سے بچ گیا۔

عہدۂ پریٹری کا زمانہ ختم ہوتے ہی پامپی واپس بھی نہ آنے پایا تھا کہ جولیس قیصر اسپین کے بیرونی نصف حصے مین عہدۂ پروپریٹری پر بھیجدیا گیا۔ جزیرہ نماے آئبیریا[2] کی چاندی کی کانین اُس کے قرض کے ہلکا کرنے مین بہت مفید ثابت ہوئین۔ اُس کے قرض کا حساب عجیب تھا کہ ابتلس سے دولتمند رفیق کے مل جانے پر بھی ہلکا نہ ہوا اور آئبیریا کی دولت سمیٹنے پر بھی ہلکا ہوکر پھر بڑھ گیا اس لئے کہ آخر جولیس قیصر کو بڑے بڑے عہدون کے حاصل کرنے کے لئے ایا بھی تو ہونا تھا۔ یہی دیکھئے کہ سپاہیون کے بیس دستے جو آئبیریا مین اُس کی ماتحتی مین دیے گئے تھے اُس کی شان و شوکت کے لئے کافی نہ ہوے اور دس دستے اُسے اور اپنے پاس سے نوکر رکھنے پڑے۔

قبل روانگی اسپین کے جولیس قیصر نے وہان کے ایک رئیس سنتھا نامی سے یارانہ گانٹھ لیا تھا۔ ایک موقع پر جب اُس کے چند دوستون نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا آپ یہہ امید کرتے ہین کہ یہان اسپین مین بھی آپ کو اہل غرض اسی طرح گھیرے رہین گے جس طرح روما مین؟ تو اُس نے یہہ جواب دیا کہ ہان ان وحشی لوگون کا سردار بننا مجھے منظور ہے لیکن روما مین کسی سے دب کر رہنا منظور نہین ہے۔

اسپین مین اُنکو مغربی صوبہ دیا گیا تھا جہان سخت اور جاہل قومین آباد تھین اور اُن کا یہہ وطیرہ تھا کہ اپنے کوہستانی مامن سے وقتاً فوقتاً حملہ کرکے مشرقی صوبون کو پامال اور غارت کیا کرتی

---

[1] یہہ فقرہ اِس وقت تک نہ صرف مشہور ہے بلکہ زبان انگریزی کی ضرب الامثال مین سے ہے۔ مترجم

[2] اسپین کا دوسرا نام ہے۔

تھین جہان پیمپی کے عہد سے لیکر اسوقت تک یونان۔ بیتھینیا اور روما کی دولت کی برابر ریز ہوتی رہی
تھی قیصر نے دور دور تک غارون اور گھاٹیون مین گھس گھس کر ان آزادہ رو لوگون کا پتہ لگا لگا
کر ان کو خوب دبایا۔ ہر لیے ٹھورو تک اُن کا تعاقب کیا اور قادیس سے جہاز منگوا کر کورونا تک پہونچکر
آتش فساد کو بجھا دیا اور ملک مین امن وامان قایم کر دیا ان جنگی کارروائیون کے علاوہ اُس نے اپنی
عالی دماغی سے اُن اسباب کا بھی پتہ لگا لیا جو اُن کو لوٹ مار پر مجبور کرتے تھے اور وہ یہہ تھے کہ رومانی
کے محصلان محاصل نے اپنی زیادہ ستانیون سے اُن مفتوحہ اقوام کی مالی حالت بہت تباہ
کر دی تھی جس کا لازمی نتیجہ جلاوطنی اور لوٹ مار کی صورت مین جلوہ گر ہوتا تھا۔ اُس نے ان بیجا
کارروائیون کا بوجوہ احسن انسداد کر کے بڑی شہرت اور ہر دل عزیزی حاصل کر لی اور اس طور
پر بغیر اس کے کہ جابر اور رشوت ستان مشہور ہو اُس نے خوب دولت پیدا کی اور اس عہدے
سے واپس ہو کر آیندہ سال کانسل منتخب ہونے کے لایق سرمایہ بہم پہونچا لیا۔
اسپین مین جو کار نمایان اُس سے ظہور مین آئے وہ اس قابل ضرور تھے کہ اُس کو ٹرایمف
کی اجازت دلوا دیتے لیکن اُس کو واپسی مین ذرا دیر ہو گئی اور اگر وہ اس امر کا انتظار کرتا کہ جب ٹرایمف
کی منظوری ہو جاے اُسوقت شہر روما مین داخل ہو تو عہدۂ کانسل کے لیے کوشش کرنے کا
وقت جاتا رہتا اس لیے اُس کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ بلا تامل روما مین داخل ہوا اور وہان پہونچکر
اُس نے اپنا کام شروع کر دیا جس مین اُسے باوجود کیٹو اور اُس کے دوستون کی مخالفت کے کامیابی
ہوئی۔
بائبس اس موقعہ پر بھی باعتبار عہدہ اُس کا شریک تھا لیکن دل سے اُس کا مخالف ہو گیا
تھا اس لیے قیصر نے پامپی اور لوشیس لیسینیس کریسس (المعروف بہ ڈائیوز یعنی دولتمند) سے
رشتۂ اتحاد قایم کیا۔ ان لوگون کا مقصود اس باہمی اتفاق سے اپنا اپنا مطلب سیدھا کرنا تھا
پامپی کو اس بات کا ملال تھا کہ سینٹ نے اُس سے ایشیا کی جنگون کے اخراجات کا حساب طلب
کیا تھا علاوہ برین وہ یہہ بھی چاہتا تھا کہ صوبہ اسپین کی حکومت اُسے مل جاے۔ کریسس چاہتا
تھا کہ ایشیا کا کوئی صوبہ اُسے مل جاے لیکن قیصر کے حوصلے اُس سے کہین زیادہ بڑھے ہوے تھے
جو ان دونون کے خیال مین تھا۔ اس باہمی اتحاد کی ترقی دینے کے لیے قیصر نے اپنی لڑکی جولیا کی

ط‌ ۵ ۔۔۔ مطلب یدبیضا جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱۸ (نوٹ)

شادی پامپی کے ساتھ کردی اور پامپی نے بھی اپنی بیٹی قیصر کو دینے کا وعدہ کر لیا تھا لیکن بخلاف اس کے کہ اس نے لوسیس کیلپرنیس پائسو کی لڑکی کیلپرنیا سے شادی کر لی۔ جولیس کی تمنا یہ تھی کہ عہدۂ کانسل کے زمانے کے ختم ہونے پر وہ صوبہ گال کا حاکم بنا دیا جائے جس کے اندرونی حصوں پر ابھی تک پورا تسلط نہیں جما تھا۔ اس عہدے کا اس سے وعدہ بھی کر لیا گیا تھا لیکن سینیٹ نے از راہ حسد اس معاملہ میں سد راہ ہو کر اس کو صرف سڑکوں اور جنگلات کی نگرانی کا کام دینے پر رضامندی ظاہر کی۔

سینیٹ کی طرف سے مایوس ہو کر قیصر نے عوام کی رائے کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کی اور اس غرض کے حصول کے لئے اس نے یہ تجویز پیش کی کہ کل سرکاری آراضی شہر کے عوام میں تقسیم کر دی جائے۔ یہ امر عوام کو مرغوب اور فرقہ پیٹرنیشین کو ناپسند تھا۔ پامپی کو اور خود جولیس قیصر کو اس سے نفع کی امید تھی اور پامپی کی زبردست امداد حاصل ہو جانے سے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ قیصر کی مخالفت کرے بہ استثنائے کیٹو کے جو ہر نئی بات کی مخالفت کیا کرتا تھا۔

قیصر نے اس مخالفت کو خلاف قانون قرار دیکر کیٹو کو قید خانے بھیج دیا۔ یہ کیٹو کی سخت توہین تھی اور بہت سے ممبران سینیٹ یہ کہتے ہوئے کیٹو کے ساتھ قید خانے میں خود چلے گئے کہ کیٹو کے ساتھ قید میں رہنا قیصر کے ساتھ آزاد رہنے سے بہتر ہے۔

قیصر کا یہ فعل واقعی غلطی پر مبنی تھا اور جب اس نے یہ رنگ دیکھا تو فوراً کیٹو کو آزاد کر دیا اور سینیٹ کے روبرو ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ میں نے قبل اس کے کہ جمہور سے مشورہ کروں آپ سے رائے طلب کر لی تھی اور ایسی حالت میں آپ لوگوں کو اختیار حاصل تھا کہ جو ترمیم مناسب سمجھیں تجویز کریں لیکن چونکہ آپ لوگ اس معاملہ میں کلیتاً مخالف ہیں لہٰذا اب مجھے لازم ہوا کہ جمہور سے اپیل کروں۔ اس کے بعد اس روز کا جلسہ سینیٹ کا برخاست کیا گیا۔

جب فورم میں لوگ جمع ہوئے تو جولیس قیصر نے ایک تقریر کی جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ قانون جس سے چشم زدن میں سیکڑوں آدمی دولتمند ہو جائیں گے ایک منٹ میں پاس ہو سکتا ہے اگر آپ لوگ صرف میرے شریک عہدہ کی رضامندی حاصل کر لیں لیکن بائبلس جو پالکس[1] کا پارٹی

---

[1] پالکس۔ ملاحظہ طلب ید بیضا جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۲۵ دنوٹ صفحہ ۲۸۔

[illegible] ہو گیا تھا بولا کہ میرے زمانے مین تو یہ پاس ہونے کا نہین گو آپ لوگ [illegible] کیسے ہی غل مچائین۔

[illegible] کے بعد قیصر نے پامپی اور کریسس سے مشورہ کیا کہ اگر اِس معاملے مین مخالفت سخت ہوئی تو آپ میری امداد کہان تک کر سکتے ہین۔ پامپی بولا کہ اگر کوئی اِس کے خلاف تلوار کھینچے گا تو میری سپر بھی طیار ہے اِس کے معنی یہ تھے کہ وہ فورم مین اِس طرح مسلح ہو کر آئے گا جیسے جنگ کے لیئے آیا ہو۔ جب قیصر کو پامپی کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس نے یہ بڑی بھاری جرأت کی کہ سینیٹ کے خلاف فورم مین ایک عام جلسہ منعقد کیا۔ بائبلس نے اس کی سخت مخالفت بھی کی اور کہا کہ مین نے علم نجوم سے دریافت کیا کہ جو بیبٹر شہر روما پر بجلی گرا رہا ہے جس کے قانوناً یہ معنی تھے کہ یہ سب کارروائی بالکل بیجا ہے لیکن اس کی کسی نے پروا تک نہ کی اور چونکہ اہل روما کو سینیٹ کی طرف سے روک ٹوک کا اندیشہ تھا لہذا وہ منھ اندھیرے ہی اپنے اپنے حامیتیون کو ساتھ لیکر فورم مین آ بیٹھے۔

کاسٹر اور پالکس کے مندر کی سیڑھیون پر دونون کانسل نمودار ہوے۔ لیکن جب بائبلس نے مجوزہ قانون کے خلاف تقریر کرنی چاہی تو لوگون نے اس قدر شور مچایا کہ اُس کی آواز سنائی نہ دی اور نوبت یہان تک پہونچی کہ لوگون نے اُسے سیڑھیون کے نیچے دھکیل دیا اور اُس کے سپاہیون کے بھی اِس ہنگامے مین چوٹ آئی۔

مجوزہ قانون عوام کی رائے سے پاس ہو گیا اور سینیٹ کو یہ معلوم ہوا کہ بجز اُس کے منظور کرنے کے اور کوئی چارہ نہین ہے اگرچہ کیٹو نے اِس قانون کی اطاعت کرنے کی قسم کھانے سے انکار کیا اور بائبلس باقی ماندہ زمانۂ کانسلی تک اپنے مکان سے نہین نکلا صرف اپنے قائم مقام کو بھیجتا رہا اور یہ ظاہر کرتا رہا کہ مین آسمانون کو دیکھتا رہتا ہون اور تفاول کرتا رہتا ہون اور اِس وقت جس قدر امور طے کیئے جا رہے ہین سب کو دیوتاؤن کی مرضی کے خلاف پاتا ہون۔ اِس ذریعہ سے وہ امید کرتا رہا کہ اپنے شریک عہدہ یعنی جولیس قیصر کے تمام کامون کو ناجائز قرار دینے اور اُن سب کو منسوخ کرانے مین وہ ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوگا۔

اِن واقعات سے عہدۂ کانسل کے اختیارات جولیس قیصر کو گویا تنہا ہی حاصل ہو گئے اور اِس امر کی شہرت روما مین یہان تک بڑھی کہ یہ بھی ایک مذاق کا فقرہ ہو گیا کہ اِس وقت کائس اور جولیس کانسل ہین۔ لوگون کے توہمات نے عجیب عجیب قصے جولیس قیصر کی کامیابی کے اسباب

کے متعلق مشہور کر دیے تھے اکثر لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ جولیس کے پاس جو عجیب و غریب گھوڑا اُسی کے اصطبل کا پرورده موجود ہے جس کے کھر سینگ دار جانورون کی طرح پھٹے ہوئے ہین اُس کا مالک دنیا کا بادشاہ ہوگا یہہ بھی مشہور تھا کہ وہ گھوڑا کسی شخص کے قابو ہی مین نہین آسکتا جب تک کہ وہ یہہ نہ اندازہ کرلے کہ جس کا ہاتھ لگام پر ہے وہ در اصل دنیا کا بادشاہ ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ فی الواقع قیصر کے سوا وہ گھوڑا کسی کے قابو مین آتا بھی نہ تھا اور قیصر اُس کو اس قدر عزیز رکھتا تھا کہ بعد مین اُس نے وینس کے مندر کے سامنے (جو اُسکی مورثہ اعلی تھی) اپنے اُس گھوڑے کا بت نصب کروا دیا۔

اُس نے اپنے اختیارات کو بہت سے مفید قواعد کے بنانے مین استعمال کیا جو "جولین لاز" کے نام سے مشہور ہوے اور اُس کی قابلیت اور فیاضی کا اس قدر شہرہ ہوا کہ اُس کا اثر نہایت زبردست ہوگیا اور اِس اثر کے استحکام کی وہ برابر ایمانداری یا بے ایمانی سے جس طور پر ممکن ہوتا تھا کوشش کرتا رہتا تھا۔ بدمعاش کلاڈیس چونکہ جولیس کی پارٹی مین شامل تھا اِس لئے جولیس نے اُسے ہر طرح کی مدد دیکر ٹرائیبونیٹ کا ممبر منتخب کرا دیا جس پر فائز ہونے کی اُسے صرف اِس لئے تمنا تھی کہ کسی طرح سسرو سے انتقام لے۔ اِس عہدے پر پہونچکر اُس نے سسرو پر پہلا حملہ یہہ کیا کہ کیٹیلائن کے ہمراہیون کو خلاف منشاء قانون سزا دلوانے کے جرم مین اُسے ماخوذ کرا دیا۔

یکم جنوری سنہ ۵۸ قبل مسیح کے آتے ہی قیصر نے کانسل کے عہدے کا چارج دیکر فوراً عہدۂ پرو کانسل صوبہ گال کا چارج لے لیا اور چونکہ وہ وہان بہ حیثیت ایک فوجی افسر کے گیا تھا لہذا پانچ برس تک شہر روم کے اندر نہین آسکتا تھا۔ اِسی زمانے مین کلاڈیس نے اپنی کم ظرفی کا ایک اور ثبوت یہہ دیا کہ ایک قانون اِس قسم کا پاس کرانے کی کوشش کی جس کی رو سے وہ شخص سخت سزا کے قابل قرار دیا جاسکے جس نے کسی اہل روما پر بغیر اُس کا جواب لئے کوئی الزام قایم کیا ہو جولیس کی طرف سے اِس معاملہ مین امداد ملنے کی امید مین اُس نے یہہ انتظام کیا کہ اِس قانون پر غور کرنے کے لئے جو جلسہ کیا جائے وہ شہر کے باہر ہو تا کہ جولیس قیصر بھی راے دے سکے۔ لیکن قیصر نے صرف یہہ کہا کہ مین اپنی راے اِس معاملہ پر پیشتر ہی ظاہر کر چکا ہون اور مین ایسے قوانین کو پسند نہین کرتا جنکا اثر گذشتہ واقعات پر پڑتا ہو اور صرف اُن افعال کو قابل سزا بنانا پسند کرتا ہون جو وقوع مین نہ آچکے ہون۔

(باقی آینده)

نیرنگ زمانہ

نمبر۹

ڈورا۔ (آہ سرد بھر کر) ڈاکٹر صاحب۔ ابا جان کی میراث جو کچھ میرے ہاتھ لگی ہے وہ صرف میری ذات ہے یہہ کتاب جو میں ابھی پڑھ رہی تھی یہہ بھی تو میری نہیں ہے بلکہ لائبریری سوسائٹی کی ہے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے اگر مین مسس مینٹگ ٹری اور مسٹر لاسیلس کے ہمراہ نہ جاؤن تو مجھے اپنی بسر اوقات کا فکر ضرور کرنا پڑے گا مسس مینٹگ ٹری کے ساتھ تو مین چلی بھی جاتی لیکن مسٹر لاسیلس سے مین ضرور گھبراتی ہون۔

مین۔ مگر کیا کرنیل مینٹگ ٹری نے آنکھون پر ٹھیکری ہی رکھ لی تھی کیا انھون نے تمکو محروم الارث ہی کر دیا تھا۔ ایسا تو ہو نہین سکتا۔

ڈورا۔ (بات کاٹ کر) ابا جان کو اپنے مال پر تصرف کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ اگر انھون نے اس حق کو استعمال کیا تو کیا برا کیا اُن کا تمام ترکہ بلا کسی شرط سے مسس مینٹگ ٹری کو پہونچا اور اُس تمام جائداد کے ساتھ مین بھی اُسی کی سپردگی مین دیدی گئی ہون۔ وصیت نامے پر کرنیل مرحوم کے دستخط اُن کے انتقال سے چند روز پیشتر کرا لئے گئے تھے۔ اب آپ سمجھ لیجئے کہ اگر مین اپنی زندگی کو مسس مینٹگ ٹری اور مسٹر لاسیلس کے حوالہ کردون تو مجھے لازم ہے کہ اپنی معاش کے لئے کوئی تدبیر کرون۔ مین یہہ نہین جانتی کہ آپ کو ایسے معاملات کا تجربہ ہے یا نہین اور آپ ایسے معاملات مین معقول راے قایم کرسکتے ہین یا نہین لیکن اگر آپ کرسکتے ہین تو کوئی تدبیر بتائیے۔ مین آپ کے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہین ہوسکتی اور یہہ اُن احسانات پر ایک اور اضافہ ہوگا جو آپ مجھ پر کرچکے ہین۔

مین۔ مین تو تمھین سوا اس کے اور کوئی مشورہ نہین دے سکتا کہ تم اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہو۔ اگر تمھارے والد کو اُس پر بھروسہ نہ ہوتا تو وہ اپنی ساری جائداد ہرگز اُس کے حوالے نہ کر دیتے۔

(یہہ مشورہ خود میرے بھی خلاف تھا اس لئے کہ مسس مینٹگ ٹری باہر جانے والی تھی اور ڈورا کا اُس کے ہمراہ جانا گویا ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہونا تھا)

ڈورا۔ (چپکے سے) ہاے ابا جان۔

ایک سکوت کا عالم کچھ عرصے تک ہم دونون پر طاری رہا۔ خلقت اپنے اپنے کامون مین مصروف تھی باجہ بج رہا تھا سننے والے کھڑے سُن رہے تھے اور بات چیت کر رہے تھے۔ بچے کھیل کود رہے تھے اور ہنس رہے تھے کتّے دھوپ مین سست پڑے سوے تھے لیکن میری نگاہ اور میرے خیالات

سمت کر ڈورا کی پیاری آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے آنسوؤں کی طرف متوجہ تھے جو بڑے جوش کے ساتھ اُس کے غمزدہ دل سے اُٹھ کر آنکھوں تک آئے تھے اور اگر وہ کوشش کرکے انھیں پی نہ جاتی تو ضرور وہ اُس کے نازک رخساروں پر بہنے لگتے۔ آخر اس طلسم خاموشی کو مین نے اس طرح توڑا۔

مین۔ تم کہتی ہو کہ مسس مینناگ ٹری تمھارے ساتھ اچھی طرح پیش آتی ہین

ڈورا۔ جی ہان۔ مجھے اور تو کوئی شکایت نہین البتہ مین انگلستان سے باہر جانا نہین چاہتی ہزار کچھ ہو پھر بھی مسس مینناگ ٹری سے مین اب تک مانوس نہین ہون۔ اُس کی شادی کے بعد ایک مہینے تک تو مین نے اُسے دیکھا ہی نہین آپ واقف ہین کہ اس سے پیشتر سے مجھے اُس سے کسی قسم کی واقفیت نہ تھی۔ ابّا جان کے انتقال کے تین ہفتہ پیشتر ہی سے مین باہر تھی۔ لاسیلس جو اُس کا بھائی ہے اُس سے مجھے سخت نفرت ہے مین کسی طرح اُن دونون کے ہمراہ باہر جانے پر اپنے آپ کو رضامند نہین کر سکتی اس کے مقابلہ مین مجھے انگلستان مین رہکر ہر قسم کی مصیبتین جھیلنی منظور ہین۔ اسے آپ میری کمزوری تصور کرین گے لیکن مین کیا کرون۔ مجھے باہر جاتے ہوئے خوف سا معلوم ہوتا ہے اور شاید ابّا جان۔ مجھ سے دوبارہ —— دوبارہ گفتگو کرین۔

مین۔ تم کو اُس وقت سے پھر تو اُن آوازون کے سُننے کا اتفاق نہین ہوا۔

ڈورا۔ اُس ہیبت ناک شب کے بعد پھر تو ایسا اتفاق نہین ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بعض وقت تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ کا فرمانا بجا ہے اور یہہ جو کچھ مین نے اُس پُرشور وقت مین دیکھا یا سُنا سب میرے توہمات اور تخیلات کا نتیجہ ہے لیکن پھر اکثر اوقات مجھے کچھ ایسے خیالات گھیر لیتے ہین کہ مین کسی طرح یقین نہین کر سکتی کہ وہ سب محض توہمات کے نتائج تھے اور آپ کا خیال غلطی پر معلوم ہوتا ہے پھر بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجھے یہہ خیال آتا ہے کہ ہم دونون غلطی پر ہین اُس وقت یہہ سوچتی ہون کہ آواز کا سننا تو صحیح ہے باقی سب وہم۔ آواز کے متعلق محال ہونے کا آپ ہی کے پاس کیا ثبوت ہے اس معاملہ مین کوئی بھی وثوق کے ساتھ کچھ نہین کہہ سکتا۔

مین۔ لیکن مشاہدات عالم پر ہمکو بھروسہ کرنا چاہئے اور یہی ایک قسم کا ثبوت اس امر کے محال ہونے کا ہے

ڈورا۔ لیکن اس کے خلاف بھی تو بہت سی شہادتین موجود ہین۔ دنیا مین شاید ہی کوئی آدمی ہوگا جس نے اگر ایسے عجیب واقعات جو مجھ پر گذرے دیکھے نہین تو سُنے ہون گے۔ اب تو ان باتون کا مضحکہ اڑانا فیشن مین داخل ہو گیا ہے لیکن اگلے وقتون مین لوگ ایسی باتون پر ضرور اعتقاد رکھتے تھے۔ یہہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہین کہ ہمارے بزرگ سب کے سب غلطی پر تھے اور ہم سب کے سب سچے ہین۔ گو مجھے خوف ضرور

معلوم ہوتا ہے لیکن مین یہہ خیال کرنا پسند کرتی ہون کہ ابّا جان نے ضرور مجھ سے گفتگو کی - ڈاکٹر صاحب آپ یقین ہی سمجھ لیجیے کہ اِس وقت میرے قلب پر اُس ضعیف الاعتقادی کا دورہ پڑ رہا ہے جو اکثر پڑ جایا کرتا ہے - مین اِس امر کا شکریہ ادا کرتی ہون کہ مجھے آپ کے دلائل سے یہہ یقین ہو گیا کہ ابّا جان اُس وقت زندہ نہ تھے لیکن اِس بات کا مجھے کامل یقین ہے کہ اُنھون نے مجھ سے گفتگو ضرور کی -

اتنا کہکر ڈورا اُٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ میرے ساتھ اُس طرف کو چلی جہان میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی - مین نے اندازہ کر لیا کہ ڈورا پر کسی قسم کی دلائل و براہین کا کچھ اثر نہین ہو سکتا خیر اِس بات سے تو اطمینان ہو ہی گیا تھا کہ اُس پر اُس وقت سے پھر کوئی دورہ ایسا نہین پڑا کہ اُس کے توہم نے اُسے کوئی نئی چیز دکھائی یا نئی بات سنائی ہو اور ایسی صورت مین مجھے مناسب نہین معلوم ہوا کہ اُس سے پھر اُس شب کے واقعات کا تذکرہ کیا جائے جس کے تصور کو وہ ابھی دوہرا رہی تھی - جب ڈورا نے رخصت ہوتے وقت ہاتھ ملانے کو بڑھایا تو مین نے کہا کہ

مین - شاید مجھے تم سے ملنے کا جلد اتفاق ہو کیونکہ مین نے تمھارے سوال کا اب تک کوئی جواب نہین دیا ہے -

ڈورا - مین بھی یہی امید کرتی ہون - مجھے آپ کے مشورے کی سخت ضرورت ہے -

وعدے وعید تو سب کچھ ہوے مگر کئی دن گذر گئے اور مجھے پیاری ڈورا سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا میرا مریض جو ٹیٹانس پر رہتا تھا اُس کے دیکھنے کو جانے مین مین نے زائد از معمول مستعدی سے کام لیا لیکن میری خواہش پوری نہ ہوئی گو مین نے ڈورا کو یہہ مشورہ دیا تھا کہ دنیا کی زحمتون مین پڑنے سے یہہ بہتر ہے کہ تم مسس مینِنگ ٹری کے ساتھ بے فکری سے رہو لیکن مین دل سے یہی چاہتا تھا کہ وہ میرے مشورے پر کاربند نہ ہو کم از کم اُس حالت مین جبکہ مسس مینِنگ ٹری باہر جانا چاہے - یہہ تو یقینی بات تھی کہ ڈورا خود انگلستان سے باہر جانا اور اُن چند دوستون کو جن سے وہ مانوس تھی چھوڑنا پسند نہین کرتی تھی - یہہ بھی دیکھا کہ وہ کسی حد تک مسس مینِنگ ٹری سے متنفر تھی لیکن زیادہ متنفر اُسے مسٹر لاسیلس سے تھا اور یہہ کسی حد تک بجا بھی تھا - کرنیل مینِنگ ٹری کا اِس قدر زن مرید ہونا مجھے تعجب خیز تو معلوم ہوتا تھا لیکن جب مجھے مسس مینِنگ ٹری کے بیرجانے والے طرز تعلق کا خیال آتا تھا تو اِس قدر حیرت نہین معلوم ہوتی تھی - ڈورا کی حالت واقعی نازک تھی لیکن اُس کی امداد کا ایک نہایت خوش آیند طریقہ بھی میرے ذہن مین تھا اور وہ ایسا تھا جسکو مین مقتضائے ہمدردی سمجھتا تھا لیکن زبان سے نکالتے ڈرتا تھا -

پیٹا ملکس ہر جس مریض کو مین روزمرہ دیکھنے جایا کرتا تھا اُس کی حالت بہت ابتر تھی اور سہ شنبہ کی صبح ۴-اگست کو جب مین نے اُس کی حالت دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہہ آخری موقعہ ہے کہ مجھے اِس مریض کے دیکھنے کے لئے آنا پڑے اور جب مین وہان سے چلا تو مایوسی کے ساتھہ ایک نگاہ اُس جانب کو بھی ڈالی جہان مین اِس سے پیشتر اکثر لوگون کو لیمون کے درختون کے سایہ مین بیٹھتے دیکھا کرتا تھا حسن اتفاق سے اُس روز پھر ڈورا اپنے مکان پر اُسی جگہہ بیٹھی ہوئی نظر پڑی جہان یہہ پیشتر دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

یہہ موقعہ اکثر پر رونق رہتا تھا لوگ عجیب و غریب لباس پہنے ہوے اِدھر اُدھر ٹہلتے پھرتے تھے گویا باجے کی لے پر قدم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی کی ٹوپی شاندار تھی تو کوئی اپنے جوتے کو دیکھکر آپ ہی آپ خوش ہوتا ہوا چلا جاتا تھا۔ کوئی آہستہ آہستہ سڑک کے کنارے خرامان تھا تو کوئی بھیچتا ہوا پاس سے نکل کر چل دیتا تھا اور تو اور بہتیرے مریض بھی تو پالکیون پر سوار دو گھڑی اپنے پریشان دل اور آشفتہ دماغ کو آرام پہونچانے کے لئے موسیاہ برتعدوالی تیاسدلحورتون کے سوچ رہے تھے۔ یہان تک کہ لیمون کے درختون کے نیچے جو کرسیان پڑی ہوئی تھین سب بھر گئین۔ ذرا اور آگے نگاہ کیجئے تو چند آدمی اِس خبط مین مبتلا نظر آئین گے کہ غوطہ زن لڑکون کو پیسے دیکر چشمے مین کودانے اور پانی مین اُن کی چابکدستیون کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہین۔ کتون کو دیکھئے کہ زبان نکالے چشمے کے کنارے پڑے ہانپ رہے ہین اور تموج سے پانی اُچھلتا ہوکر اُن کی زبان کے قریب پہونچ جاتا ہے تو اُسے وہین پڑے پڑے چاٹ لیتے ہین۔

عام دیکھنے والون کے لئے یہہ تماشے ضرور نظر فریب تھے مگر میری نگاہ کہان تھی۔ آہ۔ اِس کے لئے کوئی شے اُس پیاری بھولی بھولی صورت سے زیادہ دیکھنے کے قابل نہ تھی جو سامنے نظر آ رہی تھی۔ آہ اُس پیاری بھولی صورت کو رنج نے اور بھی کمھلا بنا دیا تھا لیکن اگر مجھسے کوئی صاف صاف پوچھے کہ آخر وہ کونسی خاص بات ہے جس کی وجہ سے اُس کی طرف نگاہین بے اختیار کھنچتی ہین تو شاید مجکو بہت غور کرنا پڑے۔ ممکن ہے کہ مین یہہ کہدون کہ اُس کی کھلتی ہوئی رنگت نظر فریب ہے لیکن اِسپر بھی بس نہین اِس لئے کہ اُس کی ادائین بھی تو بلا کی ہین اور اُسپر طرہ یہہ کہ اُسے خود خبر نہین کہ یہہ کافر ادائین کس کس کی جان پر آفتین نازل کر رہی ہین۔ ہاے یہی ایک بات جان لے لینے کے لئے کیا کم ہے جسپر خدا نے اِس بلا کا حسن اور دیدیا ہے کہ بس آدمی دیکھے اور کلیجا پکڑ کر رہ جاے مین ایک حیرت کے عالم مین تھا۔ بے اختیار اُس ماہرو کی طرف کھنچا چلا جاتا تھا مگر مجھے یہہ خبر نہ تھی کہ

مین قدم بکو رہا ہون یا اوڑکر اپنے مطلوب کے پاس پہونچ رہا ہون - اتنا تو مجھے ضرور معلوم ہوا کہ اب مین پیاری ڈورا کے قریب ضرور پہونچ گیا ہون - شوق ہمکلامی کی کشاکش نے پردۂ حیرت کو اٹھا اوربیتابی طرح اُس پری وش سے مخاطب ہوا -

مین پھر وہی ناول پڑھا جا رہا ہے - ناولون کا شوق بیحد بڑھ گیا ہے -

ڈورا - (چونک کر اور کتاب بند کرکے) اہاہ - ڈاکٹر صاحب ہین - آپ تو ناول خوانی کو تضیع اوقات سمجھتے ہون گے ؟ - ہمیشہ یون ہی مین تو اپنے آپکو بہت برا بھلا کہتی ہون - جب کبھی کھانا کھانے کے وقت سے پہلے کوئی ناول میرے ہاتھ آجاتا ہے - کیونکہ آپ جانتے ہین کہ ناول کو چھوڑ کر کھانا کھانے کے لیئے اٹھنا کس قدر مشکل ہے اور کھانے کے وقت ناول کو مجبوراً چھوڑنا ہی پڑتا ہے کیونکہ مین خود مختار نہین ہون - لیکن آج میرا تعطیل کا دن ہے - جس روز مجھے تعطیل نہین ہوتی اُس دن مین کچھ نہین کرتی یعنی ایسے کام کرتی ہون جنکو میرا جی نہین چاہتا بلکہ مجبوراً کرنے پڑتے ہین - مگر یہہ آپ کیون اپنا وقت ضائع کرتے پھرتے ہین - کیا آپنے اپنے سارے مریض اچھے کر لیئے ہین -

مین (انگلی سے اشارہ کرکے) اُس طرف دیکھو - ایک مریض کو تو ابھی چھوڑ کر آیا ہون اور بہت سے ابھی دیکھنے باقی ہین - صرف ایک گھنٹہ مجھے فرصت ہے اس عرصے مین اگر تم پسند کرو تو چلو ذرا میدان کی طرف سیر کر آئین -

ڈورا نے جواب دیا بہتر اور فوراً کھڑی ہوگئی - پینڈالس سے روانہ ہوکر ہم اُس موقعہ پر پہونچے جہان مین اپنی گاڑی چھوڑ گیا تھا - اور مین نے گاڑی پھر لانے کا حکم دیکر مین اور ڈورا دونون ایج روڈ کی طرف روانہ ہوے -

باب ۶

اندیشہ

اُس وقت دھوپ تیز تھی اور ڈورا کے نازک رخسار گلاب کی پنکھڑیون کی مانند سرخ ہوے جاتے تھے آخر اُس نے اپنی چھتری کھول لی لیکن یہہ ذرا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا کہ دونون اس طرح چپ چاپ اپنی اپنی راہ چلے جائین سلسلۂ کلام کو مین نے ہی شروع کیا -

مین - ہان تو تمھاری خواہش کے خلاف تم کو وطن سے باہر جانا پسند نہین کیا گیا - کیون ؟

ڈورا - ابتک تو مین باہر نہین گئی نہین اب دیکھئے کیا ہوتا ہے مگر میرا تو خیال یہہ ہے کہ بالفعل

کہین جانا نہ ہوگا اور مجھے پر کیا کسی کا بھی۔
میں۔ دیکھو مین نہ کہتا تھا کہ مسس مینگ ٹری تمھاری بات کو کبھی رد نہ کرینگی۔
ڈورا۔ واہ اُس نے تو بڑے زور سے انکار کیا تھا مگر مین بھی اڑ ہی تو گئی اور بغیر اس کے کام ہی نہ چلتا۔ کہین آزادی بغیر لڑائی کے ملا کرتی ہے۔ کسی مصنف نے تو لکھا ہے کہ دنیا مین اگر کوئی چیز اس قابل ہے کہ لڑ کر حاصل کی جائے تو وہ آزادی ہی ہے۔ لیکن پھر بھی میری حالت لونڈیوں سے بدتر ہے۔ سچ تو یہ ہے جس کا زر اس کا زور۔ اب مجھے ایک ایک پیسے کے لئے مسس مینگ ٹری کی محتاجی ہے۔ مین تو اس بات سے تنگ آ گئی ہون۔
میں۔ مگر تم اس معاملہ مین کسی کا احسان کیون مانو۔ آخر روپیہ تو تمھارے باپ کا تھا۔ اور انصاف کی پوچھو تو اب تمھارا ہے۔ بہر حال مسس مینگ ٹری نے محض تمھاری خواہش پر اپنا باہر کا جانا ملتوی کر دیا اس سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمھاری رضا جوئی کرنا چاہتی ہے۔
ڈورا نے سکوت کیا۔ اس وقت ہم دونون ایک وسیع تالاب کے بلند اور ڈھلوان کنارے پر کھڑے تھے تالاب کے کنارے پر جو مکانات واقع تھے اُن کے دروازون کے شیشے سے آفتاب کی شعاعون کی چمک منعکس ہو کر پانی مین لوٹتی اور تڑپتی نظر آتی تھی اور پرے کنارے پر سرسبز اور سایہ دار درختون کی طرف نگاہ کرنے سے فرحت ہوتی تھی داہنی طرف ایرج روڈ بل کھاتی ہوئی دور تک چلی جا رہی تھی اور بائین طرف ایک دھوان دھار ٹرین اسٹیشن مین داخل ہو رہی تھی۔ طلسم سکوت کو ڈورا نے اس طرح توڑا۔
ڈورا۔ مین مسس مینگ ٹری کو الزام نہین دینا چاہتی۔ اپنی قسمت کو روتی ہون۔ لیکن وہ اس طرح خوشی سے راضی نہین ہوگی جیسا آپ کا خیال ہے بلکہ اُس نے وہ بات کی جو آج تک مین نے نہین دیکھی تھی یعنی غصہ مین از خود رفتہ ہو گئی حالانکہ بالعموم وہ اکثر مستقل مزاجی سے پیش آیا کرتی تھی یہان تک کہ اُسے غصہ بھی آجائے تو وہ ظاہر نہین ہونے دیتی تھی۔ اس دفعہ تو وہ بے طرح بپھری۔ مین ڈر گئی لیکن مین نے اپنی ہٹ نہ چھوڑی۔ اُس نے ہر چند کہا کہ مین ضرور جاؤن گی اور تمھین ساتھ چلنا پڑے گا لیکن مین ماننے والی کب تھی۔ مسٹر لاسیلس بھی موجود تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ میری اس ہٹ سے سخت ناراض ہے۔
میں۔ کیا ہوا۔ بہت سے خوش مزاج لوگ بھی بعض وقت غصے سے بے قابو ہو جاتے ہین لیکن یہ غصہ ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور یہ کس قدر تعریف کی بات ہے کہ مسس مینگ ٹری عام طور پر مغلوب الغضب نہین ہے۔

(باقی آئندہ)

موت

اے موت شہر لاکھوں تو نے اجاڑ ڈالے نقشے جمے جمائے تو نے بگاڑ ڈالے
رستم سے مرد کتنے تو نے پچھاڑ ڈالے سرسبز نخل ہستی تو نے اکھاڑ ڈالے

انسان نے گو جہاں کو تسخیر کر لیا ہے
لیکن وہ تو ہے جس سے ان کا بھی دم فنا ہے

اے قہر کے فرشتے اے دیوتا غضب کے تیرا جلال وہ ہے سر خم ہیں جس سے سب کے
اسفندیار و رستم چلتے ہیں تجھ سے دب کے لرزہ پڑے جہاں میں ہلنے سے تیرے لب کے

روباہ کی طرح سے ڈرتے ہیں شیر تجھ سے
تھراتے ہیں جہاں کے سارے دلیر تجھ سے

جم ہو یا سکندر یا کئی ہو یا یزد ہشتر یا بو علی سا طبیب ہو کوئی شخص ماہر
تنہا ہو یا ہوں لاکھوں تو جس جگہ ہو ظاہر دم بھر میں اے ستمگر تو کر دے سب کو ترپھر

تو وہ ہے دم میں زہرہ شیروں کا آب کر دے
حسن حسین تن کو نقش حباب کر دے

بچے سے ماں کو ظالم اک آن میں چھڑائے اور داغ تو پدر کو فرزند کا دکھائے
بزم خوشی کو دم میں ماتم کدہ بنائے داغ جگر سے گلشن سینے میں تو کھلائے

ٹل جائے کوہ لیکن ٹوٹے نہ آن تیری
مظہر ہے قہر کی تو عالی ہے شان تیری

تو قہر ایزدی ہے تو ہے غضب مجسم صورت سے تیری ظالم ڈرتا ہے سارا عالم
تجھ سے نہیں ہے فرصت پل بیٹھنے کی باہم مخلوق کے لئے ہی تو تو قضائے مبرم

ہر دم ہے تاک میں تو او چھپ کے آنے والی
ہر لحظہ کام تیرا خلقت کی پائمالی

مانا کوئی جہاں میں بے یار و آشنا ہو یا کلفت و الم میں بے طور پھنس گیا ہو
یا جس کا مبتلا ہو وہ مائل جفا ہو یا کھو کے نقد عزت جینے سے بھی خفا ہو

اس کے لئے نشانی رحمت کی ہو تو ہو تو
صیقل اسی کے زنگ کلفت کی ہو تو ہو تو

لیکن غضب ہے ظالم جب اُس کو توڑ لائے　　صبر و قرار جس کے چھٹنے سے چھوٹ جائے
سینے میں زخم کر دے آنکھوں سے خون رلا گئے　　دل پارہ پارہ کر دے اور تن میں تلملائے

ٹکڑے دل و جگر میں پہلو کا خار ہو کر
سینے کو پھونک دے تو غم کا شرار ہو کر

آغوش ماں کی کر دے لخت جگر سے خالی　　یا کر کے زن کو بیوہ تو کر دے سوگ والی
یا کاٹ دے چمن کی پھولی پھلی وہ ڈالی　　بس نخل خاندان کی ہو جس سے پائمالی

دے صدمہ جدائی یاران آشنا کا
دل پاش پاش کر دے عشاق مبتلا کا

اے فطرت حکیم میں تیرا راز سمجھا　　رمز حدوث و امکان اے عشوہ ساز سمجھا
انداز تیرا پایا ہاں تیرا ناز سمجھا　　تیرے ستم کا مطلب سے حیلہ باز سمجھا

لاریب تو ہے سنگ طرح نظام دنیا
ہے اک جہان مردہ - تو ہے دم مسیحا

تازہ ہے تجھ سے فطرت ہر چیز نو بہ نو ہے　　پختہ ہے تیرے دم سے گندم ہے یا کہ جو ہے
نو کاشتی ہے اُس کو جو قابل درو ہے　　گر تو نہ ہو تو دم میں ہر چیز تو بہ تو ہے

خلقت کا مقتضا ہے نقل مدام کرنا
دم بھر قیام کرنا اور پھر سلام کرنا

ہے انتقال حالت زیب بنائے ہستی　　آتش سے کوئی پوچھے لطف بقائے ہستی
صیقل ہے زنگ دل کی یہ ابتلائے ہستی　　ہے نقش بے ثباتی سدنق فزائے ہستی

ہر ذرہ مضطرب ہے اس دار پُر محن میں
مرغ درون بیضہ ہر مردہ ہے کفن میں

ہو آگ یا کہ مٹی پانی ہو یا ہوا ہو　　ذرہ ہو یا کہ قطرہ شبنم ہو یا صبا ہو
گل ہو کسی چمن کا یا برگ نخل کا ہو　　ہو ابر آسمان کا یا چشمہ　　ثرا ہو

ہے اختلاف کیفی شیوہ ہر ایک شے کا
رہتا نہیں سحر تک باقی سرور مے کا

بے وقت خانے کی کیا بحث لا کے ڈالی　　کوتاہ بین نے اچھی کٹ حجتی نکالی

دیکھو چمن میں جاکر کیا کر رہا ہے مالی
توڑی کہیں ہے کونپل پتی کہیں نکالی

ہے یہہ نظامِ عالم اس میں زیان نہ سمجھو
لغت ہے سمجھ یہ غم کو گر امتحان نہ سمجھو

بنتے ہیں روز ڈھلکے مٹتے ہیں روز نقشے
کی غور لاکھ سب نے اس راز کو نہ سمجھے
تمام ہیں حکمتیں سب نا قص ہیں سب تولے
ہوں اے سروشِ غیبی تیری صدا کے صدقے

نقش و نگار عالم سب ہے گمان ہو فانی
باقی ہے ذات اس کی اور سب جہان ہے فانی

اختر الہ آبادی

قطعہ بند بطرزِ واسوخت حضرت ظہیر دہلوی

کیوں صاحب ارتباطِ عدو کا گمان غلط
میرا بیان غلط سخنِ رازدان غلط

در پردہ رسم نامہ و پیغام اتہام
اظہار شوق وصلِ نہان و عیان غلط

فریاد و نالہ ہائے عزا بار افترا
خوننابہ بارئ مژۂ خون چکان غلط

پیروانہ رنگ عارضِ گلفام بے فروغ
سیلاب موج خیز سرشکِ روان غلط

ژولیدگیِ سنبلِ پیچیدہ ہو غلاف
آشفتگیِ کاکلِ عنبر فشان غلط

وابستگیِ خاطرِ پیمان شکن دروغ
پیہم گزیدنِ لبِ شکر فشان غلط

محویتِ جمالِ رخِ دل فریب جھوٹ
ذوقِ تصورِ قدِ سرو روان غلط

آوازِ شورِ ماتم و شیون گمان و وہم
جوش و خروشِ نالہ و آہ و فغان غلط

بہتان خراشِ ناخنِ الماس کارِ غم
سودائے زلف و خال و رخِ دلستان غلط

الزامِ شورِ نالہ و فریاد چرخ رس
پروازِ خواب دیدۂ ہمسایگان غلط

حال آنکہ اتنے شاہدِ عادل گواہ ہیں
تاہم صداقتِ سخنِ این و آن غلط

کہنے لگے یہہ سن کے بناوٹ ہے سب تری
حاشا دروغ وہم و خیال و گمان غلط

مضمون شاعرانہ ہے واللہ سر بسر
املا غلط بیان غلط داستان غلط

کیسا پیام کس کا پیامی کہاں کا ربط
بہتان ہے صریح سراپا بیان غلط

تو ہم کہاں ندیم کہاں مدعی کہاں
فقرہ دروغ چال بناوٹ گمان غلط

جتنا ترا بیان ہے سراسر ہے بے دلیل
جتنی نشان دہی ہے نہان و عیان غلط

صادق ہیں اپنے قول پہ کہتے ہیں راستی
ہان ہان غلط غلط ہے سراپا بیان غلط

ہم ایسے ہیں کہ ہم پہ کوئی لم لگا سکے
وہ خود غلط زبان غلط ہمزبان غلط

رہتے ہیں جستجو میں تنکا یہ جو زدہ ہیں
کہتے نہیں زبان سے کبھی رمزدان غلط

جو راست باز ہیں نہیں کج باز وہ ظہیر
ہوتا نہیں کبھی سخن داستان غلط

غزل خاکسار خنجر سکندر آبادی اڈیٹر رسالہ ہذا

ساقیا ٹال نہ پیاسا مجھے میخانے سے
میرے حصے کی چھلک جائے گی پیمانے سے

دل ملا شیشہ سے آنکھیں لڑیں پیمانے سے
ہم کہاں جاتے ہیں ساقی ترے میخانے سے

تھا تنک ظرف جو باہر ہوا پیمانے سے
شیخ نکلا ہے بہکتا ہوا میخانے سے

میں وہ کیفی ہوں بدل لایا ہوں میخانے سے
دل بے کیف کو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

محتسب میرا یہ پیمان ہے پیمانے سے
توبہ توڑوں گا میں خشت خم میخانے سے

میکدہ دیکھتے ہیں بندہ جو میکش ساقی
سر کو ٹکراتے ہیں سنگ در میخانے سے

محتسب دیکھ تو کس ناز سے کس شان سے آج
جھومتے مست چلے آتے ہیں میخانے سے

نگہ مست کا آتا ہے تصور جس دم
خود بخود آنکھ جھپکا جاتی ہے پیمانے سے

دل اگر صدمہ ہجران سے سلامت رہتا
پڑھتے تسبیح ترے نام کی اک دانے سے

نہ ستا ناصح دانا کہ مجھے ہوش نہیں
چھیڑ اچھی نہیں ہشیار کو دیوانے سے

پارسا آپ کو کہتے تھے جناب خنجر
منہ چھپائے ہوئے وہ جاتے ہیں میخانے سے

غنی کشمیری

حسن سبز بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

مصحفی

تنہا نہ یہ ہاتھوں کی حنا لے گئی دل کو
کھڑے کے چھپانے کی ادا لے گئی دل کو

واں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا
ٹے پیچ ادھر زلف اڑا لے گئی دل کو

غزلیات

حضرت خورشید سکندرآبادی

گھٹ گھٹ کے خون سینکڑون ارمان کا ہوچکا — خانہ خراب اِس دلِ نالان کا ہوچکا
خلوت کدہ یہہ دل غمِ جانان کا ہوچکا — اِس گھر مین اب گذر کسی مہمان کا ہوچکا
غم کا کبھی گذر کبھی حرمان کا ہوچکا — مہمان سرا یہہ دل کسی مہمان کا ہوچکا
دل مبتلا محبتِ جانان کا ہوچکا — قصہ تمام جانِ پُر ارمان کا ہوچکا
صحرا چمن کیا مرے پلے فگار نے — گلگون ہر ایک خارِ بیابان کا ہوچکا
نکلا نہ اِس بلا سے کبھی جس کو آیا بار — سودا تمھارے کاکلِ پیچان کا ہوچکا
اک ناتوان کا خون اور اتنے سنان و تیر — دل سے مقابلہ صفِ مژگان کا ہوچکا
تھامون دل و جگر کو مین کیا ایک ہاتھ سے — اک ہاتھ مدتون سے گریبان کا ہوچکا
ہوگا خرامِ ناز سے کیا اہلِ حشر پر — محشر تو ایک جنبشِ دامان کا ہوچکا
اُس بُت نے ایک کو نہ رکھا اپنے دین پر — مذہب خراب گبر و مسلمان کا ہوچکا
کیا آئے زخمِ دل کو مزا اشک یک طرف — قسمت سے دان نمک بھی نمکدان کا ہوچکا
ہر اک سے گرچہ ربط یہہ صحبت ہے رات دن — لوگون کو رعب آپ کے دربان کا ہوچکا
ضرب المثل ہین اب تو لبِ لعل آپ کے — شہرہ جہان مین لعلِ بدخشان کا ہوچکا
حدّت سے اُس کی نارِ جہنم بھی سرد ہے — دوزخ جوابِ سینۂ سوزان کا ہوچکا
بے دم ہوا جو مین دمِ بسمل تو کیا عجب — دم آپ کے بھی خنجرِ بُرّان کا ہوچکا
بسمل ہے اُن کی جنبشِ ابرو کا اک جہان — دم خم یہہ گھاٹ تیغِ صفاہان کا ہوچکا
طوفان مین جس کے نوح کی کشتی ہی پھری — یہان تک تو جوش دیدۂ گریان کا ہوچکا
دستِ جنون کو شغل برابر رہا یہی — جب تک نہ تار تار گریبان کا ہوچکا
ہے اِس زمین مین حضرتِ ممنون کی بھی غزل — ہم سے جواب ایسے سخندان کا ہوچکا

خورشید شرق و غرب مین اب اپنا دور ہے
شہرہ جہان مین داغِ سخندان کا ہوچکا

حضرت ظہیر دہلوی

حالِ آنکہ حالِ غیر کسی پہ نہان نہین
اس کا علاج کیا ہے کہ تم بدگمان نہین

تم شوخیون سے وان ہو جہان گمان نہین
مین بدگمانیون سے جہان ہون وہان نہین

باور نہین کہ حالِ عدو کچھ نہان نہین
آخر تو راز دان بھی کوئی غیب دان نہین

ہوتی ہے قدرِ نعمتِ راحت بقدرِ رنج
الفت مین لطف کیا ہے اگر امتحان نہین

مجھ سے ہی کیون نہ پوچھئے میری پریشانیان
مجھ سے سوا تو غیر مرا رازدان نہین

ہم بھی خلافِ وضع گوارا کرین مگر
کچھ ہم مین اور غیر مین تخصیص وان نہین

پیشِ رقیب حال ہمارا نہ پوچھنا
دیکھو ہمارے بس مین ہماری زبان نہین

ہم کیون کہین کہ بزم مین شامل ہین کیون رقیب
جب ہم نہین ہماری طرف سے جہان نہین

کچھ ناگوارِ خاطرِ دشمن نہین ہے اب
ہم کیا سبک ہوے کہ سخن تک گران نہین

سنتے اسی کو چھیڑ کے کچھ کچھ برا بھلا
کمبخت رند رنج بھی تو رازدان نہین

اس کے گلے فلک کی شکایت عدو ہمارے شکوے
اک ہم نہین تو کچھ بھی نزاعِ جہان نہین

اندازۂ غرورِ ستم ہے بقدرِ شوق
یان ولولے نہین ہین تو وان شوخیان نہین

اک حرفِ سخت تک کا تحمل محال ہے
اتنی بھی اب تو ضعف سے تابِ توان نہین

خالی نہین صلاح سے بے التفاتیان
اغماض کہہ رہا ہے کہ نامہربان نہین

سو بار سن چکا ہون شکایت مین نہ کرو
پھر تم کہوگے مجھ سے کہ مین بدگمان نہین

عاشق نہ کم شکیب نہ غماز راز دان
جب تم ہی پردہ در ہو تو پھر کچھ نہان نہین

کیا کچھ نہین ہے اس لبِ جادو نواز مین
اک وعدۂ وصال پہ منہ مین زبان نہین

ناکامیِ فراق نے ایسے مزے دیے
اب مژدۂ وصال سے دل شادمان نہین

جاتے ہو بزمِ غیر مین کتنے سبک خرام
رستے مین دیکھنے کو قدم کا نشان نہین

دیتا ہے کیسے رشک کے الزام ہین رگو
کمبخت جانتا ہے کہ یہ بدگمان نہین

اس بدگمان سے چشمِ وفا ہے ظہیر کو
جس کو یقین وفا کا بسِ امتحان نہین

جناب مولٰنا حکیم محمد صدیق صاحب شوقی اجمیری

لگے آپ کیا کہنے کیا کہتے کہتے
بدلئے نہ صاحب ذرا کہتے کہتے

بگاڑی ہے غیرون نے عادت تمھاری
تمھین حور وش مہ لقا کہتے کہتے

کہان تک کہے کوئی بیتابی دل
مری جان مین تھک گیا کہتے کہتے

نہو مدعا میرے دل کا الٰہی
رکے ہین وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے

ذرا سے دن ستا دین خطا تو بتاؤ
مین کیا بھول کر کہہ گیا کہتے کہتے

نہ گھبرائین گے ہم کبھی سنتے سنتے
نہ باز آئے خلق خدا کہتے کہتے

وفا مین مری یاد آئین گی تم کو
بھلا بھی کہو گے برا کہتے کہتے

نہ مانی کسی کی کبھی ہم نے شوقی
تھکے دوست اور آشنا کہتے کہتے

جناب اختر الہ آبادی

تری دید کی کسے تاب ہے تو نہان نظر سے ہوا عبث
ترا جلوہ عین حجاب ہے یہ نقاب منہ پہ لیا عبث

کہین مر بھی چک دل مبتلا کہ وہ شوخ وعدے پہ آچکا
نہ اس انتظار مین جی کھپا شب و روز صبح و مسا عبث

نہ وہ جوش غمزہ و ناز تھا نہ وہ عشوہ عربدہ زا تھا
فقط اک دو رویہ نیاز تھا ہو عکس جلوہ نما عبث

غم و درد حسرت و مدعا مین سے لیجیے غیر ہے کونسا
لو نقاب چہرے سے دو اٹھا ہے اب ایسی شرم و حیا عبث

مرے اقربا سے ذرا کہو کہ وصال یار کا فکر ہو
انھین کچھ خبر نہین ہمدمو مری کر رہے ہین دوا عبث

کوئی اس مین اس کی خطا نہ تھی مرے حال دل کی خبر نہ تھی
مجھے قتل کیجیے جو ہو خوشی ہوے نامہ بر پہ خفا عبث

انھین لطف و رحم سے کام کیا یہ بہانہ چھیڑ کا بن گیا
وہی ترک ضبط کا طرز تھا دیا حال ان کو سنا عبث

مجھے قتل ہی کی تھی جستجو جو تھی چھیڑ چھاڑ کی گفتگو
ملی ساری خاک مین آرزو مری بخشوائی یہ خطا عبث

دل و جان سے اختر مبتلا ہے تمھین پہ جان جان فدا
کسی اور سے نہین آشنا یہ گمان تم کو ہوا عبث

جناب وحید پلولی تلمیذ حضرت داغ دہلوی

بزم جانان مین جو ناوک فگنی ہوتی ہے
ہائے کیا پوچھتے ہو دم پہ بنی ہوتی ہے

ہر گھڑی دم پہ مسافر کے بنی ہوتی ہے
سخت جلاد غریب الوطنی ہوتی ہے

ان کی یہ ضد کہ مرے ہاتھ سے ساغر لو
میرا یہ عذر کہ توبہ شکنی ہوتی ہے

دل کا ماتم ترے عشاق کیا کرتے ہین
رات دن آٹھ پہر سینہ زنی ہوتی ہے

جیتے جی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تم نے
اب لحد پر مرے ناوک فگنی ہوتی ہے

مرکے عشاق حیاتِ ابدی پاتے ہین
آب حیوان انہین ہیرے کی کنی ہوتی ہے

موت بھی ہوتی ہے کیا بادۂ ہستی کا خمار
دم آخر جو یہہ اعضا شکنی ہوتی ہے

ایک ہی مجلس مین جاتے ہین عدم کو سارے
سادی ہی سب کے گلے مین کفنی ہوتی ہے

شوق سے آپ شبِ وعدہ لگائین مہندی
یہہ سمجھ لیجیے پیمان شکنی ہوتی ہے

خون آنا ہے کا ہے ساغر جو لگاون منہ سے
اور انکار سے خاطر شکنی ہوتی ہے

کیون مجھے ناز نہو اپنی طبیعت پہ وحید
کچھ عجب چیز یہہ شیرین دہنی ہوتی ہے

جناب وفا سیتاپوری

لطفِ گلگشتِ چمن موسمِ ہجران مین نہین
ڈھونڈتی ہین جسے آنکھین وہ گلستان مین نہین

اے غمِ عشق تری نذر کو کیا پیش کرون
ایک قطرہ بھی لہو اب تو رگِ جان مین نہین

قدر کچھ اس کی جو کرتے ہین تو اربابِ مذاق
دردِ الفت مین جو لذت ہے وہ درمان مین نہین

دہنِ زخمِ جگر سے یہہ صدا آتی ہے
میرا حصہ مرے قاتل کے نمکدان مین نہین

دیکھ لی رخنہ گری اے نگہِ شوق تری
ایک روزن بھی نقابِ رخِ جانان مین نہین

یاس کو ہوتی ہے امید تو امید کو یاس
غرض مطلب پہ جو ملتی ہے تری ہان مین نہین

اے فلک بعد فنا بھی یہہ جفائین ہم پہ
ایک تربت کی جگہہ کوچۂ جانان مین نہین

پاس اگر دولتِ دنیاے دنی ہے بھی تو کیا
آدمیت جو نہین ہے تو کچھ انسان مین نہین

حسرت ایذا و جراحت کی رہی جاتی ہے
وائے قسمت کہ نمک اس کے نمکدان مین نہین

واہ رے دست درازی تری اے دستِ جنون
دھجیان کیسی کہ اک تار گریبان مین نہین

نہین اگلا سا مرے دل مین امیدون کا ہجوم
کوئی جز یاس اب اس خانۂ ویران مین نہین

ناوکِ غم کے لئے ہین جگر و دل حاضر
اے وفا عذر ہمین خاطرِ مہمان مین نہین

ید بیضا

ہماری شاعری اور ہم

نمبر ۲

ین اشعار کی خوبیان محتاج بیان نہین اور یہہ چند اشعار تو محض بطور مشتے نمونہ از خروارے
ناظرین کیے گئے ہین ورنہ ہر شاعر کے کلام مین کم و بیش ایسے خیالات کا ذخیرہ موجود ہے جس کے ذریعہ
وجودات عالم اور اُس کے باہمی تعلقات و واقعات زندگی اور اُس کے متعلق جذبات پر اِس طریقے
سے ڈالی گئی ہے جس کو انسان وجدانی طور پر ضرور محسوس کرتا ہے لیکن زبان اور بیان کے ذریعہ سے
نہین کر سکتا اور جب اُنکا اظہار ہو جاتا ہے تو اُنھین عجیب سمجھتا ہے حالانکہ اُن مین بعض خود
عجیب بات نہین صرف اُنکا اظہار ایک عجیب قوت اور استعداد کے ذریعہ سے ممکن ہے ۔
لیکن اگر ہم نے شاعر اور اُس کی خدمات کا اندازہ صرف یہین تک کیا ہے تو واقعی اُس پر
ظلم کیا ہے - ہم شاعرون کے ازسر تا پا ممنون ہین کیونکہ اُنھون نے ہمکو اظہار خیالات کا راستہ
اور زبان اور بیان مین وہ وسعت پیدا کر دی جس سے باریک سے باریک خیال اور پیچیدہ سے
یدہ مسایل کے ادا کرنے پر ہمکو قدرت حاصل ہو گئی اگر نطق کا فایدہ یہہ ہے کہ انسان اپنے
لات سے دوسرون کو متمتع اور مستفید کر سکے تو شاعری کا فایدہ اہل بصیرت پر روشن ہی
عری قوت بیانیہ کو اِس درجہ ترقی بخشتی ہے کہ انسان کے لئے یہہ دشوار کام آسان ہو جاتا
کہ ایک لطیف طرز ادا کے ساتھ اپنے پیچیدہ اور باریک خیالات پر دوسرون کو محیط کر سکے - بالفرض
ان مین اور عجیب تو تین موجود نہ ہوتین تو کیا صرف اِسی قوت نطق کا وجود ایک ایسا معجزہ نہ تھا

حیرت واستعجاب مین ڈال دینے کے لئے کافی ہوتا۔ لیکن انسان کی ایک فطرتی کم ہنی یہ بھی ہے کہ جب کوئی معجزہ ہمیشہ معمولی طور پر وقوع پذیر ہوا کرتا ہے تو وہ اسکو معجزہ ہی نہین سمجھتا۔ قوت نطق ایک ایسا معجزہ ہے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممیّز کرتا ہے۔ کیا یہہ ایک زبردست معجزہ نہین ہے؟ کیا اس نطق مین جو ہماری زندگی کی آرایش اور ہماری ترقیون کا سرچشمہ ہے قدرت کے عجیب اسرار مضمر نہین ہین؟ تاہم جب ایک بچہ اپنے تمام قویٰ اور تمام کوششین قوت نطق کے حصول مین صرف کرتا ہے اور ہر مخاطب ہونے والے کو اپنی پیاری آغوں اور ہان ہون سے متوجہ کرتا ہے تو ہم اسکی کوشش کو کچھ زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھتے حالانکہ ہم کو جاننا چاہیے کہ وہ درحقیقت تمام علوم کی کنجی اپنے ہاتھ مین لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ غور تو کیجیے کہ اگر سرے سے انسان مین قوت نطق موجود نہوتی تو تمام موجودہ علوم وفنون کا کیا حشر ہوتا! اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ کسی زبان مین اظہار خیالات کے مادّے کو ترقی دینا اور اسکو اس قابل بنانا کہ ہر قسم کے جذبات کے اظہار پر محیط ہوسکے اُس زبان اور اُس قوم کی نہایت قابل قدر خدمت ہے۔ سچ پوچھیے تو انشا پردازی کسب علوم کے ذرایع کا وجود مین لانا ہے اور اسی لئے ہر زبان اور ہر ملک کی تعلیم مین مقدم شے سمجھی گئی ہے۔ یہان دو سوال پیدا ہوسکتے ہین اول یہہ کہ اکثر شاعری کو الفاظ سے تعلق ہوتا ہے اور خیالات کی ترقی کا سامان اُس مین بہت کم ہوتا ہے دوم یہہ کہ اگر خیالات کی طرف توجہ ہوئی بھی تو اکثر فرضی خیالات اور بے بنیاد توہمات کی طرف ہوتی ہے۔ ہم درخواست کرتے ہین کہ ان سوالات کے جواب کے لئے ناظرین کسی قدر صبر کے ساتھ انتظار کرین۔

شاعری جن دو چیزون سے مرکب ہے وہ الفاظ اور خیالات ہین۔ الفاظ جسم شاعری ہین تو خیالات روح۔ جسم کی زندگی بغیر روح کے ناممکن ہے اور روح کا وجود بغیر جسم کے اگر ناممکن نہین تو ناقابل الحس ضرور ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہین کہ ہم مین بہت لوگ ایسے ہین جو بے جان جسم کی خوبصورتی پر اتراتے ہین اور محض شوکت الفاظ اور پیچیدگی طرز ادا کو شاعری کا ماحصل سمجھتے ہین ان کے مذاق اور استعداد پر درحقیقت افسوس کرنا چاہیے۔ طرز عبارت اور نشست الفاظ کو شاعری مین

ایک پایہ امتیاز کا ضرور حاصل ہے مگر پیچیدگی اور الجھاؤ کو برجستگی پر یا چیستان گوئی کو لطافت مضمون پر ترجیح دینا حسن ادعقل اور ذوق سلیم کے معدوم ہونے کی دلیل ہے۔ ہمکو اس امر کے تسلیم کر لینے مین ذرا بھی تامل نہین کہ لفظ کو معنی پر ترجیح دینا ایک ایسا سخت عیب ہے جس نے ہماری شاعری کو بہت کچھ مبتذل بنا رکھا ہے لیکن کیا اس سے یہہ لازم آتا ہے کہ نفس شاعری لغو اور لاطائل ہے؟ ہرگز نہین۔ شاعری کی بے اعتدالیان شاعر کے ساتھ اور شاعری کی خوبیان شاعری کے ساتھ ہین! اگر کسی شاعر کا کلام معیار شاعری سے گرا ہوا ہو تو شاعر جانے شاعری پر اس سے کیا الزام عاید ہو سکتا ہے۔ تھوڑی بہت بے اعتدالیان ہر شاعر مین ہوتی ہین کوئی شاعر شاعری کا اوتار نہین ہو سکتا اور نہ کسی شاعر کی شاعری مکمل ہو سکتی ہے لیکن ہمارا فرض یہہ ہے کہ خذما صفا ودع ماکدر کے مفہوم کو سمجھکر اسپر عمل کرین۔

میرا ذاتی خیال یہہ ہے کہ شاعری کا اصل کام اظہار خیالات کا ایک ایسا مرغوب پسندیدہ سانچہ طیار کرنا ہے جس مین اعتدال اور تناسب کے ساتھ اظہار خیالات کا موقعہ ملے لیکن ثقالت اور سفاہت کی گنجایش نہو۔ اس میدان مین قدم رکھنے والے کو بہت احتیاط لازم ہے کیونکہ یہان فطرتی استعداد پر ایسی روشنی پڑتی ہے کہ وہ عیوب جو بحالات دیگر پوشیدہ اور مخفی رہتے نمایان طور پر ظاہر ہو جاتے ہین اور غیر موزونیت کی قلعی کھلے بغیر نہین رہتی۔ الفاظ کی شایستگی اور موزونیت اور طرز ادا کی برجستگی اور نزاکت شاعری کا خاص معیار ہے اور جس کے مذاق مین سلامت اور خیالات مین تناسب نہین وہ اس میدان کا مرد کبھی نہین ہو سکتا کیا ہم مین بہت سے لوگ ایسے نہ نکلین گے جو اپنے رکیک خیالات کو نظم کی صورت مین لانے کے بعد خود اس کی رکاکت سے آگاہ ہو کر شرمندہ ہوے ہون؟ گو وہی خیالات جب تک نظم کی صورت مین نہ آئے تھے بیحد مرغوب و محبوب معلوم ہوتے تھے۔ فی الواقع شاعری ایک کسوٹی ہے جس پر کھوٹا کھرا فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اچھے برے کا ایک نظر مین امتیاز ہو جاتا ہے۔ یہہ وہ پیمانہ ہے جس مین ثقالت و سفاہت کی گنجایش ہی نہین یہہ وہ آلہ ہے جسکے ذریعے سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ نظر آتا

یہان عالم و جاہل پر منحصر نہین فطرتی استعداد درکار ہے - یہہ ایک خداداد جوہر ہے یہہ ایک قدرتی مادّہ ہے یہہ ایک وہبی ملکہ ہے - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اس کلیے مین توکچہ شبہہ کی گنجایش ہی نہین کہ شاعری کا مادّہ وہبی ہے کسبی نہین لیکن چونکہ اسکا جسم الفاظ سے بنا ہے اور الفاظ زبان کے اجزا ہین اس لئے شاعر کو یہہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس زبان مین شاعری کرنا چاہتا ہو اُس کے لغات و مصطلحات و محاورات پر پورا عبور حاصل کرے ورنہ اُسکی فطرتی موزونیت کے اظہار کے لئے کوئی آلہ نہو گا اور اسکا جوش دل ہی دل مین اُٹھ کر ٹھنڈا ہو جائے گا - زبان دانی بھی بجاے خود ایک کمال ہے اور اکثر قواے دماغی کی تربیت اور ترقی اُس پر منحصر ہے لیکن یہہ اس قدر آسان کام نہین جس قدر اہل زمانہ نے اسے سمجھ رکھا ہے بقول شاعر ؎

زبان دانان عالم کا کیا ہے امتحان برسون

زبان غیر کیا آتی نہین اپنی زبان برسون

کسی زبان کے لغات و محاورات پر عبور حاصل ہونا برسون کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے ہماری شاعری انحطاط پر ہے - اگر ہم دو چار سیڑھیان پھاند گئے ہکو اس طور پر کہنا چاہئیے تھا کہ ہم اپنی زبان پورے طور پر نہین حاصل کرتے اس لئے ہم اپنی شاعری کو ترقی نہین دے سکتے - ہکو اپنی حالت کے اقتضا سے مجبوراً اپنی زبان کی طرف سے عنان توجہ منعطف کرنی پڑتی ہے - ہم اس غرض سے تعلیم پاتے ہین کہ روپیے کما کر اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش کرین ہمارا افلاس ہکو ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے - اس تعلیم کا طریقہ یہہ ہے کہ ہم ایک نامانوس اور غیر مسموع زبان کو جسے ہم نے بچپن سے کبھی نہین سنا حاصل کرتے ہین یہان تک توہم مجبور ہین اور اسی مجبوری سے ایک بڑا فایدہ بھی اٹھا رہے ہین یعنی ہم اُن خیالات سے آشنا ہوتے ہین جنکو پختہ کرکے یورپ نے آج چار دانگ عالم مین کوس لمن الملک بجا رکھا ہے لیکن بڑا افسوس یہہ ہے کہ ہم اُن خیالات سے آشنا ہونے پر بھی اُن کے فوایدسے متمتع نہین ہوتے ہم یورپ کی اقوام کو اپنی اپنی قوم کا دلدادہ دیکھتے ہین اُنکی تاریخون کو حب وطن

کی شاخوں سے ملو ہے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ انکا سارا اقتدار محض قومی محبت اور ملکی اتفاق پر منحصر ہے
تاہم اُس سبق کو حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں جس نے آج "دول عظمیٰ" کو "دول عظمیٰ" بنا رکھا ہے
ہم اپنی قوم کو مغربی خیالات سے مستفید کرنے کے بجاے یہہ کوشش کرتے ہین کہ اُسی غیر مانوس زبان
مین مصنفی اور انشا پردازی کا ڈنکا بجانے لگین - کیا یہہ حوصلہ ہمارے لئے شایان ہے ؟ کیا ہم
ایک منٹ کے لئے امید کر سکتے ہین کہ ہم اُس نامانوس اور غیر مسموع زبان مین کمال سخن فہمی و سخن سنجی حاصل
کر سکینگے ؟ لیکن ہم نشۂ خبط تملقینی مین چور ہین اور اپنی زبان کو اپنے سامنے سے "ڈیم ہیتھوراسکل"
کہہ کر بھگا دینے کو تیار ہین - آج کسی جاپانی کا دل ٹٹول لیجئے تو اُس مین جاپانی ہونے کا فخر جاگزین ملیگا
اس سے یہہ خیال نہ کیجئیگا کہ آج جب جاپان کا نام زرین حرفون مین تاریخ کے صفحے پر لکھا جا چکا
تب وہ اپنے کو جاپانی سمجھنے پر فخر کرنے لگا نہین وہ اس سے بہت پہلے اپنے ملک پر فخر کرتا تھا اور
اسی وجہ سے آج وہ ملک کے لئے اور ملک اُس کے لئے باعث فخر بن گیا ؎

همت بلند دار که پیشِ خدا و خلق
باشد بقدرِ همتِ تو اعتبارِ تو

تاریخ صاف شہادت دے رہی ہے کہ جب تک کسی قوم کے افراد نے اپنی قوم اور اپنے ملک کو محبت اور عزت
کی نگاہ سے دیکھا ہے اُسیوقت تک اور صرف اُسی وقت تک وہ قوم دنیا مین مقتدر اور نامور رہی -
قدیم ہندوستان مین قوم ایرین کو - قدیم شام مین قوم بنی اسرائیل کو - قدیم یورپ مین یونانیون
اور اہل روما کو - قرون وسطیٰ کے عرب مین مسلمانون کو اور زمانہ موجودہ مین اہل یورپ کو دیکھو
اور پھر ہم سے کہو کہ ہمارا دعویٰ غلط ہے یا صحیح - ہم کیون درماندہ ہین ؟ اس لئے کہ ہم مین قومی
حمیت نہین - ہم اپنی زبان کی طرف اپنی قوم کی طرف اپنے ملک کی طرف ایسی نظر سے دیکھتے ہین
جس سے یہہ حسرت ٹپکتی ہے کہ کاش ہم کو ابتدا ہی سے ان سے تعلق نہ ہوتا تو بہتر تھا ! اسکا نتیجہ
کیا ہے یہی جو ہم دیکھ رہے ہین - یعنی ہم از ین سو رانده و زان سو درمانده ہین اور جب یہہ حالت ہو گی
تو کچھ تعجب کی بات نہین اگر ہم اُس طریقے کو اختیار کرلین جو پست ہمتون کو ایسی حالت مین مرغوب

ہوا کرتا ہے اور جسکو ایک خاص موقعہ پر اُس لومڑی نے اختیار کیا تھا جس نے اپنی مجبوری کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے کہا تھا کہ انگور کھٹے ہیں مگر نہیں ہماری حالت اُس لومڑی سے بھی زیادہ مبتذل ہے اس لئے کہ اُسے تو اپنی مجبوری کا علم بھی تھا یہاں جہل مرکب کا بادل چھایا ہوا ہے۔ اگر کوئی ہمارے ان لایق بھائی بندوں سے جنھوں نے یونیورسٹی کی ڈگریوں کے ساتھ تمام قومی امور کے استکراہ اور استخفاف کی بھی سند حاصل کرلی ہے پوچھے کہ کس قدر تحقیقات کے بعد آپ نے اپنی شاعری پر لغویت کا حکم لگایا ہے تو کہیں گے کہ ہمکو اُس سے ازلی نفرت تھی اس لئے ہمنے اُس کی کچھ تحقیقات نہیں کی پھر اگر کوئی سوال کرے کہ بلا تحقیقات آپ نے حکم کیونکر لگا دیا تو شاید کچھ جواب نہ دینگے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالکر ٹہلنے لگیں گے اور حرکات و سکنات سے یہہ ظاہر کرنے کی کوشش کرینگے کہ ایسے لغو سوال کا کیا جواب ہو سکتا ہے!

کاش وہ تسلیم ہی کرلیں کہ ہمارے پاس اسکا کچھ جواب نہیں مگر نہیں آخر ہٹ دھرمی بھی تو کوئی چیز ہے۔ خیر مجھسے سن لیجئے۔ ہم ہندوستان میں ایک عرصہ دراز تک شخصی حکومت کے زیر سایہ رہکر اپنی ذاتی۔ ملکی اور قومی حالت کے احساس سے بے بہرہ ہو چکے تھے وہ عادت اس زمانے میں بھی جب ہم ترقی کے میدان میں دوڑ لگانے کی تیاریاں کر رہے ہیں ہم سے جدا نہیں ہوئی اور ہم اب تک قوم کے وجود کو اس قدر مبتذل اور ذلیل سمجھنے کے عادی ہیں کہ کسی قومی چیز پر فخر کرنا یا کسی قومی حقوق اور فرائض کا اپنے کو ذمہ دار سمجھنا گویا ایک غیر طبعی اور نامانوس خیال ہو گیا ہے۔ ہم اس میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں کہ ہمکو کسی قومی چیز سے تعلق یا انس ہو کیوں صاحب اگر ہم اپنی زبان کو اپنی ذاتی ترقی کے لئے مفید نہیں خیال کرتے تو کیا یہہ مناسب ہے کہ خود اُس کی ترقی اور درستی کے فرض سے بھی آپ کچھ سبکدوش سمجھیں لیکن ہم شاید مداہنت کے مرتکب ٹھیر سکتے ہیں کیونکہ ہم نے ضمناً تسلیم کر لیا کہ قومی زبان کا حاصل کرنا اپنی ذاتی ترقی کے لئے بے سود ہے یہہ امر ہمیں تسلیم نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر ہم یہہ بھی مان لیں کہ ہماری زبان اور ہماری شاعری میں بظاہر کوئی بات مفید نہیں تاہم کیا یہہ سوال پیدا ہوگا کہ آپ ایک غیر زبان اور صرف ایک غیر زبان کو حاصل کر کے اس قدر ترقی کر

استعداد پیدا کر نہین سکتے جس قدر اپنی زبان مین کافی مہارت حاصل کرنے کے بعد ممکن ہے؟
مانا کہ ہماری زبان مین وہ علوم موجود نہین ہین جنکی اس زمانے مین سخت ضرورت ہے اور خاص کر
ہماری شاعری بالکل اُن علوم سے بے بہرہ ہے یہہ بھی مسلم کہ یورپین زبانون کا حصول صرف
کسب معاش ہی کے لئے نہین بلکہ تہذیب نفس اور ترقی قوم کے لئے بھی ضروری اور مفید ہے تاہم
یہہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جسقدر اپنی زبان سے اس وقت لاپروائی کیجاتی ہے وہ غیر ضروری اور
غیر مفید نہین ہے؟ اگر آپ یہہ کہین کہ جو وقت اپنی زبان کے حصول مین صرف ہوتا ہے وہ
ضایع ہوتا ہے تو ہم یہہ کہین گے کہ آپکو ضایع ہونے کے معنی غلط یاد ہین آپ اپنے کسی پروفیسر
سے دوبارہ پوچھیے۔ ہمارا یہہ دعویٰ ہے کہ آپ جب تک اپنی مادری زبان کے مختلف اصناف
مضامین اور متعدد طریقہاے اظہار خیالات سے خوب واقف نہ ہونگے جب تک بہ جستگی کے ساتھ
خیالات کو ظاہر کرنا آپ اپنی زبان مین نہ سیکھ لین گے غیر زبان پر عبور ہونا کیا معنی اُس سے
مس بھی نہ حاصل ہوگا۔ خیالات کا اظہار بھی ایک خاص ملکہ پر منحصر ہے اور یہہ ملکہ اُس وقت
تک نہین پیدا ہو سکتا جب تک آپ اپنی زبان کی شاعری سے کافی واقفیت اور ضروری بہرہ
نہ حاصل کرلین زبانون مین باہمی سہد ردیح اور نوع انسان کے اظہار خیالات کا طریقہ روے
زمین پر ہر جگہہ قریب قریب یکسان ہے اپنی زبان مین ان طریقون سے مانوس ہوجانا زیادہ
آسانی سے ممکن ہے پھر جب اسکا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے تو غیر زبان کے خیالات سے مستفید
ہونا کچھ دشوار نہین ہوتا۔ اگر ہم اپنی زبان مین یہہ نہ سیکھین گے اور ابتداے عمر سے مختلف
اصناف سخن پر قدرت بہم نہ پہونچائین گے تو ہمیشہ کے لئے اُن لطایف اور غرایب سے بے بہرہ
رہ جائین گے جو ہر زبان کے پُر زور انشا پردازون کے نوک قلم کے اشارون پر حاضر رہتے ہین
اس سوال کا دوسرا پہلو لیجیے تب بھی ہمارے دلایل کچھ کمزور ثابت ہون گے یعنی اگر ہم مغربی
خیالات سے بہرہ اندوز ہو کر اپنی زبان کو اُس سے مالامال نہ کرین گے تو یہہ ترقی ترقی جس کی
ہم سب پکار مچا رہے ہین محض زبانی ڈھکوسلا ہوگی اس غرض کے حصول کے لئے بھی ہمکو اپنی

شاعری سے ضرور استفادہ کرنا پڑیگا کیونکہ ہم مین اُس وقت تک پوری قابلیت اظہار کی نہین پیدا ہو سکے گی جب تک نکات شاعرانہ سے واقف نہ ہون - اور اگر ہم چاہین کہ اپنی زبان مین مغربی علوم کے لانے کی کوشش بھی نکرین اور ترقی کی امید بھی قایم کرین تو ہمکو کم ازکم اُس مبارک زمانے تک انتظار کرنا چاہیے جب کہ کل ہندوستان کی زبان انگریزی ہوجائے گی- مگر اُس کا انتظار ایسا ہی ہے جیسے عیسائیون کے ہان خدا کی بادشاہت کا یا مسلمانون کے ہان امام مہدی کا جسکے لیئے کوئی مدت مقرر نہین ہے بلکہ ہمارا ذاتی خیال تو یہہ ہے کہ یہہ امید ایسی ہے جیسے کوئی امید کرے کہ کچھہ دنون بعد ہم سب یوروپین لوگون کی طرح لال لال منھہ کے پیدا ہونے لگین گے البتہ یہہ امید اگر پوری ہو بھی تو یون ہو سکتی ہے کہ جس سرعت سے عیسائی مذہب بھنگی چمارون مین پھیل رہا ہے اُسی سُرعت سے برہمن چھتری سکھہ اچھوت اور شیخ سید مین بھی پھیلنے لگے-

یہہ کہتے تو مین کہہ گیا لیکن ڈرتا ہون کہ کہین کوئی تاریخ دان حضرت یہہ سوال نہ کر بیٹھین کہ کیا تاریخ مین مختلف زبانون کے شمول کی مثالین موجود نہین ہین ؟- ہین اور بلاشبہ ہین- لیکن آپ نے تو بہت کچھہ تاریخ پڑھی ہے غور تو کیجیے کہ اُن اقوام کے باہمی ارتباط اور ہندوستان کی موجودہ فاتح اور مفتوح قومون کے باہمی تعلقات مین کچھہ فرق ہے یا نہین- ہندوستان مین مسلمان آئے- ابتدا مین سلطنت کے استحکام کے لئے جو کُشت وخون ہوا وہ خارج از بحث ہے مگر وہ یہان جم گئے تو کیا اُنھون نے جنگل مین بنگلے چھوا کر بود وباش اختیار کی ؟ کیا وہ ہندوستانی کے سایے سے متنفر رہے ؟- نہین وہ باہم مخلوط ہوے باہم دوستی دشمنی ملنا جُلنا رہا اور بعض رسم ورواج مین تو ایک دوسرے کی یہان تک نقل کی گئی کہ اب تک بہت سے ہندو اور مسلمان خاندانون مین ایک دوسرے کی رسم ورواج مختلف تقریبون کے موقعہ پر برتی جاتی ہین - فاتح قوم فارسی زبان اپنے ساتھہ لائی اور سچ پوچھو تو ایک ہی ایرین قوم کی دو شاخین فاتح ومفتوح کی حیثیت سے زمانہ دراز کے بعد پھر ملین اُن کی زبانین باوجود اختلاف کے مدت کی

بچھڑی ہوئی بہنیں تھیں جو ہر چند ایک دوسرے کی صورت کو نہ پہچان سکیں تاہم ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد میں تھیں - اب دیکھو کیا ہوا - باوجود اسقدر باہمی ارتباط اور اختلاط کے جو زبان فاتح قوم بولتی آئی اور جو کچہری دربار میں مدتوں رایج رہی بعینہ زبان ہندوستان میں اختیار کی گئی نہ مفتوح قوم کی زبان بدستور رہی بلکہ باہمی میل جول سے ایک تیسری زبان اُردو پیدا ہوئی ایسی حالت میں موجودہ فاتح قوم کی طرز و روش کو دیکھتے ہوے یہہ امید کیونکر کی جا سکتی ہے کہ ہندوستان کی زبان انگریزی ہو جائے گی - تمام ہندوستان کی زبان بننے کی صلاحیت اگر ہے تو پھر اُردو زبان میں ہے آج ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے جسکے ہر بڑے شہر میں اُردو زبان کم از کم سمجھی نہ جاتی ہو لیکن یہہ بحث طویل ہے اور اسکے لیے جداگانہ مضمون درکار ہے ہم اس وقت صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ سردست ایک مدت دراز تک یہہ امید قایم کرنا فضول ہے کہ زبان انگریزی ہماری عام زبان ہو جائے گی اور برخلاف اس کے اُردو زبان کی نسبت زیادہ تر خیال ہو سکتا ہے کہ وہ ملکی زبان کی حیثیت حاصل کر لے پھر کونسا مدعی ترقی قوم اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ اُسکی زبان کی ترقی کے بغیر قومی ترقی ممکن ہے جس زبان کو اکثر افراد قوم بولتے ہوں اُس کو ترقی دینا اکثر افراد قوم کے لیے ترقی کا ذریعہ پیدا کرنا ہے لہذا تمام اُن اصحاب کا جو مغربی خیالات سے مستفید ہوتے ہیں فرض ہے کہ اپنی زبان اور ملک کے حقوق سے ادا ہونے کی کوشش کریں اور اسکو مفید مضامین سے خالی ہونے کے الزام سے بچائیں اور یہہ صرف اُسی وقت ممکن ہوگا جب وہ اپنی زبان کی انشا پردازی کو غیر ضروری اور غیر مفید تصور کر کے اُس سے کنارہ کش ہونا چھوڑ دیں گے -

ہمارا یہہ دعویٰ نہیں کہ کسی زبان کی انشا کی ترقی اُس زبان کی ترقی کی معراج ہے - ہم یہہ بحث پیشتر کر چکے ہیں کہ قوت نطق ضروری شے ہے لیکن قوت نطق بنفسہٖ خود کوئی علم نہیں ہے البتہ علوم کے حصول کا ذریعہ اور آلہ ہے - اسکی تطبیق انشا پردازی پر کیجیے اور خود نتیجہ نکال لیجیے یعنی جب تک ہم اپنی زبان کو حاصل نہ کریں گے اُسوقت تک نہ اُسکے کمال سے خبردار ہوں گے

نہ اُس کے نقایص سے نہ اُسکو ترقی دے سکین گے نہ اُسکو تنزل سے بچا سکین گے کیا اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے کچھ بہت منطق کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی زبان کو چھوڑکر ترقی کے ذرایع کی تکمیل ہرگز نہین کر سکتے ؟ - یہہ کچھ بہت پیچیدہ مسئلہ نہین ہے نہ اسپر زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے - تاہم ہمارے بہت سے انگریزی دان اصحاب نے اِس کو ایک مابہ النزاع معاملہ قرار دیدیا ہے اور ہمکو افسوس ہے کہ ایک ایسی بدیہی بات کے ثبوت کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے اگر ہم صرف انگریزون ہی کی تتبع کرین تب بھی ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اپنی زبان اور اپنی شاعری کو اپنا بنا کر رکھین کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ وہ لوگ اپنے معمولی مصنفون کے نام اور شہرت قایم رکھنے کے لئے کیا کچھ کرتے ہین اور اپنی زبان کی معمولی تصانیف کی کس قدر قدر کرتے ہین وہ ایک معمولی شاعر کے ہاتھ کی تحریر کا ایک صفحہ سو دو سو پاونڈ کے عوض ارزان خیال کرتے ہین - وہ اپنے زبان اور ملک کی قدر کرتے ہین اگر ہم وہی عروج حاصل کرنا چاہین جو اسوقت اہل یورپ کو حاصل ہے تو ہمکو لازم ہوگا کہ وہی عزت اپنی قومی چیزون کی کرین جو وہ لوگ کر رہے ہین - گو ہم یہہ بھی تسلیم کرین کہ ہماری شاعری فی الواقع بہت سے دور از کار توہمات سے بھری ہوئی اور اکثر رکیک خیالات سے پُر ہے تاہم ہمکو اپنی ترقی استعداد کے لئے اور اِس غرض کے حصول کے لئے کہ غیر زبان مین جو علوم ہین انھین حاصل کرکے اپنی زبان مین دوبارہ اُس دولت کو لادین جو ہم سے نکل گئی ہے یہہ ضروری ہے کہ ہم اُس شاعری کو جیسی کچھ ہے حاصل کرکے اُسے ایک ذریعہ اپنی ذاتی ترقی کا بناوین اور خود اُسکو ترقی دینے کی قابلیت حاصل کرین - نہ یہہ کہ اُسکی طرف سے پیٹھ پھیر کر بیٹھ جائین -

بہت سے لوگ ہم سے کہین گے کہ آج کل تمام مصلحان قوم شاعری کی طرف سے نفرت دلانے پر بہت زور دیتے ہین اور صاف طور پر کہتے ہین کہ شاعری ہمارے قومی تنزل کے اسباب مین سے ہے لیکن ہمارا یہہ خیال ہے کہ اگر کوئی مصلح قوم شاعری کو اِس وجہ سے کہ اکثر شاعر متبذل مضامین لکھتے ہین مخرب اخلاق بتاتا ہے تو اُسکو یہہ کہدینا بھی آسان ہوگا کہ بہت

آدھی فحش گوئی کے عادی ہیں لہذا قوت گویائی مخرب اخلاق ہے۔ لیکن مسلمان قوم کی باتین بعض وقت مختص المقام اور مختص الوقت ضروریات کی نظر سے ہوا کرتی ہین جب کسی خاص شے کی طرف قوم کو حد سے زیادہ توجہ ہو اور پھر وہ توجہ بھی اس طور پر ہو کہ اس شے کی بگڑی ہوئی حالت کو بھی وہ مکمل سمجھکر نہ اس مین ترقی کی گنجایش تسلیم کرین نہ ترقی کی کوشش کرین تو مصلح قوم کا فرض ہوگا کہ اس طلسم کو باطل کرنے کی غرض سے اور قوم کو اس مینیا سے نجات دینے کے لیے اس شے کی مذمت کرے یا اس مین ترقی کی گنجایش ثابت کرے بالکل اس طرح جیسے ایک طبیب اخلاط غالبہ کا تنقیہ ضروری سمجھتا ہے گو وہی خلط اعتدال کی حالت مین مفید اور ضروری ہو۔ درحقیقت کچھ دنون پہلے ہماری قومی نبض شاعری کے اخلاط فاسدہ سے مملو تھی اور اسکے حد اعتدال سے بڑھ جانے کی وجہ سے قومی ترقی کے دیگر محرکات مین روک پیدا ہوگئی تھی۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ جس وقت ہم ہوش سنبھالتے تھے ہکو یہی سبق ازبر کرایا جاتا تھا ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینون پر
ہمین تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

اور جب ہم پیر فرتوت ہوکر قبر مین پانون لٹکا دیتے تھے اسوقت تک ہماری یہی حالت رہتی تھی ؎

دل سے عشق رُخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

یہ امر مسلم ہے کہ ہماری شاعری کا گل و بلبل شمع و پروانہ خزان و بہار پابندی قفس و آزادی قال وسبل تک محدود رہنا قومی مذاق مین سخت تنزل پیدا کرنے والا ہے۔ گو بہت سے شاعری کے طرفدار یہ کہتے ہین کہ شاعری کے تمام کنایات و اشارات کا مرجع ذات باری ہو ممکن ہے کہ بمقتضاے ظن المومنین خیرا کے کوئی پاک طینت پڑھنے والا شاعر کے اصل مطلب تک باوجود تمام رکاوٹون کے سراغ لیجائے اور ہر شعر کے مفہوم کو عالم آب و گل سے بالاتر تصور کرے لیکن جبکہ ہر قسم کی چوما چاٹی اور ہتھاپائی اور ہر رنگ کے لہو و لعب اور ہوا و ہوس کے مضامین سے بھرے ہوے

اشعار بکثرت موجود ہون جبکہ ہمارے شاعرون نے شاعری کو اس قدر مبتذل بنا رکھا ہو اوس صورت مین ہر معمولی پڑھنے والے سے یہہ امید کرنا کہ وہ اُن اشعار کو انوار آسمانی اور لمعات روحانی کا مظہر اور منبع سمجھیگا بالکل ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ ہر معمولی آدمی ننگی تصویرون کو دیکھکر صانع کی کمال صنعت کا معترف ہوگا یا ہر نوجوان کو کسی پری زاد کے ساتھ تخلئے مین بند کردینے سے اوس کی پاکبازی کا تجربہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کمی کا پورا کرنا کس کا فرض ہے اور اُردو شاعری کے اندر مذاق صحیح پیدا کرنے کا کون ذمہ دار ہے ؟۔ کیا وہ لوگ ہین جنکو سلف سے آج تک کوئی قباحت اُس مین محسوس نہین ہوئی ؟ جو فن تنقید سے اس قدر ناواقف اور نابلد ہین کہ ذوق اور غالب کے کلام کی نسبت آزادانہ رائے ظاہر کرنے کو الحاد سے کم نہین جانتے ؟ جن کے نزدیک اُستادان مسلم الثبوت کے پسندیدہ طریقون کے خلاف چلنا ترک فرائض ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہہ کام اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہی جس نے دنیا کے اسٹیج پر بدلتے ہوے سین دیکھے اور محسوس کئے ہین جو مغربی طرز خیالات سے آشنا ہے جس کو معلوم ہے کہ ہماری شاعری مین کیا نقائص ہین اور وہ کیونکر دور ہو سکتے ہین میرا مطلب انگریزی تعلیم یافتہ لوگون سے ہے لیکن وہان تو یہہ ہے کہ ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ -

حضرت کا دعوی تو یہہ ہے کہ ہم اُردو زبان کی طرف توجہ کرنا کسر شان سمجھتے ہین اصلیت یہہ ہے کہ حضرت کو سلیقہ ہی نہین کرین تو کیا کرین۔ یہہ تو اپنے زعم مین یہہ سمجھ رہے ہین کہ انگریزی پڑھکر ہم تو پار اُتر گئے اب قوم کا بیڑا منجدھار مین ہو تو ہو ہمکو کیا۔ اصلیت یہہ ہے کہ اگر قوم کی ناو ڈوبی تو انگریز بہادر انکو اپنے بجرے مین بٹھانے والے نہین انکو بھی ناچار ڈوبنا پڑیگا۔ ہم اس امر پر زور دیے بغیر اس مضمون کو ختم نہین کرسکتے کہ ہمکو صرف قوم ہی کے فائدے کے لئے اپنی زبان کی طرف توجہ کرنا ضروری نہین بلکہ اپنی ذات اور نفس کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی مادری زبان کو گو وہ کیسی ہی کیون نہ ہو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دین۔ ہمارا یہہ دعوی ہے اور ہم بکارے گلے کہتے ہین کہ جب تک ہمارا علم اپنی زبان کا مکمل نہوگا ہم ہرگز قابلیت کا دعوی نہین کرسکتے ۔جدید تعلیم نے درحقیقت لائق آدمی بہت کم پیدا کئے۔ اس کی کیا وجہ ہے یہی جس کو ہم بار بار اس مضمون مین کہہ چکے ہین یعنی اپنی زبان

اور اپنے علوم سے بے بہرہ ہونا سمجھے مانا کہ مغربی زبان مین سب کچھ ہے مگر وہ ہمارا نہین ہو سکتا جب تک ہم اُسے اپنی زبان مین نہ لائین کیا ہم مین سے کوئی یہ فخر کر سکتا ہے کہ "دنیا غم ہے اگر ہندوستان ہمارے قبضے سے نکل جاے ہمارا شکسپیر تو ہمارے پاس ہے"؟ - ہرگز نہین۔ اس بے پروائی کا جو لازمی نتیجہ ہے اُسے ہم اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہین اور ابھی بہت کچھ دیکھین گے ؎

تڑپتا ہے تو ایک ہی زخم کھا کر
چھری پر چھری تجھ پہ بسمل پڑیگی

سید محمد محمود الحسن عشقی

خورشید۔ حضرت قاضی غیاث الدین احمد صاحب سکندرآبادی مدظلہ

نالے فرقت کے نہین جب دلِ نالان سے الگ
مین کسی طرح نہونگا غمِ جانان سے الگ

جوشِ وحشت مین بہم ربط ہوا ہے ایسا
ہاتھ ہوتا نہین دم بھر کو گریبان سے الگ

نیند آتی نہین ہے رنجِ عدو ہجر کا غم
کتنے آزار ہین جان کو شبِ ہجران سے الگ

پانون ایسے چلے وحشت مین کہ بے ہاتھ لگے
خود بخود ہو گئے دامن بھی گریبان سے الگ

خارِ غم پہلو مین دن رات کھٹکتے ہین مرے
یہ وہ کانٹے ہین جو ہین خارِ بیابان سے الگ

مفت پیوندِ محبت ہے اسے یار نہ کھینچ
دل نہین ہوگا ترے تیر کی پیکان سے الگ

ساتھ بھی سوئے تو وہ مہندی لگا کر سوئے
شب کو ہم پاس رہے پر رہے جانان سے الگ

یہ مری خاک ہے ظالم تو جھٹکتا کیون ہے
اب نہ ہوگی یہ ترے گوشۂ دامان سے الگ

میری قسمت کی کجی تو کبھی جانے کی نہین
بل نہو جیسے تری کاکلِ پیچان سے الگ

اس نے جس روز سے دیکھا رخِ روشن انکا
کبک اُس دن سے ہوا ہے مہِ تابان سے الگ

شغل زخمون پہ چھڑکنے کا ملا ہے ایسا
ہاتھ ظالم نہین ہوتا ہے نمکدان سے الگ

ترک اسلام کرون ہاے مین کیونکر خورشید
دل لگا رکھا ہے اُس دشمنِ ایمان سے الگ

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی مرحوم

مغربی تعلیم کا اصلی جوہر قومی ہمدردی اور حُبِّ وطن ہے - آج سے سو برس پہلے انسان کی لیاقت کا معیار صرف اُس کی ذات تک محدود تھا لیکن اب وہ زمانہ آگیا کہ جب تک ذاتی لیاقت کے ساتھ حُبِّ وطن کا جوہر شامل نہ ہو اُس وقت تک کوئی شخص ناموَر لایق لوگون مین شمار نہین ہوسکتا - آنریبل جسٹس بدرالدین طیب جی مرحوم اُن شخصون مین سے تھے جنکو ملک اور قوم نے زمانہ حال کے مفہوم کے مطابق اعلیٰ درجہ کا تمغۂ لیاقت دیدیا ہے اور اُنکا اُٹھ جانا ایک ایسا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی اِس زمانۂ قحط الرجال مین سخت دشوار ہے - اِس قومی ادبار اور تنزل کے زمانے مین اِس قسم کے جامعِ صفات لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہین اور جس قدر قوم اِس نقصان عظیم پر رنج و افسوس کرے بجا ہے - وہ بحیثیت ایک ہندوستانی ہونے کے ملک کے ایک قابل قدر لیڈر اور بحیثیت مسلمان ہونے کے مسلمانون کے ایک سچے ہمدرد تھے - زمانے نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ترقی کی شاہراہ پر قومون کے باہمی مقابلے کی دوڑ مین اُس وقت تک کامیابی ناممکن ہے جب تک مغربی تعلیم سے کافی طور پر فایدہ نہ اُٹھایا جاے - آنریبل جسٹس بدرالدین طیب جی خوش قسمتی سے ایک ایسے گھرانے مین پیدا ہوے جس مین یہ مسئلہ پیشتر سے مسلم تھا اور اُن کو مغربی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کا کافی موقعہ ملا - اُن کے والد بزرگوار بمبئی کے عربی الاصل شرفا او متقدر تاجرون کے گروہ مین سے تھے اور اُنھون نے اپنے تمام بچون کو تعلیم کی تکمیل کے لیے انگلستان بھیجا - مسٹر طیب جی نے جب انگلستان مین قدم رکھا اُس وقت اُن کی عمر صرف سولہ برس کی تھی اور وہ لندن یونیورسٹی کے طلبا مین شامل ہوے لیکن کمزوری بصارت نے اُنھین ایسا مجبور کیا کہ وہ یونیورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہ کرسکے اور اُنھین عنانِ توجہ قانون کی طرف منعطف کرنی پڑی - وہ مڈل ٹیمپل مین داخل ہوے اور ۱۸۶۷ء مین بیرسٹری

کا امتحان کامیابی کے ساتھ پاس کر لیا - جب اُنھون نے وطن مالوف کو واپس آکر بمبئی ہیکورٹ کی فہرست وکلاو بیرسٹران مین اپنا نام درج کرایا تو اُن سے پیشتر کسی ہندوستانی کا نام فہرست مذکور مین درج نہ ہوا تھا - جودت طبع اور لیاقت ذاتی سے اُن کی شہرت یہان تک بڑھی کہ تھوڑے ہی دنون مین اُن کی بیرسٹری چمک گئی اور وہ اعلی درجہ کے بیرسٹرون مین شمار ہونے لگے -

جب اُنکا اعتبار بحیثیت ایک لایق بیرسٹر کے قایم ہو چکا تو قومی ہمدردی کی آگ جو کہ اُنکے سینہ مین دبی پڑی تھی یک بیک مشتعل ہو گئی اور ۱۸۸۰ء اُن کی زندگی مین اس امر کے لئے یادگار رہے گا کہ اُنھون نے اول مرتبہ ایک عام جلسہ مین ایک ملکی معاملہ پر گفتگو کی - یہہ جلسہ اس غرض سے منعقد کیا گیا تھا کہ منچسٹر کے تجارتی مال پر محصول درآمد کی مجوزہ معافی کے خلاف پارلیمنٹ انگلستان کے روبرو درخواست پیش کی جاے - سُننے والون نے اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ یہہ نوجوان ضرور اعلی درجہ کی ناموری حاصل کر کے رہے گا اور قومی اور ملکی کامون مین نمایان حصہ لیگا -

آخر وہ مبارک وقت آپہونچا کہ اُن کو اپنے ذاتی جوہر کے اظہار کا کافی موقعہ ملے کیونکہ اس ابتدائی مشق کو ابھی صرف تین ہی برس گذرے تھے کہ سر جیمس فرگیسن گورنر بمبئی نے اُنکو کونسل واضعان قانون صوبہ بمبئی کی ممبری کے لئے منتخب کیا اور بحیثیت ممبر کونسل کے اُنھون نے وہ ملکی خدمات انجام دیے جن کے لیے ملک ہمیشہ اُنکا زیر بار احسان رہے گا - اُس زمانے مین لارڈ رپن نیکنام وایسرائے ہند کے وہ مجوزہ قوانین جن کی رو سے نصف انتخابی میونسپل اور لوکل بورڈون کا وجود مین آنا ممکن تھا زیر بحث تھے اور ہمارے نوجوان بیرسٹر نے یہان تک ممکن تھا ان بیش بہا حقوق کو اپنے ملک کے لئے حاصل کرنے مین کوئی سعی اور کوشش اُٹھا نہ رکھی - آنریبل مسٹر طیب جی کی تقریر ہمیشہ نہایت پُر اثر ہوتی تھی کیونکہ وہ منطقی دلایل کے ساتھ پُر زور طرز بیان اور مناسب طریقہ اظہار سے سامعین کو گرویدہ کر لیتے تھے اور زمانہ حال کے لیڈرون کا یہہ رجحان کہ بمقابلہ اپنے خیالات پر زور دینے کے موجودہ گورنمنٹ کی تضحیک و توہین مین زیادہ مصروفیت دکھائین اُن مین نہ تھا - اکثر لوگ اس زمانے مین ملکی ہمدردی کا معیار یہی خیال کرتے ہین کہ جہان

تک ممکن ہو حکمران قوم کی ہجو کریں یہہ لوگ عیب جوئی اور نکتہ چینی کو قومی حقوق کا طلب کرنا
تصور کرتے ہین۔ سچ پوچھئے تو مرحوم سرسید کو جو ایک زبردست قومی نباض تھا اِس غلط فاسد کا
پہلے ہی پتہ چل گیا تھا اور وہ خوب سمجھ گیا تھا کہ ایک نیم تعلیم یافتہ قوم کبھی طلب حقوق مین متانت
اور اعتدال کی پابند نہین ہو سکتی یہی وجہ تھی کہ وہ مسلمانون مین جن کی جہالت اور تعصب کی
آگ ابھی علم کے چھینٹے سے فرو نہین ہوئی تھی اِس خطرناک مادّے کو بھڑکانے سے باز رہا۔ لیکن کبھی
ریفارمرون کی رائین ہمیشہ اِس طرف رہی ہین کہ جب صلاحیت اور استعداد موجود ہو تو ملکی بہبودی
کے معاملات مین حصہ نہ لینا درحقیقت ایک ایسی غفلت ہے جس کی کچھ تلافی نہین ہو سکتی اور بمبئی کے
تعلیم یافتہ مسلمانون کے لئے کسی طرح مناسب نہ تھا کہ سرسید کے اِس امتناعی مسئلہ کو جو زیادہ
تر شمالی ہندوستان کے غیر تعلیم یافتہ مسلمانون کے لئے تھا ایک واجب التعمیل کلیہ سمجھکر اپنی
لیاقتون کو زنگ آلودہ ہونے دیتے اِسی بنا پر جب ہم دیکھتے ہین کہ مسٹر طیب جی نے تیسری نیشنل
کانگریس منعقدہ مدراس واقعہ ۱۸۸۷ء کے صدر انجمنی کا عہدہ قبول کیا اور اُس کے قیام اور
استحکام مین سعی بلیغ کی تو ہمکو یہہ نہ چاہیے کہ دو مصلحان قوم مین سے ایک کو برا اور دوسرے
کو اچھا کہنے لگین اور گویا یہہ سمجھ لین کہ اِن دونون کے افعال مین کوئی مطابقت ممکن ہی نہین
بلاشک اُس وقت بالعموم مسلمانون کا کانگریس مین شریک نہ ہونا ایک ایسا امر تھا جس نے
مسٹر طیب جی کی شرکت کو حامیان کانگریس کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ بنا دیا۔ لیکن
اِس سے یہہ تصور کر لینا کہ اُنھون نے اپنی قوم کو ہلاکت مین چھوڑ کر اپنی کشتی پار لے جانا
کافی سمجھا ایک غلط خیال ہے۔ اُنھون نے اِس نکبت زدہ قوم سے جس مین خالق نے اُنھین
پیدا کیا تھا کبھی علیحدگی اختیار نہین کی اور سب سے پہلا خیال جو اُن کے گوشہ خاطر مین جاگزین
تھا وہ اپنی قوم کی اصلاح اور ترقی کا تھا۔ وہ درحقیقت ملکی اور قومی فرائض کا سچا فرق
جانتے تھے اور اِس مسئلہ سے بخوبی واقف تھے کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر کوئی ترقی نہین کر سکتا
وہ کمیٹی انجمن اسلام کے بانیون مین تھے۔ اِس انجمن کے استحکام مین اُنھون نے

مساعی جمیلہ سے کام لیا اور برسوں تک اُس کے آنریری سکریٹری اور سولہ برس تک اُس کے صدر انجمن رہے۔ اِن حیثیتوں مین رہکر اُنھون نے جس قدر کام قوم اسلام مین تعلیم اور تہذیب پھیلانے کی غرض سے کیے اُس کا اندازہ مشکل ہے۔ سنہ ۱۹۰۳ء مین وہ محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے پریسیڈنٹ ہوے اور جب کبھی ممکن ہوا ہندوستان مین جہان کہین اِس کا جلسہ منعقد ہوا اُس مین شریک ہوتے رہے۔ مرحوم سرسید نے جو کوششین علیگڈھ کالج کے قیام کے بارے مین کین اُن کو جن جن نیک نفس بزرگون سے تقویت اور استعانت ملی اُن مین بدرالدین طیب جی کا نمبر پیچھے نہ تھا اور وہ تازیست اُس کے قیام اور استحکام مین کوشان رہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ شاید وہ تقریر جو اُنھون نے لنڈن مین ایم۔ اے۔ او کالج ایسوسیئشن کے ڈنر کے موقعہ پر اُس ساعت ناگزیر سے جو اُنھین وہین پیش آئی چھ ہفتہ پیشتر کی تھی اُن کی آخری تقریر تھی اور اِس طرح پر یہہ کہنا ممکن ہے کہ گویا مرتے مرتے وہ علیگڈھ کالج کا دم بھرتے رہے۔

تعلیم نسوان اور پردے کا مسئلہ آج کل بڑے زور شور سے زیر بحث ہے اور بہت سے "مصلحان قوم" جو جلسون اور کمیٹیون مین اِس معاملہ پر اسپیچین دیتے پھرتے ہین اِس قدر اخلاقی جرات کو کام مین نہین لا سکتے کہ اپنے فرمودہ پر عمل کر کے اپنے بھائیون کے سامنے نمونہ پیش کرین۔ مسٹر بدرالدین طیب جی اُن "مصلحان قوم" مین نہ تھے جو اصلاح کا بیڑا دوسرون ہی پر اُٹھاتے ہین اور اپنے گریبان مین منھ ڈالکر نہین دیکھتے جب ایک مرتبہ اُنھون نے طے کر لیا کہ عورتون کو پردے مین بٹھا رکھنا اور تعلیم کی نعمتون سے محروم کر دینا درحقیقت ایک سخت ظلم اور قومی ترقی کی راہ مین ایک سنگ گران ہے تو اُنھون نے پھر اُس مبارک زمانے کا انتظار نہین کیا جب وہ اپنے ہم خیالون کی تعداد بکثرت موجود پاتے اور اپنے خیال پر عمل کرنے کا موقعہ دیکھتے بلکہ بلا پس و پیش اُس خیال کو عملی صورت مین لا کر دکھا دیا کہ قول اور فعل کی مطابقت یون ہوا کرتی ہے اُنکی ایک صاحبزادی نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا اور انگلستان پہونچکر تعلیم کی تکمیل کی اور دوسری صاحبزادیون نے بمبئی کی یونیورسٹی مین علمی امتیاز حاصل کیے اور اپنی طرز ماند و بود کو اُس پیرایے مین ڈھالکر

دکھادیا جس پر اس وقت مصلحان قوم زور دے رہے ہین - ہم اس موقعہ پر صرف اُن کی اخلاقی جرات کا نمونہ پیش کرتے ہین ہمارے ذاتی خیالات کا اُن سے متحد ہونا یا نہ ہونا امر دیگر ہے -

جون ۱۸۹۵ء وہ مبارک زمانہ تھا جب آنریبل مسٹر بدرالدین طیب جی کو ہم عہدہ ججی ہائیکورٹ بمبی پر فایز دیکھتے ہین - یہہ ایک معقول صلہ تھا جو اُن کو قومی اور ملکی ترقی کے کامون مین کوشش کرنے کے عوض مین گورنمنٹ کی جانب سے عطا ہوا - وسعت اخلاق کا اندازہ اُس وقت بہت اچھی طرح ہوا کرتا ہے جب انسان اعلی مراتب پر فایز ہوجاے اور جسٹس بدرالدین طیب جی کا وسیع اخلاق بحیثیت جج ہائیکورٹ کے وکلا و بیرسٹران مین ضرب المثل تھا لیکن ساتھہ ہی وہ انصاف پسندی اور ادائے فرایض کا سچا خیال جس نے اُنکو ججی کی حالت مین امتیاز بخشا تھا ایک ایسا وصف تھا جس کا اجتماع وسعت اخلاق کے ساتھہ بہت کم پایا جاتا ہے -

مرحوم بدرالدین طیب جی مین ایک وہ کمال تھا اور وہ یہہ کہ روشن خیالی کے ساتھہ پابندی مذہب بھی اُنمین اسقدر غایت درجہ کی موجود تھی کہ شاید تازیست اُنکو بہت کم ایسا اتفاق ہوا ہوگا کہ اُن کی پنجگانہ نماز قضا ہوئی ہو اسکے علاوہ انکی وضع اور اُنکا لباس بھی ہمیشہ خالص عربی رہا - انکے چہرے پر ایک اسلامی نور نمایان تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب کی مانند اپنے قومی شعائر سے متنفر نہ تھے حقیقت یہہ ہے کہ مذہبی احکام کی پابندی اور قومی شعائر کا قایم رکھنا اصلی عظمت و لیاقت کی دلیل ہے اور جو شخص قومی لیڈری کا ادعا کرے لیکن قومی اور مذہبی فرایض سے آپ کو سبکدوش سمجھے اُسکی ظاہری چمک جھوٹے موتی کی آب و تاب سے زیادہ نہین - ہندوستان کو صرف اُنھین لوگون کی ذات پر فخر ہوسکتا ہے جو ہندوستانی بنکر ترقی کرین ورنہ صاحب نما ہندوستانیون کی ذات پر جنھین اس بات پر افسوس ہو کہ ہم کیون ہندوستان مین پیدا ہوے ہین کیا فخر ہوسکتا ہے - بقاے دوام کا سرٹفکیٹ صرف اُنھین کو مل سکتا ہے جو باوجود عروج اور ترقی کے اپنی نکبت زدہ قوم سے قطع تعلق نہ کرین - ایسے ہی لوگ ہین جو اُن لوگون کے مقابلے مین جو اپنی قوم اور اپنے ملک کے چور بنکر ترقی کرنا چاہتے ہین پکارکے گلے کہہ سکتے ہین ؎

وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لیے

عبدالغفار - اختر

جولیس قیصر

نمبر ۳

انجام کار قاتلون نے اُسے آ ہی گھیرا اور وہ اُنکے پنجے مین گرفتار بھی ہو گیا۔ لیکن اُس کی شیرین زبانی اور معقول رقم دینے کے وعدے سے قاتلون کے سردار نے بر سر رحم آکر اُسے چھوڑ دیا۔ ابھی وہ ملک سبا مین چھپا ہی ہوا تھا کہ اُس کے ماموں اور دوسرے رشتہ دارون نے جن کا رسوخ سُلا سے اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُنکی سفارش گویا مجرمون کی جان بخشی کی ضمانت تھی سُلا سے اِن الفاظ مین سفارش کی کہ "جولیس قیصر محض لڑکا ہے اور اُسے ملکی معاملات اور انقلابات سے ذرا بھی دلچسپی نہین ہے جس کا ثبوت یہی کیا کم ہے کہ اُس نے اپنی زوجہ کی محبت کے جوش مین اُن مضر نتایج کی کچھ بھی پروا نہ کی جو بیوی سے قطع تعلق نہ کرنے کی وجہ سے اُس پر عاید ہو سکتے ہین خاص کر ایسے وقت مین جبکہ اُس کا کوئی مددگار اور معاون بھی نہ ہو۔ جو شخص ایک عورت کی خاطر اپنی جان اور آبرو کو اِس قدر خطرے مین ڈالنا پسند کرے اُس سے بجز تعیش اور کاہل الوجودی کے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اُس کا قیمتی انگشتریان پہننا اور لمبے دامنون کی توگا[۱] پر جدید فیشن کے مطابق پٹکا باندھنا اور اپنے سیاہ بالون کو سنوارے رہنا یہ تمام علامتین اِس بات کی ہین کہ وہ محض ایک شوقین مزاج اور نازک طبع آدمی ہے اپنے ہی بناو سنگار مین مصروف رہتا ہے اور دنیا کے معاملات سے کچھ واسطہ نہین رکھتا۔" سُلا اپنے عہد کا بہت بڑا معاملہ فہم اور دور بین آدمی تھا اُس نے طوعاً تو نہین کرہاً اِس سفارش کو منظور کر لیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ "خیر اگر تم یون چاہتے ہو تو یون ہی سہی مگر یہ تم گویا اپنے ہاتھون اپنے پانون مین کلھاڑی مارتے ہو

---

[۱] توگا۔ اہل روما کا وہ ڈھیلا ڈھالا لباس تھا جو معمولی کپڑون کے اوپر سے پہن لیا جاتا تھا جس طرح اِس زمانے مین چغا اور عبا پہنا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ الفاظ عبا اور چغا اِسی لفظ کی معرب اور مفرس صورتین ہون۔ مترجم

اور اپنا بنا بنایا کھیل بگاڑنے کا سامان پیدا کر رہے ہو۔ جولیس قیصر کو کم نہ سمجھو یہہ ایک عیش پسند نوجوان ہزار ماریس کی برابر ہے"۔

جولیس کی جان بخشی تو ہو گئی لیکن اُس نے روما میں رہنا گوارا نہ کیا اور ایشیاے کوچک کی طرف چلا گیا وہان تھرمیٹیس کی لگائی ہوئی آگ ابھی دبی دبی سُلگ رہی تھی۔ جولیس نے اس موقعہ سے وہی فایدہ اُٹھایا جو خاندان سیٹریشین کے اکثر نوجوان اُٹھایا کرتے تھے یعنی فن سپاہگری کی مشق کرنا اور ایک قسم کا مغز زدہ افسٹیر تصور کیا جانا۔ اُس کی خورونوش و نشست و برخاست سپہ سالار فوج کے ساتھ تھی۔ موجودہ سپہ سالار پریٹر مارکس مینوشیشں تھرمس نے اُس کی نظرتی قابلیت کا اندازہ کر لیا اور اُس پر اِس قدر بھروسا کرنے لگا کہ تھوڑے ہی دنون بعد جب میٹی لینی کے محاصرے کی ضرورت پڑی تو یہہ کام خاص طور پر ہمارے نوجوان ہیرو کے سپرد کیا گیا اور اِس موقعہ پر جو تہوّر اور شجاعت کے کام جولیس قیصر سے بن آئے اُن کا صلہ اُس کو اُس توقیر کی صورت میں دیا گیا جو اُس زمانے میں بہت بڑی عزت کی علامت سمجھی جاتی تھی یعنی اُس کے گلے میں شاہ بلوط کی پتیون کا ہار ڈالا گیا۔ یہہ وہ رسم تھی جو ایک رومن کی قید سے مخلصی پانے کی یادگار میں ایسے شخص کے حق میں ادا کیجاتی تھی جو اپنے ہمراہی سپاہیون کی جان بچانے میں غیر معمولی تہوّر اور شجاعت کو کام میں لاے۔ اِس واقعے کے بعد اُس کا اعتبار یہان تک بڑھ گیا کہ وہ نکومیڈیس بادشاہ ملک تھمینیا کے پاس بطریق سفارت بھیجا گیا۔ ایشیاے کوچک میں اُس وقت بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین تھین اور تھمینیا اُن میں ایک طاقتور ریاست شمار کی جاتی تھی۔ یہان جولیس قیصر کو معاملات کے سُلجھانے میں اِس درجہ تک کامیابی ہوئی کہ تھمینیا کے لاولد بادشاہ نے یہہ وصیت کر دی کہ میرے بعد یہہ سلطنت روما کی قلمرو میں شامل کر دی جاے۔ چنانچہ چند سال بعد جب نکومیڈیس کا انتقال ہو گیا تو اُس کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

جن دنون میں جولیس قیصر اُس بیڑے میں کام کر رہا تھا جو زیر کمان کالیس سرویلیس کے اُن بحری غارتگرون کے استیصال میں مصروف تھا جو سیلیسیا کے کوہستانی سواحل کو اپنا امن بنائے

قریب کے سمندمین غارت گری کرتے تھے اُسی زمانے مین دفعتًا اُسے سُلا کے انتقال کی خبر ملی - اس خبر کو سنتے ہی نے فی الفور روما کو واپس ہوا اور وہان پہونچتے ہی سُلا کے زمانے کے دو افسرون پر یہہ الزام قایم کیا کہ وہ بیرونی صوبہ جات کے لوگون کے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آتے ہین اور اس معاملے مین اُسے سینٹ کے روبرو کامیابی بھی ہوئی لیکن اُس نے اندازہ کر لیا کہ ابھی سُلا کی طرز حکومت پر حملہ کرنے کا وقت نہین آیا ہے اور چونکہ اُس کی عمر ابھی صرف اکیس سال کی تھی اس لئے اُس کا اقتدار بحیثیت ایک لیڈر کے قایم ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا - ایسی حالت مین وہ اگر روما کی سکونت اختیار کرتا تو اُسے کسی دوسرے لیڈر کی پیروی و متابعت کرنی پڑتی اور یہہ ایسا کام تھا جو جولیس قیصر کی ہمت اور غیرت کے مقتضا کے خلاف تھا -

یہہ خیال جولیس قیصر کے دل مین ایسا جاگزین ہوا کہ اُس نے روما کی سکونت پسند نہ کی اور جزیرہ روڈس کو اس قصد سے روانہ ہوا کہ اُس مشہور مدرسے مین داخل ہو جہان تمام یونان اطالیہ اور اسپین کے لوگ فن تقریر سیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے - یہہ مدرسہ ایسا تھا جہان فصاحت تقریر اور منطقی مباحثے کا طریقہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سکھایا جاتا تھا اور دور دراز ملکون سے لوگ آ کر یونانی معلمون سے جو اِس فن مین اعلٰے درجہ کی دستگاہ رکھتا تھا اور جس نے وہ مدرسہ قایم کر رکھا تھا فیض پاتے تھے جب جولیس قیصر اُس چھوٹے جزیرے کے قریب پہونچا جسے اُس زمانے مین فارمیکوسہ کہتے تھے تو سیلیسیا کے قزاق آن پڑے اور اُس جہاز کو گرفتار کر لیا جس مین وہ سوار تھا یہہ بحری قزاق مخلوط النسل یونانی اور شامی تھے جو اپنے کمینگاہون سے بحیرۂ میڈیٹرینین کے سارے مشرقی حاس پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے جب کوئی رومن مجسٹریٹ اُن کے قبضے مین آجاتا تھا تو پھر اُس کی جان کی خیر نہ تھی وہ لوگ اُس کو قتل کر کے شہر روما کی عظمت و اقتدار کی توہین کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے اور اِس طور پر اُس حسد کی آگ کو بجھاتے تھے جو روما کی عالمگیر فتوحات کی وجہ سے اُن کے دلون مین مشتعل تھی - اِس بلند بالا نوجوان کو جس کے چہرے کی زردی سے اُس کے پُر از تفکرات زندگی کا پتہ چلتا تھا اور جس کی خوش پوشاکی سے اُس کی نسبت ایک عیاش نوجوان ہونے کا خیال قایم ہوتا تھا

انھون نے سمجھا کہ یہہ کوئی بڑا عہدہ دار نہین ہو سکتا اور اُس کی کم عمری کی وجہ سے اِس خیال کو اور بھی استحکام ہوا - یہہ جولیس کے حق مین بہتر ہوا ورنہ ممکن تھا کہ اُس کو زیادہ نقصان پہونچانے کی کوشش کی جاتی تاہم لٹیرا قزاقون کو ضرور شبہہ ہوا کہ یہہ قیدی بالکل معمولی آدمی بھی نہین ہو سکتا لہذا انھون نے اُس کی قیمت بیس ٹیلنٹ[۱] مقرر کی اور اُس سے کہا کہ اگر تم اِس قدر فدیہ ادا کر دوگے تو تم کو رہائی دیدی جائیگی - جولیس نے نہایت حقارت سے جواب دیا کہ میری ثروت کے اعتبار سے تو یہہ فدیہ تم نے بہت کم تجویز کیا بھلا کچھ نہین تو پچاس ٹیلنٹ تو مانگتے یہہ کہکر اُس نے اپنے غلامون مین سے چند آدمیون کو ایشیائے کوچک کی طرف اپنے قدیم دوستون کے پاس روپیہ لانے کو بھیجدیا اور خود معہ اپنے ایک طبیب اور دو غلامون کے اُن بحری غارتگرون کی نظربندی مین رہا جن کے ہاتھ مین قسمت نے اُسے پھنسا دیا تھا - اِس امتحان کے وقت مین اُس کا استقلال قابل داد تھا - وہ ہر وقت اپنا پٹکا باندھے ہوے اور جوتا پہنے ہوے رہتا تھا تاکہ کسی کو یہہ شبہہ نہ گذرے کہ وہ تیر کر نکل جانے کا قصد رکھتا ہے - بعض لوگون مین یہہ قدرتی مادہ ہوتا ہے کہ وہ کیسی ہی گری گذری حالت مین کیون نہ ہون اپنا رعب قایم رکھ سکتے ہین اور ہمارے نوجوان جولیس نے اپنا رعب و اقتدار یہان تک اُن غارتگرون پر قایم کر لیا تھا کہ اُس کے محافظون کا برتاو اُس کے ساتھ ایسا تھا جیسے کسی شہزادے کے باڈی گارڈ کا ہوتا ہے اور جب وہ کہلا بھیجتا تھا کہ ہم سونا چاہتے ہین تو تمام محافظ اِس قدر احتیاط کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے کہ بغیر منھہ تک کان لے جائے ایک کی آواز کو دوسرا نہ سُن سکتا تھا -

جولیس قیصر نے بھی کوئی دقیقہ قزاقون کے خوش کرنے کا فروگذاشت نہین کیا وہ نظمین تصنیف کرتا اور اسپیچین لکھتا اور اُن کو سُنا کر اُن کی جاہلانہ نکتہ چینیون پر خوش ہوتا - وہ اُن کے کھیل کود ورزشون اور شکار مین شریک ہوتا اور ہر طرح سے اپنے دل بہلانے اور اُن کے خوش رکھنے کا سامان کرتا مگر یہہ ہمیشہ کہہ دیتا تھا کہ یہان سے رہائی پا جاؤن تو تمھاری خبر ضرور لونگا -

(باقی آیندہ)

[۱] ٹیلنٹ - ایک قدیم سکہ زمانہ حال کے سکے کے اعتبار سے ایک ٹیلنٹ تین ہزار چھہ سو چھپن روپیہ چار آنے کا ہوتا ہے - مترجم

نیرنگ زمانہ

نمبر ۳

باب سوم

ناصح مشفق

بیری جبال ڈورا جس وقت رات کے خوفناک واقعات کو میرے سامنے دہرا رہی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ اُس پر وہ تمام واقعات اُسی وقت گذر رہے ہیں - بظاہر تو وہ میری طرف دیکھ رہی تھی مگر اُس کی نظر خدا جانے کہاں تھی - جب اُس نے اُن آوازوں کا ذکر کیا جو رات کو اُس کے کانوں میں آئی تھیں تو اُس کی حالت ایسی معلوم ہوتی تھی گویا اِس وقت بھی وہ اُنھیں آوازوں کو سُن رہی ہے جس وقت اُس نے اپنے کمرے سے اُٹھکر اندھیرے میں چُپکے چُپکے دوسرے کمرے تک پہونچنے کا قصہ بیان کیا تو اُس کی آواز خود بخود دھیمی ہوگئی اور وہ کرسی پر اِس طرح جُھک گئی جیسے کوئی چھپ جانے کی کوشش کر رہا ہے اور جب اُس نے چادر کو اُٹھاکر میّت پر نظر ڈالنے کا واقعہ بیان کیا تو وہ اِس طرح جھجک کر پیچھے کو ہٹ گئی گویا اِس وقت بھی وہ چادر اُٹھاکر دفعتہً اُس چہرے پر نظر ڈال رہی ہے - جو اُس کے باپ کے سوا اور کسی شخص کا تھا -

اُس کے شکریں لبوں سے جو کچھ الفاظ نکلے اُن کے انہماک اور ہمدردی کے ساتھ نہ سننے کے لیئے تو فی الواقع بڑا سخت اور بے رحم دل درکار تھا مگر اُن کا یقین کرنا امر دیگر تھا میں تو ڈاکٹری کا پیشہ ہی کرتا تھا مجھے اپنے روزانہ کاروبار میں صدہا واقعات اِس قسم کے پیش آچکے تھے کہ بعض وقت ایک شخص دماغی امراض میں دفعتہً مبتلا ہوگیا ہو اور پھر وہ اپنے کو ہوشمند اور باحواس بھی سمجھتا ہو مگر ایسے واقعات اور تجربات کا ذکر کرتا ہو جو کوئی ذی ہوش باور نہیں کرسکتا - ڈورا کی ابھی عمر ہی کیا تھی اُس کے ننھے سے دل پر جو صدمہ کل گذر گیا تھا اُسے میں خود دیکھ چکا تھا - کہاں اُس کا فرائرس

مین خوشی خوشی یہہ سوچ کر داخل ہوئی کہ اپنے باپ کے پاس اچانک پہونچ کر اُس کی متعجبانہ خوشی اور خیر مقدم کا لطف اُٹھاؤن گی اور کہان باپ کی بیماری کی جان گداز خبر سنکر اُس پھول کی طرح کمھلا کر رہ جانا جسپر عین نمو کی حالت مین باد سموم نے اپنا دست تطلم دراز کیا ہو لو کا جھونکا گذر گیا ہو اور پھر باپ کی موت کی خبر سنکر۔ ہاے۔ اُسکے نازک دل کا بیٹھ جانا اور جی کا ڈوب جانا یہہ سب باتین جو میری آنکھون کی دیکھی ہوئی تھین کیا اُس کے نازک دل کو سخت پریشان کر دینے والی نہ تھین؟

اِن خیالات مین تھوڑی دیر تک مجھ پر محویت کا عالم طاری رہا اور مین کچھ دیر کے لئے یہہ بھی بھول گیا کہ پیاری ڈورا اپنا قصہ بیان کر چکی اب مجھے اُسکی تسکین کے لئے کچھ بولنا چاہیے۔ آخر میرے دل مین دفعتاً یہہ خیال آیا کہ کہین پیاری ڈورا کی رات کی حرکات و سکنات کی مسس سینگ ٹری کو خبر تو نہین ہو گئی۔ اس خیال کے آتے ہی مین نے ڈورا سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ "تم جب اُس کمرے سے نکل کر آئین تو تم نے سب چیزین اُسی طرح پیر رکھدی تھین نا جیسے وہ پہلے سے رکھی ہوئی تھین؟"

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب مین میت کو دیکھکر سہم گئی اور ڈر کے مارے مین نے چادر ویسی کی ویسی مُنہ پر ڈال کی اور پھر وہان سے نکل کر دروازہ جیسے کا ویسا بند کر دیا اور کنجی وہین رکھدی جہان سے لائی تھی۔ پھر جب مین اپنے کمرے مین واپس آئی تو مین نے چاہا کہ اُن سب باتون پر پھر غور کرون مگر میرا دماغ اُس وقت بے انتہا شورش کی حالت مین تھا اور مین کسی بات پر ذرا خیال نہ جما سکتی تھی بیماو ڈیگر کی کمک اپنا اُٹھنا اور ابا جان کے دیدار آخری کے لئے دوسرے کمرے تک جانا اور پھر چادر کا اُٹھانا اور اُن کی میت کی جگہہ دوسرے شخص کی میت کا دیکھنا یہہ سب خیالات ایک دوسرے کے بعد اِس سرعت کے ساتھ دماغ مین چکر لگا رہے تھے کہ اِن مین سے کسی کا گرفت کرنا اور اُس پر دھیان کو جمانا اِس قدر مشکل تھا جیسے ایک زبردست انجن کے چلتے ہوے پہیے کو ہاتھ لگانا۔ مگر کچھ ہی کیون نہ ہوا ہو تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ لاش ابا جان کی نہین تھی۔

مین۔ کیون مسس سینگ ٹری کیا اب بھی تمہین شک ہے؟ کیا وہ تمہارے باپ کی لاش نہ تھی؟

ڈورا (کرسی پر پیچھے کی طرف گردن ڈال کر) ہرگز نہین نا ممکن ہو نہین سکتا کہ ابا جان کی میت

ید بیضا

حضرت برق سکندرآبادی

میرا ارادہ تھا کہ اپنے ننھیالی خاندان کے ایک لائق بزرگ حضرت برق کے مفصل حالات زندگی اور کلام علیحدہ چھپوا کر کتابی صورت میں ناظرین ید بیضا کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر باوجود تلاش و جستجو کے نہ کامل حالات ہی معلوم ہوسکے اور نہ پورا کلام ہی میسر آیا۔ حالانکہ اس گلشن سخن کے فصیح و بلیغ بلبل کو باغ جہان سے گئے ہوئے صرف چند سال ہی گزرے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ رام پور کے مشاعروں میں جہان داغ۔ امیر۔ منیر وغیرہ غزلیں پڑھتے تھے۔ وہیں حضرت برق بھی اپنی گرمی کلام سے شاعروں اہل مشاعرہ کو گرماتے تھے۔ یا آج سوائے چند ناتمام غزلوں کے نہ ساری غزلیات ہی دستیاب ہوسکیں نہ مثنوی و رباعیات۔ عبرت کا مقام ہے کہ جس شخص کی عمر سال کے زمانہ زندگی میں پورے ساٹھ برس مختلف ہستان سخن کے گھیرے میں گزرے ہوں اُس کے سرمایہ زندگی میں سوائے ایک مختصر بیاض کے جس میں چند ناتمام غزلیں درج ہیں کچھ میسر نہ آسکے۔ سچ پوچھئے تو وہی لوگ اقبال مند ہیں جنھوں نے اپنے بزرگوں کے کارنامے قلمبند کرکے اپنے اور اپنی آیندہ نسلوں کے لئے ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ تاکہ وہ اُس سے علمی مشاغل کے سبق لیں اور فائدہ حاصل کریں۔

حضرت برق کا کلام میسر نہ آنے کی یہہ بھی بڑی وجہ ہے کہ وہ خود اپنے کلام کی قدر نہ کرتے تھے۔ اُنھوں نے جو کچھ لکھا زیادہ تر دوستوں کی فرمایشوں اور اصرار سے لکھا اور لکھکر دوستوں کی نذر کردیا۔ تاہم اگر ان کا کل کلام جمع ہوجاتا تو ایک ضخیم دیوان سے کم نہ ہوتا۔ مجھے جو کچھ کلام میسر آیا وہ زیادہ تر اُن کے حقیقی چچازاد بھائی قاضی محمد ہدایت علی صاحب کے ذریعہ سے میسر آیا جو میرے نانا ہوتے ہیں۔ اور کچھ اپنے ماموں قاضی نذیر الدین حسن صاحب و حضرت خورشید کی زبانی یادداشت سے ملا ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

آپ کا نام نامی قاضی نجم الدین تخلص برق والد ماجد قاضی سراج الدین قدیم وطن سکندرآباد ضلع [illegible] میں تولد ہوئے۔ سن ولادت ٹھیک معلوم نہیں۔ آپ کے خاندان کا سلسلہ ۱۳ اور ۱۰ واسطوں [illegible] تک پہونچتا ہے جن کا حال تاریخ فرشتہ میں اس طرح درج ہے کہ قاضی محمد پیارے کے [illegible] ساختہ کے سبب کہ نہایت معقولی تھا سکندر شاہ لودی نے لکھنوتی سے طلب کیا

سکندرآبادی [illegible] پانچ سو چھ سو برس سے زیادہ کی نہیں [illegible] لودی نے آباد کیا [illegible] [illegible] سکندرآباد ست [illegible]

اس مناظرہ مین آپ کی لیاقت اور قابلیت کا بخوبی اظہار ہو گیا۔ جس کے صلے مین سکندر لودی نے خلعت انعام دیکر اُن کو سکندر آباد کے عہدہ قضا پر مامور کرکے رخصت کیا۔ اُس وقت سے اب تک اس خاندان مین جو خاندان کا فرزند اکبر ہوتا ہے عہدہ قضا پر چلا آتا ہے۔

تعلیم و مشاغل۔ اوائل عمر مین حضرت برق اپنے چچازاد بھائی حکیم قاضی حسام الدین احمد کے پاس دلی چلے گئے۔ قاضی حسام الدین احمد اُس وقت دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ اور فن طب حکیم احسن اللہ خان طبیب و وزیر ابو المظفر بہادر شاہ المتخلص بہ ظفر سے حاصل کر رہے تھے۔ اُن کے پاس رہ کر مولانا شاہ محمد اسحٰق کے مدرسہ مین تعلیم حاصل کی۔ عربی مین معمولی استعداد تھی مگر فارسی مین عمدہ قابلیت رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ گھر گھر شعر و شاعری کے چرچے تھے اور ہر کوہ سخن کا شائق نظر آتا تھا۔ ہر دل اور ہر طبیعت مین شاعری کا ولولہ اور شوق تھا۔ ہر نوجوان جس کی ذرا بھی طبیعت رسا ہوتی اس طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ بادشاہ کی قدردانی سے تمام شعرا باکمال پایۂ تخت مین جمع تھے۔ شاہ نصیر غالب۔ ذوق۔ مومن۔ ممنون۔ صہبائی۔ بقا۔ آزردہ۔ ان سب کی صحبتون سے روز مشاعرے گرم رہتے تھے۔ پھر برق سا طبیعت دار کیونکر ان صحبتون سے متاثر نہ ہوتا۔ ذہن رسا اور طبع موزون ازلی تھی اُس پر مومن خان کا فیضان صحبت آخر ان پر بھی رنگ آ ہی گیا۔ چونکہ آپ مومن خان کا بہت ادب کرتے تھے۔ اس لئے اُن کی خدمت مین غزل پیش کرتے ہوئے شرم آئی اور اُن کے شاگرد رشید محمد حسین تسکین سے مشورہ لینے لگے۔ بعض بزرگون کا قول ہے کہ ابتدا سے ہی مومن خان سے اصلاح لیتے تھے مگر اس قول کی خود حضرت برق ہی کے کلام سے تردید ہوتی ہے۔ ایک غزل کے مقطع مین اپنے حسن عقیدت کا جو اُن کو حضرت تسکین سے تھا اظہار کیا ہے ؎

پیر میخانہ ہے تسکین برق اُس کا جرعہ کش ٭ ہے مزا جس کے سخن مین بادۂ انگور کا

کلام کا انداز بھی بالکل اُن ہی کے رنگ مین ہے۔ نمونتاً کچھ مقابلہ کرکے لکھتا۔ مگر حضرت تسکین کا کلام اس وقت کمیاب ہی نہین بلکہ نایاب ہے۔ حضرت تسکین کے انتقال کے بعد حکیم مومن خان کے زمرہ شاگردی مین آگئے۔ بادی النظر مین مومن خان اور برق کے کلام مین بہت فرق نظر آتا ہے۔ مگر غور کیجئے تو کچھ ایسا فرق نہین۔ مومن خان کے کلام مین فارسی ترکیبون کا زیادہ استعمال ہے۔ اِن کے کلام مین شاذ۔ باقی سلاست بیان اور شیرینی زبان مین بہت کچھ اُن سے مطابقت ہے۔ چونکہ ابتدا مین حضرت تسکین کو غزلین دکھاتے تھے۔ اور وہ فارسی ترکیبون کا استعمال قصداً بہت کم کرتے تھے اس وجہ سے یہ بھی اُسی روش پر لکھنے لگے۔ سچ پوچھئے تو مومن خان کے خاندان کا وہ جوہر جس کی

وجہ سے عشق کی شاعری خاص امتیاز کی نظر سے دیکھی جاتی ہے تسکین اور بیق کے حصے ہی میں نہیں آیا ادب کی وجہ سے استاد کی غزل پر غزل لکھنا ہمیشہ گناہ سمجھا یہی وجہ ہے جو آپ کی غزلوں میں استاد کی ہم ردیف و ہم قافیہ ایک بھی غزل نظر نہیں آتی۔

دلی کے مشاعروں میں اکثر مومن خان کے ہمراہ شامل ہوتے تھے۔ ایک مشاعرہ میں جس میں شاید یہ طرح تھی "پھر مند سی سے منہ میری دعاؤں کو اثر سے"! جس وقت خاقانی ہند حضرت ذوق نے غزل پڑھی سہ زخمی ہوں میں ناوک دزدیدہ نظر سے ٭ جانے کا نہیں چور مرے زخم جگر سے۔
مومن خان نے کان میں کہا کہ قاضی صاحب مطلع بڑھ گیا۔ مناسب یہ ہے کہ غزل نہ پڑھئے۔ چنانچہ جب اُن کے سامنے شمع آئی تو آپ نے کہدیا کہ میں غزل لکھکر نہیں لایا۔ صرف سننے کے لئے چلا آیا ہوں۔ اللہ اللہ کیا منصف مزاج لوگ تھے۔ صرف ایک مطلع بڑھ جانے پر اپنے شاگرد کو غزل پڑھنے سے منع فرما دیا حالانکہ حضرت ... نے بھی عمدہ عمدہ شعر نکالے ہیں اور مطلع بھی خوب ہے۔ کل غزل سلسلہ وار لکھی جائے گی۔ اس جگہ صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔

جو دیکھ چکے نوح کا طوفان نظر سے ٭ وہ آنکھ چراتے ہیں مرے دیدۂ تر سے
پھر وقعتِ خلش نشترِ مژگاں ہے کسی کے ٭ پھر اشکوں میں لخت آتے ہیں کٹ کٹ کے جگر سے
سو ہجر کے غم لاکھ گلے کم نگہی کے ٭ مٹ جاتے ہیں اک اُس کی لگاوٹ کی نظر سے
... ظلم سے نالاں ہوں وہ نازاں ہیں ستم پہ ٭ اک آہ ادھر سے ہے تو سو واہ اُدھر سے
... عشق کوئی حسن کی کھلتی ہے حقیقت ٭ لیلیٰ کو ذرا دیکھئے مجنوں کی نظر سے

حضرت ... کو علم موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ بے تکلف دوستوں کو غزل اکثر گا کر سنایا کرتے تھے۔ اور ... طرح سامعین کو وہ لطف حاصل ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت ہو جاتی تھی۔
میرے استاد حضرت خورشید فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے اُن کو انھیں کی ایک غزل ... کی دھن میں گاتے ہوئے سُنا۔ وہ مزا آج تک فراموش نہیں ہوا کلام مجید بھی نہایت خوش الحانی اور ذوق و شوق ... تھے۔ مدت العمر میں صرف چند دوست بنائے اور آخر وقت تک خلوص و محبت کے ساتھ نباہ دیا ... کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے۔
... کا ... تھا کشیدہ قامت۔ بھرا ہوا چہرہ۔ کشادہ پیشانی۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ بال گھونگر والے ... بال رکھتے تھے۔ رنگ سیاہ۔ اس پر چیچک کے کچھ کچھ نشان تھے۔ بھرا ہوا خط۔ صورت ... وقت متبسم نظر آتا تھا۔

ہمیشہ آزاد رہے یہان تک کہ ملازمت مین بھی آزادی کو ہاتھ سے نہین جانے دیا چنانچہ اسی لحاظ سے وکالت کا امتحان دیا اور کچھ عرصہ تک متھرا مین وکالت کرتے رہے - اس کے بعد سررشتہ دار دیوانی مقرر ہو گئے - مگر یہ اس پابندی کو کب گوارا کرتے تھے - سررشتہ داری سے مستعفی ہو کر الہ آباد مین ٹیچر جائل کی درجہ اول کی امانت منظور کر لی - حسن اتفاق سے الہ آباد مین چند احباب مثلاً منشی غلام غوث بیخبر سکنہ بنارس میر منشی و منشی غلام صفدر نایب میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر و خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ و میان وحید در اعظم - و حافظ محمد ذکریا ذکی جمع تھے - ان سے ہر وقت صحبت گرم رہتی تھی - شباب کا زیادہ حصہ یہین گذرا - امانت سے پنشن پا کر اپنے خسر پورہ مولوی عبد الرب صاحب وکیل کے ساتھ مراد آباد مین وکالت شروع کر دی اور ۱۳۰۰ھ مین یہین انتقال فرمایا -

خاکسار نے سب سے پہلے آپ ہی کی تاریخ لکھی تھی جس کا صرف مادّہ یاد رہ گیا ہے - وہی لکھے دیتا ہون ؎ شاعر زمان رفت - ۱۳

آپ کی شادی قصبہ گڈھ مکتیشر ضلع میرٹھ مین پیرجی غلام محی الدین صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی - یہہ خاندان شرافت و نجابت کے ساتھ معزز عہدون پر ہمیشہ سرفراز رہا - چنانچہ ان کے خسر پورون مین سے مولوی عبد القیوم بریلی مین ماتحت جج تھے - اور مولوی عبد الحق صاحب قصبہ پھپھوند مین عہدہ منصفی پر سرفراز تھے - مولوی عبد الحی صاحب میرٹھ اور مولوی عبد الرب صاحب مراد آباد مین وکالت کرتے تھے -

خلیق اور خوش مزاج ایسے تھے کہ جو شخص آپ سے ایک دفعہ ملا پھر ہمیشہ ملاقات کا خواہشمند رہتا تھا باوجود متانت کے ظریف بھی پرلے درجہ کے تھے - ظرافت کے متعلق خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن مین اور قاضی صاحب دلی مین چاندنی چوک سے سیر کرتے ہوئے آتے تھے جس وقت دریبہ مین مُڑے تو آگے ایک گلی مین ایک لالہ صاحب کو پیشاب کرتے ہوئے دیکھا - اتفاق سے اُن کا گوز خطا ہو گیا - قاضی صاحب وہین کھڑے ہو گئے - مین نے قیام کا سبب پوچھا اُنھون نے کہا کہ مجھے لالہ صاحب سے کچھ دریافت کرنا ہے - جب لالہ صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو قاضی صاحب اُن سے مخاطب ہو کر بولے کہ لالہ صاحب ہم تو ہمیشہ یہہ سنتے تھے کہ

جو ابر گرجتا ہے برستے نہین دیکھا

مگر آج آپ نے اس کلیہ کو توڑ دیا اور ثابت کر دیا کہ "گرجنے والا ابر برستا بھی ہے" لالہ صاحب نہایت پشیمان ہوئے اور مجھ سے ہنسی ضبط ہو سکی -

چونکہ آپ سیاہ فام تھے۔ اسی مناسبت سے انکے دوست منشی غلام صفدر صاحب جج کی صحبتون مین "کالے ناگ" کے نام سے خطاب کیا کرتے تھے۔ اور منشی صاحب کا رنگ بھورا تھا۔ اس لیے آپ منشی صاحب موصوف کو بھورا بندر کہا کرتے تھے۔

رامپور کے مشاعرون مین اکثر شامل ہوتے تھے۔ مگر مجھے صرف ایک مشاعرے کی دو غزلین میسر آسکین۔ جب آپ نے مطلع پڑھا۔ چارون طرف سے واہ واہ اور مرحبا سبحان اللہ کا اس قدر شور بلند ہوا کہ کان پڑی آواز نہین سنائی دیتی تھی۔ حضرت داغ نے بھی بہت داد دی۔ غزل کے کچھ شعر اس جگہہ لکھے جاتے ہین۔

جلایا گھر عدو کا اور نہ کل خ آسمان ہوگا
عدو نے کان مین تیرے فسون کیا بدگمان ہوگا
بتون کی گرمجوشی سے دل عشاق جلتے ہین
گئے کس شعلہ رو کا ہو گیا گھر غریبان پر
بجائے اشک آیا آنکھوں سے انگارے نکلتے ہین
غزل اک اور بھی اے برق لکھیے گرم تر اس سے

مجھی کو چپکے چپکے تو نے اے سوز نہان پھونکا
مگر تو نے پڑھتے ہی خط کو مرے اے نکتہ دان پھونکا
تمہاری سرد مہری نے ہمین جان جہان پھونکا
کہ جسکے پائے رنگین نے مزار خستگان پھونکا
کچھ ایسا سوز پنہان نے یہ جسم ناتوان پھونکا
تری آتش زبانی نے دل اہل زبان پھونکا

حضرت داغ کی غزل بھی اسی زمین مین ہے۔ اُن کے دیوان مین ملاحظہ ہو۔ اس سے طبیعتون کا موازنہ ہوسکتا ہے۔

طبیعت اس قدر موزون تھی کہ اکثر باتین بے تکلف نظم مین کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست کو ریلوے سٹیشن پر رخصت کرنے گئے تھے انھون نے تازہ کلام کی فرمایش کی۔ آپ نے ٹہلتے ٹہلتے۔ اور باتین کرتے کرتے ایک غزل اسی وقت کے مناسب حال لکھکر حوالے کر دی۔ ملاحظہ کیجیے کہ جذبات کی تصویر نئے انداز مین کس پیاری طرح کھینچی ہے۔ زبان اور واقعات کس خوبصورتی سے ادا کیے ہین۔ زبان کی شستگی اور شیرینی بھی قابل لحاظ ہے۔

آگرہ کا ہے سفر جان جہان پل پہ ہے
کونسا رشک پری آج روان پل پہ ہے
برق دل سوختہ شاید کہ روان پل پہ ہے
تیرے جاتے ہی نظر مین ہوا عالم ویران
زلف مشکین ہے کوئی دود فغان ہے یا رب

تن بیجان ہے یہان روح روان پل پہ ہے
کہ مجھے تخت سلیمان کا گمان پل پہ ہے
آج چھایا ہوا بے طرح دھوان پل پہ ہے
تیرے ہمراہ مگر سارا جہان پل پہ ہے
یا کہ پیچ پیچ ہے انجن کا دھوان پل پہ ہے

کونسا فتنۂ دوران یہ ہوا اس پہ ہوا
آج ہنگامۂ محشر کا گمان ریل پہ ہے

سوز یکسان ہے گر ظرف ہے اپنا اپنا
یان جو کچھ دل میں نہان ہے وہ عیان ریل پہ ہے

دیکھتا بھاگ کے جاتے وہ کہان پر افسوس
وصل ان کا مری قسمت میں کہان ریل پہ ہے

کبھی مشرق کو روان ہے کبھی مغرب کو دوان
برق بیتاب کا ان روزون مکان ریل پہ ہے

آپ نے اودھ آباد میں ایک مثنوی لکھی تھی جس میں عشق و محبت کی تصویر کھینچی ہے - افسوس آج اس کا کہین پتہ نہین فارسی میں بھی اس زمانہ کے دستور کے مطابق طبع آزمائی کرتے تھے اور بہت کچھ غزلین لکھی تھین مگر مجھے صرف دو تین غزلین دستیاب ہوئین جو کسی وقت مناسب پر ہدیۂ ناظرین کرونگا
ایڈیٹر

انتخاب کلام حضرت برق

کھلے ہیں شیشون کے منہ ساغر شراب آیا
شروع دور ہی گردش میں آفتاب آیا

مین خود ہی دل مین پشیمان ہون انکو خط لکھ کر
نہ پوچھ مجھ سے یہ ہمدم کہ کیا جواب آیا

صعوبت سفر کعبہ کیا بیان کیجے
ثواب ملنے سے پہلے ہی یان عذاب آیا

ہوا جو روزِ جزا پیش نامۂ اعمال
مین جی مین سمجھا مرے نامہ کا جواب آیا

وہ بغل مین بھی رہا تو بھی نہ پایا آرام
دل سے کھٹکا نہ شبِ وصل سحر کا نکلا

وہ بھی نہ ۔ ہا سوزِ محبت مین الٰہی
پہلے جو مری آہ مین تھوڑا سا اثر تھا

اب کیونکہ کہون صبر کرائے دل کہ مجھے تو
تیرا ہی بھروسہ فقط اے آہِ سحر تھا

قلقلِ مینا ہے بے ساقی کے نالہ صور کا
آفتابِ حشر ہے ساغر جو ہے بلور کا

کوے جانان سے نکلتے ہی یہ حالت ہو گئی
جس طرح ہارا تھکا آوے مسافر دور کا

جان دینے پر بھی عاشق باتیں ملتے نہیں
کیا ہوا گر دار پر سر رکھ دیا منصور کا

وصل کی شب صبح ہوتے ہی قیامت آگئی
بانگ تھی مرغِ سحر کی یا کہ نالہ صور کا

کیون نہ ہو ہر دم جہنم سے صدا ہل من مزید
برق لقمہ گرم ہے میرے تن محرور کا

تیری بیداد کا ہر زخم سے سامان نکلا
کہین خنجر کہین نشتر کہین پیکان نکلا

بخیہ گر کیا سئے وحشت کا مری طور یہی
ابھی دامن نہ سیا تھا کہ گریبان نکلا

محوِ نظارہ ہون مرتا ہون نگاہِ یار پر
دل نشان پر ہے نظر ہے روزنِ دیوار پر

خندہ زن کیا کیا ہین میری آہِ آتش بار پر
دیکھنا اک دن کہ وہ بجلی گری اغیار پر

حال دل سنکر تبسم یہ جو ہے ان کا مزاج
آرزوئیں صدقے ہوتی ہیں لب اظہار پر

میں کہاں اور وصل لیس کہاں راحت کہاں
کیوں چھڑکتا ہے نمک ہمدم دل افگار پر

آ ہی جاتا ہے اگر کیجے کسی کام کی مشق
کبک چل نکلا جو کچھ کی تری رفتار کی مشق

وصف اس عارض گلگوں کا لکھونگا پہلے
ورق گل پہ میں کروں خط گلزار کی مشق

وحشی نے تیرے خاک اڑائی یہاں تلک
ملتا نہیں زمیں کا پتہ آسمان تلک

اس بت کو واں سے کھینچ کے لایا یہاں تلک
اے جذب شوق بے ادبی اب کہاں تلک

حسرت ہے کیوں پڑے نہ صیاد لے گیا
میں کیوں رہا چمن میں جفائے خزاں تلک

محو زیبائی ہیں وہ گھر میں انھیں کیا ہے خبر
سر پہ ڈالے کوئی بیٹھا ہے سر رستہ خاک

کب سے روتا ہوں شب فرقت سحر آتی نہیں
کس بلا کی ہے کہانی مختصر ہوتی نہیں

مست ایسا کر دیا اس کی نگاہ مست نے
تیر دل پر پڑتے ہیں مجکو خبر ہوتی نہیں

بہار آئی تر و تازہ گلستان ہوتے جاتے ہیں
بلائے جان شور عندلیبان ہوتے جاتے ہیں

الٰہی آمد فصل جنون ہے یا بلا کوئی
کہ خود ہی چاک دامان و گریبان ہوتے جاتے ہیں

نہیں آنکھوں میں طاقت جلوۂ دیدار جاناں کی
وہ جتنا ہوتے ہیں بے پردہ پنہاں ہوتے جاتے ہیں

چھری پھیرے گا دم لے لے کے ہم سے کہہ چکے تم بھی
یہ قاتل کے مری گردن پہ احسان ہوتے جاتے ہیں

اشارے کہتے ہیں طفلی میں یہ اس بت کی ابرو کے
کرینگے اہل کعبہ سجدہ اس محراب ابرو میں

شام سے تھا جو کسی خنجر ابرو کا خیال
صبح تک دل میں ڈبوتا رہا نشتر کوئی

ایک دو دل میں ہوں ارمان تو دشوار نہ ہو
سینکڑوں ہوں تو نکالے انھیں کیونکر کوئی

بزم عشرت سے مری دور ہی رہنا واعظ
کہ بغل میں ہے مری فتنۂ محشر کوئی

دست تسکین مرے سینہ پہ وہ رکھکر بولے
لے گیا برق ترا کیا دل مضطر کوئی

عبث تھا حضرت موسیٰ کا طور پر جانا
جو آنکھ ہو تو تجلی ہے چار سو تیری

التماس ضروری

جن اصحاب نے رسالہ ہذا کی خریداری ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء سے یعنی جس وقت سے رسالہ ہذا کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہے ان کی خدمت میں با ادب گذارش کی جاتی ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو ۱۵ ستمبر ۱۹۰۷ء تک خواہ سالانہ چندہ خواہ خط بشمول اظہار خریداری ہو وصول ہونا چاہیے ورنہ ستمبر ۱۹۰۷ء کا رسالہ حسب معمول بذریعہ ویلیو طلب پارسل ارسال خدمت عالی کیا جائیگا۔ جو صاحب ۱۵ ستمبر ۱۹۰۷ء کے اندر چندہ ارسال فرمائیں گے ان سے بجائے معمولی چندہ [illegible] اور [illegible] کے صرف [illegible] اور [illegible] سالانہ چندہ لیا جائے گا۔

اڈیٹر

دوستی

ارسطاطالیس کا قول ہے کہ انسان کو اپنی خوشی کے لئے یہہ ضرور ہے کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے دوستی پیدا کرے - اگر کسی شخص کو دوستی کی ضرورت ظاہر و باطن مین نہو تو وہ انسان نہین ہے - یا اُس سے نہایت کمتر ہے یا نہایت اعلےٰ درجہ پر ہے - اِس مضمون کو یون بھی بیان کیا ہے کہ جس شخص کو تنہائی پسند ہے - وہ یا وحشی حیوان ہے یا دیوتا ہے - اِس مختصر بیان مین پہلی بات کو سب مانتے ہین کہ جس شخص کو صحبت انسانی سے نفرت ہو اُس مین ضرور کوئی وحشی حیوان کی صفت ہوتی ہے - مگر دوسری بات مین اختلاف ہے - بعض تو اِس کو بالکل غلط جانتے ہین کہ کہین تنہانشینی سے آدمی خدا ملتا ہے - ارسطو اِس کا قائل ہے کہ بعض آدمی سوچنے والے ایسے ہوتے ہین کہ وہ اپنی ذات کے لئے کافی ہوتے ہین اور شہری آدمیون سے برتر ہوتے ہین - ظاہری حالتون کے وہ محتاج نہین ہوتے اِس لیئے وہ خدا کی طرف بالکل توجہ رکھتے ہین - مگر افلاطون اُس سے انکار کرتا ہے اور حکیمون کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ جمہوری سلطنت مین معاملات ملکی مین متوجہ ہون یہی کام خدا تک پہونچائے گا محض تنہائی سے خدا کی صفات نہین آتین - رشی مُنی - فقرا - راہب بھی خلوت گزین اِس لیئے ہوتے تھے کہ مجلس خاص مین بیٹھین اور خدا سے باتین کرین - لوگ تنہائی کے معنی نہین سمجھتے - تنہائی کے معنے یہہ نہین ہین کہ آدمی ہمراہ نہون بلکہ اُس کے معنی یہہ کہ دوست پاس نہون - اگر آدمی بہت سے ہون اور اُن مین محبت نہو تو وہ ایک مرقع تصاویر ہے اور اُن کا بولنا ایک باجے کی ٹن ٹن ہے - بڑا شہر بڑا جنگل ہوتا ہے اِس لئے کہ اُس مین دوست دور دور رہتے ہین تو وہ اُس مین ملتے جلتے بہت کم ہین - وہ شریک حال باہم ایسے نہین ہوسکتے جیسے کہ پاس پاس کے ہمسائے - اُس شخص کی تنہائی سب سے زیادہ مصیبت ناک ہے کہ جس کے سچے دوست نہون - سچے دوستون بغیر دنیا ایک ویران جنگل ہے - اِس دنیا کے تماشون مین جو شخص تنہائی کو زیادہ پسند کرتا ہے - اُس کی طبیعت و سرشت ایسی ہے کہ وہ دوستی کے قابل نہین ہوتا وہ حیوان ہوتا ہے - انسانیت نہین رکھتا - اول سب سے بڑا پھل دوستی کا یہہ ہے کہ اُس سے دل ہلکا ہوتا ہے جو باتین دل مین بھری ہوتی ہین وہ سب زبان پر آتی ہین سب سے زیادہ سخت تکلیف آدمی کے جسم کو گلے کے گھٹنے اور بھچنے سے ہوتی ہے - بس ایسے ہی دل کا حال ہے کہ اگر دوست نہون تو بڑا گھٹتا اور بھچتا ہے - دل جب تک منبسط نہین ہوتا کہ سچا دوست نہین ملتا آدمی اپنے سارے رنج و خوشی - امید و بیم - شک - یقین - صلاح - تدبیر - غرض جو دل مین بھرا ہوتا ہے

وہ دوست کے روبرو نہایت محبت سے بیان کرتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس دوستی کو بڑے
بادشاہ اور فرمانروا اپنی جان و شان کو جوکھوں مین ڈال کر خریدتے ہین۔ اس لئے کہ بادشاہ
اور رعایا ورما زین کے اقبال اور دولت مین زمین و آسمان کا بعد ہوتا ہے۔ دوست پیدا کرنے
کے لئے ضرور ہے کہ رعایا مین سے لوگون کو اول ادنی درجہ سے اعلے درجہ پر پہونچائین اور پھر
اُن کو اپنا رفیق بنائین۔ اس کام کے کرنے مین اُن کو بہت تکلیفین اُٹھانی پڑتی ہین۔ بادشاہ
فاتح شجاع۔ اہل دل۔ زبردست۔ اپنی ذات سے بڑی محبت کرنے والے یہ سب جانتے ہین
کہ بغیر دوستون کے دل کو چین اور آرام نہین ملتا۔ اگر وہ اُن کو نہ پیدا کرین تو اُن کے کام ادھورے
پڑے رہین۔ دوستون سے دل کو تسلی و تشفی حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھائی بندون سے حاصل
نہین ہوتی۔ فیثا غورث کا قول ہے کہ جو شخص ایسا دوست نہین رکھتا کہ اُس کے آگے اپنے دل
کی باتین کہے وہ مردم خوار ہے جو اپنے دل کو کھاتا ہے۔ جو شخص اپنے احباب کے روبرو اپنے رنج و
خوشی کو بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ دو فائدہ متضاد اثر پیدا ہوتے ہین کہ خوشی اس کی دو چند
ہوتی ہے اور رنج آدھا ہوتا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہین ہوتا کہ وہ اپنی خوشی کو دوستون مین
بیان کرے اور اُس سے اُس کی خوشی نہ بڑھ جائے اور غم کو بیان کرے وہ نہ بٹ کر گھٹ جائے۔ دوستی
کا حال مقناطیس کا سا ہوتا ہے کہ وہ جسم پر مثبت اور منفی دونون اثر پیدا کرتا ہے اور دو نو فائدہ مند
ہوتے ہین جیسا کہ قانون قدرت ہے کہ اجسام کے باہمی اتحاد سے قوت پیدا ہوتی ہے ایسا ہی
دلون کا حال ہے کہ اُن کے اتحاد سے قوت پیدا ہوتی ہے ؏ دو دل یک شود بشکند کوہ را۔
دوستی کا دوسرا پھل بڑا یہ ہے کہ اُس سے فہم ہماری درست اور ٹھیک ہوتی ہے دوستی کا
پہلا پھل یہ لکھا تھا کہ اُس سے ایسی محبت پیدا ہوتی ہے جس سے غم کی طغیانی کی گھٹا ہٹ کر مطلع
کو صاف کر دیتی ہے۔ اس دوسرے پھل سے انتشار خیالات اور فہم کی تاریکی روز روشن بن جاتی ہے
یہ کچھ ضرور نہین کہ دوست سے صلاح و مشورہ ہی لیا جائے۔ بلکہ اُس کے سامنے فقط خیالات بیان
کئے جائین تو اس اظہار سے تقریر صاف ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین آن کر خیالات
کی صورت کیا ہوتی ہے۔ بیان کرنے سے پہلے اپنے خیالات کی ترتیب درست کرنی پڑتی ہے۔ اس
سبب سے جو ایک گھنٹے کی گفتگو سے دانائی حاصل ہوتی ہے وہ ایک دن کے سوچنے سے نہین
حاصل ہوتی۔ جو خیالات کہ ایک گٹھڑی مین بند سے ہوئے تھے وہ کھل جاتے ہین۔ ان کی صورت منتظم
ہو جاتی ہے اُس سے خیالات روشن ہو جاتے ہین اور اپنا حال کھل جاتا ہے۔ اور ذہانت کی باتین

اُس غرا دیر اُترتی ہین جو اپنی بنائی ہوئی نہین ہوتی - دل و دماغ مین خیالات گھونٹ گھونٹ کر رکھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی پیکر یا بُت کے سامنے بیان کیے جائین - سوا اس کے دوستون سے صلاح و مشورہ لیا جاتا ہے جس کو وہ ایمانداری اور وفاداری کے ساتھ دیتے ہین - صاف روشنی ہمیشہ تیز ہوتی ہے - آدمی دوست کے صلاح و مشورہ سے روشنی پاتا ہے وہ زیادہ صاف ہوتی ہے - اپنی فہم کی روشنی مین اپنی محبت اور رسم و رواج کی آلایش ہوتی ہے اپنے اور دوست کے صلاح و مشورہ مین ایسا فرق ہوتا ہے جیسے کہ دوست اور خوشامدی کے صلاح و مشورہ مین کیونکہ آدمی کا کوئی خوشامدی اُس کے اپنے آپ سے زیادہ نہین ہوتا اس اپنے آپ کی خوشامد کا علاج دوستی کی آزادی سے زیادہ کوئی اچھا نہین ہوتا - اپنے دوستون سے جو صلاح و مشورے ہوتے ہین وہ دو قسم کے ہین - ایک اوضاع و اطوار و اخلاق کے باب مین دوسرے معاملات کے باب مین - اول صورت مین دوست کی پند و نصائح سے دل کی درستی اور اصلاح ہوتی ہے آدمی کا اپنے آپ سے محاسبہ لینا حقیقت مین بڑا علاج دل کی اصلاح کا ہے مگر وہ بڑا جان خراش اور دل تراش ہوتا ہے - اخلاق کی اچھی کتابون کا مطالعہ بھی بے جان ہے - اورون کی خطاؤن کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرنی بھی کچھ مناسب حال نہین ہوتی - کیونکہ ہم اورون کی برائیون کو دیکھ کر ٹھیک طور پر اُن سے فائدہ نہین اُٹھاتے - آدمی کا قاعدہ ہے کہ وہ ایک ہی خطاؤن پر لعنت ملامت کرتا ہے - اور انھین سے بری کر دیتا ہے - یہ نہین ہوتا کہ وہ کچھ خطاؤن کے دیکھنے مین اندھا ہوتا ہے مگر اُس کے دل مین ایک اور بات ہوتی ہے کہ وہ اورون کے انصاف کرنے مین - اُن کی دردناک لغزش کو دیکھتا ہے - مگر یہ نہین دیکھتا کہ وہ کیونکر لغزش سے غم زدہ ہوے اور اپنی ذات کے لیے انصاف کرنے مین - وہ یہ دیکھتا ہے کہ مین کیسا لغزش سے غم زدہ ہون مگر یہ نہین دیکھتا کہ کیون لغزش ہوئی - آدمی اپنے افعال مین سخت غلطیان و بیہودگیان اس سبب سے کرتا ہے کہ اُس کے دوست نہین ہوتے جو اُس کو اُن پر مطلع کرتے - اور اس سے دولت کا نقصان جدا ہوتا ہے اور شہرت و ناموری مین جدا فرق آتا ہے - اُن کا حال ایسے آدمیون کا سا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ آئینے مین اپنے تئین دیکھتے ہین - اور اپنی صورت و چہرہ کو بھول جاتے ہین - اب دوسری صورت معاملات مین صلاح و مشورہ کی یہ ہے کہ ایک آدمی اگر چاہے تو یون خیال کر سکتا ہے کہ دو آنکھ ایک آنکھ سے زیادہ نہین دیکھ سکتین - جواری ہمیشہ تماشائی سے زیادہ دیکھتا ہے - آدمی غصہ مین زیادہ دانشمند بہ نسبت اُس عاقل کے ہوتا ہے جو غصہ کے وقت چوبیس حرف الف ب ت کے پڑھا کرتا تھا - اور ایک تپنچہ ہاتھ سے ایسا ہی چھوٹ سکتا ہے جیسے کہ ٹھیک پر رکھنے سے اور بہت سی

اسی قسم کی بیوقوفی کی باتین خیال کرکے وہ یہہ سمجھ سکتا ہے کہ مین ہی سب کچھ ہون - مگر جب کچھ کام ہو چکتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دوست کی نیک صلاح ہی سے کام سنورتے اور درست ہوتے ہین - آدمی اگر بہت سے صلاح کارون سے مشورہ اپنے کامون کا ٹکڑے ٹکڑے کرکے لیگا یعنی ایک کام مین کسی سے مشورہ لیتا ہے اور دوسرے کام مین کسی دوسرے سے اور علی ہذا القیاس اگرچہ اس طرح صلاح و مشورہ لینا بالکل صلاح و مشورہ نہ لینے سے اچھا ہو مگر اس صورت مین دو خطرے ہین اول یہہ کہ ایسے آدمی کو کوئی نیک صلاح جس پر بھروسہ و اعتماد ہو نہین دیگا - دوم یہہ کہ وہ صلاح و مشورہ ایسا ہوگا کہ اُس مین کچھ بُرائی ہوگی کچھ بھلائی - اگر تم اپنے مرض کے علاج کے لئے اُس طبیب کو بُلاؤ جو اس مرض کا علاج کرنا خوب جانتا ہو مگر تمھارے مزاج سے ناآشنا ہو تو وہ اِس مرض کو دور کر دیگا مگر آیندہ موت کو قریب کر دیگا - یہہ امر شاذ و نادر ہے کہ کوئی دوست ایسا ملے کہ جو تمھاری حالت سے خوب واقف نہ ہو اور تم کو کسی معاملہ مین ایسی صلاح و مشورہ دے جو اور معاملات مین مخل [illegible] ہوون - بہت سے آدمیون سے صلاح و مشورہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرض کے علاج کے لئے بہت سے طبیبون کو بُلانا کہ وہ بجاے اچھا کرنے کے مرض کو اور بڑھا دینگے - علاوہ اِن دو پھلون کے جو اوپر بیان ہوے کہ ایک جہت سے دل کو ماموں اور دوسرا راے کو خطا سے مصئون کرتا ہے آخر [illegible] یہہ ہے جو انار کی طرح بہت سے دانے رکھتا ہے یعنی دوست سارے کامون اور موقعون پر [illegible] اور مددگار ہوتا ہے - متقدمین کا کیا عمدہ مختصر مقولہ ہے کہ دوست اپنی ذات ثانی ہوتی ہے دوست اپنی ذات سے بھی بہتر ہوتا ہے - پس انسان دوستی سے اپنی اپنی زندگی کو اس طرح بڑھا [illegible] ہے کہ اُس سے بہت سی امثال اپنی ذات کی جو مختلف کام جانتے ہین پیدا کرے - آدمیون کے [illegible] مرنے کا ایک وقت مقرر ہے وہ بہت دفعہ دل مین اپنے بہت سے ارمان لئے دنیا سے [illegible] جاتے ہین جیسے بچون کی شادی اور بعض اور شوق کے کامون کی ناتمامی مگر اِن کامون [illegible] کے بعد دوست ایسا ہی پورا کر دیتے ہین جیسے وہ خود کرتے - آدمی کے ایک جسم ہوتا ہے [illegible] ایسی ہی جگہہ مقید ہوتا ہے جہان وہ کام کر سکتا ہے مگر دوستون کے ہونے سے یہہ معلوم [illegible] کہ وہ بہت جگہہ کام کر رہا ہے - بہت سے کام آدمی خود اِس خوش اسلوبی کے ساتھ نہین [illegible] جو اُس کے دوست کر دیتے ہین مثلاً اپنی لیاقت کا اظہار اور اپنی تعریف وہ خود کرنے سے [illegible] دوستون کی معرفت بخوبی ہو سکتی ہے اور اِس قبیل کی بہت سی باتین ہین کہ جنکے کرنے سے خود [illegible] ہے مگر دوستون کی معرفت بخوبی سرانجام پاتی ہین - (باقی آیندہ)

محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صد سالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صد سالہ رپورٹ)

قبل اس کے کہ مین ہندوستان کے صد سالہ واقعات پر ریویو کرون مین اپنے معزز اور باقتدار صدر انجمن اور سردار حضرت ابلیس علیہ اللعنتہ والپھٹکار کا شکریہ ادا کیے بغیر نہین رہ سکتا

میرا خاندانی تعلق شیاطین کے اُس اونچے گھرانے سے ہے جن کی حکومت ہمیشہ سے ایشیا کی سرزمین پر چلی آتی ہے اور جو کارہائے نمایان میرے بزرگون سے وقتاً فوقتاً سلطنت ابلیسیہ کی خیر خواہی مین معرض ظہور مین آئی اُن کے مقابلے مین بہت کم خاندان ایسے ہون گے جو اپنی خدمات پر فخر کر سکین - انھین خاندانی حقوق کی وجہ سے باوجود میری کم لیاقتی اور فروماگی کے ہندوستان جیسے بڑے اور عظیم الشان ملک کے اغوا کا کام میرے سپرد ہوا - زمانہ سابق مین میرے اجداد کو جن اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا وہ بہت زیادہ طاقتور اور مسلح تھین - ایشیا اور علی الخصوص اُس کا وسطی اور مغربی حصہ ہمیشہ سے نبیون ریفارمرون اور رشیون کا مولد اور منشا رہا ہے اور جو روحانی ہتھیار اُنھون نے بنی نوع انسان کے ہاتھ مین دیدیے ہین اُن کے نعد سے اکثر میدانون مین نوع شیاطین کو اُن کا مقابلہ کرنا دشوار ثابت ہوا ہے حقیقت مین زمانہ سلف مین ایشیائی اقوام کو زیر کرنا ایک دشوار کام تھا اور نوع شیاطین مین مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ مین اُن باعظمت بزرگون کی اولاد مین ہون جنھون نے اُس حالت مین بھی نوع انسان کو ابدی راحت اور ابدی زندگی سے محروم کرنے مین بڑی کامیابیان حاصل کی ہین - لیکن اگر میرے لیے صرف یہی امر مایۂ ناز ہوتا تو ہرگز آج مین اس عزت کا مستحق نہ ہوتا کہ اس شاندار صد سالہ جلسے مین سب سے پہلے مجھے اپنی رپورٹ پڑھنے کی اجازت دی جائے - مین یہ عرض کر چکا ہون کہ ایشیا کی روحانی طاقت زمانہ سلف مین بہت بڑھی ہوئی تھی اور اُس سے ہندوستان مستثنیٰ نہین ہو سکتا - قوم آرین جو ہندوستان مین آباد ہونے والی مہذب قومون مین سب سے اول تھی کوئی ایسی گئی گذری قوم نہ تھی جس کو لپنے ڈھنگ پر لانے مین آسانی سے کامیابی ہو سکتی وہ لوگ علم روحانی کے بڑے محقق تھے اور اُن کے ہاتھ مین اس علم کی بیش بہا کتابون کی صورت مین چند ایسے ہتھیار تھے جن سے وہ ہمارا مقابلہ اکثر آسانی سے کر سکتے تھے - جس وقت مین نے ہندوستان کا چارج لیا میری عمر محض ناتجربہ کاری اور نوجوانی کی تھی یعنی ابھی صرف چار ہزار برس کا تھا

میرے معزز چچا حضرت خناس علیہ الرحمتہ کے بے وقت واقعہ ناگزیر پیش آنے اور میرے خاندان میں اس وقت کسی زیادہ تجربہ کار شیطان کے موجود نہ ہونے سے میرا انتخاب اس عہدہ پر ضروری ہوا اور یہ ہے کہ حضرت ابلیس کو ہرگز منظور نہ تھا یہ ایشیائی ہند کی حکومت کسی دوسرے خاندان کو دیجائے گو میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ مجھ میں بچپن ہی سے غیر معمولی فطرت اور عیاری کے آثار پائے جاتے تھے اور انہیں وجوہات سے حضرت ابلیس کو یہ اطمینان تھا کہ باوجود کم سنی کے میرا انتخاب سلطنت ابلیسیہ کے لیے مضرت رساں نہیں ہو سکتا لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ میرا تقرر بجائے خود ایک بڑی بھاری رعایت تھی جو میرے بزرگوں کی کارکردگی کے صلے میں میرے ساتھ روا رکھی گئی اگرچہ مجھے اپنی ناتجربہ کاری سے خود اندیشہ تھا مگر یہ بھی حضرت ابلیس کا اقبال تھا کہ مجھے اپنے تقرر کے ابتدائی اسٹیج میں دو کارہائے نمایاں بن آئے اول یہ کہ میں نے وید کے ماننے والوں کے دل سے وہ زبردست اصول جو وید کی تعلیم کی جان ہیں محو کر دیئے یعنی خدائے واحد کی پرستش کا قریب قریب خاتمہ کر دیا اور عوام الناس کو وید کے مقدس علم سے باز رکھنے کے لئے یہ خیال پھیلا دیا کہ بجز برہمنوں کے اور کسی کو مذہبی رسوم وغیرہ کی انجام دہی میں امداد کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اور وید کو محققانہ طور پر پڑھ کر اس پر کاربند ہونا بالکل غیر ضروری ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس معاملہ میں مجھے زیادہ تر کامیابی اس وجہ سے ہوئی کہ سنسکرت جس میں مقدس وید تحریر ہیں عام زبان کبھی نہیں ہوئی لیکن اگر آپ نے میری پچھلی رپورٹوں پر غور کیا ہوگا تو آپ جانتے ہوں گے کہ ایک طرف سنسکرت زبان کو مقدس قرار دیکر عوام الناس میں پھیلنے سے روکنا اور دوسری طرف مقدس وید کا کسی عام فہم زبان میں ترجمہ نہ ہونے دینا یہ بھی ایسے امور نہ تھے جس کے بروئے کار لانے کے لئے مجھے کوئی محنت نہ کرنی پڑی ہو۔ دوسرا اہم واقعہ بدھ مذہب کے پیرووں اور برہمنزم کے پنڈتوں کے درمیان زبردست تفرقہ ڈالنا تھا گو میں نے بدھ مذہب کا کافی انتظام کر لیا تھا اور اس کے اندر خدا کے وجود اور قدرت سے منکر ہونے کا مادہ ایسا پھیلا دیا تھا کہ وہ بھی ایک نہ ایک دن محض ڈھکوسلا رہ جاتا لیکن برہمنزم کے متعلق جو کچھ میں کر چکا تھا وہ بہت زیادہ تھا اس لئے میری خواہش یہی تھی کہ کسی طرح بدھ مذہب ہندوستان سے بالکل رخصت ہو جائے تو اچھا ہے پچھلی رپورٹوں میں اسکے متعلق تفصیل وار واقعات درج ہیں لیکن تمہیداً اس موقعہ پر ان تمام واقعات پر ایک نظر ڈالنا شاید نامناسب نہ ہوگا آپ جانتے ہیں کہ جب اول اول سوامی شنکر اچارج نے بدھ مذہب کی مخالفت کا بیڑا

اٹھایا تو مجھے کسی قدر مسرت ہوئی لیکن بعد مین مجھے معلوم ہوا کہ وہ اُس قسم کا آدمی نہ تھا جیسا مین چاہتا تھا اُس کے اصول روحانیت کو بہت کچھ ترقی دینے والے ثابت ہوئے اور مجھے اپنے مشن کی ناکامیابی کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا۔ اُس کا اپدیش ایک دفعہ سارے ہندوستان مین گونج اٹھا اور ساری قوم اُس کی آواز پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہہ نہایت پُر آشوب زمانہ تھا اور میرے لئے بہ قدر نازک وقت تھا کہ مجھے کسی قدر اندیشہ ہوگیا تھا کہ سلطنت ابلیسیہ کے اقتدار مین خلل آجانے کا ناگوار واقعہ شاید میرے ہی عہد حکومت مین ظہور پذیر ہونے والا ہے لیکن ابلیس کا شکر ہے کہ یہہ فتنہ جلد فرو ہوگیا اور صرف چندہی صدیوں کے بعد شنکر اچارج کی تعلیم کا اصلی اثر لوگوں کے دلوں سے محو ہوگیا اور ساتھ ہی ایک بڑا فائدہ یہہ ہوا کہ بُدھ مذہب بلا میری کوشش کے ہندوستان سے خود بخود رخصت ہوگیا گو اس کے بعد کچھ دنوں تک میرے دوست اور ہمتا مناس علیہ اللعن نے جن کی سپرد ممالک چین ہے بُدھ مذہب کے ممالک چین کو منتقل کردینے پر مجھے مورد الزام بنایا تھا مگر بُدھ مذہب کی چولین اُنھوں نے جلد ڈھیلی کرلین اور اب اُس سے چندان خطرہ نہین ہے۔

اس کے بعد کوئی ایسا اہم اور قابل ذکر معاملہ نہین پیش آیا۔ مین آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا اور ان صدیوں کی رپورٹین بجز اس امر کے اظہار کے کہ حکمرانوں کی تعیش پسندی اور بیگاری اور باہمی عناد اور عوام الناس کی جہالت اور خودغرضی وغیرہ مین کہان تک اضافہ ہوا اور کوئی دلچسپ واقعات نہین ہین۔

صدیان گذرتی گئین اور اصول شیطنت کی وہ قدیم پالیسی یعنی جہالت اور باہمی عناد کی ترقی کی کوشش بدستور جاری رہی۔ اس کے نتایج جو کچھ ظہور پذیر ہوئے یعنی خون خچر اور باہمی جنگ وجدل یہہ سب معمولی باتین تھین۔ بڑی بڑی سلطنتوں کا خاتمہ کرکے نہایت چھوٹی چھوٹی ریاستون کا ہندوستان مین قایم کردینا خاص طور پر قابل ذکر نہ ہوتا اگر اس کے سبب سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک نیا باب نہ شروع ہوتا۔ سلطان شہاب الدین غوری سے راجہ جے چند کا مل جانا اور اُس کو ہندوستان پر چڑھائی کرنے کی جرأت دلانا اس سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوا کہ شیطنت کی زبردست پالیسی کامیاب ہوئی یعنی حب وطن اور محبت قوم کی زبردست قوتین ہندوستان سے بالکل رخصت ہوگیئن۔ یہہ بڑی کامیابی کی نشانی تھی اور بفضل ابلیس یہہ بات اب تک موجود ہے۔

مسلمانوں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ جیسا کچھ تھا اچھا تھا بڑی خوبی کی بات یہہ تھی کہ مسلمان فرمان رواؤن مین بہت کم ایسے گذرے جنھون نے علوم اور فنون کے ترقی دینے کی طرف توجہ کی ہو یا رعایا کے ساتھ بلا لحاظ ہندو مسلمان کے بالکل منصفانہ اور غیر طرفدارانہ

برتاؤ کیا ہو جس سے دونون مین رابطہ اتحاد قایم ہوسکے۔ مین اسے اپنی بڑی خوش نصیبی کہتا ہون کہ ہندوستان مین اکثر مسلمانون کا اسلام قریب قریب یہہ رہ گیا تھا کہ بلا ذاتی تحقیق اور تحصیل کے چند نیم خواندہ ملاؤن کی تعلیم پر آنکھ بند کرکے چل دین ہر قسم کے رطب و یابس قصون کو مذہب مین داخل سمجھ کر قران و حدیث کی مانند اُن پر یقین کرین۔ فروعی مسائل پر جھگڑین۔ اصول کی پروا تک نہ کرین۔ قبرون کی پرستش کرین اور سب سے زیادہ یہہ کہ "کفار" سے ضرور متنفر ہون بعض بادشاہون نے اتفاق کا تخم ہندوستان مین بونے کی کوشش کی تھی اور اکبر نے تو کسی قدر کامیابی بھی حاصل کرلی تھی جس سے اُس کی قوت بہت بڑھ گئی لیکن مین نے اکبر کو بھی سخت دھوکا دیا اور اُس کو مدعی نبوت بنا کر اُس کا اثر مسلمانون کے دل سے کم کردیا۔ سلطنت ابلیسی کی بڑی کامیابی کا دور دورہ تھا جب اورنگ زیب کے جوش مذہبی نے ایک خاص رنگ پکڑ لیا اور جب اُس کے جانشینون کے باہمی نزاع نے سلطنت کو جڑ سے ہلا دیا۔

ایک بڑی بات قابل گذارش یہہ ہے کہ مین نے مسلمانون کو ہمیشہ اسی دھوکے مین رکھا کہ انھین اُس ملک مین جہان وہ فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو کر صدیون سے قیام گزین ہین صرف غیر قوم کی طرح رہنا چاہیے اور حب وطن کے مادّے پر ہمیشہ عرب مصر ایران اور ٹرکی کی ہمدردی غالب رکھی۔ اِس سے بڑا فائدہ یہہ ہوا کہ جب مسلمانون کی سلطنت کی بنیاد کمزور ہوگئی تو پھر اُن کے تنزل مین کچھ دیر نہین لگی اور چونکہ کوئی مرکز ہمدردی کا باقی نہ رہا تھا تفرقے اور عناد کی بنیاد جلد قایم ہوگئی۔ عوام مین جہالت اور فرمانرواؤن مین عیاشی اور بے اعتنائی تو پیدا ہو ہی گئی تھی اب یہہ وقت اِن اثرون سے کام لینے کا تھا۔ محمد شاہ رنگیلے کا نادر شاہ کی آمد کی خبر کے پرچے کو شراب کے حوض مین یہہ کہہ کر ڈال دینا کہ ع این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی۔ گو بلحاظ سلطنت مغلیہ کی محدود وسعت کے بادی النظر مین زیادہ اہم نہ معلوم ہو لیکن درحقیقت ایک بڑا نتیجہ اُن تمام کوششون کا تھا جو حکمرانون کو غفلت اور عشرت پسندی کا سبق ازبر کرانے مین کی گئی تھین علم سے متنفر کرنے مین اور بالخصوص مسلمانون کو کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا گیا تھا اور جہالت اور تعصب کے دستبرد سے اُن کی ساری تمدنی قوت کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتین قایم ہوگئین اور وراثت کے باہمی نزاعون کا خوب زور ہوگیا۔ اِدھر مرہٹون نے دنیا کو سر پر اُٹھا رکھا تھا اُدھر نادر شاہ اور احمد شاہ دُرانی کے حملون نے ہندوستان کو پامال کردیا تھا۔ غرضکہ یہہ میرے لطف کا زمانہ تھا۔ (باقی آیندہ)

تربیت کی اہمیت اور علیگڈھ کالج

(کے متعلق ایک خط)

عزیز از جان من - مین نے تمھارا مضمون بعنوان "تربیت کی اہمیت اور علیگڈھ کالج" رسالہ یدبیضا مین دلچسپی مگر افسوس کے ساتھ پڑھا - دلی جذبات کا جوش کے ساتھ اظہار کرنا اگرچہ اکثر مفید ہے لیکن صحیح نتائج پر پہونچنے کے لئے ضروری نہین اور اثر پذیر دل اکثر نہایت شریف دل ہوتا ہے لیکن بعض وقت کمزوریون سے بچنے اور پختہ رائے قایم کرنے مین مدد نہین دیتا -

مین نہین کہہ سکتا کہ جس وقت تم نے یہہ مضمون لکھا تھا (اور مین کہہ سکتا ہون کہ وہ ایک خاص قلبی ہیجان کی حالت تھی) اُس وقت سے ابتک تمھارے اصلی خیالات مین کہان تک تبدیلی واقع ہوئی ہے لیکن مجھے حیرت ہوگی اگر مین سنون گا کہ تم ابتک اس رائے پر قایم ہو کہ طلبار کالج کی صواب دید کو بزرگان قوم کی رائے پر صریح تفوق حاصل ہے - اگر ہنوز تمھاری یہی رائے ہے تو مجھے یقین کرنا پڑیگا کہ پانچ سال کی زندگی کا تجربہ کالج کی دیوارون کے باہر تمھاری بصیرت مین کچھ زیادہ اضافہ نہین کر سکا یا بُرا نہ مانو تو یہہ کہون کہ مثل معمولی انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے تمھارا رجحان طبع بھی اُسی خیرگی کی طرف ہے جس کی مدد سے وہ لوگ پیچیدہ معاملات مین بھی بلا غور و تامل رائے قایم کر لیتے اور ظاہر کر دیتے ہین اور پھر اس طرح بیتامل قایم کی ہوئی رائے کو بزرگون کے سالہاسال کے تجربے کے بعد قایم کی ہوئی رایون پر ترجیح دیتے ہین - یہہ بھی ایک پہلو اُس آزادی کا ہے جو انگریزی تعلیم سے حاصل ہوتی ہے -

پیارے بھائی - مین تمکو یقین دلاتا ہون کہ مین مغربی تعلیم و تہذیب کا ہرگز مخالف نہین ہون مگر یہہ اعتقاد ضرور رکھتا ہون کہ ہم کو مغربی تہذیب کی عمارت لامحالہ اپنی ہسٹری اور اپنے ٹریڈیشن کی بنیاد پر قائم کرنی پڑیگی - یہہ نہین ہوسکتا کہ ہزارون برس کی قایم کردہ تمدنی بنیاد بالکل اکھاڑ ڈالی جاے اور دفعتہً جدید تمدن کی عمارت آناً فاناً کھڑی کر لی جاے جیسا کہ بعض کم بین مغربی تہذیب کے دلدادہ سمجھے بیٹھے ہین - اور مین کہتا ہون کہ اگر سب لوگ یہی سمجھ بیٹھین گے تو نہ جدید عمارت تیار ہوسکے گی نہ کہنہ عمارت کی خاطر خواہ مرمت اور درستی ہوسکے گی - اس صورت مین جو محاسن پرانی تہذیب کے ہم سے ترک ہو جائین گے اور جو معائب جدید تہذیب کے ہم مین پیدا ہو جائین گے [illegible] خیال ہر مصلح قوم کے لئے ایک جان فرسا خیال ہوسکتا ہے - کیونکہ یہہ دنیا کی تاریخ [illegible]

کہ جو قوم زوال کی حالت میں ہوتی ہے وہ جب کسی ترقی کرنے والی قوم کے احاطہ اثر کے اندر آتی ہے تو بلند تر تہذیب کے زیادہ خطرناک اور مضر پہلوؤں کو زیادہ آسانی سے قبول کر لیتی ہے اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ خط بہت زیادہ طویل ہو جائے گا تو میں تم کو ایک ایک کر کے وہ برائیاں شمار کرا دیتا جو ہم لوگوں نے مغربی تہذیب کے اچھے پہلو سے اعراض کر کے لی ہیں اسکو کسی دوسرے موقع کے لئے چھوڑتا ہوں۔ اس موقع پر صرف تمھاری توجہ کو اس ملک کے پولٹکل نظام کی طرف منعطف کرتا ہوں جس کی حرص کرنا اس وقت ہمارا انتہائی مقصود ہے۔ اگر تم نے پالیٹکس پر غور کیا ہوگا تو تمھیں معلوم ہوگا کہ انگلستان اور نیز دیگر ممالک کے آئینی اور جمہوری کانسٹیٹیوشن کی بنیاد صرف اس اعتبار اور بھروسے پر ہے جو عوام کو اپنے قایم مقاموں پر لامحالہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ہاں ابھی عوام کے قایم مقاموں کے انتخاب کے اصول باقاعدہ مدوّن نہیں ہوسکے ہیں۔ نہ قایم مقام ہی کامل بھروسے کے لایق ہیں نہ عوام ہی میں کامل اعتدال اور سومت روی کی صلاحیت ہے وجہ کیا کہ ابھی ہم میں یہ مادہ اچھی طرح نہیں پیدا ہوا ہے کہ ذاتی اور نفسانی اغراض پر ملکی اور قومی اغراض کو ترجیح دے سکیں اس لئے یہی لوگ جو بلحاظ ثقاہت تجربہ اثر اور دیگر امور کے خود ممتاز ہو جاتے ہیں بلا قاعدہ انتخاب کے عوام کے قایم مقام تصور کئے جاتے ہیں۔ اگر یہی لوگ کامل بھروسے کے لائق نہ تصور کئے جائیں تو پھر کوئی مرکز انتظامی قایم نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پرانے اصول تمدن میں جو بزرگوں کی تعظیم اُن کا لحاظ اُن کا ادب بہترین اخلاق کا نمونہ تصور کیا گیا ہے وہ ہماری موجودہ حالت کے موافق انگلستان کے انتخابی اصول کا جواب ہے اور جب تک انتخابی قابلیت اور صلاحیت ہم میں بخوبی پیدا نہ ہو جائے (جس کے لئے ابھی ایک زمانہ درکار ہے) اس وقت تک یہی اصول ہمارے آڑے آئیں گے۔ اسی اصول کے موافق میں اس زمانے کو پر آشوب اور خطرناک زمانہ کہوں گا۔ جب ہر کچا پکا شخص اپنی ذاتی رائے کے موافق ملکی اور قومی انتظاموں کے چلانے پر اصرار کرے اور اس ذمہ داری کو اپنے سر لینے کی کوشش کرے جو آئینی سلطنتوں میں قایم مقاموں کی میجارٹی کا اور غیر آئینی سلطنتوں میں اولی الامر یا ممتاز لوگوں کا حق ہے۔ تم آزادی آزادی تو پکارتے ہو مگر آنکھ کھول کر اس ملک کے طرز عمل کو نہیں دیکھتے جس کے نقش قدم پر چلنا تمھاری عین مراد ہے۔ وہاں میجارٹی کا فیصلہ ذاتی مخالفت کو بالکل [illegible] اور عوام کے قایم مقاموں کا تصفیہ ذاتی خصومتوں کے نقش کو مٹا دیتا ہے۔ کیا ہندوستان میں بھی یہی حالت ہے؟ اب غور کرو کہ اُن ممالک میں بھی جہاں آئینی طرز حکومت ہے لوگ

یہہ سہولتین موجود ہین تعلیمی انسٹیٹیوشن ہمیشہ جمہوری کشاکش سے بالکل الگ تھلگ رکھے جاتے ہین
وہان یونیورسٹی کے معاملات سے طلبار کا تو کیا ذکر جمہور اور سلطنت دونون یکسان بیدخل ہین
یعنی اس شعبے کے صرف وہی لوگ تنہا ذمہ دار اور خودمختار حاکم ہین جو اس خاص کام کے لئے متقرر
کر دیے گئے ہین کیا طلبار کو وہان شکایتین نہ پیدا ہوتی ہون گی ؟ آخر وہ بھی تو آدمیون کے
بچے ہین اور کن آدمیون کے جن کی گھٹی مین آزادی پڑی ہوئی ہے - مگر بات کیا ہے کہ وہ تمدن قوم
اور آزادی اور پابندی کی حدود کو پہچانتی ہے اور ہم لوگ آزادی کے جا و بیجا استعمال کے خطرون
کے سمجھنے سے قاصر ہین - وہان یہہ حد معین ہے کہ جب تک آدمی ذمہ داری اور جوابدہی کے ساتھ
دنیا مین داخل نہ ہوے جب تک اُسے اپنی گرہ سے کچھ ضایع ہونے کا اندیشہ نہ ہو غرض جب تک
انتظام کے قایم رکھنے مین اُس کی غرض مشترک نہ ہو اُس وقت تک اُس کو لازم ہے کہ زیادہ اہمیت
رکھنے والون کے حقوق پر مداخلت کرنے سے قطعی باز رہے - غرض وہان طلبار کے نہ کوئی حقوق
ہین نہ اُن کی کوئی آواز ہے جس قوم کے حقوق اس قدر وسیع ہون اُس کے طلبا کی تو یہہ حالت اور ہم
طلبار کی رائے کو بندگان قوم کی رائے پر ترجیح دین - اور اُن کی ادنی ادنی سی شکایتون پر نظام تعلیم
کے تغیر و تبدل کو منحصر کر دین یہہ کس قدر خطرناک بات ہوگی - جس قوم کی جمہوری لیاقت اس قدر
بتذل ہو کہ اُس کے اکثر افراد ایک دوسرے کو پھاڑے کھاتے ہون - ملک و ملت کی محبت سے نابلد
ہون - مل کر کام نہ کر سکین - تجارت اور حرفت کو کمینہ پن کا ذریعہ اور ملازمت کو شرافت کا تمغہ تصور
کرین - ایثار علی القوم کے خیال سے نا آشنا ہون طلب حقوق کا سلیقہ نہ رکھتے ہون تعلیم کو
خلاف احکام مذہبی جانتے ہون اُس قوم کے خام و نیم تعلیم یافتہ بچون کے سر مین اس سودے کا سمجھ کس
جانا کہ سلطنتون کا زوال اور قیام یا انتظامون کا بناو اور بگاڑ ہمارے گوشۂ چشم کے اشارے پر
منحصر ہو کس قدر بڑی قومی مصیبت ہے - سب جانتے ہین کہ خیرہ سری انتظام کے منافی ہے لیکن شاید جس گروہ کی خیرہ سری سب سے زیادہ قابل معافی
ہو وہ طلبار کا گروہ ہے - ذمہ دار رعایا کی خیرہ سری ایک حد تک قابل معافی ہے اس لئے کہ وہ کچھ
رکھتے ہین اور کچھ کھو سکتے ہین اور یہہ ایسا خیال ہے جو اُن کو اعتدال پر لانے کے لئے ریگولیٹر
کا کام دیتا ہے - دنیا ایک فطرتی نظام کی پابند ہے اور اُس کا عام رجحان بند و بست اور تنظیم
کی طرف ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا مین کوئی سلطنت قایم نہ رہ سکتی اس قدرتی رجحان سے چھوٹی
چھوٹی پیچیدگیان دب کر رہ جاتی ہین اور زیادہ بڑے نتایج نہین پیدا کرتین لیکن تعلیمگاہون کا
نظام فطرتی نہین بلکہ مصنوعی اور اعتباری ہے اور اگر وہان خیرہ سری نے کوئی فتنہ اٹھا دیا

تو ممکن ہے کہ ساری عمارت دھم سے آپڑے۔

اگر مجھے غلط خبر نہین ملی (اور خدا کرے غلط ہی ہو) تو مجھے اندیشہ ہے کہ خیرہ سری کی اسپرٹ کالج مین پیدا ہو گئی ہے۔ سنا گیا ہے کہ کسی لڑکے نے کسی معزز ٹرسٹی کو لکھ بھیجا کہ "اگر تم جلد معاملات کی اصلاح نہ کروگے تو سزا پاؤگے"!!! اللہ اکبر! وہ نونہالان قوم جن کی تہذیب اخلاق کے لئے اس عظیم الشان کالج کی بنیاد ڈالی گئی آج اپنے بزرگون کا یہہ حجہ کرتے ہین۔ اگر فی الواقع ایسی حالت عام طور سے پیدا ہو گئی ہے تو ہمکو نہایت افسوسناک نتایج کے لئے طیار رہنا چاہئے اور مین کہتا ہون اگر ایک دفعہ ہمارے نواب صاحب نے پھر اسی پھوسٹری پالیسی کو کام فرماکر یہہ پہلو اختیار کیا کہ "میری تو کوئی سنتا ہی نہین مین استعفا دیے دیتا ہون" تو پھر قوم کا قفل بڑا کہین نہین لگنے کا۔ مین کہتا ہون کہ یا تو کالج کی زمام اختیارات کو طلبا ہی کے ہاتھ مین دیکر ہم لوگ میٹھی نیند سوئین یا اگر کام کرنا چاہتے ہین تو پوری مستعدی سے کرین اور تمام نرم و گرم بھگتین۔ یہان تک تو منتظمان کالج کے متعلق ہوا اب باہر والون کو یہہ لازم ہے کہ اندرونی معاملات کو کلیتاً کالج کے اولی الامر کے سپرد کردین اور کیا اخبار کیا ایڈیٹر اور کیا مضمون نگار دور سے بیٹھے بیٹھے عقلی گدے لگانے اور طلبار کی ہر ناچیز شکایت کو اخباری دنیا مین مشتہر کرنے سے محترز رہین۔ رہے کالج کے بیرونی معاملات یا زیادہ اہم اصلاحات وغیرہ ان پر آزادی سے رائے زنی کرنے کا ملک کو ہر وقت اختیار ہے اور انتظامان کالج کو اس پر توجہ کرنا بہر نہج ضروری۔ لیکن اگر ہم نے اپنا وہی ٹیڑھا ناچرخا جاری رکھا اور آئے دن اخبارون مین یہہ مضامین لکھتے رہے کہ آج کالج کے ڈائننگ ہال مین یہہ کھانا کھلایا گیا اور کل فلان پروفیسر نے کرکیٹ فیلڈ مین ایک طالب علم کو یون چپت رسید کی تو یقیناً ہمکو ایک نہ ایک دن سرسید کی عمر بھر کی کمائی سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔

عزیزم یہہ خط بہت طویل ہو گیا اور گو مین نے ابتدا اسے بغرض طبع نہین لکھا تھا تاہم موجودہ صورت اس کی ایسی ہو گئی کہ اگر شایع ہو جاتا تو اچھا ہوتا۔ اگر تمہارے خلاف مرضی نہ ہو تو اسے ایڈیٹر صاحب بیدبیضا کے پاس بھیجدینا تاکہ وہ بشرط پسند اسے اپنے معزز رسالے مین جگہ دیدین۔ مین نہین کہہ سکتا کہ یہہ خط کالج کے معاملات کی موجودہ صورت پر کہان تک حاوی ہے لیکن کالج کی محبت مجبور کرتی ہے کہ جو کچھ میری سمجھ مین آتا ہے اسے اور لوگ بھی سن لین شاید کوئی مفید بات نکلے۔

عبدالستار خان

رئیس بھریٹو ضلع رائے بریلی

بہشتی نوآبادی

مضمون مندرجہ عنوان اخبار زمیندار کرم آباد پنجاب کے یکم اپریل کے نمبر مین شایع ہوا ہے تاریخ شیوع سے ناظرین اس غرض و غایت کا اندازہ کر سکتے ہین جو اس عجیب و غریب مضمون مین رکھی گئی ہے۔ چونکہ اخبار زمیندار نے دوسرے اخبارات و رسائل کو اس دلچسپ اور مفید مضمون کے شایع کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ درخواست کی ہے لہذا ہم بھی اس رعایت سے مستفید ہوتے ہین۔ — ایڈیٹر

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار زمیندار کرم آباد پنجاب انڈیا۔

صاحب من

کیلیفورنیا کی انڈین اسٹوڈنس ایسوسی ایشن (انجمن طلباء ہندوستانی) واقعہ برکلی کیلیفورنیا (امریکہ) کے سکرٹری مسٹر نبی کرچی کی مہربانی اور عنایت سے مجھے آپ کے قابل قدر اخبار کے دیکھنے اور اس کے مقاصد اور خوبیون کے اندازہ کرنے کا موقع ملا۔ مسٹر کرچی نے مجھے یہہ بھی بتلایا کہ تمام ہندوستان مین صرف آپ ہی کا اخبار وہان کے بیس کروڑ زمینداروں کا قومی آرگن ہے اور وہان کی زراعتی دنیا مین یہی ایک آواز ہے جو زراعت پیشہ اقوام تک پہونچ سکتی ہے۔ اس لئے مین نے ایک اہم اور زمیندارون کی مفید مطلب تجویز مین آپ سے مدد مانگنے کی جرات کی ہے۔

آپ کو علم الافلاک کے مطالعہ سے یہہ تو پہلے ہی سے معلوم ہوگا کہ ہمارے کرہ زمین کی طرح ہمارے آفتاب کے گرد چھ اور سیارے گردش کرتے ہین۔ اور آپ کو یہہ بھی معلوم ہوگا کہ ہماری زمین اور باقی چھ سیارون کا مخرج آفتاب ہی ہے۔ یعنی تمام سیارون کا مادہ وہی ہے جو ہماری زمین کا ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف یہہ کہ کسی مین ہوا مطلق نہین۔ کسی مین ہے مگر کم ہے۔ کسی مین پانی نہین کسی مین ہے مگر کم ہے۔

نئی تحقیقات کے حالات بھی آپ نے اخبارات مین پڑھ لئے ہون گے کہ سیارہ مریخ ایک ایسا کرہ ہے جو باستثناء نہایت جزوی اور خفیف اختلافات کے ہماری زمین کی آب و ہوا کے مطابق ہے اس کرہ مین ہماری زمین کی طرح مٹی کے میدان ہین پتھر کے پہاڑ ہین۔ دریا ہین جنگل ہین اور ریگستان ہین اور ہماری زمین کی طرح اس کے دونون قطب برف سے ڈھپے ہوئے ہین۔ وہان درخت ہین۔ پودے ہین اور ہر ایک قسم کے نباتاتی قوا اپنا کام نہایت خوبی سے کر رہے ہین۔

وہاں ہماری زمین کی طرح مویشی بھی ہیں درندے بھی ہیں چرندے بھی ہیں اور یہہ کرہ بہہ وجوہ انسانی آبادی کے قابل ہے مگر انسان جیسی ہستی وہان نظر نہین پڑتی۔

اہل ہندوستان مین سے آپ کو میرے اس بیان سے تعجب نہ ہوگا کہ مریخ کے متعلق ایسے مفصل حالات ایسی دلیری کے ساتھ مین کس طرح بتلا سکتا ہون کیونکہ مسٹر مکرجی نے مجھے آپ کا اخبار مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء دکھایا ہے جس مین مریخ کے متعلق اس قسم کے حالات پہلے ہی سے درج ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ اس وجہ سے آپ میرے اس بیان کو مبالغہ آمیز نہ سمجھین گے بلکہ اُن لوگون کے تعجب اور حیرت کے دور کرنے مین مجھے مدد دین گے جو مجھے ہندوستان مین دیوانہ سمجھین گے جیسا کہ کولمبس کو اہل ہسپانیہ و انگلستان نے دیوانہ سمجھا تھا جبکہ اس نے نئی دنیا (امریکہ) کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

۱۸۵۸ء مین فرانس کے ایک مشہور عالم علم الافلاک موسیو کیتول فلیماریان نامی نے ایک اعلیٰ دوربین کے ذریعہ سے دریافت کیا تھا کہ کرۂ مریخ کی آب وہوا اور دیگر کیفیات ہماری زمین کی آب وہوا اور کیفیات کے قریب قریب ہین۔ مگر عالم موصوف باوجود جد وجہد کے ان وسائل کے دریافت کرنے سے قاصر رہا جن سے ہم مریخ تک پہونچ سکین۔ عرصہ تیس سال تک مین خود ان وسائل کی تلاش مین حیران و سرگردان رہا لیکن خدا کا شکر ہے کہ آخر ۳۰۔ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مجھے اپنی محنت اور تلاش مین کامیابی نصیب ہوئی۔ مگر مین نے اس کامیابی کو آج تک مخفی رکھا کہ لوگ مجھے پاگل نہ سمجھین۔

یہہ بات تو عام طور پر معلوم ہے کہ کرۂ زمین سے چار پانچ میل اوپر کی ہوا ایسی لطیف ہے کہ انسان اس مین تنفس نہین کر سکتا اور کسی قدر اوپر جا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑتا ہے۔ ایسی ہوا مین نائٹروجن مطلق نہین۔ سب سے پہلے مین نے ایک غبارہ بنایا اور اس مین زمین کی ہوا اس قدر بھرلی جو میرے اور میرے ہمراہیون کے ایک سال کے تنفس کے لئے کافی ہو اور اس کی نسبت مین اس قسم کے سامان رکھے کہ اس کے گرد تین تین چار چار میل تک نائٹروجن کا کافی ہم رہے اس سامان کے بہم پہونچانے کے بعد مین نے برقی ذریعہ سے اس غبارہ کو اوپر چڑھا کر مریخ پر چڑھائی کی۔ دس دن اور دس رات کی پرواز کے بعد مین یا دوری طالع سے پہونچ گیا یہان پہونچکر قریب تھا کہ مین خوشی سے شادی مرگ ہو جاتا لیکن جب مین نے ... ایک مہیب اور خونخوار درندہ مجھ پر لپکا اور اس کے حملہ نے میری تمام خوشی کو

زائل کر دیا مگر مین نے حواس قایم رکھے اور بندوق کے ایک فیر سے اُس کا کام تمام کر دیا۔

اِس سفر مین ایک میرا دوست پروفیسر جمیس میک موہن اور دو میرے ملازم ہمراہ تھے ہم نے اِس جدید کرہ کی سیر شروع کی اور تین ماہ تک یہان کے میدانون جنگلون اور پہاڑیون مین پھرتے رہے۔ اِس سیر کے حالات مین نے ایک پمفلٹ مین شایع کئے ہین جو اِس خط کے ہمراہ بھیجتا ہون مگر مختصراً بیان کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ یہان کی آب و ہوا بہ نسبت زمین کی آب و ہوا کے کتنی سرد ہے اور یہان کا پانی بہ نسبت زمین کے پانی کے بہت شیرین اور ہماری زمین کی گائے بھینس کے دودھ کی طرح لذیذ اور مقوی بھی ہے۔ یہان کے جنگلون مین ایک درخت مین نے دیکھا جسکا نام مین نے بٹر ٹری (مکھن کا درخت) رکھا اسکا پھل ہماری زمین کے تربوز جتنا ہوتا ہے اور اِس کے اندر مکھن بھرا ہوا ہوتا ہے۔ مین اِس پھل کے مکھن اور گائے کے مکھن مین مطلق تمیز نہ کر سکا یہان اِس درخت کے جنگلون کے جنگل کھڑے ہین۔ ایک اور درخت یہان پایا گیا جسکا نام مین نے ہنی ٹری (شہد کا درخت) رکھا ہے اور یہہ درخت بھی یہان کثرت سے موجود ہین۔ اسکے پھل مین شہد بھرا ہوا ہوتا ہے۔ سردی کی وجہ سے یہان کے پھل ٹوٹ کر بھی مدتون صحیح و سالم پڑے رہتے ہین۔ سڑتے گلتے نہین۔ یہان کی زمین مین قوت پیداوار اِس قدر ہے کہ ایک جگہہ ہم نے کچھ پھل کھا کر بیج اور چھلکے زمین پر پھینک دیے۔ مگر جب تیسرے دن اُس جگہہ سے پھر گذرے تو دیکھا کہ وہ بیج اُگ کر ایک ایک فٹ کے پودے بنے ہوئے تھے۔ یہان کی آب و ہوا کا یہہ حال ہے کہ میری عمر ۵۵ سال کی ہے لیکن یہان پہونچنے سے ایک ماہ کے اندر اندر مین اپنے مین وہ قوت اور طاقت محسوس کرنے لگا گویا مین ۲۵ یا ۳۰ سال کا نوجوان ہون جس سے مین نتیجہ نکال سکتا ہون کہ یہان انسان کی عمر تین تین سو اور چار چار سو سال تک پہونچ سکتی ہے اور اغلب ہے کہ ہزار سال تک بھی پہونچ سکے۔ مقدس نوشتون مین آدم۔ ادریس۔ نوح اور دوسرے پیغمبرون کی عمرین طول طویل لکھی ہین جس کو مین پہلے ایک مقدس گپ خیال کیا کرتا تھا مگر یہان آکر مجھے ان نوشتون کی صحت مین ذرا شک نہین رہا۔ یہان دن ۴۴ گھنٹہ کا اور رات تقریباً ۲۰ گھنٹہ کی ہوتی ہے اور یہان کا سال بہ نسبت ہماری زمین کے سال کے دُگنا ہے۔

مین خیال کرتا ہون کہ خدا نے اِس کرہ کو آج تک انسانی آبادی سے اِس لئے خالی رکھا کہ جب زمین پر انسان کی آبادی زیادہ ہو جائے اور قسم قسم کی بیماریان پھیل جائین یا حکام کی سختیان بڑھ جائین تو یہہ جگہہ مقرر اور تیار ہو۔ ہمین خدا کی اِس حکمت کاملہ کا مشکور ہونا چاہیے۔

مین یکم اپریل سنہ گذشتہ کو اس سفر سے واپس آیا ہون اور اب میرا مطلب یہہ ہے کہ
اس کرہ کو آباد کیا جائے کیونکہ مین نے اس عرصہ مین آمدورفت کے آسان وسائل تلاش کر لئے ہین اور
زمین سے مریخ تک سفر کرکے تین دن اور تین رات مین ختم ہونا ممکن ہو گیا ہے مین ایک عرصہ تک
سوچتا رہا کہ اس بہشتی کرہ مین ایسے لوگ آباد کئے جائین جو نہایت معصوم اور سادہ مزاج ہون
گو مین خود انگریزی الاصل اور امریکن نژاد ہون اور مرحوم جنرل واشنگٹن کا پوتا ہون مگر
خدا نے میری طبیعت اور فطرت نرالی رکھی ہے - مجھے انگریزون سے اس لئے نفرت ہے کہ وہ
خود پسند ہین - جب انھون نے امریکہ مین نوآبادی قایم کی اور اپنے بھائیون کو یہان آباد
ہونے کے لئے بھیجا تو محنت تو ہم نے کی - مصیبت ہم نے اٹھائی - یہان کے وحشی اور جنگلی
حیوانون اور انسانون کا مقابلہ ہم نے کیا مگر ہماری محنتون اور مصیبتون کا پھل انھون
نے خود کھانا شروع کر دیا - نہ ہم لوگون کو حکومت کے عہدے دیے جاتے تھے اور نہ ہماری آواز
سنی جاتی تھی - آخرش امریکہ نے میرے جد امجد جنرل واشنگٹن کی سرکردگی مین ان کا
گران بار جوا کندھون سے اتار دیا اور جمہوری حکومت قایم کی - انگریزون کی آبادی کے خلاف
صرف یہی وجہ نہین بلکہ ان کی دولت و اقبال اور ملک گیری اور سلطنت روز افزون ترقی پر
ہے پس ایسی قوم کا کرہ مریخ جیسی زمین مین جو ہماری زمین کی غلاظتون اور آلایشون سے
ابھی تک مبرا اور پاک ہے لیجا کر آباد کرنا غیر ضروری ہوگا - مین اپنے ہم وطن اہل امریکہ کو بھی
پسند نہین کرتا کیونکہ گو انگریزون جیسی نہین مگر قریب ویسی ہی آرام طلبی عشرت
پسندی اور فارغ البالی ان مین بھی موجود ہے جو میری رائے مین ناقابل قبول باتین ہین
حالانکہ مجھے مریخ کی آبادی کے لئے ایک ایسی قوم کی ضرورت ہے جو ترقی کر سکے - معصوم ہو سادہ
مزاج ہو محنتی ہو محتاج اور مستحق امداد ہو - مجھے اعلی طبقہ کے ہندوستانیون پر اعتبار نہین
اور گو ان مین یہہ باتین بہت کم ہین جو انگریزون اور امریکن لوگون مین پائی جاتی ہین مگر ان مین
سب سے بڑا سخت عیب یہہ ہے کہ یہہ اپنی قوم کے خود دشمن ہین لیکن مسٹر کرجی مجھے بتلاتے ہین
کہ ہندوستان کے زمیندار نہایت شریف فرمان بردار اور وفا کیش ہین اور گو ان مین بھی
بہت سی اخلاقی برائیان موجود ہین مگر ان مین اصلاح پذیری کا مادہ موجود ہے - مین نے یہہ
بھی سنا ہے اور اخبارات مین پڑھا ہے کہ پنجاب مین بوجہ گنجان آبادی کے ہزارون زمیندار
فارغ بیکار بیٹھ کر بھوکے مر رہے ہین اور زمین کی تلاش مین ہین - مجھے یہہ بھی معلوم ہوا ہے

کہ پنجاب مین نو آبادیون کے اکثر زمیندار اور آبادکار گورنمنٹ کے ماتحت ملازمون کی سختیون سے تنگ آکر قسمت آزمائی کے لیے ممالک غیر مین جانا چاہتے ہین اور چین آسٹریا۔ مالٹا اور افریقہ وغیرہ مین مزدوری کرنے جاتے ہین۔ اس لیے مین نے بذریعہ خط ہذا آپ کو تکلیف دی ہے کہ آپ براہ مہربانی اپنے قابل قدر اخبار مین اس اشتہار کو درج فرماوین۔ آپ ہرگز یہہ نہ سمجھین کہ مین ان لوگون کو یہان سے لیجا کر ان کا سردار یا امیر یا بادشاہ بننا چاہتا ہون. نہین نہین۔ ہرگز نہین مین ان پر ہرگز حکمرانی نہین کرونگا۔ بلکہ ان کی طرح ایک معمولی محنتی مزدور اور ان کی عام رائے کا پابند رہونگا۔ مین شادی شدہ نہین ہون کہ اپنی اولاد کے لیے حکومت کی بنیاد ڈالون مین حریص بھی نہین ہون کہ ان کی کمائی مین سے حصہ بٹاؤن۔ مجھے امریکہ کے ساتھ ایسی ہمدردی نہین کہ ان کے گلے کاٹ کر اپنے ہموطنون کا پیٹ پالون۔ بلکہ مین وعدہ کرتا ہون کہ ان کے آباد ہونے پر پنچایتی حکومت قایم کیجایے گی۔ مجھے یہہ ڈر نہین کہ یہہ لوگ طاقت پکڑ کر مجھے نکال دینگے۔ اس لیے مین ان کی تعلیم و تہذیب اور تربیت کا مخالف نہ ہونگا۔ میرا اشتہار یہہ ہے۔

اشتہار

(۱) کرہ مریخ کی آب وہوا انسانی آبادی کے قابل ہے۔ اس کرہ کے مفصل حالات ایڈیٹر اخبار زمیندار سے معلوم ہو سکتے ہین۔ اس کرہ کی آبادی کے لیے فی الحال پانچ لاکھ ہندوستانی زمیندارون کی ضرورت ہے۔

(۲) تمام درخواستین بذریعہ ایڈیٹر اخبار زمیندار آنی چاہئین۔

(۳) مریخ تک پہونچنے کا کرایہ فی کس پانچ روپیہ ہوگا اور رستہ کی خوراک ہمارے ذمہ ہوگی۔

(۴) مریخ مین پہونچکر بیس سال تک جنگلون کے پھلون پر گزارہ ہو سکتا ہے۔ اس عرصہ مین آلات کاشتکاری تیار کیے جائینگے۔ وہان کے جنگلی بیلون کی نسل کو سدھایا جائیگا اور زراعت کی باضابطہ کارروائی شروع کیجایے گی۔ اس بیس سال کے عرصہ مین کسی سے کسی قسم کا محصول نہ لیا جایگا البتہ ہر ایک شخص کو تین گھنٹہ یومیہ کام کرنا ہوگا جس سے زراعت کے کام کی تیاری ہو سکے۔

(۵) زراعت کی باضابطہ کارروائی شروع ہونے پر ہر ایک شخص اس زمین کا مالک اور مختار ہوگا۔ جس پر اس نے قبضہ کیا ہو۔ پیداوار کا صرف بیسوان حصہ بطور خراج زمین واسطے

نظم و نسق آبادی کے کیا جائے گا۔ نہروں کا آبیانہ بالکل معاف ہوگا البتہ اگر کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک نہر لیجانی ہو تو اُس کی کھدائی وغیرہ کا خرچ زمینداروں کے ذمہ ہوگا۔

(۶) اس طرح کا خرچ ایک ایسی پنچایت یا کمیٹی کے سپرد ہوگا جس کے ممبر خود آباد کار منتخب کرین گے۔ ایک بڑے شہر مین بڑی کمیٹی ہوگی اور باقی قصبات اور دیہات مین اُس کی شاخین ہون گی۔ تمام کاروبار اور تمام انتظام پنچایت کے متعلق ہوگا۔ اور تمام مقدمات ان پنچایتون کے ذریعہ سے فیصلہ ہون گے۔

(۷) انفصال مقدمات کے لئے نہ کوئی کورٹ فیس اسٹامپ یا طلبانہ لیا جائے گا نہ عرضی نویس رکھے جائین گے۔ اور نہ وکیلون کی ضرورت ہوگی۔

(۸) پنچایتین اپنے قواعد آپ بنائین گی۔

(۹) ... صول ہین جن پر دائمی عمل در آمد رہے گا۔ باقی فروعی قوانین اور ہدایات حسب ضرورت ... پنچایتین بنایا کرین گی۔

... خفیف جرایم کی سزا خفیف ہوگی اور سنگین جرایم کی سزا عبور دریائے شور یا پھانسی کے ... ہوگی کہ مجرم کو یورپ یا امریکہ کی زمین پر بھیجدیا جائے۔

اگر ہندوستان کے زمیندار اور آباد کار میرے اس انکشاف اور تحقیقات سے فایدہ ... چاہتے ہین تو بذریعہ اخبار زمیندار مجھے اطلاع دین۔

(دستخط) ایم۔ ایچ واشنگٹن صاحب سابق پروفیسر جیالوجی (علم الارض) و ایسٹرانومی (علم الافلاک) برکلی واقعہ کیلیفورنیا امریکہ

(اخبار زمیندار)

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ☆ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

ناظرین! جو کچھ رسالہ بیضا نے اس قلیل مدت مین کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار کاغذ اور چھپائی ... ہے وہ آپ لوگوں سے پوشیدہ نہین۔ مگر باستثناء چند معاونین کے دیگر کرمفرماؤن نے ... اشاعت مین اس وقت تک توجہ نہین فرمائی۔ اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار ... بہت جلد رسالے کے حجم اور حیثیت مین اضافہ کرسکین گے۔ ہمارے ارادے اور ہمارے ... کی ذراسی توجہ پر منحصر ہے۔

ایڈیٹر

معمائے لانجیل اور حل معما

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی سابق جج کی نظم "معمائے لانجیل" جو معزز رسالہ دکن ریویو کے مارچ ۱۹۰۶ء کے نمبر میں شایع ہوئی ہے حسن و لطافت کا ایک دلکش مرقع ہے - واقعی جس خوبی سے انھون نے حافظ علیہ الرحمتہ کے چند اشعار پر تضمین کی ہو وہ انھین کا حصہ ہے - لایق ناظم نے موجودہ نظام تعلیم کے تمدنی اثرات کا خاکہ اس قابل داد شوخی کے ساتھ کھینچا ہے کہ گویا فلسفیانہ زندہ دلی کی جیتی جاگتی تصویر دکھا دی ہے تمدن اور مذہب کے باہمی تعلقات کا اس خوبصورتی سے اظہار کرنا خان بہادر ہی کا کام تھا لیکن چونکہ انکا مسلک وہ قدامت پسندی ہے جس کے توغل سے قومی ترقی مین پچھلے دلون بہت کچھ رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی لہذا ہمارے محترم دوست مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب اختر بی - اے الہ آبادی نے اعتدال کے پہلو پر غائر نظر ڈال کر اس غلطی کے رفع کرنے کی کوشش کی ہے جس مین خان بہادر کی نظم کے معمولی پڑھنے والے کے پڑ جانے کا احتمال ہو سکتا ہے - اپنے رنگ مین جناب اختر کی نظم "حل معما" بھی بے مثل ہے اور ہمکو قوی امید ہے کہ اس کی رنگین شوخی بھی کچھ کم مرغوب نہ ثابت ہو گی - ان دونون نظمون کا پورا لطف بغیر ساتھ ساتھ شایع ہوئے نہین آ سکتا - لیکن ہمکو اندیشہ ہے کہ بعض احباب اس کو مجادلہ کا ایک پہلو تصور کرین گے لہذا ہم کو صاف طور پر بتا دینا لازم ہے کہ خان بہادر کی نظم کا بحیثیت نظم جواب شایع کرنا ہمارا مقصود ہرگز نہین بلکہ تعلیمی اور تمدنی تعلقات پر دو قابل قدر رایون کا پبلک کے سامنے اس غرض سے لانا مقصود ہے تاکہ پبلک کو لطف کے ساتھ مستفید ہونے کا موقع ملے۔

ایڈیٹر

معمائے لانجیل

خدا جانے کہا کس نے یہ اِک دن سید احمد سے
کہ مشرق کو نظر آتا نہین مغرب سے چھٹکارا

گئی دنیا تو ہم پھر دین کو کیون اب لگا رکھین
بُرا معلوم ہوتا ہے مسائل کا یہ پشتارا

نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ اب بار ہے ہم پر
مزاحم ہین مگر یہ مولوی ان کا نہین چارا

وہ چھینٹے دیجئے ان کو حکیمانہ طریقون سے
کہ بجھ کر راکھ ہی ہو جائے مذہب کا یہ انگارا

چلے مقراض تدبیر ایسے پیچیدہ طریقوں سے — کہ جڑ کٹ جائے مذہب کی یہہ گر ہو نہیں یارا
عمل جاتا ہے بالکل فقط الفاظ رہ جائیں — انھیں بھی پست کر دے مغربی حکمت کا نقارا
بہت ممدوح ہو جائیں گے آپ تعلیم یورپ میں — عجب کیا ہے کوئی لیڈی بھی لکھے آپ کو پیارا
قیامت کر گیا یہہ لفظ لیڈی گوش سید میں — لگے کہنے زہے دولت اگر حاصل شود آرا

اگر آن لیڈی لندن بدست آرد دل ما را
بچشم مست او بخشیم تسبیح و مصلا را

مصلے کو غرض تہ کر کے رکھے حضرت سید — جو طاقت آ گئی تھی دل میں اس طاقت سے للکارا
ادھر تحریر ادھر اسپیچ ادھر سازش ادھر بندش — اسے جھڑکا اسے ڈانٹا اسے گھانٹھا اسے مارا
نتائج پر نظر کب مرد عاشق تن کی ہوتی ہے — وہ سمجھے میں نئی اک قوم کا بن جاؤنگا دارا
دو روزہ پالسی نے اس طرح سے تقویت دی کی — ادھر بجنے لگا فتح و ظفر کا پھر تو نقارا
ڈنر بھیجے تبسم شوربے وعدے بنے گیسو — وہ گیسو جن سے پھیلی بوے مست عنبر سارا
حواس ظاہری کے دام سے بچنا ہوا مشکل — کجا موہوم حوریں اور کجا پریوں کا نظارا
وہ ٹوٹے یہہ گرے وہ پھسلے یہہ چت انکو غش دکیا — نہ ایمان میں رہی طاقت نہ دل میں ضبط کا یارا
حریفان طرب انگیز نے چھیڑا ساز عشرت کو — بجایا سب نے مضراب ہوس سے دارا دارا
بتوں کے عشق میں پڑ ہی چکے تھے عقل پر پتھر — پسوں کا بے تکلف چڑھ گیا ہر قلب پر پارا
غریبان دردمندوں بیکسوں کے دل کی کیا ہستی — وہ حالت پیش آئی تھی کہ جس سے قوم ہو خوارا
نہ حالی نے سکت پائی نہ مہدی نے مفر دیکھا — چھٹا ہر دل سے آخر وعظ آزادی کا فوارا
زبان حال سے فریاد تھی یہہ اہل تمکین کی — کہ اے نظم جہان را حافظ و اے عرش آرا

فغان کین سحر فن دلکش مستان آفت ایمان
چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

تعجب ہو گیا سب کو کہ ایسا مرد با تمکین — بصیرت کھو کے اپنی یوں بنے دنیا کا ہرکارا
حباب آسا جو آسانی سے ٹوٹا گنبد مذہب — تو کیا اقبال و عزت کا ادھر بہنے لگا دھارا
مناسب کچھ مگر دیکھا جو بالآخر تو کیا دیکھا — وہی اینٹیں وہی پتھر وہی چونہ وہی گارا
ادھر شیرازۂ قومی کو ہم ہیں توڑتے جاتے — ادھر بازی حریفوں کے یہی ہاتھ آگئی ہر بار
نتیجے ہم نے خود آنکھوں سے دیکھے روز روشن میں — فلک نے سرکشوں کو خاک ناکامی پہ دے مارا

کہین تحقیرِ مذہب کی کوئی تعظیم کرتا ہے
بجھا کر نور دل کو کب ہے چمکا بخت کا تارا

بہت ہے غفلت و ترکِ عمل دنیا مین یہہ مانا
عقیدہ اصل ہے لیکن نہ ہونا چاہئے پیارا

مدارِ خیر خواہی ترکِ مذہب پر نہین ہرگز
ہر اک نے دل مین انگلش کی ہو لالچ کا دم مارا

نہ تھا یہہ مطلبِ سارہ کہ اسمٰعیل کافر ہو
حریفانہ نہو انداز مطلب تھا یہی سارا

جب اپنی ہسٹری ہم بھول جائین گے تو کیا ہوگا
خدارا اک نظر اس سین کا کرتے تو نظارا

تعجب تھا کہ ایسے مردِ معقول مہذب نے
غلط کاری یہہ کیون کی نقد ہمت کس طرح ہارا

صلوٰۃ بے وضو سے رو رہی ہو اس طرح مسجد
ادھر قرآن بے رغبت ہے دل مذہب کا سیپارا

مشینین چل رہی ہین اور کسی کی کچھ نہین چلتی
ادھر ہین بے چھلے کندے ادھر ہے برق تیر آرا

تعجب تھا کہ آخر کیون ہوئین یہہ حالتین پیدا
نہ تھا یہہ مطلبِ سید کہ اس رخ پر چلے دھارا

خود اپنی قوم کی تحقیر کرنا اس کے کیا معنی
یہہ کس جادو نے بچون کو کیا خود بین و خود آرا

کہین اطفال نادان ہین کہین پیران نابالغ
یہہ غوطے کھاتے ہین نفرے مین آتا ہے وہ بیچارا

یہہ اخلاقی بیہاو صافی بنائین ٹوٹتی کیون ہین
یہہ نفسِ مطمئنہ پر ہوا کیون غالب امّارا

یہہ کس کُل کے بنین گے جز و کھو کر اپنی ملت کو
مگر ہان اپنے پہلو مین بٹھالے کوئی بیچارا

ہمارے حکمران تو ہیچ مین سرگرمِ طاعت ہون
تو ہم بندے پھرین کیون دشتِ بے دینی مین آوارا

عمل مطلوب ہے بیشک مگر نور اپنا کیون کھو دین
زمانے کو ہے گردش ہم نہین ثابت ہے سیارا

ہو الاول ہو الآخر یہہ شہدِ روح پرور ہے
پھرو آزاد ہو کر یہہ ہے یا لو کا شکر پارا

بٹھایا کیون نہین جاتا یہہ نقشِ جان فزا دل مین
کہ روحانی ترقی مین ہو لڑکا عرش کا تارا

بشیر و حضرتِ مہدی کو ہے دن رات فکر اس کی
مگر ہین یہہ تو دو موجین ادھر غفلت کا ہے دھارا

ہین یہہ پیچیدہ بحثین پیش کرنے کو تھا آمادہ
کہ اتنے مین جنابِ حضرتِ حافظ نے للکارا

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

حلّ معمّا

ابھی کچھ دن ہوئے حالت یہہ تھی اسلامیون کی
کہ گویا پا چکے علم و عمل دونون سے چھٹکارا

ادھر مغرب کا طوطی بولتا تھا علم و حکمت مین
تعصب کی ادھر جو مین تھین دو غفلت کا نقارا

جہالت ہی نہین جہل مرکب کا تسلط تھا
عوام الناس کیسے عالمون مین تھے بہت ایسے
نہ کامل علم باطن مین نہ ماہر علم ظاہر سے
نہ استدلال کی حاجت نہ برہان کی ضرورت تھی
روایت اور درایت کیا غرض تحقیق سے کب تھی
سیر مین خرق عادت کے غلط بھر بھر کے قصے
وجاد و لشم سے جھگڑون کا اٹھایا اس طرح طوفان
جب آتے بحث پر خلق عظیم اپنا دکھاتے تھے
وہابی سنی و شیعہ باہم ایسے جھگڑتے تھے
کسے لفظی نزاعون سے بہی فرصت تھی جو سمجھا
نزاع باہمی مین تین صورت تھین ساری
وہ اسلامی اخوت تھی جو سچ مذہب کا رونق
نظام مذہبی کا سلسلہ کچھ اس طرح بگڑا
عبادت مین خلوص آے کہان سے جب یقین نہ ہو
پرستش قبر کی شیوہ ہوا تھا اہل ایمان کا
یہہ مذہب تھا جسے تعلیم ربانی سمجھتے تھے
وہ مذہب جس سے یورپ نے تمدن کا سبق سیکھا
وہ مذہب جس نے دی توحید کی تعلیم عالم کو
یہہ چھوٹ چھیڑ کے اپنا رنگ باندھا قوم جاہل مین
کسی کا پیٹ پلتا تھا فقط گنڈون کے لکھنے
دخل تھا ممتد خاصان تو جہل اک عام وردی تھا
فقیر اور پیر تھے از بس کہ طالب قرص بیضی کے
قلاقت اور جہالت اس طرف تھی قوم مین پھیلی
زبان حال سے کہتا تھا ہر اہل دخل دل مین

بزعم خویش ہر جاہل تھا چرخ علم کا تارا
بہائم پر کتابون کا لدا ہو جیسے پشتارا
مگر دھو ہی کہ ازبر ہے ہمین تو فلسفہ سارا
فقط اک کفر کے فتوے پہ ملے تھا مسئلہ سارا
کہ ہر نسخہ تھا ان کے واسطے قرآن کا سیپارا
بنایا ملت بیضا کو نہایا تون کا پشتارا
ھی جس کا مطلب نوح دل سے دھل گیا سارا
عصا پر ہاتھ لبیک اللہ زمیں العرض دیارا
کہ جیسے ایک نے ہو دوسرے کا باپ ہی مارا
زمانے کو صول پاک حکم داور دارا
کسے تھا روکنے کا حوصلہ اغیار کے یارا
سبد صاری جب تو شیرازہ تمدن کا کھلا سارا
کہ ہر پیر طریقت بن گیا جنت کا ہرکارا
کہ جنت کا اجارہ دار ہے درویش خود آرا
جہان روضہ بنا دیکھا بجایا جا کے نقارا
یہہ مسلک تھا جو تھا ہر ایک کو توحید سے پیارا
وہ مذہب جو کہ تھا تہذیب کا مہر جہان آرا
بنا اک مسلک شرک خفی و دین کفر آرا
کہ گویا صاحب اعجاز تھا ہر شیخ بھٹیارا
کوئی روزی کماتا بیچکر تعویذ اور نارا
اگر عیار تھے رہزن تو نابینا تھا بنجارا
طواف خانہ اہل دل تھا حج سے بھی پیارا
ادھر تھے پیر جی اس فکر مین غلطان کہ آیا را
زہے قسمت جو بندے زحمتے حاصل شود مارا

اگر آن قرص نورانی بدست آید کنون مارا
بسیمین عارضش حالا دو چشم دین و دنیی را

جو اہلِ دل تھے اُن کے دل میں ہوا یہ آخر | خیالِ نصرتِ اسلام نے اک جوش سا مارا
اُٹھا آلِ رسولِ پاک سے اک مرد صاحب دل | جو طاقت صدق کی تھی دل میں اُس نے اظہار نکالا
کیا بیدار ساری قوم کو اُس خوابِ غفلت سے | کہ جس سے جسم قومی میں نہ تھا جنبش کا بھی یارا
ہوئی احساس سے جنبش ہوئی تحریک جنبش سے | بالآخر ہو گیا قومی ترقی کا رواں دھارا
غریبوں دردمندوں بیکسوں کی دستگیری کو | بہت لوگوں نے اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ پر مارا
بندھا شیرازہ جب قومی تمدن کا تو پھر گیا | نظر آنے لگا ہر شخص کو اقبال کا تارا
ہوئے کوشاں ترقی کے جو سب مل کر تو یہ دیکھا | کہ کشتی پار لے جانے کا ہم میں ہے ابھی یارا
بہم ملنے سے وہ قوت ہوئی پیدا کہ عالم میں | دوبارہ ڈوب کر طالع ہوا اسلام کا تارا
ہوا تحقیق اور تنقید کا وہ نور پھر طالع | کہ جس سے ہو گیا پُر نور یہ ظلمت کدہ سارا
اصولِ ملتِ بیضا ہوئے عالم پہ پھر ظاہر | اُفق سے پھر نمایاں ہو گیا مہرِ جہاں آرا
شکم کے تھے جو بندے پیرجی گھبرا لیے بیچارے | پکارے جڑ کٹی مذہب کی گر یوں ہی چلا آرا
یہ کیوں مُنہ دینِ حق سے موڑ کر دنیا پہ گرتے ہو | کہیں طوفاں نہ بنجائے ترقی کا یہ فوارا
غرض یہ تھی کہ صید ایسا نہ ہو پرواز کر جائے | بڑی مشکل سے کیا حالتِ غفلت میں تھا مارا
مگر اب کر اُن کا کھُل گیا تھا اہلِ بینش پر | یہاں کس نے سنا گو پیرجی نے لاکھ سر مارا
نہیں سیلِ ترقی کی مگر رفتار ابھی اتنی | کہ جہلِ ناسزا کا منہدم ہو جائے گھر سارا
بہت مل ایسے ہیں جن پر رہا اُنکا اثر باقی | بہت لوگوں کو اُن کے ہاتھ سے مشکل ہے چھٹکارا
یہ حالت اہلِ بینش پر گذرتی ہے گراں لیکن | بجز فریاد کے اس وقت کچھ بنتا نہیں چارا

فغان کین زاہدِ سالوس پر مکر و دغا وین
چنان بُردند روحِ ما کہ ترکان خوانِ یغما را

مگر انصاف کی پوچھو تو موجودہ ترقی بھی | نہیں ہے اس قدر کامل جسے کہیے جہاں آرا
ہوا گو صیقلِ زنگِ جہالت وعظ سید کا | اثر کا مادّی حکمت کے ہم پر چڑھ گیا پارا
خطا و سہو سے خالی نہیں کوئی بشر ہرگز | فرشتہ تو نہ تھا انسان تھا آخر یہ بیچارا
نہ سمجھا یہ کہ کس حد تک اصولِ حکمتِ ظاہر | مقابل علمِ روحانی کے ہو سکتے ہیں صف آرا
مگر تاہم وہ کورانہ طریقہ تو مٹا جس سے | اصولِ علم و حکمت اُٹھ گیا تھا وہم سے سارا
نظر اب عالمانِ مذہبی کی اور ہی کچھ ہے | فضلے اوجِ رفعت پر ہے اب عقلوں کا تھا بارا

بحمد اللہ کہ سوچی قوم یعنی معتقد اون کو
نظر آنے لگا ہے قوم کی حالت کا نظارا

اثر آخر یہ کس کا ہے خدا انکو بتا دیجے
کہ آخر آپ نے دیکھا ہے پچھلا حال بھی سارا

بھلا کس حد کی ہے نئی دوا یہ موزوں ہے جتنا
نہ چونکانا انہیں گر خواب سے نیچر کا ہرکارا

تمدن گر نہیں تو دین کے احکام ہیں مہمل
شریعت ضابطہ۔ فطرت اصولِ داورِ دارا

غلوِ نقشِ روحانی بھی اک باطل پرستی ہے
نہیں اسلام رہبانیتِ عیسیٰ کا ہرکارا

نہ سمجھو مصلحانِ قوم میں سے ان کو دنیا میں
جو روحانی ترقی کو نہ سمجھے آنکھ کا تارا

مگر ممکن بھی ہے یہ کہ اہل نورِ روحانی
بنیں گے بعض برزخ کبریٰ کہ جیسے صبحِ دہر آرا

نہ سمجھیں گے یہ جب تک اعتدالِ دین پہ شیخوں کو
بلندی سے ہیں یہ گوش کا جب تک کہ ہے تارا

تمدن اور مذہب کو نہ جب تک یہ ملائیں گے
نہ پھیلے گی ہدایت مثلِ بوئے عنبرِ سارا

اگر یوں پشت پر عالم رسولِ پاک ہو جاتے
نکلتا کس طرح اسلام کا مہرِ جہاں آرا

مگر اکبر نہ واضح کر سکا مفہوم اصلی کو
فقط بحثوں پہ آمادہ ہوا ہی تھا وہ بیچارا

بڑھا تو تھا وہ آگے کچھ نہ کچھ کہنے کو تھا لیکن
جنابِ حضرتِ حافظ نے یوں جب سے للکارا

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

رباعی

اکبر سے کسی شخص نے پوچھا جا کر
فرزند کو کیوں تم نے ولایت بھیجا
سید کے تو منہ آتے ہیں حضرت اکبر
فرمایا کہ العلم حجاب الاکبر

غزل حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

ٹکڑے جانوں کے پڑے ہیں شورِ افغاں سے مرے
کیا سبھی واقف ہیں یا رب سینۂ پنہاں سے مرے

خار چلتے پھرتے ہیں سارے بیاباں سے مرے
ہوگیا یاروں کو سودا فکرِ درماں سے مرے

ضبطِ وحشت کا ارادہ بھی اگر ناصح کروں
چاک ہو جائے جگر پہلے گریباں سے مرے

رہبری کیسی بہت کھوئے گئے ایسے یہاں
خضر بچ کر ہی چلنا بیاباں سے مرے

ہوں مشابہ زلف کے سر پر چڑھانا چاہیے
تم کو نفرت کیوں ہوئی حالِ پریشاں سے مرے

بیقراری کیون ہے دل تیر کبھی لیتا ہون تھم
ہاتھ کو فرصت تو ہو چاک گریبان سے مرے

مژدہ اے شوقِ شہادت وقت آ پہونچا قریب
غیر کرتا ہے گلے اُس آفتِ جان سے مرے

ہے حیا نادم ہم ہونٹون کو ظالم بیچ بتا
تجکو کیا لذت ملی ہے شورِ افغان سے مرے

چاک کر ڈالا اسے پر نہ دشمن دیکھ لے
نامہ پر پرزے اُٹھا لا خط کے تو دامان سے مرے

مین ترے ہاتھون کے صدقے واہ رے ناوک فگن
بھر دیے ناسور سب تیرون کے پیکان سے مرے

تم جلاتے کس لئے غیرون کو اپنی بزم مین
ہین یہہ تدبیرین اُٹھانے کی گریبان سے مرے

ناقۂ لیلا اگر آیا نہین مجنون تو پھر
کون تنکے کھا گیا چُن کر بیابان سے مرے

سوزِ الفت دیکھنا اے برق گر تک ہے جو شک
ایک شعلہ سا لپٹ جاتا ہے دامان سے مرے

حضرت خورشید سکندرآبادی

لاکھ تدبیر کی الفت کا نہ آزار گھٹا
جس قدر درد بڑھا آپ کا بیمار گھٹا

کیون رلانے کو یہہ آئی ہے شبِ تار گھٹا
ابرِ غم اور بڑھا دے گی دھوان دھار گھٹا

داغ سے قطعِ نظر نور مین ہیتا نہ ہوا
ماہ جب اُس کے مقابل ہوا ہر بار گھٹا

پھنس گئے طائرِ دل دام مین اُس کے لاکھون
اب تو ظالم تو خمِ کاکلِ خمدار گھٹا

رفتہ رفتہ ترے بیمار نے صحت پائی
ضعف سے درد گھٹا موت سے آزار گھٹا

کون سے روز قیامت ترے قامت سے بڑھی
فتنۂ حشر نہ کس دن دمِ رفتار گھٹا

کانٹے کیا کیا نہین کھٹکے کوئی چھالا جو بڑھا
آبلے پھوٹ کے رونے اگر اک خار گھٹا

مین نے فرقت مین نہ پایا کسی پہلو آرام
تمکو دیکھا تو ذرا دردِ دلِ زار گھٹا

مول کچھ بھی نہ بڑھا مفت خریدار بڑھے
آپ کے حسن کا افسوس یہہ بازار گھٹا

بادہ خوارون کے بڑھے شوق جو ساقی نے کہا
مے پرستو ہوئی کعبہ سے نمودار گھٹا

لیکے کیا نکلے ہین ہم گوہرِ مضمون خورشید
آہ جس وقت مین نرخِ دُرِ شہوار گھٹا

جولیس قیصر

نمبر ۱

جولیس قیصر میں عالی ہمتی کا ایک یہہ مادّہ موجود تھا کہ وہ بمقابلہ اپنے اور ہمعصرون کے حسد اور کینے سے بہت زیادہ مبرا تھا۔ باوجود اختلاف رائے باہمی کے وہ سسرو کی دل سے تعریف اور عزت کرتا تھا۔ جب کلاڈیس کو اقتدار حاصل ہوا اور وہ سسرو کو نقصان پہونچانے کی تدبیرین کرنے لگا تو جولیس قیصر نے سسرو کو اپنی فوج مین لفٹنٹ کا عہدہ قبول کر لینے کی ترغیب دی اور محض اس لئے تا کہ کلاڈیس کے زمانہ اقتدار کے ختم ہوجانے تک اُس کو ایک حیلہ شہر روما سے باہر چلے جانے اور اُس کے شر سے بچ جانے کا مل جاے لیکن سسرو ایک لمحہ کے لئے اپنے عزیز وطن کو چھوڑنا نہین چاہتا تھا اور اُس کا یہہ بھی خیال تھا کہ کلاڈیس کا مقابلہ بخوبی کر سکے گا اس لئے اُس نے عہدہ لفٹنٹ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گو اُسے بعد مین پشیمانی اُٹھانی پڑی اس لئے کہ کلاڈیس کو یہان تک غلبہ حاصل ہوا کہ جس عزیز وطن کو سسرو نے عزت کے ساتھ ایک معقول عہدے کو قبول کر کے چھوڑنا پسند کیا تھا اُسی سے اُس کو جان بچا کر پوشیدہ طور پر بھاگنا پڑا۔

جولیس قیصر کے دونون کم حوصلہ شرکا یعنی کریسس اور پامپی اپنے اپنے مقاصد پر جلد فایز ہوگئے۔ کریسس ایشیائی ممالک مین اور پامپی اُس عظیم الشان صوبے مین جس مین اسپین اور افریقہ دونو شامل تھے پرو کانسل مقرر ہوگئے۔ مگر کریسس روما سے جا کر ایک جنگ مین جو پارتھیس سے ہوئی کام آگیا۔ پامپی روما ہی مین رہا اور اپنے صوبے کا نائبون کے ذریعہ سے انتظام کرتا رہا۔ روما کو چھوڑنا اُس نے اپنے مناسب نہ سمجھا کہ ممبران سینیٹ پر جو اثر اُس کا قایم ہوچکا ہے وہ جاتا نہ رہے۔ ممبران سینیٹ کا یہہ خیال تھا کہ جولیس قیصر کے مقابلے مین صرف پامپی ہی کو اپنا ملجا و ماوا تصور کرتے تھے اُسی سے یہہ لوگ امید کرتے تھے کہ وہ قیصر کے مظالم سے بچائے گا جس کو وہ بہت بڑا خود غرض سمجھتے تھے اور یہہ جانتے تھے کہ اپنے بزرگ ماریس کے عہد کی خرابیون کو دوبارہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

جولیس قیصر اُن لوگون مین تھا جو کسی عہدے پر مقرر کر دیے جائین تو اُس عہدے کی وقعت اور عزت کو مزید بڑھا دین اُس نے فوراً اِس امر کا اندازہ کر لیا کہ صوبہ گال کے حاکم ہونے کی حیثیت سے اُسے اِس قدر نام آور ہونے اور باقاعدہ فوج طیار کرنے کا موقعہ ہے کہ کسی صوبہ کے حاکم کو تمر ڈیرا پینیز پر فتح ہونے کے بعد سے حاصل کرنے کا موقعہ میسر نہین۔ صوبہ مذکور کا جنوبی حصہ جو پراونس کے نام

سے مشہور تھا اہل روما کی نو آبادیون سے بھرا ہوا تھا اور اطالیہ کی تہذیب کا اثر اُس مین موجود تھا اور شمال کی طرف آگے بڑھکر قوم ایڈوی جو چند چھوٹے چھوٹے فرقون پر حکومت کرتی تھی آباد تھی۔ یہہ لوگ اہل روما سے صلح رکھتے تھے اور جو تجارت اُن کی کوہستانی معدنیات کی وجہ سے اُن کے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اُس کی وجہ سے اُن مین بھی کسی حد تک تہذیب کا اثر ہو گیا تھا لیکن اُن سے آگے ایک وسیع ملک وحشی کلٹ قوم سے آباد تھا جنکے مایۂ شہرت صرف وہ غارتگرانہ حملے تھے جو وقتاً فوقتاً اپنے مہذب ہمسایون پر کیا کرتے تھے۔ جب قیصر روما مین عہدۂ کانسل پر ممتاز تھا اُس زمانے مین قوم ایڈوی کے حکمران نے جس کو اہل روما ڈیوٹیکس کے نام سے پکارتے تھے روما مین آکر سینیٹ کے روبرو ایک پُرجوش تقریر کی جس کا ترجمہ اہل سینیٹ کو سنایا گیا۔ اُس کا ماحصل یہہ تھا کہ جرمنی کی ایک زبردست قوم معہ اپنے سردار آریووسٹس کے اہل سوان کی تحریص و ترغیب کے موافق دریاے رائن کے اِس پار آگئی ہے اور قوم ایڈوی کو اُن کا خوف اِس قدر غالب ہے کہ اُنھون نے اپنی حکومت کو خیرباد کہہ کے اُن سے مل جانا اور اُن کے ساتھ ملکر ممالک محروسہ رومتہ الکبریٰ پر دست درازی کرنا اختیار کر لیا ہے لیکن ڈیوٹیکس نے اُس عہد کو جو اِس عظیم الشان سلطنت کے ساتھ مستحکم ہے توڑنا پسند نہین کیا اور اپنے ملک سے بھاگ کر یہان اِس غرض سے آیا ہے کہ تمام حالات کا اظہار کر کے دشمن کے دفع کرنے پر سلطنت روما کو آمادہ کرے۔ سینیٹ کو جب یہہ حالات معلوم ہوے تو اُنھون نے امداد کا وعدہ کیا لیکن اِس مین ابھی دیر تھی اِس لئے کہ قیصر کا صوبۂ گال کا حاکم مقرر ہونا طے شدہ امر تھا اور اُس کو ابھی عہدۂ کانسل کا کچھ زمانہ ختم کرنا باقی تھا اور اُس کے بعد افواج کا مہیا کرنا سرداروں کا مقرر کرنا اور سامان حرب فراہم کرنا یہہ سب ایسے امور تھے جو ذرا دیرطلب تھے۔ اِس اثنا مین جو لیس قیصر نے ڈیوٹیکس کو بڑی خاطر و مدارات سے رکھا اور اُس کے ساتھ نہایت ملاطفت کا برتاؤ کرتا رہا گو دونون ایک دوسرے کی زبان سے بالکل ناآشنا تھے۔

اِسی اثنا مین خبر آئی کہ حملہ کرنے والون کا ایک اور گروہ جس کا نام ہوئیٹی ہے اور جو کوہستان آلپس کے وحشی اقوام مین سے ہے اپنے کوہستانی مسکن سے نہ صرف حملہ کرنے کی غرض سے آرہا ہے بلکہ گاڑیون مین اپنے بال بچون کو بھرے ہوے صوبہ گال مین مستقل طور پر قیام پذیر ہونے کی غرض سے اُترتا چلا آتا ہے۔ یہہ یقینی بات تھی کہ یہہ لوگ روما کے ہمسایہ پابند معاہدہ اقوام کی کھیتی وغیرہ کو نقصان پہونچانے اور اُن پر جبراً قبضہ کر لینے مین کچھ دریغ نہ کرین گے۔ وہ برابر بڑھے چلے آتے تھے اور دریاے رون کو جینیوا کے پُل پر عبور کرنے کی ٹھان چکے تھے۔

اِس خبر کا آنا گویا جولیس قیصر کی حالت کا مدبرانہ حیثیت سے فوراً سپاہیانہ حیثیت مین تبدیل ہو جانے کا سگنل تھا اگر وہ اِس وقت تک کانسل اور ملکی مدبر تھا تو اِس کے بعد سے وہ قطعاً پروکانسل اور جنرل ہو گیا۔ اُس نے بے تامل موقعہ پر پہونچنے کے لئے طیاری کر دی اور چونکہ لازمی طور پر ایک ایسی جماعت کی رفتار جو اپنے سارے سامان اور جملہ لوازم ضروری کے ساتھ کوہستانی قطعات مین سفر کر رہی ہو بمقابلہ ایک جنرل کے جو اپنے چند سردارون اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ پختہ سڑکون پر تیزی سے سفر کر رہا بہت سست ہو گی۔ اِس بنا پر قیصر نے آٹھ دن کے قلیل عرصے مین قبل اسکے کہ حریف پہونچ سکے جینوا پہونچ کر پل تڑوا دیا اب دریا رہون کا عبور کرنا مشکل تھا اِس لئے کہ اُس کا بہاؤ اِس قدر تیز تھا کہ تیرنے والون یا معمولی ڈونگیون کے چلانے والون کی کچھ نہین چل سکتی تھی۔

وہ لوگ بھی قریب پہونچ چکے تھے اور جب انھین یہہ حال معلوم ہوا تو انھون نے قیصر کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمین دریا کو عبور کر لینے دو ہم یہاونس والون سے کوئی تعرض نہ کرین گے بلکہ مغربی اقوام کلٹ سے لڑنے کا قصد رکھتے ہین۔ قیصر نے ایلچیون سے کہا کہ آج کے پندرھوین دن پھر آؤ اُس وقت جواب دیا جائے گا اور اِس قلیل مدت مین اُس نے پندرہ میل کے فاصلے مین دریا کے کنارے کنارے جھیل سے لیکر وادی جورا تک خندق اور دیوار طیار کر کے حملے کے روکنے کے لئے ایک گڈھی طیار کر لی اور پندرھوین دن یہہ جواب بھیجا کہ اہل روما نے آج تک کبھی ایسی بات کی اجازت نہ دی ہے نہ اب دین گے۔

حریف نے حملہ کر کے زبردستی نکل جانے کی کوشش کی اول تو وہ خود لڑے بھڑے تھے اُس پر قیصر کی افواج کا مقابلہ آخر کار انھین ناکامیابی ہوئی اور وہ شمال کی طرف ہٹ گئے اور وہان ڈیوٹیکس کے بھائی ڈمنارکس سے اڈوین کے ممالک کے اندر ہو کر صوبہ گال مین پہونچ جانے کی اجازت حاصل کر لی۔

قیصر کے پاس اُس وقت صرف ایک پلٹن تھی جس مین چھ ہزار آدمی تھے اور یہہ تعداد بمقابلہ باربیرین قوم کے زبردست گروہ کے کچھ بھی نہ تھی۔ جس وقت حریف شمال کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جولیس قیصر نے دریائے رون پر گڈھی کی حفاظت کے لئے اپنے سردار لبینس کو چھوڑ کر شمال کی طرف یعنی سس آلپائن گال کی جانب جو اُس کے صوبے کی سرحد مین واقع تھا تیزی سے کوچ کیا اور وہان پہونچنے پر دو پلٹنین اور بھرتی کین اور تین پلٹنون کو اپنے مقام سے

کوچ کرکے نزدیک سے نزدیک رستے سے جو نہایت دشوار گزار تھا کاٹین آلیس مین پہونچ جانے کا حکم دیا - اب جولیس قیصر کے پاس تین ہزار کی جمعیت ہوگئی اور وہ اُس ملک کے مخالف باشندون سے بچتا بچاتا سرعت کے ساتھ روانہ ہوا - اُس کو امید تھی کہ حریف کو قبل دریاے ساؤن سے عبور کرنے کے جا لیگا مگر جب وہ پہونچا تو حریف کی جماعت کا زیادہ حصہ عبور کر چکا تھا اور صرف ایک چوتھائی آدمی عبور کرنے کو رہ گئے تھے - اُس نے دفعتاً ایک شیرانہ حملہ کیا اور تمام جماعت کو تہ تیغ کر دیا - اس کے بعد اُس نے اپنی فوج ہی کے ذریعہ سے دریاے ساؤن پر پُل طیار کرکے ایک دن مین اپنی فوج کو دریا سے عبور کرا دیا اور بقیۃ السیف بابیرینون پر حملہ آور ہوا -

جولیس قیصر کی اس بلا کی تیزی کو دیکھکر حریف کے حواس جاتے رہے اور اُنھون نے پھر پیغام صلح دینے کی کوشش کی - اس موقع پر اُنھون نے ایک بوڑھے سردار کو بھیجا جس نے آکر اہل روما اور اہل گال کے باہمی سلوک کے بہتیرے قصے دہرائے لیکن قیصر نے جواب دیا کہ میری قوم اور میری قوم کے دوستون پر جو زیادتیان کی گئی ہین مین اُن کا بدلہ لینے کے لئے مامور ہوا ہون اور صرف اس شرط پر صلح کر سکتا ہون کہ تم لوگ صوبۂ گال کو خالی کر دو اور اُن نقصانات کا معاوضہ ادا کرو جو تمھارے غارتگرانہ حملے کی وجہ سے عاید ہوئے ہین -

سچ پوچھئے تو قوم ایڈون اُن مراعات کی مستحق نہ تھی جو قیصر اُن کے ساتھ کر رہا تھا کیونکہ انھین لوگون نے ہلویشین اقوام کو آنے کی اجازت دیدی تھی اور گو وہ اس وقت بظاہر قیصر کی افواج کے دوش بدوش جنگ مین شریک تھے مگر اُن کا حال یہہ تھا کہ معمولی سے معمولی مقابلہ مین فرار ہو جاتے تھے اور رومن افواج کے لئے سامان رسد مہیا کرنے کی بھی معقول کوشش نہین کرتے تھے - انجام کار جولیس قیصر کو ماننا پڑا کہ یہہ سارا فساد ڈمنارکس کا برپا کیا ہوا ہے (جو ڈیوٹیکس کا بھائی تھا) اور اُس نے اُسے حکومت سے معزول کرا دیا بلکہ اگر ڈیوٹیکس کی طرف سے بہت زیادہ سفارش نہ ہوتی تو اُسے قتل کرا دیتا -

اس کے بعد شہر بائبریکٹی کے قریب جو ملک ایڈون کا دار السلطنت تھا ایک جنگ عظیم ہوئی اور ہلویشین کا سارا زور اُس مین ٹوٹ گیا اور وہ اس امر پر مجبور ہوے کہ جولیس قیصر کی منظور کردہ شرائط پر صلح کر لین - جولیس قیصر نے اُن کے ساتھ نہایت ملاطفت کا برتاو کیا - اُس نے اُن کو قتل کیا نہ غلام بنا کر بیچا بلکہ اُن کے کوہستانی وطن کو واپس چلے جانے کی اجازت دیدی اور اُن کو کھانے پینے کا بہت کچھ سامان بھی دیا تاکہ جبتک وہ اپنی فصل نہ تیار کر لین اُن کے پاس بسر اوقات کا سامان موجود ہے -

(باقی آیندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

ڈورا - بہرحال اُس نے آج صبح کو اپنا عزم فسخ کرنے کی اطلاع دیدی - صبح کے ناشتے کے بعد وہ مجھے اپنے کمرے مین بُلا لے گئی اور مین جھوٹ نہ کہون گی اُس وقت تو وہ بڑی عنایت سے پیش آئی کہنے لگی کہ تمھارے مرحوم والد نے تمھین میرے سپرد کیا ہے اور اُن کی آخری وصیت یہہ تھی کہ تمھاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کی جاے مین نہین چاہتی کہ اپنی خوشی کو تمھاری خوشی پر مقدم کرون اور چونکہ تم باہر جانا پسند نہین کرتی ہو تمھاری خاطر سے مین بھی اپنا ارادہ ملتوی کرتی ہون -

مین - بس یہی تمھاری مرضی بھی تھی - اور اِس سے زیادہ تم کیا چاہتی ہو -

ڈورا - مسس میننگ ٹری آج صبح کو لنڈن جانے والی تھی اور اُس کے روانہ ہوتے ہی مین نے کتاب اُٹھالی اور بیٹھا ئکس پر جا بیٹھی - مین مسٹر لاسیلس کے ساتھ تنہا مکان مین نہین رہنا چاہتی اور میری خواہش یہہ ہے کہ مجھے واپس جانا نہ پڑے -

مین - مگر تم بالکل تنہا کیون رہو گی آخر ملازم بھی تو ہین -

ڈورا - بس ایک مسس ہچنگز ہی تو ہے اور کوئی بھی نہین - وہ جسے آپ نے اُس روز دیکھا ہوگا جب ابا جان کا انتقال ہوا تھا -

مین - ہان اُس وقت تو ایک ہی عورت تھی لیکن رسم تعزیت والے دن ایک اور عورت کھانا کھلا رہی تھی -

ڈورا - جی وہ مسس ہچنگز کی لڑکی تھی - کبھی کبھی اپنی مان کا ہاتھ بٹانے کو آجاتی ہے - مجھ سے پوچھیئے تو مسس میننگ ٹری نے جو کچھ رسم تعزیت ادا کی تھی وہ آپ ہی کے روبرو کی تھی اُس کے بعد سے تو اُس نے ماتمی لباس آج تک پہنا نہین - ملازمون کے بارے مین وہ کہتی ہے کہ جب باہر جانے کا قصد ہے تو ملازم رکھکر کیا ہون گے - مگر شاید اب ملازم رکھے جائین - بہت تکلیف ہے -

مین - شاید وہ لنڈن کو اِسی غرض سے گئی ہون -

ڈورا - ڈاکٹر صاحب کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ رات کو مکان پر سواے ہم لوگون کے اور کوئی کیون نہین رہتا -

مین - کیون مسس ہچنگز نہین رہتی ؟

ڈورا - وہ نو بجے رات کو چلی جاتی ہے اور صبح کے ناشتے سے پہلے آجاتی ہے - بالاخانہ بالکل سنسان رہتا ہے اور وہان بجز مسٹر لاسیلس کے اور کوئی نہین جاتا - میری ہمت تو پڑتی نہین کہ وہان جاؤن بلکہ مین تو اپنے کمرے مین بھی جاتے ہوے ڈرتی ہون -

مجھے یہہ بات کچھ اچھی نہ معلوم ہوئی کہ ڈورا مسٹر لاسیلس کے ساتھ تنہا اُس مکان مین رہے اکثر لوگ قیافے سے لوگون کی بابت رائے قایم کرتے ہین اسی طرح مین نے ڈورا کے متعلق بھی پہلی نگاہ مین رائے قایم کر لی تھی اور مسٹر لاسیلس کے چال چلن کا بھی اُسی وقت اندازہ کر لیا تھا جب وہ سرٹیفکٹ پر دستخط کرانے ۲ - جولائی کو میرے مطب مین آیا تھا -

مین - مسس مینگ ٹری کب تک واپس آئین گی -

ڈورا - اُس نے وعدہ تو شام ہی تک کا کیا ہے لیکن فرض کیجئے کہ کوئی اتفاق پیش آگیا - ریل ہی نہ ملی اور وہ نہ آسکی تو کیا ہوگا - مسس ہچنگز تو وہی نو بجے چل دے گی اور مین تنہا مسٹر لاسیلس کے ساتھ گھر مین رہ جاؤن گی - اس خیال سے میری طبیعت کو سخت الجھن ہوتی ہے مجھ سے تو اس طرح دم بھر بھی اُس مکان مین نہ ٹھیرا جائے گا مگر (رنجیدہ ہوکر) آخر وہان نہ رہون گی تو جاؤن گی کہان

مین جب اپنے گھر سے نکلا تھا تو یہہ قصد نہ تھا کہ پیاری ڈورا سے اظہار محبت کرون گا مجھے تو اُس سے ملنے کی بھی کچھ توی امید نہ تھی گو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی کہ اُس کے مزاج اور اطوار و عادات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اور توقف کرون کیونکہ جو کچھ رائے اُس کی نسبت مین اول ہی قایم کر چکا تھا اُس مین کوئی تغیر واقع ہونا ناممکن تھا مگر تاہم مجھے یہہ اندیشہ تھا کہ کہین اپنے دل کا حال کہکر اس شعر کا مصداق نہ بنجاؤن ؂

کیا ملا عرض مدعا کرکے ✤ بات بھی کھوئی التجا کرکے

لیکن جب اُس نے غمگین صورت بنا کر آخری فقرہ ادا کیا اور میری طرف مایوسانہ نگاہ سے دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور مین نے ذرا قریب آکر کہا کہ "تم میرے گھر کو اپنا گھر سمجھو مین تمھین سر آنکھون پر بٹھاؤن گا"

اس فقرے کے سنتے ہی بیری جمال ڈورا کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اب مجھے اپنی غلطی معلوم کرکے سخت پشیمانی ہوئی اور میرے دل مین یہہ خیال کانٹے کی طرح چبھنے لگا کہ ڈورا نے تو مجھے دوست سمجھکر اپنے دل کا راز مجھ سے کہدیا تھا مین نے اپنی حماقت سے اُس کو محض دوستی کی حد سے متجاوز سمجھکر ایسی جرأت کی جس سے پیاری ڈورا کے دل کو ضرور صدمہ ہوا ہوگا - ڈورا شرم سے پسینے پسینے ہوگئی اور گو اُس نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا مگر بعد مین اُس نے سر اٹھا کر کچھ ایسی گرم نگاہون سے مجھے دیکھا جس سے صاف ثابت ہوتا تھا

کرو میری اس جرأت پر ضرور کبیدہ خاطر ہوگئی ہے۔ گویا اُس کی نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ میں تجکو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔ مین نے اپنی ندامت مٹانے کی غرض سے پھر اُسی مضمون کو چھیڑنا مناسب سمجھا اور یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ درحقیقت جو کچھ مین نے کہا وہ محض ازراہ خلوص تھا اور اس لئے قابل معافی تصور کیا جا سکتا ہے اس خیال سے مین نے اس طور پر سلسلہ کلام کو شروع کیا۔

مین۔ شاید مین نے اپنے حوصلے سے زیادہ جرأت کی۔

ڈورا (بات کاٹکر) آپ کی بات کچھ میری سمجھ مین نہ آئی۔ میرا خیال ہے کہ شروع ہی سے آپ کے متعلق مین نے غلط رائے قایم کی تھی۔

مین۔ خدا کے واسطے یہہ نہ کہو مین اپنے دل کا حال بیان ہی نہ کردون۔ پیاری ڈورا مجھے تم سے محبت ہے۔

ڈورا۔ (حقارت آمیز لہجے مین) آپ مجھے چاہتے ہین حالانکہ ابھی شاید مجھ سے دو چار دفعہ سے زیادہ ملنے کا اتفاق نہین ہوا۔ نہ کسی موقعہ پر دو گھنٹے بات چیت کرنے کا۔

مین۔ اگر مین تم سے ایک دفعہ ملتا تو بھی وہی بات تھی اور ہزار دفعہ ملتا تو بھی۔ جس روز میری نگاہ اول تمھاری دل فریب صورت پر پڑی تھی یعنی جس وقت تم اپنے والد مرحوم سے ملنے کی امید مین نرائس والے مکان مین داخل ہوئی تھین اُسی وقت سے مجھے تم سے الفت ہوگئی تھی۔ مین اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہون مین جانتا ہون کہ تم کو میری الفت نہین ہے۔ مجھے لازم تھا کہ کچھ دنون اور صبر کرتا اور جب تمھاری طبیعت کا رجحان دیکھ لیتا تب تم سے اظہار محبت کرتا لیکن تمھاری بیچینی دیکھکر مجھ سے نہ رہا گیا میری والدہ لندن مین رہتی ہین مین اگر آج ہی تمکو وہان پہونچا دیتا تو وہ تم کو خوشی سے بیٹی کی برابر رکھتین یہان تک کہ تم اُن کی بہو بننا منظور کر لیتین۔

کچھ عرصے تک وہ عالم حیرت مین خاموش رہی۔ نہ مجھ سے آنکھ ملاتی تھی نہ کچھ بات کرتی تھی۔ اور چند لمحون بعد یہہ گفتگو شروع کی۔

ڈورا۔ (کسی قدر رک رک کر) ڈاکٹر صاحب۔ میری گستاخی معاف کیجئے گا۔

مین۔ مین خود معافی مانگتا ہون۔ پیاری ڈورا کیا میری درخواست کو منظور کرنا تمھارے امکان سے خارج ہے۔؟

ڈورا۔ (متانت سے) معاف کیجئے گا مین اس بات کو منظور نہین کر سکتی۔ مین آپ کی عنایات کی شکر گزار ہون۔ ایسی عنایات جنکا اس قدر سخت معاوضہ طلب کیا جاتا ہے۔ جب تک مین اپنی آیندہ قسمت کا

فیصلہ نہ کرون مین کسی بات کا خیال نہین کر سکتی یہان تک کہ اپنی ذاتی خوشی کا بھی۔
مین - یہی تو مین کہتا ہون - تم مجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر کے اپنی آیندہ قسمت کا فیصلہ کر لو - مین دولت مند تو نہین ہون مگر ایسا بھی نہین ہون کہ صرف طبابت ہی کے پیشے پر میری گذران ہو - خیر اس کو جانے دیجئے - اگر تم رضامند ہو تو مین یہان سے چلا جانے کو طیار ہون - جہان تمھاری خوشی ہو وہین رہون گا اور تا زیست تمھاری خوشی کو ہر بات پر مقدم سمجھون گا -
ڈورا - خطا معاف - اس قصے کو ختم کیجئے - مین آپ کی خواہش کو بجا نہین لا سکتی - آپ خود دیکھتے ہین کہ مین کس قدر مصیبت مین مبتلا ہون اور مین نہین چاہتی کہ دوسرے کو بھی اپنی مصیبت مین شریک کرون -
مین - وہ مصیبت کون سی ہے -
ڈورا - سچ تو یہ ہے کہ مین نے باوجود اپنا راز دل آپ سے کہہ دینے کے وہ تکلیف آپکو نہین بتائی جو میرے دل پر گذرتی ہے - مین نہین کہہ سکتی کہ اس پریشانی کی اصلی وجہ کیا ہے لیکن اس کو اپنے دل سے ہٹا نہین سکتی - بعض وقت مین یہ سوچتی ہون کہ جو کچھ میرا وثوق ہے وہ استدلال اور حجت سے زیادہ پُر لطف ہے - ڈاکٹر صاحب میرا دل بولتا ہے کہ کوئی سخت مصیبت مجھ پر آنے والی ہے -
مین - یہ خیال تمکو پیدا کہان سے ہوا -
ڈورا - مین کہہ نہین سکتی - مجھے تو ہوا کے چلنے مین بھی یہی آواز آتی معلوم ہوتی ہے کہ تو عنقریب کسی زبردست بلا کے دام مین گرفتار ہوا چاہتی ہے - اس خیال کا دل سے دور ہونا محال ہے مین کچھ ہی کرون اور کہین جاؤن یہ خیال میرے دل سے کسی وقت دور نہین ہوتا -
مین - لیکن اگر تم ایک منٹ بھی غور کرو گی تو تمھین معلوم ہو جائے گا کہ تمھارا خیال کس قدر بے بنیاد ہے -
ڈورا - ایسے خوف نہین کہنا چاہئے یہ تو اندیشہ ہے - مجھے معلوم ہے کہ آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہونی مشکل ہے - آپ تو یہی کہین گے کہ یہ میرے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے لیکن جب وہ بات سامنے آ جائے گی تو آپ کو خود معلوم ہو جائیگا اور آپ دیکھین گے کہ اُس وقت میرا کچھ بس نہ چلے گا -

(باقی آیندہ)

یدبیضا

دوستی

نمبر۲

آدمی کے بعض رشتہ دار ایسے ہوتے ہین کہ جن کو وہ جدا نہین کرسکتا مگر اُن سے باتین موافق اپنے رشتے کے کرتا ہے جیسے کہ بیٹے سے باپ بن کر بیوی سے میان بن کر۔ دشمن سے بعض شرائط کے ساتھ باتین کرسکتا ہے مگر دوست سے جیسا موقع ومحل ہو ویسی باتین کرسکتا ہے۔ وہ کسی ذات خاص سے مخصوص نہین ہوتین تھی ایٹر مین جو اپنے حصہ کا کام بغیر دوست کی شرکت کے پورا نہ ہوسکے تو بہتر ہے کہ اُسے چھوڑ کر چلا جائے

(۲) ہر نعمت مین ایک شیرینی لطافت دوستی پیدا کردیتی ہے وہی تنہائی بڑی ہولناک ہے۔ جس مین دوست نہون بے ایمانی کی بڑی سزا یہی ہے کہ بے ایمانون کو دوستون کی نعمت سے وہ محروم کردیتی ہے۔ جو شخص دوستی اختیار کرتا ہے وہ نئی ضرورتون کی بیڑیان پانون مین ڈالتا ہے۔

(۳) اگر ساری دنیا قبضے مین ہو اور کوئی دوست نہو تو وہ ہیچ ہے۔ اگر ساری دنیا کے بدلے مین ایک دوست ہاتھ لگے تو ارزان ہے۔ جیسا کہ مشتبہ دوست سے خوف ہوتا ہے ایسا دشمن سے نہین ہوتا

(۴) جو شخص اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے اور دوستی سے بھاگتا ہے وہ سخت الزام کے قابل ہے جو شخص کہ دوستی رکھتا ہے مگر اُس سے عام بھلائی کا خیال نہین رکھتا وہ نکوکاری کے بڑے حصے سے محروم رہتا ہے۔

(۵) جب شکاری کے ہاتھ سے ہرن زخمی ہو کر اپنے گلہ مین جاتا ہے تو اور ہرن اُس کو اپنے سینگون سے مار کر بھگا دیتے ہین گویا وہ بھی اصول حفاظت ذات پر عمل کرتے ہین۔ غرض خواہ حیوان ہو یا انسان دونون کو مصیبت کے وقت سچا دوست ملنا مشکل ہے۔

(۶) دنیا مین دوستی کا حال ایسا ہے جیسا کہ خزان مین درختون کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ جبتک درخت مین پتون کی پرورش کا رس بھرا ہوتا ہے وہ لگے رہتے ہین۔ جہان وہ ختم ہوا اُسے چھوڑ جاتے ہین ایسے ہی جب تک آسودہ حالی کی بہار رہتی ہے دوستون کی بھیڑ لگی ہوئی رہتی ہے جب مفلسی ومحتاجگی کی آتی ہے تو سب چھوڑ کر چلے جاتے ہین۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسکو مصیبت کے وقت کوئی سچا دوست مل جائے۔ اور اُس سے زیادہ وہ خوش نصیب ہے کہ جو دوستون

کا محتاج ہی نہ ہو۔

(۷) دوستی چاند کے گرہن دیکھنے کے لئے اور دشمنی پورا چاند دیکھنے کے لئے آنکھیں بند کر لیتی ہے بُرے آدمیوں کی دوستی صبح کے سایہ کی طرح گھٹتی ہے۔ بھلوں کی دوستی شام کے سایہ کی طرح بڑھتی ہے اور جب تک آفتاب حیات غروب ہوتا ہے قایم رہتی ہے۔

(۸) جو دوستی پاک اور مقدس ہوتی ہے موت سے پہلے اس میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ مرنے کے بعد وہ آلایش سے اور پاک و صاف ہو جاتی ہے۔ دوست کے عیب نظر سے چھپ جاتے ہیں اور خوبیاں اس کی جس کا چہرہ اب نظر نہیں آتا ہے قبر کی تاریکی میں روشن نظر آتی ہیں۔

(۹) دوستی دولت و حکومت ہے۔ دوستی زندگی کا ایک عنصر ہے۔ آگ پانی دنیا کو وہ آرام نہیں پہونچاتے جو دوستی پہونچاتی ہے۔ دوست کی خدمت کے لئے سب طرح کے کام کر جس سے تم خوش رہو۔

(۱۰) دنیا کے اندر دوستی زیادہ تر جلسۂ عیش و طرب اور بُرے کاموں کے واسطے ہوتی ہے۔ مگر جس دوستی کی نیکی پر بنا ہوتی ہے وہ مرنے پر ختم ہوتی ہے۔

(۱۱) نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ ارسطو کا قول ہے دوست ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔

(۱۲) آدمی دوست کو اس وقت بڑا خیال کرنے لگتا ہے جب اس کی قدر و منزلت کو اپنی توقع سے زیادہ لوگوں میں دیکھتا ہے۔

(۱۳) جھوٹی دوستی کا حال اس بیل کا سا ہوتا ہے کہ جس دیوار پر پھیلے اسی کو کمزور کر دے یا گرا دے۔ سچی دوستی کا درخت ایسا نہیں ہے کہ وہ جلد نشو و نما پائے گو وہ قدر و منزلت کی زمین کی گہری کھدائی میں لگایا گیا ہے۔ پھر بھی وہ بہت ہی صبح محبت آمیز ملاقاتوں کے پانی دینے سے پورا ہوتا ہے۔

(۱۴) نیک آدمی اچھا دوست ہوتا ہے اس کو جلد پسند کرو۔ اور دیر تک اس کے ساتھ نباہ کرو۔ اس وقت چھوڑو کہ اس میں وہ نیکی جس کے سبب سے پسند کیا تھا نہ رہے۔

(۱۵) ایک دوستی کی بُنیاد آزادی کی محبت اور ملک کی عظمت کے دو مضبوط پہاڑوں پر رکھی جاتی ہے۔ خدا پرستی۔ بہادری۔ مربیانہ محبت کے پلے اس پر بنائے جاتے ہیں۔ اور نیک دلی یگانگی اخلاق کے اعتبار کی عمارت اس پر چنی جاتی ہے۔ اور یوں یہہ عالیشان مکان ختم ہوتا ہے۔ ایک دوستی

کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے جس کو بیماری ناراضی اور ہوا ونفسانی کے ہولکے جھکڑ ایسا بدل دیتے ہین کہ نشان بھی باقی نہین رہتا۔

(۱۶) خالی آؤ بھگت سے دوستی نہین پیدا ہوتی۔ بلکہ وہ ایسی باتون سے پیدا ہوتی ہے جس سے محبت ثابت ہو۔ یہہ کام بڑی لیاقت کا ہے کہ ہم سچے طریقے سے کسی دوسرے آدمی کا دل تسخیر کرین۔ زور سے نہ کوئی دوست بنتا ہے نہ رہتا ہے وہ تو ایسا جانور ہے کہ سوائے مہربانی اور مرضی کے کسی اور چیز سے نہ پکڑا جائے نہ ہلایا جائے۔

(۱۷) ایسی محبت کی باتین کرو کہ جس سے لوگون کے دلون مین گدگدیان ہونے لگین۔ اور یہہ ثابت ہو کہ سوا اُن کی خوشی خاطر کے تم کچھ اپنی غرض نہین رکھتے۔ دل سے اُن پر تم احسان کرو اور اپنے تئین پیش کش اُن کا بنا لو۔

(۱۸) جو شخص دوست کے لئے کوئی کمینہ کام کرتا ہے تو وہ اُس طلائی زنجیر کو توڑتا ہے جو اُن کے دلون کو وابستہ رکھتی تھی۔

(۱۹) جو دوست تحفہ تحائف دیکر بنتے ہین وہ اُن کے دینے تک دوست رہتے ہین۔ موقوف ہونے پر اُن کی محبت نہین رہتی۔

(۲۰) سچی محبت کمیاب اور اُس سے زیادہ سچا دوست نایاب۔ خوش اقبالی کے زمانے مین سچے دوست بُلانے سے آتے ہین۔ اور بد اقبالی مین بن بُلائے۔

(۲۱) دوستون کے درمیان باتین بڑے مزے مزے کی ہوتی ہین۔ آزادی نصیحت۔ تعلیم۔ یہہ سب کچھ اِن مین ہوتا ہے۔ جو دل مین ہوتا ہے وہی زبان پر۔ کوئی بات پردے کے اندر نہین رکھی جاتی۔ جو دل مین جذبات اُٹھتے ہین اور خیالات آتے ہین۔ جو کسی چیز یا کسی شخص کی نسبت رائے ہوتی ہے۔ یہہ سب باتین ظاہر ہوتی ہین اور ایک دوست دوسرے کے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دیتا ہے اور ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے۔ یہہ خوبیان بھلا کس مجمع مین ہوتی ہین خواہ اُن مین کیسے ہی مختلف مضامین پر آزادی اور وسعت کے ساتھ مباحثہ ہو اور خواہ کوئی مضمون ہو۔ موسم بہار یا خزان یا وضع طرح تراش خراش۔

(۲۲) دوستی کے باب مین یہہ دانشمندانہ مقولے یاد رکھنے چاہئین۔ خیر خواہ بہت ہوتے ہین۔ مگر دوست چند ہوتے ہین۔ شیرین کلامی دوستون کو بڑھاتی ہے۔ اور خوش کلامی حبا سلامتیون کو زیادہ کرتی ہے۔ صلح ہزارون سے رکھو۔ مگر صلاح ہزارین ایک سے لو۔ دوستون کے انتخاب کرنے

مین ان نصائح کو یاد رکھو جب کسی شخص کو دوست بناؤ تو اُس کا اول امتحان کر لو جلدی سے دوست نہ بنالو- کیونکہ بہت سے اپنی خود غرضی کے موقع پر غلط نما دوست بن جاتے ہین- اور رنج و تکلیف کی حالت مین دوست نہین رہتے- بعض دوست ایسے ہوتے ہین کہ دشمن ہو جاتے ہین اور لڑنے لگتے ہین اور عیبون کو ظاہر کرتے ہین- بعض دوست دسترخوان کے ہوتے ہین وہ مصیبت کے دن مین پوچھتے بھی نہین- تمھاری اقبالمندی مین وہ ایسے دوست ہوتے ہین کہ دانت کاٹی روٹی کھاتے ہین اور ایک قالب دو جان معلوم ہوتے ہین اور وہ تمھارے امین و مختار ایسے بن جاتے ہین کہ تمھارے نوکرون پر حکم چلاتے ہین لیکن جب تمھارے بُرے دن آتے ہین تو وہ علیحدہ ہو جاتے ہین اور پھر کبھی مُنہ بھی نہین دکھلاتے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جیسا تم اپنے تئین دشمنون سے بچاتے ہو ایسے ہی اپنے دوستون سے بھی ہوشیار رہو- وفادار دوست آدمی کے لئے ایک حصن حصین ہوتا ہے جسکو ایک دوست مل گیا اُس کو گویا ایک خزانہ مل گیا- سب سے اچھا مقولہ یہہ ہے کہ وفادار دوست دوا ہوتا ہے درد و رنج جو مرضون کی طرح تجھے لپٹے ہین اُن کو وہ اچھا کر دیتا ہے- نیک آدمیون کی دوستی نیک ہی آدمیون سے ہوتی ہے- پُرانے دوست کو نہ چھوڑو- نیا دوست اُسکی برابر نہین ہو سکتا نئے دوست کا حال نئی شراب کا سا ہوتا ہے کہ جب تک وہ پُرانی نہ ہو تو خوشی سے نہین پی جا سکتی دوستون کی یہہ خوب تمثیل ہے کہ جو شخص بیٹھے ہوے پرندون پر پتھر مارتا ہے وہ اُن کو ڈراتا ہے ایسے ہی جو شخص دوستون پر تبرا کرتا ہے وہ دوستی کو توڑتا ہے اگر دوست پر تلوار کھینچو یا اُس کو بُرا کہو تو ایسی مایوسی نہین ہوتی کہ پھر منانے سے نہ مہربان نہ ہو- لیکن اگر دوست پر لعنت بھیجو یا اُس سے غرور کرو یا اُس کا راز افشا کر دو یا فریب سے زخمی کرو تو اِن باتون سے رشتہ دوستی بالکل منقطع ہو جاتا ہے- جو شخص دوست کا راز افشا کرتا ہے نہ اپنا اعتبار رکھتا ہے پھر کوئی اُس کا دوست نہین ہوتا- تم کو چاہئے کہ دوست سے محبت اور وفاداری کرو اگر تم اُس کا راز افشا کرتے ہو تو اُس کے پیچھے نہ چلو جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو غارت کرتا ہے اسی طرح تمنے اپنے دوست کی محبت کو تباہ کیا ہے جیسے کسی آدمی کے ہاتھ سے نکل کر چڑیا اوڑ جاتی ہے کہ وہ پھر ہاتھ نہین آتی ایسے ہی تمنے دوست کو ہاتھ سے کھویا ہے کہ وہ پھر ہاتھ نہین آئیگا- جیسے ہرن جال سے نکل کر دور بھاگ جاتا ہے ایسے ہی دوست تم سے دور چلا گیا ہے- جو دوست کے زخم لگاتا ہے وہ اچھا ہو سکتا ہے- اُس سے گالم گلوج کے بعد صلح ہو سکتی ہے مگر جب تو اُس کا راز افشا کرے تو کچھ نہین ہو سکتا- (باقی آئندہ)

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صد سالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صد سالہ رپورٹ)

نمبر ۲

آپ لوگ واقف ہین کہ بعض وقت عظیم الشان سلطنتون کے زوال پر جو چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین قایم ہو جاتی ہین وہ بھی بجاے خود ترقی کا مرکز بن جاتی ہین جیسا کہ رومتہ الکبریٰ کی سلطنت کے زوال کے موقعہ پر دیکھنے مین آیا لیکن ہندوستان مین اس طرف سے کافی اطمینان تھا اس لیے کہ یہان اُس قوت کا وجود نہ تھا جو ایسی حالت مین ترقی کا سرچشمہ بن سکے یعنی حب قوم اور حب وطن کا قلع قمع کبھی کا ہو چکا تھا اور اب کوئی مرکز ترقی کا باقی نہین رہا تھا۔ جہالت اور اُس کے لازمی نتائج نے کوئی ذریعہ ایسا باقی نہین چھوڑا تھا جس سے جمہور کو اپنی قومی بہبودی کا خیال پیدا ہو سکے۔ مذہبی تعصب اور ذاتی عناد نے اتحاد اور انقیاد کا فیصلہ کر دیا تھا۔ سلاطین اور اعیان سلطنت خود غرضی اور نفس پروری مین ڈوبے ہوے تھے اور باہمی جنگ و فساد کے نتائج پر غور کرنے اور اپنے اور بیگانے مین تمیز کرنے سے بالکل قاصر تھے۔ اس موقعہ پر یورپ کی چند اقوام نے جو بسبیل تجارت یہان موجود تھین اپنی قوتون کو رفتہ رفتہ بڑھانا شروع کیا اور ان باہمی نزاعون نے اُن کو بہت امداد دی جب دو مدعیان سلطنت باہم لڑتے تھے تو عموماً ایک اہل فرانس سے استمداد کرتا تھا اور دوسرا اہل انگلستان کو اپنا پشت پناہ بنا لیتا تھا اور نتیجہ ہمیشہ یہہ ہوتا تھا کہ ان مین سے کوئی بھی غالب آے کسی نہ کسی یوروپین اقوام کا بھلا ہوتا تھا۔ ان گورے رنگ والون سے مجھے یہہ امداد تو ضرور ملی کہ وہ اہل ہندوستان کی کمزوریون سے واقف تھے اور رفتہ رفتہ اُن کی قوتون کو کم کرنے والی تدابیر کے عمل مین لانے مین کامیاب ہوتے جاتے تھے مگر بہت بڑا اندیشہ یہہ پیدا ہو گیا تھا کہ ابلیس ناخواستہ ان مین سے کسی کا تسلط کامل نہ ہو جاے کیونکہ اس حالت مین اُن کی طرف سے مجھے یہہ گمان غالب تھا کہ امن و امان قائم کر کے ایسے امور کی طرف متوجہ ہو جائین گے جو ترقی کی طرف لے جانے والے ہین۔ مجھے اُن کے پوست کندہ حالات معلوم ہوتے تھے اور مین سچ کہتا ہون کہ اُس بڑھتی ہوئی قوت کو جو انھین روز بروز حاصل ہوتی جاتی تھی دیکھ دیکھ کر میرا خون خشک ہوا جاتا تھا حالانکہ یہہ امر بجاے خود اس قدر اندیشہ ناک نہ ہو کیونکہ سلطنت ابلیسیہ کے بعض لائق مدبرون نے یہہ بات کر دکھائی ہے کہ لایق سے لایق متمدن اقوام کی تہذیب اور ترقی کی بنیا دین بھی

کمزوری پیدا کردی کہ انجام کار وہی اُن کے زوال کا باعث ہو۔ تاہم اس بات سے تو کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ ایک جاہل اور متعصب قوم کے اغوا کا کام علم و دانش والی قوم کے اغواسے کہین زیادہ آسان ہے یون سمجھئے کہ جاہل قومین براہ راست سلطنت ابلیسیہ کی زیر نگین ہوتی ہین بخلاف اس کے لائق اور دانشور قومین اگر قابو مین آبھی جاتی ہین تو محض باجگذارانہ حیثیت سے۔

یہ بیش بہا بنیان بیکار نہین گئین۔ صدی زیر رپورٹ کے ساتھ ہی قوم انگلش کا اقتدار روز بروز ہندوستان مین بڑھتا گیا اور ایک ایک کرکے صوبہ جات اور ممالک اُن کے زیر نگین آتے گئے۔ میری تمام کوششین اس بارے مین کہ اُن کا تسلط اس قدر کامل نہ ہونے پائے کہ وہ امن اور صلح کے ساتھ رعایا کی ترقی کی جانب کوشش کرین بیکار گئین اور شاید اس امر سے جناب صدر انجمن صاحب بھی ناواقف نہین کیونکہ اس پرآشوب زمانے مین مین نے اکثر اُن کی گران بہا رائے طلب کی اور انہی سے کاربند رہا۔ شاید اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ باوجود ہماری تمام کوششون کے اکثر اوقات ہمارا وہ قدیم دشمن جسکو نوع انسان قادر مطلق اور حکیم برحق کہتی ہے ہمارے تمام تزویر اور دغل پر غالب آجاتا ہے اور ہم باوجود اس قدر قوت کے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہین۔ اہل انگلستان کا ہندوستان پر مسلط ہو کر امن و امان قائم کردینا گو نتیجہ ہندوستانیون ہی کے تنزل کا کیون نہ ہو میرے نزدیک منجملہ اُس غلبے کی ایک نشانیون کے ہے جو رحمانی قوتون کو شیطانی قوتون پر حاصل ہے۔ یہ قوم یوروپین اقوام مین سب سے زیادہ علمی قوت اور سیاسی حکمت مین ممتاز ہے اور انھین چیزون کی کمی ہندوستان کے تنزل کے خاص اسباب مین سے شمار کی جا سکتی ہے۔ وہ بڑے بڑے اوصاف جنکو مین نے ہندوستان اور ہندوستانیون کے دلون سے بڑی بڑی کوششون سے نکالا تھا یعنی حب ملک اور حب قوم۔ اتحاد۔ اور علم کا عملی طور پر استعمال مین لانا اس یوروپین قوم کے خاص جوہر ہین اور چونکہ نوع انسان مین ایک بہت بڑی قوت اثر پذیر ہونے کی موجود ہے لہذا مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کہین ساری پچھلی محنتین رائگان نہ ہو جائین۔

لیکن نوع شیاطین کے اُس قدیم طریقے پر جو ہماری کامیابی کا اصلی راز ہے عمل کرکے مین اپنی تدبیر اور تزویر سے غافل نہین رہا۔ مین نے نوع تعصب کی لا انتہا طاقت سے امداد لے کر اہل ہندوستان کے دل مین فرنگیون کے علم و فضل کی حقارت جاگزین کرادی اور مذہب کی آڑ مین وہ خود پسندی جو جاہلون کو بہت مرغوب ہوتی ہے کچھ اس طرح دلون مین بٹھائی کہ ہر شخص اپنے منہ میان مٹھو بننے لگا اور اپنے مذہبی اور ملکی علوم کو (یہ یاد رہے کہ اِن کا مین نے پیشتر ہی خاتمہ کردیا تھا) تمام عالم کی دانش و

وحکمت پر بلا کسی دلیل اور برہان اور بلا تحقیق وتدقیق کے ترجیح دینے پر اصرار کرنے لگا۔
ایک مدت تک یہہ جادو چلتا رہا اور اہل ہند کو ایک ایسی قوم کی حکمت نظری اور عملی سے جو دنیا کی متمدن اقوام میں نہایت سر برآوردہ ہے مستفید ہونے کا موقعہ نہ ملا لیکن کچھ دنوں بعد یہہ اثر کمزور ہونے لگا اور سب سے پہلے ہندوؤں نے حکمران قوم کی حکمت اور تہذیب سے مستفید ہونا شروع کر دیا اور اتحاد اور انقیاد کا مادّہ اُن میں پیدا ہونے لگا۔ اس زمانے میں بھی بڑا تردد پیدا ہو گیا تھا اور اکثر اہل ہنود اور خصوصاً بنگال وبمبئی ومدراس کے ہندوؤں میں میری تدبیروں کو سخت ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑا مسلمانوں پر البتہ جو رنگ میں نے چڑھا دیا تھا وہ زیادہ پختہ ثابت ہوا۔ مذہب کا غلط مفہوم جو میں نے نیم خواندہ ملاؤں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا اُن کو ترقی کی راہ میں قدم رکھنے سے باز رکھنے کے لئے چلتا ہوا جادو ثابت ہوا خود اپنے علوم وہ مدت سے بھلا چکے تھے اور گو اُن میں بہت کم ایسے تھے جو مذہب اسلام کے اصلی معنوں سے واقف ہوں لیکن وہ اپنے کو پکّا اور سچا مسلمان اُسی وقت تک سمجھتے تھے جب تک وہ خیالی اور بے بنیاد وجوہ قایم کرکے علم وحکمت کو سیکھنے سے محترز رہیں۔
بظاہر یہہ امور کسی حد تک کامیابی پر منتج نظر آتے تھے مگر مجھے یہہ اندیشہ تھا کہ ایک نہ ایک دن یہہ طلسم ضرور ٹوٹے گا۔ کیونکہ یہہ امر مسلم ہے کہ ہندوستانی بالعموم ذہین اور طباع ہوتے ہیں اور جس وقت وہ تحصیل علم کی طرف متوجہ ہو گئے پھر ترقی کرنا اُن کے نزدیک کوئی بات نہیں اور اس ترقی کے ساتھ ایک مہذب حکمران قوم کی نظر میں اُن کی وقعت اور اعتبار کا بڑھ جانا بھی ضروریات سے تھا۔ اِس خیال سے میں نے تعصب اور جہالت کی قوتوں سے امداد لے کر ایک زبردست فتنہ کھڑا کر دیا اور ایک آتش فساد تمام ہندوستان میں مشتعل کر دی۔ وہ ہولناک واقعات جنھوں نے ہندوستان کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل ہلا دیا میری بڑی کوششوں کے نتائج تھے۔ ایسے پُرآشوب معاملات دنیا میں اور بھی ہوئے ہیں اور خونریزی وغارتگری سے قطع نظر اُن کے نتائج اکثر اقوام شیاطین کے اغراض ومقاصد کے خلاف ظاہر ہوئے ہیں لیکن اُن میں اور ہندوستان کے اِس فتنۂ محشر میں جسے ۱۸۵۷ء کی بغاوت ہند کے نام سے موسوم کرتے ہیں بڑا فرق یہہ تھا کہ وہ ملکی اور قومی ہمدردی اور حکمرانوں کے ناقابل برداشت مظالم کے احساس پر مبنی تھے اور یہہ صرف جہالت تعصب اور خیرہ سری کا ایک کرشمہ تھا جس میں نہ کوئی غرض مدنظر تھی نہ کوئی انتظام مقصود تھا۔ یہہ مذہب کی آڑ میں شروع ہوا غارتگری کا حیلہ بن کر جاری رہا اور ابتری اور فساد پر ختم ہو گیا اس سے بڑا فائدہ

یہہ ہوا کہ ہندوستانی باغیون کی طرف سے جو زیادتیان حکمران قوم کے افراد کے ساتھہ ہوئین اور جن سے بے قصور عورتین اور معصوم بچے بھی محفوظ نہین رہے اُنھون نے کچھہ دنون کے لئے اِس اندیشے کو مٹا دیا کہ حکمران قوم کی نظر مین اہل ہندوستان کے وقار اور عزت کا بڑھہ جانا اُن کی ترقی کا موجب ہوگا یہہ انتظام تو مین نے پیشتر ہی کر لیا تھا کہ حکمران قوم کے دلون مین کسی قدر تنفر اور کشیدگی کا مادہ قایم رہے اور جہان تک ممکن ہوا اِس کے قایم رکھنے کی سخت کوشش کی گئی لیکن اِس آتش فساد کے مشتعل ہو جانے کے بعد سے تو آج تک یہہ بات اُس حد سے بھی زیادہ مستحکم طور پر قایم ہے جس کی مین خواہش کر سکتا تھا۔ گو اِس فتنہ و فساد مین ہندو اور مسلمان دونون شریک تھے مگر مین نے یہی کوشش کی کہ اِس کا نزلہ زیادہ تر مسلمانون پر گرے۔ ہمیشہ سے مجھے اِس قوم کے ساتھہ سخت عداوت رہی اِس لئے کہ اِن کے مذہبی اصول روحانی اور تمدنی پہلوؤن مین اعتدال قایم کرنے والے ہین جو ترقی اور تہذیب کے کبھی منافی نہین ہو سکتے اور اِسی وجہ سے اِن کو اصلی مذہب کے مرکز سے ہٹانے کی مین نے سخت کوشش کی تھی اور اِس موقعہ کو غنیمت سمجھکر پھر ایک سخت کوشش اُن کی تحقیر اور تذلیل کی کی گئی

اِسی درمیان مین ایک سخت ناگوار واقعہ ظہور مین آیا یعنی مسلمانون مین ایک ہمدرد اور بہی خواہ قوم ایسا پیدا ہو گیا جسکی تحریرون اور تقریرون کے تازیانے سے اِس خفتہ قوم کی آنکھہ سی کھل گئی مین نے بڑی کوشش کر کے کئی ملّے اور مبینے سے اُس کے کفر و الحاد کے فتوے بھی جنگلے اور اُس کی سخت مخالفت بھی کرا دی مگر اُس کا اعتبار روز بروز بڑھتا گیا۔ مین نے اُس کے عقائد اور خیالات مین ایک آدھ ایسی باتین ڈال دین جن سے اُس کی کوششون کا اثر کم ہو جاے۔ مثلاً مذہب کے روحانی اصول سے قطع نظر کر کے اُس کو سائینس کا بالکل ماتحت کر دینا حالانکہ ہم سب جانتے ہین کہ صرف مادی حکمت کسی قوم مین وہ قوت نہین پیدا کر سکتی جو ترقی کا اصلی راز ہے۔

غرض کہ ایسی تدبیرون سے مین نے اُس کا اعتبار ساقط کرنے کی سخت کوشش کی لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ قوم اُس کی آواز پر بیدار ہو گئی اور اپنی گئی گذری حالت کا احساس کرنے لگی۔ ایک بڑی مشکل یہہ پڑی کہ اُس کی مذہبی تصانیف نے گو وہ خود درجہ کمال سے گری ہوئی کیون نہو مسلمانون مین ایسی ہل چل ڈال دی کہ نیم خواندہ ملاؤن کے اقوال پر آنکھہ بند کر کے چل دینے کے بجاے ہر شخص کو تحقیق اور تدقیق کا شوق پیدا ہو گیا۔ خود فرقہ علما مین بیداری کے آثار نمایان ہو گئے جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ بجاے صرف قال اللہ و قال الرسول پر معتصم ہونے کے (جسکا اثر بڑی کوششون سے محدود کر دیا گیا تھا) ایک ایسا طریقہ استدلال اور برہان پر بھروسا کرنے کا پیدا ہو گیا جو بوجہ عقلی اور دماغی تعلق کے زیادہ پایدار اور موثر تھا۔ (باقی آیندہ)

رفتار زمانہ

برق کی رفتار کے کرشمے جو آج کل ہماری نگاہوں سے گذرتے ہین انھین دیکھ کر اس قدر تعجب ہوتا ہے اور کچھ ایسی حیرت گریبان گیر ہو جاتی ہے کہ ایک متفکر دماغ کو گھنٹوں اس عالم تحیر سے نجات نہین مِل سکتی۔ بات کرنے مین ہزارون میل کی خبرین سنا دینا کچھ معمولی شعبدہ نہین۔ منٹون منٹون مین لاکھون میل طے کر جانا ایک ایسا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ سر بگریبان ہوے بغیر چارہ نظر نہین آتا اور بیشک یہہ خیال کر لینا کسی طرح نادرست نہین ہو سکتا کہ سُرعتین اِس پر ختم ہو گئین اور روانیان اسی کے دم قدم کے ساتھ زندہ ہین۔ لیکن میرے دوستو ایک اور چیز بھی ہے اُس کی رفتار اِس سے بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہے اُس کی چال مین کچھ اِس بلا کی سُبک خرامی ہے کہ آنکھون آنکھون مین گذر جاے اور کچھ خبر نہ ہو۔

خیال کرو پلک جھپکنے کی بھی کوئی حقیقت ہے آنکھ بند کرنا اور پھر فوراً ہی کھول دینا کیا یہہ بھی کسی شمار مین داخل ہے مگر اُفوہ یہہ قلیل المقدار وقت یہہ نہایت ہی قلیل وقفہ اس برق وش کے منزلون نکل جانے کو کافی ہے جسے ہم زمانہ کہتے ہین۔ اس کی سرعتون کو نہ برق پہونچ سکتی ہے نہ نور اس کی جولانیان ہی اِس کی نظیر ہین۔ یہہ وہ اشہب خوش خرام ہے جس پر ہم سوار ہین مگر اُس کی باگون تک ہمارے ہاتھ نہین پہونچ سکتے۔ یہہ چلا جاتا ہے اور اوڑا ہوا چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے شہسوار کو بھی اوڑائے لئے چلا جاتا ہے۔

اہا وہ کس بلا کے شہسوار ہین ان کی پٹری کا جماو تو دیکھو کس آن بان اور بانکپن کے ساتھ بیٹھے ہین۔ ممکن ہے کہ اس تیز رفتاری مین کسی عضو کو جنبش ہو جاے۔ ممکن ہے رکاب سے قدم ہٹ جاے یہہ ہو کیا مجال جو تیور پر بل آجائین یا جنون میلی ہو یا ٹاپون سے اوڑتا ہوا غبار انھین مکدر کرد... نہین۔ یہ سواری کے پکّے وہ ارادون کے پورے وہ اولوالعزم بہادر اسی طرح ہمتون کے پونی تھام... ... ترقیون کے تمغے سینے پر لٹکاے۔ جفاکشی اور سرفروشی کی تلوارین ڈاب مین ڈالے استقلال کے ... ہاتھون مین لئے خس و خاشاک کو ہٹاتے سدّ راہ پہاڑون کو چیرتے گوہر مقصود کا نشانہ اوڑاتے ہوے اپنے رو مین اُسی طرف چلے جاتے ہین جس طرف خوش خرام زمانہ انھین لئے جا رہا ہے۔

زمانہ کی رفتار کا ساتھ دینا کچھ حقیقتاً مشکل ہے مگر جن کے دل مین جوش ہے جن مین شجاعت کے ولولے ہین جن مین روز ایک نئی روح پھونک دی جاتی ہے جن کی اُمنگین دباے سے نہین دب سکتین

وہ اُس کا ساتھ دیتے ہین اور ایسا ساتھ دیتے ہین کہ اُس پری وش کو بھی اِس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - مبارک ہین وہ نفوس اور بڑی صاحب اقبال ہے وہ قوم جس نے ایسے ایسے سورمان دنیا کے پلیٹ فارم پر کھڑے کرکے زندہ مثالین قایم کردین اور ترقیون کی جیتی جاگتی تصویرون کو ہمارے سامنے پیش کردیا مگر ہمین کیا ہم اُن کی طرف کبھی توجہ سے نہین دیکھین گے ہم کبھی اُن سے کوئی مفید سبق حاصل نہ کرین گے ہمارے ولولون مین کبھی جان نہ آئے گی ہماری آرزوئین مٹ چکی ہین اور بالکل مٹ چکی ہین ہمارے دل مُردہ ہو چکے ہین ہم بظاہر زندہ ہین لیکن باطن مین مُردون سے بھی بدتر ہین - کاش ہم مین جان ہوتی کاش ہم مین حس ہوتی تاکہ ہم نہ صرف اُن بہادر سورماؤن کو دیکھ سکتے اور اُن کی قدر کرسکتے جنھین غیر اقوام نے ہمارے روبرو بقاے دوام کے لباس مین پیش کیا ہے بلکہ اپنی قوم کے بہادر شہسوارون کو بھی دیکھ کر انھین پہچانتے اور دوسری قومون کو پہچنواتے کہ دیکھو ہمارے ہان کے شہسوار بھی اِس آن بان سے زمانے کے سمند برق خرام پر پٹریان جماے ہوے ہین - کیا ہم دعوی کرسکتے ہین کہ ہم نے توجہ کی آنکھ کبھی ایسے لایق تقلید نمونون کی طرف ڈالی ہے جو ہماری قوم نے ہمارے روبرو رکھے ہین اور کیا ہم نے اُن کے حق سے ادا ہونے کی کوئی کوشش کی ہے - ہماری اِس سہل انگاری کی سزا ہمکو نہ صرف اُن مقاصد اور قابل تقلید نمونون کے مٹ جاتے ہین بلکہ خود ہمارے مٹنے مین مل رہی ہے - چونکہ ہم اُن لوگون کی صحبت سے محروم ہین - اِس عارضی صحبت سے نہین جو دنیا کی چند روزہ زندگی مین حاصل ہوتی ہے بلکہ اُس لازوال صحبت سے جو سوانح عمریون اور کارنامون کے ذریعے سے میسر ہوتی ہے - لہذا ہمکو وقت کی قدر کرنے اور اُس کی برق خاطف کی سی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کا حوصلہ نہین پیدا ہوتا - ہم لمحے اور گھنٹے ہفتے اور مہینے سال اور قرن اس طرح گزار دیتے ہین گویا زندگی کا ماحصل یہہ ہے کہ زمانے کی رفتار کو بیٹھے بیٹھے تعجب اور حسرت کے ساتھ دیکھا کرین - شاعر کہتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہہ دیتا ہے منادی ✤ گردون نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

بس - اے میرے بھائیو اُٹھو اور کمر ہمت چست باندھو - وقت کی رفتار کبھی بند نہ ہوگی اور جس قدر ہم اُس کی طرف سے بے اعتنائی کرین گے اُسی قدر ہمکو پشیمانی اور افسوس کے انجام کا منتظر رہنا پڑیگا

؎ من نمے گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش ✤ اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

سید محمد محسن - وفا - سیتاپوری

اسلام

نمبر ۱

مضمون مندرجہ عنوان اُس انگریزی لیکچر کا ترجمہ ہے جو مسس اینی بسنٹ صاحبہ نے بمقام مدراس دیا تھا۔ ہمارے کرمفرما جناب مولوی محمد معشوق حسین خان صاحب بی اے نے اُس لیکچر کو اُردو کا جامہ پہنا کر اُردو دان پبلک کے افادہ کی غرض سے عنایت فرمایا ہے۔ کسی خاص مذہب کے موافق یا مخالف مناظرہ اور مجادلہ ہمارے رسالے مین کبھی شایع نہین ہوتا۔ لیکن سیرت بزرگان دین و بانیان مذاہب علی الخصوص جبکہ وہ غیر مذاہب کے اقتدا کرنے والون کی زبان سے بیان ہوں ضرور اس قابل ہین کہ پبلک کو اُن سے مستفید کیا جاے۔

اس زمانے مین جبکہ ہندو مسلمان کے باہمی اتحاد کی کوشش کی اس قدر سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے اس قسم کے مضامین جو بغیر مجادلہ و مقابلہ کے کسی مذہب کے بانی کی خوبیان ظاہر کر کے اُن غلط فہمیون کو دور کرین جو اُس مذہب کے متعلق عام طور پر پھیلی ہوئی ہین اور جن کی وجہ سے ایک اہل مذہب دوسرے اہل مذہب کو مغائرت اور ذلت کی نظر سے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے ضرور اتحاد و اتفاق کے بڑھانے والے ثابت ہون گے۔ ہمکو اس خاص غرض کے اظہار کی ضرورت محض اس وجہ سے محسوس ہوئی ہے کہ ہم جملہ حضرات کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائین کہ جس طرح ہمارے عنایت فرمانے یہ مضمون اسلام کے متعلق ہمکو عطا فرمایا ہے اسی طرح دیگر اصحاب جو دیگر مذاہب کے متعلق کامل واقفیت رکھتے ہون ایسے ہی دلچسپ پیرائے مین اُن مذاہب کے متعلق بھی مضامین عنایت فرمایا کرین تاکہ بغیر اندیشہ رد و قدح کے مختلف مذاہب کے لوگون مین ایک دوسرے کے مذہبی حالات سے واقف ہو کر ہمدردی خیالات پیدا ہو سکے۔ یہ ایسی بے بہا قومی خدمت ہے جس کا معاوضہ صرف وہ دلی خوشی ہے جو ہر محب وطن کو قومی اتحاد اور اتفاق کی ترقی کو دیکھکر پیدا ہوتی ہے - اڈیٹر

مذہب مین چار چیزین ایسی ہوتی ہین جن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۱) اُس کا بانی جس کی زندگی - انداز و روش کا اثر اس مذہب پر پایا جاے گا (۲) ظاہری عقاید مذہب جو عامہ خلائق کی رہنمائی کے لیے ہوتے ہین (۳) فلسفہ جس کی ضرورت علما اور تہذیب یافتہ گروہ کو محسوس ہوتی ہے

(۴) اسرار باطنی جن سے روح انسانی کا وہ شوق ظاہر ہوتا ہو جو اس مین اپنے سرچشمے سے وصل حاصل کرنے کے لئے پایا جاتا ہے۔

ان چار باتون کو مد نظر رکھکر اب میرے ساتھ شام وعرب کی طرف چلو۔ اُس وقت جبکہ چھٹی صدی عیسوی نے جھلملیانی و ایام سے سر نکالا ہے۔ میرے ساتھ آؤ اور دیکھو کہ عرب کی جو ایک خوبصورت جزیرہ نما ہے۔ اور شام کی جس پر حضرت مسیح کے مبارک قدم پڑے تھے۔ اب کیا حالت ہو رہی ہے۔ ہر طرف مذہبی لڑائیون کا طوفان بپا ہے جس نے قبائل کے قبائل کو متفرق اور لوگون کو منتشر کر دیا ہے۔ جھگڑے جن مین ہزارون کا خون ہوتا ہے۔ خونخوار لڑائیان جو پشتہا پشت تک متواتر چلی جاتی ہین۔ اور تنفر و منافرت جس نے آدمی کو آدمی سے خاندان کو خاندان سے اور قبیلہ کو قبیلے سے جدا کر دیا ہے اس زمین کو اپنا وطن بنائے ہوئے ہین عرب کی حالت پیش نظر کرو جہان بت پرستی کے ساتھ نہایت درجہ شقاوت قلب اور بے رحمی برتی جاتی ہے انسان کو پتھر کی مورتون کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ جہان کہ بتون کی پرستش کرنے والے ایک جاندار انسان کو بے جان کرنے مین دریغ کرنا تو کجا خوشیان مناتے ہین۔ جہان پر انسانی محبت کی جگہ شہوت نفسانی کا غلبہ ہے اور جہان اپنے عزیزون اور خاندانون مین امن و امان سے زندگی بسر کرنے کی بجائے شہوت پرستی کو عروج ہے۔ جہان ذرا ذرا باتون پر تلوارین کھینچ جاتی ہین اور جہان عزیز عزیز کو اور ہمسایہ ہمسائے کو تہ تیغ کرنے مین ذرا بھی تکلیف نہین کرتے اور زندگی ایسی خراب و ناپاک ہے کہ الفاظ مین گنجائش نہین جو پورے طور پر اُسے بیان کیا جا سکے۔

شہوت نفسانی کے اس کھولتے ہوئے جہنم مین جہان غصب و غصہ قتل و غارت بے رحمی اور ظلم و تعدی کے سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا۔ ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اُس نے اپنی بھولی بھولی آنکھین اس عالم مین ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو شہر مکہ اور قبیلہ قریش مین کھولین۔ اُس کی پیدائش کے چند ہی ہفتے پہلے باپ عالم جاودانی کو سدھار چکا تھا۔ خود اس کے باپ کو جبکہ وہ عین عنفوان شباب مین تھا انسانی قربانی کے لئے ایک بت کی نذر کر دیا گیا تھا اور جس کی جان سو سے ایک پجارن کے کہنے سے کہ اس نوجوان کو سلامت رکھا جائے بچی تھی۔

ف آپکی پیدائش کی تاریخ بعض مورخین نے ۱۰ نومبر ۵۶۹ء قرار دی ہے۔ گبن جسٹنین کی وفات کے چار سال بعد اور ابی سینیا کی شکست سے دو ماہ بعد آپ کی پیدائش بیان کرتا ہے۔ ابوالفدا۔ الکین کے اقوال کے بموجب یہ ۸۸۲ سنہ سکندری تھا اور ۱۳۱۶ بخت النصری۔ اس حساب سے سنہ ۵۶۹ء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مترجم

غرضکہ ان جیسے بیوہ بچے صرف چند ہفتے ہی ہونے آتے ہیں۔ اُس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور چند سال بعد وہ خود بھی اپنے شوہر کے پاس دوسرے عالم میں سدھارتی ہے۔ یہ بچہ اپنے دادا کے ہاں پالا پوسا جاتا ہے۔ اس کی طبیعت میں خاموشی اور سکوت ہے۔ پیارا پیارا۔ نیک اور بڑے صبر و استقلال کا بچہ معلوم ہوتا ہے جس سے سب بہت ہی محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس حالت میں چند سال اور گذرتے ہیں کہ دادا بھی گذر جاتا ہے اور چچا ابو طالب اس دُرِّ یتیم کو جو ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ یتیم ہو چکا ہے اپنے گھر لے جاتا ہے۔ اور وہاں یہ پل کر جوان ہوتا ہے۔ پھر یہ تجارت کے سلسلے میں شام کا سفر اختیار کرتا ہے اور جو کچھ سامنے گذرتا جاتا ہے اُسے نہایت غور و خوض کے ساتھ دیکھتا جاتا ہے۔ بیس اور چار چوبیس برس اُس کی عمر کے ہوتے آتے ہیں اور وہ شام ہی میں اپنی ہم قبیلہ ایک بی بی کی خاطر جو اُس سے عمر میں کہیں بڑی تھیں اور جن کا نام خدیجہؓ تھا سفر کرتا رہتا ہے۔ اور جب وہ واپس آتا ہے تو وہ بی بی اُس کو کس قدر وفادار۔ محتاط۔ جزرس۔ پاک نفس اور اعتبار کے قابل پاتی ہیں کہ اُس کے ساتھ شادی کر لیتی ہیں اور اب وہ دونوں محمدؐ جو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے اور خدیجہؓ جنھیں ابھی سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ ایک نوجوان اور دوسری کسی قدر کبیر سن۔ اس محبت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں کہ دنیا میں نظیر ملنا محال ہے۔ حتیٰ کہ چھبیس برس نہایت الفت و محبت کے ساتھ گزار کر وہ بی بی جبکہ اُن کے شوہر کی عمر پچاس برس کی ہوتی ہے۔ عالم جاودانی کا سفر کرتی ہیں۔

شادی کے بعد پندرہ ۱۵ برس غور و فکر کا زمانہ رہتا ہے جس میں ظاہری اطمینان اور بے انتہا ملنساری پایا جاتا ہے۔ مکّے کے گلی کوچوں میں سے جب آپ کا گذر ہوتا تو بچے دوڑ کر گھٹنوں سے لپٹ جاتے۔ آپ ہمیشہ بچوں سے محبت کی باتیں اور پیار و الفت کرتے۔ آپ وعدہ کے ایسے پکّے تھے کہ کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ وعدہ کرنے کے بعد آپ نے اُسے ایفا نہ کیا ہو۔ آپ ہمیشہ غریبوں اور مصیبت زدوں کے پاس جاتے اور انھیں نصیحت اور ہمدردی فرماتے۔ لوگ آپ کو "الامین" کہتے یعنی یہ نام آپ کو آپ کے پڑوسیوں نے دیا تھا جس کے معنی ہیں وہ آدمی جس پر اعتبار کرنا چاہیے اس سے زیادہ بزرگ نام اور کون حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جبکہ ظاہری حالت میں آپ لوگوں کے اس طرح کام آتے۔ اُن سے مہربانی کا برتاو فرماتے اور اُن کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اُس وقت بھلا اندر دل کی حالت کیسی ہوگی؟۔ آہ۔ کون اُس اندرونی تکلیف اور بے چینی کا اندازہ کر سکتا ہے جو آپ کو قرب و جوار کے میدانوں میں کھینچ لے جاتی تھی جہاں آپ خود اپنی روح کے ساتھ بحث و مباحثہ کی کشمکش میں مصروف رہتے تھے۔ اُس حالت کا صرف وہی لوگ اندازہ کر سکتے ہیں جن کا قلب مورد الہام ربّانی ہو۔ آپ دور جنگلوں میں تشریف لے جاتے۔ مہینوں اسی طرح جاتے رہتے

یہان تک کہ پندرہ برس اسی حالت مین گذر گئے۔ پہاڑون کی کھوؤن مین تنہا۔ دنیاوی جھگڑون سے علیحدہ آپ پڑے رہتے۔ ہر وقت غور و فکر و دعا کرتے رہتے۔ کبھی خود ہی شاک پیدا ہوتا اور خود ہی اپنے دل سے سوالات کرنے لگتے۔ اور ایک حیرت کے عالم مین تھے کہ یہ کون پیام ہے جسکی آواز میرے کانون مین آرہی ہے "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ" وہ کون ہے جسکے نام لینے کے لئے کہا جاتا ہے؟ پڑھنے کو کہا جاتا ہے تو کیا پڑھا جائے؟ شبہ اور اندرونی تکلیفات سے بیقرار ہوکر۔ اپنی قوت کی طرف سے خود ہی مایوس ہوکر۔ آپ جنھین کوئی چیز پڑھائی نہین گئی۔ کبھی کوئی تربیت نہین دی گئی کس طرح بھلا اُس اندرونی آواز کا جو پکارتی ہے اعتبار کرین۔ کیا یہ خود نفس کا غرور۔ انانیت۔ خواہشات کشورستانی و حکمرانی تو نہین ہین جو اس طرح آواز دیتے ہین۔ اور خدا کی آواز کا دھوکا ہی دھوکا نہ ہو جو لینے نبی کو اپنا کلام پڑھنے کے لئے اس طرح حکم کرتی ہے اس طرح سے پندرہ [15] سال گذر جاتے ہین۔ ایسے سال جو سر تا سر ایسے خلجان اور روحانی بے چینی سے بھرے ہوئے ہین کہ بہت کم لوگ اندازہ کر سکتے ہین۔ ایک رات جبکہ آپ اسی بے چینی کی حالت مین زمین پر پڑے ہوے ہین ایک نور آسمان سے طالع ہوتا ہے اور ایک شاندار صورت سامنے آکھڑی ہوتی ہے "اُٹھ تو خدا کا رسول ہے جا اور اُس کے نام کا اعلان کر" "مین کیا اعلان کرون" وہ فرشتہ بتاتا ہے کہ کیا اعلان کرنا چاہئے پھر وہ بتاتا ہے کہ عالم کس طرح پیدا ہوا اور آدمی کس طرح خلق ہوا۔ وہ خدا کی وحدانیت ملایک کا راز بتاتا ہے اور اُس شئے کی تعلیم کرتا ہے جس کے انجام دینے کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ آپ جو بے انتہا خاموش اور چپ طبیعت کے تھے۔ اور ایک قوم کی قوم آپکے گرد و پیش تھی۔ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جائین اور خدائے لایزال و قادر مطلق کے نام کا ڈنکا بجائین۔ یہان سے گھبرائے ہوے آپ تشریف لے جاتے ہین اور مکان مین پہونچ کر زمین پر گر پڑتے ہین۔ اور حضرت خدیجہ سے استفسار فرماتے ہین "مین کیا کرون؟ اور مین کون ہون؟ مین کون ہون" وہ وفادار بی بی نہایت اطمینان بخش لہجہ مین فرماتی ہین "نہین۔ تم صادق ہو اور امین ہو۔ تم نے کبھی وعدہ خلافی نہین کی۔ لوگ تمھارے چال چلن سے واقف ہین۔ خدا کسی ایماندار کو دھوکا نہین دیتا۔ اُس آواز پر چلو اور حکم کو بجا لاؤ" اور بیوی کی آواز جو خود سب سے پہلے ایمان لائین انسان کے دل کو جو اس بڑے کام کی عظمت و جبروت کے سامنے ہمت ہارے دیتا ہے بڑھاتی ہے۔ اور آپ ہمہ تن آمادہ ہوکر کھڑے ہو جاتے ہین۔ صرف محمد ہی نہین بلکہ محمد الرسول اللہ کی حیثیت سے جو عرب کو ایک منتظم حکومت۔ ایک عظیم الشان طاقت بنا دین گے اور جن کے متبعین علم و فضل کی مشعل کو یورپ تک لیجائین گے اور وہان جہان وہ کب کی بجھ چکی تھی دوبارہ روشن کرین گے۔ وہ بڑی بڑی سلطنتین قایم کرین گے۔ اُن کے قلوب بانی اسلام کی محبت و اطاعت مین ایسے ڈوبے ہون گے کہ دوسرے مذہب مین اُس کی نظیر

تلاش کرنا محال ہے۔ کیونکہ یہہ تم لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ تم لوگوں کو جو رسول عرب کے پیرو نہیں ہو کہ انسان کے تمام مذاہب میں سے کوئی ایک بھی ایسا مذہب نہیں جس کے پیرو رسول عرب کے مذہب کے پیرؤں کے مقابلہ میں زیادہ خلوص کے ساتھ اپنے مذہب پر ایمان رکھتے ہوں یا زیادہ جوش کے ساتھ اُس پر عمل کرتے ہوں اور اگر جیسے ہیں کا قول ہے آدمی کے طرز عمل میں اُس کے ایمان کا ثبوت ملتا ہے تو اُن کے پیرؤوں کو دیکھو اور یہہ دیکھو کہ کس طرح اب تک رسول عرب کا فرمان اُن کے اعمال زندگی پر حکومت کرتا ہے۔ کبھی کسی مسلمان کو سب کے سامنے نماز میں کھڑے ہوئے شرم نہیں آتی خواہ کتنی ہی ہنسی کرنے والے اور اُس کے پیغمبر سے نفرت کرنے والے اُس کے گرد جمع ہوں۔ تم اُس سے زیادہ بہادری جرأت وتہور کی نظیر کہاں سے لاسکتے ہو جس کا ثبوت افریقہ کے درویشوں نے دیا ہے جبکہ توپوں پر توپیں چل رہی تھیں اور ایک جوش کے عالم میں وہ اُن آتش فشان حربوں پر ٹوٹے پڑتے تھے گو کہ غنیم تک پہونچتے پہونچتے صفیں کی صفیں خالی ہوتی چلی جاتی تھیں۔ مگر وہ اپنے نبی اور مذہب اسلام کی محبت میں موت کے مُنہ میں اِس ذوق وشوق سے جارہے تھے جیسے کوئی اپنے شادی کے جلسے میں بڑے اشتیاق سے جاتا ہو۔

ایسے مذہب کا آیندہ ایک زمانہ ضرور آنے والا ہے اور ایسا مذہب ضرور ایک دن اس سے زیادہ بلند مقام پر نظر آئے گا۔ جہاں آج کل نظر آتا ہے۔

ہم اپنے پیغمبر کے حالات کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں جبکہ ابھی اُن پر صرف ایک شخص ایمان لایا ہے یعنی اُن کی بی بی اس کے بعد جو ایمان لائے وہ انکے نہایت قریب کے عزیز ہیں۔ اس بات سے آدمی کی کچھ حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہہ[۱۵] آسان ہے کہ آدمیوں کے ایک ایسے مجمع میں سے جو تمھیں نہ جانتے ہوں اور جو تمھاری صرف تیار کی ہوئی تقریریں اور کئی کئی مرتبے کے پوچھے ہوئے سوالات کے جواب سنتے ہوں بہت سے لوگ مرید ہو جائیں لیکن اپنی بیوی کی نظروں میں اپنی بیٹی کی نظروں میں اپنے داماد اور قریب کے رشتہ داروں کی نظروں میں پیغمبر تسلیم کیا جانا بالکل ایک بات ہے۔ اسکے معنی پیغمبر برحق کے ہیں اور یہہ ایک ایسی نعمت ہے جو خود حضرت مسیح تک کو نصیب نہیں ہوئی۔ غرضکہ ایسے ایسے لوگ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے مگر ابو طالب جنھوں نے تمام عمر آپ کی پرورش کی تھی۔ اِس پر راضی نہ ہوئے کہ ایسے شخص کو جو

۱۵۔ سید امیر علی کی اسپرٹ اسلام صفحات ۸۷ و ۸۸

بچہ سا ان کے گھٹنوں میں لپٹا کرتا تھا پیغمبر خدا تسلیم کریں۔ ایک مرتبہ جب ان کو دعوت اسلام دی گئی تو یہہ جواب دیا "میرے بھائی کے بیٹے میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن خدائے بزرگ و برتر کی سوگند جب تک میری جان میں جان ہے کسی کی مجال نہیں کہ تجھے کوئی صدمہ پہونچائے" پھر علی کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تمھارا کیا مذہب ہے۔ علیؓ نے جواب دیا "میں خدا اور اُس کے رسول پہ ایمان لایا ہوں اور اسی کے ساتھ رہوں گا" ابوطالب نے کہا "میرے بچے نہایت مناسب ہے وہ تمھیں کبھی کسی ایسے کام کی طرف نہ بلائے گا جو اچھا نہ ہو۔ اس لئے اُس کی پیروی کرنے کے لئے تم مختار ہو"۔ غرضکہ تین سال تک برابر نہایت خاموشی اور مستعدی کے ساتھ آپ کوشش کئے گئے اور صرف تیس آدمیوں نے آپکو پیغمبر خدا تسلیم کیا۔ اس کے بعد وہ زمانہ آیا جبکہ پہلے مرتبہ آپ نے کھڑے ہو کر علانیہ وعظ فرمایا۔ لوگوں کو سمجھایا کہ خدا کی ذات کو واحد جانو۔ انسان کی قربانی سے پرہیز کرو۔ شہوات نفسانی سے بچو۔ شراب نہ پیو۔ اور ناپاک زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہہ پُرجوش الفاظ جو آپ کی زبان سے نکلتے ہیں سنکر اور لوگوں پر اثر ہوتا ہے اور وہ ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے اس طرح ایمان لانے سے قتل اور غارت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ ایسے خوفناک مظالم شروع ہو جاتے ہیں کہ انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ لوگ آپ پر ایمان لانے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں۔ برچھیوں سے چھیدتے ہیں۔ عرب کے سُلگتے ہوئے بالو پر چت لٹا کر سینوں پر بھاری بھاری پتھر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اور اُس کے رسول سے انکار کرو۔ لیکن یہہ لا الہ الا اللہ۔ محمدؐ الرسول اللہ کہتے ہیں اور دم نکل جاتا ہے دیکھو ایک شخص ہے جس کا مخالف ٹکڑے ٹکڑے کر کر کے گوشت کاٹتے جاتے ہیں اور ہنس ہنس کر کہتے جاتے ہیں "کیا تم یہہ پسند کروگے کہ محمدؐ تمھاری جگہ یہاں اور تم گھر پر آرام سے ہوتے" وہ شخص مرتے مرتے جواب دیتا ہے "خدا میرا شاہد ہے میں اپنی بیوی بچوں اور مال اسباب کے ساتھ گھر پر رہنا کبھی پسند نہیں کرسکتا اگر محمدؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھا ہوا ہو"۔ ایسی محبت تھی جو آپ نے اُن لوگوں کے دل میں پیدا کر دی تھی جو آپ کے واسطے جان دیتے تھے۔

آخرکار ان مظالم سے تنگ آ کر آپ کے پیرووں نے بھاگ کر دوسروں کے ملکوں میں پناہ لینی شروع کی۔ تھوڑی دیر کے لئے ذرا کان دھر کر سنو کہ کن الفاظ میں وہ لوگ جنھیں آپ نے چاہ ضلالت سے نکالا تھا اپنے پیغمبر کا ذکر کرتے ہیں اور کس طرح اُن احسانات کو بیان کرتے ہیں جو آپ نے اُن کے ساتھ کئے تھے۔ کیونکہ مرید اپنے پیر کی تعلیم کی سب سے بڑھ کر شہادت ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تمھیں یہہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص نے کس طرح اپنے تابعین پر اثر ڈالا تھا۔

(باقی آئندہ)

اسپیچ جلسہ ابتدائی رفاہ عام کلب سکندرآباد

جناب صدر انجمن صاحب و دیگر معززین۔

آپ نے مجھ ناچیز کو حکم فرمایا ہے کہ رفاہ عام کلب سکندرآباد کے اغراض و مقاصد کو بیان کرون مین وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ آپنے اس انتخاب مین سہواً یا قصداً اس خیال کو نظرانداز فرمایا ہے کہ اس کام کے لئے کسی لایق شخص کو تجویز کرین۔ لیکن مجھ پر اس حکم کی تعمیل واجب ہے۔

اس تعمیل مین میرا خیال ہے کہ جہان تک ممکن ہو اختصار مدنظر رکھا جائے کیونکہ وقت تھوڑا ہے اور جو کچھ مین عرض کرونگا وہ میری کم مایگی کی وجہ سے دلچسپی سے خالی ہوگا۔ پچھلا جلسہ قبل نماز مغرب منعقد ہوا تھا اور چونکہ آپ صاحبون کی تشریف آوری کے لئے زیادہ انتظار کرنا پڑا اس لئے قبل اس کے کہ اغراض جلسہ حاصل ہون نماز مغرب کا وقت آگیا اور موذن نے بلا لحاظ اس امر کے کہ آپ کی تشریف آوری مین ... معقول وجہ سے دیر ہوئی اُس زبردست حکم کا اعلان کردیا جس کے بموجب ہمکو اپنا جلسہ فوراً ... ختم کردینا لازم آیا۔

اگر بڑی باتون کو چھوٹی باتون سے تشبیہ دینا جائز ہو تو مجھے اتنا کہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے ... ن کی اس پرجلال آواز مین جو آپ کو مسجد کی طرف بلاتی ہے اور اس آواز مین جس نے آپ کو یہان تک ... یف لانے کی تکلیف دی ہے ایک قسم کی مناسبت ہے کیونکہ دونون صورتون مین آپ کو اپنے ذاتی ... کے ان آوازون کی طرف دوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ مناسبت صرف مناسبت ہی مشابہت ... ہے اس لئے کہ جب آپ خدا کے نام پر پکارے جاتے ہین تو اُس کی تعمیل کے لئے آپ کسی شکریے کے ... نہین ... ہوتے مگر یہان تکلیف فرمانے کے عوض مین تہذیب مقتضی ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کیا جا... ہے ... شبہ ہے کہ شاید مین فضول گوئی کے قصور کا مرتکب متصور ہون لیکن ضرورت مجبور کرتی ... ہے کہ مین آج کی تقریر اُن مبادی اصول سے شروع کرون جن کی تشریح ایسی مجالس مین جہان ... مجلس کے مفہوم سے لوگ بخوبی آشنا ہون فضول متصور ہوسکتی ہے۔ انسان قدرت الہی کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ اُس کو دیگر حیوانات کی طرح جسم تو دیا ہی گیا ہے لیکن بعض قوتین ... گئی ہین جو اُس کو دیگر حیوانات کے مقابلہ مین ممیز و ممتاز کرتی ہین۔ اس بڑے امتیاز کی ... اُس کے ذمہ عائد ہوتے ہین وہ دو قسم کے ہین۔ ذاتی اور تمدنی۔ گو ان دونون کے ... درمیان ایسی اصول قایم نہین ہوسکتا جو ایک کو دوسرے سے بالکل جدا کردے یہ

دونون باہم اِس طرح مربوط ہین جیسے دریا اور اُس کی موجین تاہم اکثر اوقات یہہ ممکن ہو کہ ہم ایک پہلو کی طرف اِس قدر جھک جائین کہ دوسرا پہلو بالکل نظرانداز ہو جائے ۔ مذہبی پیشواؤن اور سوشل ریفارمرون کا نصب العین ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اِن دونون فرائض کو ضرورت کے موافق باہم مربوط کر کے ایک ایسا دستور العمل قایم کر دین جس پر چلنے سے زندگی کا ابتدائی اور ضروری اصول یعنی اعمال قایم رہے اور افراد اپنے ذاتی فرائض کو اِس طریقے سے ادا کرتے رہین کہ تمدنی ترقی کے دوش بدوش چل سکین ۔ مین مذہبی علوم سے بالکل نابلد ہون اور مجھے کوئی حق روحانی ترقی کے متعلق رائے ظاہر کرنے کا نہین ہو لیکن معمولی واقفیت کے اعتبار سے اِس قدر کہنے کی جرأت کر سکتا ہون کہ یہی میانہ روی تمام روحانی ترقی کی بنیاد ہے ۔

اِس تقریر کا ماحصل یہہ ہے کہ انسان کو اپنی ذاتی اور نوعی حیثیت قایم رکھنے کے لئے مختلف فرائض ادا کرنے ضروری ہین اور مین اِس وقت اِس امر پر زور دینا چاہتا ہون کہ اِن فرائض کے ادا کرنے کی اہلیت پیدا ہونے کی پہلی اور ضروری شرط "علم" ہے ۔ میرے ذہن مین اِس وقت "علم" کے وہ سیدھے اور سادے معنی ہین جو ایک مبتدی کو بتائے جاتے ہین یعنی "العلم دانستن" ۔ اب غور کیجئے کہ ذاتی فرائض کے ادا کرنے کی غرض سے کس قدر وافر سامان حصول "علم" کے فطرت الٰہی نے مہیا کر دیئے ہین ۔ جب ہمکو بھوک لگتی ہے تو ہمین "علم" ہوتا ہے کہ اِس وقت جسم کے اندر غذا پہونچانا ہم پر فرض ہے ۔ غرضکہ جسم انسانی کے اندر وہ قوتین ادراک کی موجود ہین جن سے ہر وقت جسمانی کیفیات کا پتہ چلتا رہتا ہے اور ہمکو اپنے فرائض کے ادا کرنے کے لئے جو علم ضروری ہے وہ حاصل ہوتا رہتا ہے جسکے بموجب طبیعت جلب منفعت اور دفع مضرت کے ذرائع عمل مین لاتی رہتی ہے وہ عصباتی نظام کا تار برقی ہر گزرنے والی کیفیت کی بے کم و کاست اطلاع برابر پہونچاتا رہتا ہے ۔ اِدھر ایک کانٹا چبھا اودھر خبر ہو گئی ۔ اِدھر گرمی یا سردی کی کیفیت غالب ہوئی اُدھر فوراً احساس پیدا ہوا ۔ غرضکہ جسم بھی ایک چھوٹی سی دنیا ہے ۔ غالب ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال ✤ ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

یہہ سامان تو اُس علم اور ادراک کے حصول کے لئے ہے جو ذاتی اور جسمانی ضروریات کی بہم رسانی یا دوسرے الفاظ مین یون سمجھیے کہ ذاتی فرائض کے ادا کرنے کیلئے ضروری ہے اور اِس حد تک انسان دیگر حیوانات کی مانند صرف قیام زندگی کے نوامیس کا تابع ہے ۔ لیکن بحیثیت ذی عقل ہونے کے جو فرائض نوعی ضروریات کی بہم رسانی کے اُس پر عاید ہوتے ہین اُن کے متعلق علم حاصل کرنے کے فطرتی ذریعے بنائے

موجود نہین ہین بلکہ جو مادّے اور قوتین ہمکو عطا ہوئی ہین اُن کے ذریعہ سے ہم ایسے آلے ایجاد کرنے پر قادر ہین جن کو زندہ اور متمدن قومین ایجاد کرکے استعمال کرتی رہتی ہین لیکن مُردہ قومین استعمال نہین کرسکتین یا استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہین کرسکتین - اگر جسمانی احساس بالکل جاتا رہے یعنی اگر بھوک پیاس گرمی سردی تکلیف اور راحت محسوس نہ ہو تو ایسی حالت کو جسمانی موت کے نام سے تعبیر کرتے ہین - اس طرح اگر قومی احساس بالکل معدوم ہوجائے تو اُس حالت کو تمدنی موت کہنا بیجا نہ ہوگا - جس طرح جسمانی زندگی کے لئے آلات علم اور احساس کیفیات جسمانی کا موجود رہنا شرط اولی ہے اُسی طرح تمدنی زندگی کے لئے اخبارات و رسائل بمنزلہ شرط اولی کے ہین اس صورت مین اخبارات اور رسائل پر ہمکو اپنا تھوڑا سا وقت اور روپیہ صرف کرنا ضروری ہے۔

اس موقع پر آپ مجھے اجازت دین گے کہ مین اس خطرے کی طرف اشارہ کرون جو اس راہ مین واقع ہوا کرتا ہے اور جس کی افسوسناک مثالین ہماری آنکھون کے سامنے موجود ہین - اکثر جب ہم کسی طبیب کے پاس کسی جسمانی تکلیف کی شکایت لیکر جاتے ہین تو طبیب یہہ تشخیص کرتا ہے کہ ضروریات کی بہم رسانی مین ہم نے اعتدال سے تجاوز کیا تھا جسکا نتیجہ ہم اس وقت بھگت رہے ہین بہت سے امراض کھانے پینے کی بے اعتدالیون سے پیدا ہوتے ہین بلکہ قریب قریب تمام امراض کا اصل سبب بے اعتدالی ہی ہوتا ہے - غور کیجئے کہ جسمانی ضروریات کے صحیح "علم" کے لئے قدرت نے ہمارے جسم کے اندر کافی سامان مہیا کردیا ہے تاہم بے اعتدالی وقوع مین آہی جاتی ہے - جبکہ قدرتی آلات ہمکو اعتدال پر قایم رکھنے مین بعض وقت ناکامیاب ہوتے ہین تو مصنوعی اور اختراعی آلات یعنی اخبارات و رسائل جو تمدنی ضروریات کے "علم" کے لئے انسان خود پیدا کرتا ہے کس قدر زیادہ ناکامیاب ہوسکتے ہین - کیا آپ لوگ آنکھون سے نہین دیکھ رہے ہین کہ بعض ناعاقبت اندیش لوگ گورنمنٹ عالیہ کی بلند نظری اور عالی حوصلگی اور درگزر کو کمزوری اور خوف اور لاچاری سے تعبیر کرکے اپنی وسعت سے زیادہ پانون پھیلا رہے ہین اور اپنی بے اعتدالیون سے قومی زندگی کے ذرائع کو قومی موت کے وسائل مین مبتدل کررہے ہین ہم کو ان خطرون سے بچنے کی ہر وقت کوشش کرنی چاہیے اور اخبارات و رسائل کے انتخاب مین بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ یہہ بربادکن مادّہ ہمارے تمدنی جسم کے اندر سرایت نہ کرنے پائے - یہہ ابدی حقیقت ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ " اعتدال زندگی کی بنیاد ہے اور بے اعتدالی بربادی کا پیش خیمہ ہے "

بعض اصحاب اخبارات و رسائل پر روپیہ صرف کرنا فضول ہی نہین بلکہ باعث مضرت تصور

کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس مین روپیہ صرف کرنا دراصل ضایع کرنا ہے۔ یہہ خیال تمدنی احساس کے باطل ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ مین پوچھتا ہون کہ کیا آپ نے آج تک کسی کی جائداد کو محض اخبارات و رسائل وغیرہ کا شوق بڑھ جانے کی وجہ سے نیلام پر چڑھتے ہوئے دیکھا ہے ؟ آپ کا جواب نفی مین ہوگا! مگر مین اسی پر اکتفا نہین کرتا بلکہ یہان تک کہنے کی جرات کرتا ہون کہ اپنی حالت اور پوزیشن کا سچا احساس جو دنیا کے حالات سے باخبر رہنے سے پیدا ہوتا ہے وہ اکثر اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ جھوٹی شیخی - فضول رسوم - ناپائدار عیش و عشرت سے کنارہ کشی کی جائے۔ کسی صاحب علم کو جو دراصل وہ پایہ علم کا رکھتا ہو جو اُسے دکھاوے کی باتون سے مستغنی کر دے آپ نے کبھی اُن خرافات کا مرتکب نہ دیکھا ہوگا - اس صورت مین صرف یہی بات پایہ ثبوت کو نہین پہونچتی کہ اخبارات و رسائل پر ہمکو کچھ روپیہ اور وقت صرف کرنا بنظر اخلاقی فوائد کے ضروری ہے بلکہ صریح مالی نفع بھی بہت کچھ اس مین شامل ہے - ایک برجستہ مثال مجھے یاد آتی ہے ابھی چند روز ہوئے ایک جاہل اور مفلس شخص ایک لمبی چوڑی فہرست لیکر میرے پاس آیا جس کی پیشانی پر مختصر عبارت مین چندے کی درخواست تھی اور نیچے عمائد شہر کے نام درج تھے دور سے دیکھ کر مین نے یہہ تصور کیا کہ شاید دعوت کی فہرست ہوگی لیکن جب اُس نے اُسے میرے ہاتھ مین دیدیا تو معلوم ہوا کہ چندے کی فہرست ہے اور کس کام کے لیے لڑکے کا ختنہ کرانے کے لئے۔ سبحان اللہ و بحمدہ - یہہ شخص نان شبینہ کو تو محتاج ہے لیکن اپنے لڑکے کی ختنے مین معقول رقم صرف کرنے کو ایسی عزت سمجھتا ہے جس کے لئے ننگ سوال تک اُسے گوارا ہے - یہہ کون سے مذہب کی تعلیم ہے اور یہہ کونسا تمدن سکھاتا ہے - کیا ایک صاحب علم آدمی گو وہ کتنا ہی غریب کیون نہ ہو ایسا کرسکتا ہے - آپ لوگون کو شاید جانسن کا قصہ معلوم ہوگا - اُس کے پاس جوتا نہایت شکستہ تھا ایک ملاقاتی جو ملنے کو آیا تھا جوتے کی یہہ حالت دیکھ کر اپنا نیا جوتہ چھوڑ گیا - جانسن کو اُس وقت تو معلوم نہ ہوا جب وہ چلا گیا تو دیکھا اور سمجھ گیا کہ اس غرض سے چھوڑا گیا ہے - فوراً طیش مین آکر جوتا کھڑکی کے پیچھے پھینک دیا اور آپ ہی آپ بڑبڑانے لگا کہ " حرام زادہ مجکو کوئی سائل سمجھتا ہے مین کبھی اس کا جوتہ نہین لونگا گو میرے پانون میرے پرانے جوتے سے مجروح ہی کیون نہ ہو جائین " یہہ ہے علم کی استغنا جس کی مثالین ہمارے اسلاف مین بھی بکثرت موجود ہین لیکن افسوس ہے کہ ہماری تمدنی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ ہم اُسی مذہب کو جس نے ہمارے بزرگون مین وہ غیرت اور حمیت پیدا کر دی تھی آج ان بے غیرتون کا حیلہ بناتے ہین کہ ختنے کے بہانے سے دست سوال پھیلانا جائز

سمجھتے ہین۔

مین اصل مقصود سے شاید دور چلا گیا مجھے یہ کہنا تھا کہ رسائل و اخبارات کا مطالعہ تمدنی زندگی کے لئے ضروری ہے اور اُس پر روپیہ اور وقت خرچ کرنا باعث فلاح۔ لیکن اگر مین آپ کو ایسی تدبیر بتاؤن کہ خرچ کم اور فائدہ زیادہ ہو تو یقین ہے کہ آپ اُس کو ضرور مان لینگے اور وہ ترکیب یہ ہے آپ مشترکہ چندے سے کتب و رسائل و اخبارات مہیا کرین یعنی اِس غرض کے لئے ایک کلب قائم کرین۔ یا اگر کلب قائم ہو چکا ہے تو اُس کی امداد اور معاونت کرین۔

یہ ہین اغراض و مقاصد اُس کلب کے جس کی امداد کے لئے آپ کو اِس وقت تکلیف دی گئی ہے اور جس کے قیام سے امید ہے کہ وہ فوائد رفتہ رفتہ بخوبی حاصل ہو جائینگے جنکا اوپر ذکر کیا گیا۔ گو ابھی اِس کی مالی حالت اِس قابل نہین ہے کہ پورے طور پر مفید ہو سکے خاصکر ایک لائبریری کا قایم کرنا ایک ایسا زبردست اور بڑے خرچ کا کام ہے جس کی اُس وقت تک ہرگز امید نہین ہو سکتی جب تک کہ آپ سب صاحبون کی پوری توجہ اِس طرف مبذول نہو معمولی رسائل و اخبارات کا منگایا جانا نسبتاً آسان تھا اور وہ شروع کر دیا گیا ہے۔ دنیا مین ہر کام کی ابتدا تھوڑے ہی سے ہوا کرتی ہے اور گو موجودہ حالت مین کلب سے محدود فوائد حاصل ہوتے ہین لیکن آپ لوگون کی کوشش اور توجہ اِس کو عروج کے زینے پر پہونچادے تو کوئی تعجب نہین ہے۔

عبدالغفار۔ اختر الہ آبادی

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

ناظرین! جو کچھ رسالہ یدبیضا نے اِس قلیل مدت مین کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار کاغذ اور چھپائی و لکھائی ترقی کی ہے وہ لوگون سے پوشیدہ نہین۔ مگر یا ایں ہمہ چند معاونین کے دیگر کرمفرماؤن نے اِس کی توسیع اشاعت مین اِس وقت تک توجہ نہ فرمائی۔ اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار بھی پیدا کر دین تو ہم بہت جلد رسالے کے حجم اور حیثیت مین اضافہ کر سکین گے۔ ہمارے ارادے اور ہمارے حوصلے کو بڑھانا آپکی ذرا سی توجہ پر منحصر ہے۔ اڈیٹر

التماس ضروری

جن صاحبان نے رسالہ ہذا کی خریداری ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء سے یعنی جس وقت سے رسالہ ہذا کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہے اُن کی خدمت مین بادب گزارش کی جاتی ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو ۱۵۔ ستمبر ۱۹۰۷ء تک خواہ سالانہ چندہ خواہ خط مشعر انکار خریداری موصول ہونا چاہئے ورنہ ستمبر ۱۹۰۷ء کا رسالہ حسب معمول بذریعہ قیمت طلب پارسل ارسال خدمت عالی کیا جائے گا جو صاحب ۱۵ ستمبر ۱۹۰۷ء تک چندہ ارسال فرمائین گے اُن سے بجائے معمولی چندہ عہ کے صرف عہ اور ۱۲ کے صرف سالانہ چندہ لیا جائے گا۔ اڈیٹر

تنقید

خواب ہستی

کیا مذہب روحانی فلسفہ ہے ؟ کیا یہہ سچ ہے کہ اُس تعلیم کا نام روحانی فلسفہ ہے جو بالعموم انسان کے خیالات کو محدود بناتی ہے جو ہم کو مجبور کرتی ہے کہ چند بعید از فہم باتون پر اعتقاد رکھیں چند مقررہ رسوم کو بلا لحاظ صداقت قلب کے ادا کرتے رہیں اور چند مقررہ عقائد کے خلاف چلنے والون کو بلا لحاظ اُن کی ذاتی خوبیون کے مردود و مطرود تصور کرین ؟ کیا وہی تعلیم روحانی ترقی کی بنیاد ہو سکتی ہے جس نے اکثر نوع انسان کے طبقے کو دوسرے طبقے کے مقابل کھڑا کر کے دنیا کو بڑے سے بڑے خونخوار منظر دکھلائے ہین ؟ یہہ جان فرسا خیالات ہین جو ایک مغربی تعلیم اور تہذیب کے دلدادہ کے دل و دماغ مین چکّر لگاتے رہتے ہین اور جن کو وہ اکثر نشانۂ ملامت ہونے کے خوف سے عام طور پر ظاہر نہین کرتا اور دل ہی دل مین پرورش کرتا رہتا ہے کسی جگہہ سے جواب شافی نہ ملنے کی وجہ سے یہہ خیال برابر ترقی کرتا رہتا ہے یہان تک کہ ایک بڑھتی ہوئی ظلمت اُس کے دل و دماغ کو احاطہ کر لیتی ہے اُس کی باطنی آنکھین نور کو تلاش کرتی ہین اور نہین پاتین جس سے ایک ایسی ناگوار حالت پیدا ہوتی ہے جسکا نقشہ حضرت حافظ علیہ الرحمۃ یون کھینچتے ہین ؎

شبِ تاریک و بیم موج و گردابے چنین حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

اِس طوفان خیز بے پایان سمندر سے کشتی پار لے جانی کس طرح ممکن ہے ؟ - کیا مغربی تعلیم خود اِس کشتی کی ناخدائی کر سکتی ہے ؟ کیا استدلال اور منطق کی روشنی اِس طوفان مین رہنمائی کر سکتی ہے ؟ اِس معاملے مین بہت کچھ شبہ کی گنجائش ہے کیونکہ تجربہ کہہ رہا ہے کہ مغربی تعلیم کی مادّیت اکثر اوقات توی سے توی روحانیت پر غلبہ پانے مین کامیاب ہوئی ہے ۔

" روحانی ترقی " یہہ الفاظ مغربی حکمت مین جس طور پر سمجھے جاتے ہین اُس سے معمولی طبیعت والا صرف یہہ نتیجہ نکالتا ہے نیکی کی طرف نہ صرف اُس کے مطلق حسن کی وجہ سے بلکہ اُس کی تمدنی ضرورت کی وجہ سے رغبت کرنی چاہئے ۔ گویا نیکی کی بھی قیمت دنیا کی دیگر اجناس کی طرح سکّون مین لگائی جاتی ہے - اِس تعلیم کا اثر زندہ اور ترقی کرنے والی قومون پر کچھ ہی کیون نہ ہو لیکن ہماری غریب قوم پر جیسی

روحانی حس باطل ہو گئی ہے۔ جس مین پاک روحانیت کا جوہر یعنی بلندی کی جانب فطرتاً رجوع ہونے کا مادّہ قریب قریب معدوم ہو گیا ہے جو کچھ اثر اس تعلیم کا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اس حالت مین وہ کونسی شے ہے جو روحانیت کو ہم مین زندہ اور قایم رکھ سکتی ہے ؟ وہ سچی اور پاک مذہبی تعلیم ہے۔ وہ تعلیم جو تعصب اور جاہلانہ اختلافات سے ماورا ہو اور جو اُس تعلق کا حس پیدا کرے جو اُس پاک مقدس اور قادر توانا کی ذات سے اس تیرہ خاکدان کے رہنے والون کو حاصل ہے جس پر ہماری زندگانی اور قوت کا دارومدار ہے۔ جس پر بھروسہ کئے بغیر ہم کو ایک دم بھر دنیا مین ٹھکانا نہین مل سکتا۔ یہہ ہے وہ تعلیم جو انسانی روح کو بالیدگی بخشتی ہے اور اُس کے قلب مین وہ توانائی پیدا کرتی ہے جس کی مدد سے وہ سخت سے سخت امتحان مین نہین ہچکچاتا اور زندگی کے حوادث کو خندہ پیشانی سے جھیلتا ہے۔ انسان اگر اپنی حالت پر غور کرے تو دیکھیگا کہ وہ سرتاپا احتیاج ہے۔ فرعونیت اور انانیت صرف اپنی حالت کا صحیح اندازہ نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان کا کالبد کثیف خود اُن کمزوریون کا ایک مجموعہ ہے جو ہر وقت اُس کی حالت سقیم کی یاد دہانی کرتی رہتی ہین لیکن باوجود ان بیچارگیون کے وہ کونسی شے ہے جو اُس کو ترقی اور صعود کی طرف بڑھائے لئے جاتی ہے یہہ اُس عالی جوہر کا ایک شمہ اور اُس بے پایان نور کی ایک شعاع ہے جو عالم کو روشن کئے ہوے ہے یہہ اُسی کی تو برکت ہے کہ انسان باوجود پستی مین مقیم ہونے کے بلندی کے رہنے والون پر بعض وقت چشمک زنی کرنے کی جرات کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی تمام کمزوریون اور احتیاجون کے ساتھ اس عالم مین تنہا اپنے بنی نوع کے بھروسے پر رہنے کے لئے مجبور ہو جائے تو یقیناً اُس کے لئے اس سے زیادہ کوئی نازک اور افسوسناک حالت نہین ہو سکتی۔ اصلی مذہب وہ ہے جو ہمین ایک قادر توانا اور رحیم و کریم ذات کے وجود کا یقین دلا کر ہماری روح کو اُس مین اس طرح مدغم کر دے کہ ہم اپنی زندگی کو بالکل اُسی سے اور اُسی تک سمجھین۔ یہہ وہ تعلیم ہے جو روح کو تسکین دیتی ہے نہین نہین جو روح کو زندگی بخشتی ہے۔ یہہ وہ اعتقاد ہے جو انسان کے دل کو نور سے معمور کر دیتا ہے۔

مغربی تعلیم سے نہین بلکہ ہم لایق مصنف کے ہمزبان ہو کر یہہ کہین گے کہ مغربی تعلیم کے ناقص ہو جانے سے جو شبہات دل مین جاگزین ہو جاتے ہین وہ صرف مذہبی خیال کو کمزور نہین کرتے بلکہ تمام اخلاقی احساس کو متزلزل کر دیتے ہین اور سوشل اور اخلاقی ناولسٹ کا فرض ہے کہ ان حالات کی سچی تصویر کھینچکر سامنے رکھ دے اور ہماری غلطیون کو ظاہر کر کے ایک مرغوب پیرایے مین روحانیت کو ترقی دینے کی کوشش کرے۔ لیکن اب تک جو رنگ ہمارے ناول نویسی کا رہا ہے وہ چند مستثنیات

کے سوا اس بلند معیار سے بیحد گرا ہوا ہے - ہمارے ناولوں کا سجاٹ بالعموم ایک نوجوان مرد اور ایک دوشیزہ لڑکی کے قابل نفرین خیالات اور رکیک جذبات کا ظاہر کرنا اور اُن باہمی خواہشوں کو اکسانا ہوتا ہے جو زوال پذیر اقوام میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں - ایسے وقت میں اگر کوئی خدا کا بندہ کسی بلند خیال اور عمدہ نتیجے کو مد نظر رکھکر ناول نویسی کے صفحات کو مزین کرنے کی کوشش کرے وہ درحقیقت ملک اور قوم کے اعلیٰ ترین شکریے کا مستحق ہے -

ہمارے محترم مرزا محمد سعید ایم - اے نے ایک ایسی کوشش کی ہے جس کے لئے ہم انھیں اس حالت میں بھی دل سے مبارکباد دیتے اگر انھیں اس قدر کامیابی بھی نہ حاصل ہوتی جیسی کہ ہوئی - کیونکہ یہہ کوشش اس قدر مستحسن ہے کہ اس کی مثال قایم کرنا ہی بہت بڑی ملکی اور قومی خدمت ہے مَن جاءَ بالحسنہ فلہٗ عشرُ امثالہا -

ناول کے ہیرو عثمان کی مذہبی کمزوری وہی ہے جس سے تمام انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب آشنا ہیں اور جس طور پہ لایق مصنف نے اُن خیالات کی تردید کی ہے وہ گو فلسفہ اور منطق والوں کے لئے زیادہ تسکین دہ نہو لیکن موثر ضرور ہے - تاہم بعض لوگ یہہ خیال کرسکتے ہیں اور ہمارے پاس اُن کا کچھ جواب نہیں ہے کہ جب مصنف کا اصلی مدعا تعلیم یافتہ لوگوں کو راہ راست پر لانا تھا تو وہی پیرایہ بیان کیوں نہ اختیار کیا گیا کہ اُن کی تسکین کا باعث ہوتا - لایق مصنف نے دیباچے میں کسی حد تک اس سوال کو حل کیا ہے اور قریب قریب وہ رائے ظاہر کی ہے جس کا مطلب اس ہندی ضرب المثل میں مضمر ہے جسکا ترجمہ یہہ ہے کہ "اپنے ہی مرنے سے سرگ نظر آسکتا ہے" لایق مصنف کے نزدیک شاید کوئی استدلال اُس روحانی حالت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں جس کی انسانی روح کو نظرتاً احتیاج ہے - جو دنیا کے معاملات کے ذاتی تجربہ سے پیدا ہوتی ہے اور جس کی ہدایت انسان کو خود خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہوتی رہتی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لایق مصنف کے نزدیک یہہ ہدایت نہ صرف نیک رستوں پر چلنے والوں کو ہوتی ہے بلکہ بد طریقوں پر عمل کرنے والے بھی اُس کامل محبت سے بہرہ اندوز ہوسکتے ہیں جو جناب باری کو اپنے بیکس اور لاچار بندوں کے ساتھ ہے - اس خیال کے دل میں جاگزین ہونے سے ہمکو مندرجہ ذیل اعتراضات کے جواب خود بخود مل جاتے ہیں :-

کیا انسان ایک معمولی ایکٹرس اور ایک معمولی یا غیر معمولی طوائف سے محبت کرکے اور اُس کی سوسائٹی میں رہ کر اس قدر وسیع جذبات کے قابل رہ سکتا ہے جیسا کہ عثمان اس ناول میں ظاہر کیا گیا ہے

۲- کیا اُس آزادی کے ساتھ جو عثمان کی طبیعت میں سرایت کر گئی تھی اُس کی طبیعت اس قدر غیور رہ سکتی تھی جیسی کہ شمیم کے معاملے میں ثابت ہوئی اور جس نے اُسے شمیم کے خطرناک پھندے سے چھڑا دیا ؟

لیکن ان سب سوالات سے بڑھکر وہ سوال ہے جس کی نسبت خود مصنف نے دیباچے میں اشارہ کیا ہے یعنی حسن افروز کے کیرکٹر کا مادر ار الفہم ہونا۔ حسن افروز ایک طوائف کے گھر پیدا ہوئی۔ اُسی سوسائٹی میں اُس نے تربیت پائی لیکن عین اُس وقت جبکہ اُس خاص پیشے میں دل چسپی پیدا ہونے کے قوی ذریعہ اسباب یعنی حسن اور شہرت روز افزوں ترقی پر تھے اُس نے بغیر کسی قوی تحریک کے تمام دلچسپیوں کو خیرباد کہنے پر اپنے آپ کو بالکل مستعد ثابت کیا اور بظاہر کوئی کشمکش متضاد جذبات اور متناقص خیالات کی اُس کے سینے کے اندر واقع ہوتی ہوئی معلوم نہیں ہوئی۔ گویا سوال نکاح خود اپنی قوت سے اُس کے تمام جذبات پر غالب آجانے کے لئے کافی تھا کیونکہ بظاہر نہ عثمان میں کوئی ایسی خوبی معلوم ہوتی ہے جو بالعموم مستورات کو دل سے مرغوب ہو نہ حسن افروز کا کوئی خاص درجہ تک شغف عثمان کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ عجیب و غریب عورت عثمان کے لئے گویا فرشتہ رحمت ہے جس نے ایسے گھر جنم لیا جہاں عثمان کی کمزوریاں نے اُسے پہونچا کر چھوڑا۔ ناظرین معاف فرمائیں اگر میں یہ عرض کرنے کی جرأت کروں کہ اکثر اوقات طوائفوں کے سوانح نگار اُسی سریع الاعتقادی سے متاثر ہو جاتے ہیں جو خود طوائفوں کا خاصہ ہے۔ جس طرح اُن کی بیرونی ہر قبر میں ایک دلی امیدوار ہر دل میں ایک زندہ شہید دیکھتی ہے اُسی طرح یہ لوگ بھی ہر نشیوار کے اندر ایک رحمت کا فرشتہ پوشیدہ پاتے ہیں۔

ناول کی زبان بالعموم شوخ اور پسندیدہ ہے لیکن قطع نظر بعض لفظی کمزوریوں کے جو بجائے خود ناقابل التفات ہیں ابتدائی ابواب میں جو مذاق عثمان اور اُس کے ہم عمروں کا مختلف موقعوں پر ہے وہ کسی قدر پھیکا اور تصنع آمیز ہے عثمان کے جس قدر دوستوں کے نام ناول میں لئے گئے ہیں اُن میں بجز بابو اور ایڈیٹرین کے کسی کے کیرکٹر پر روشنی نہیں ڈالی گئی لیکن باوجود کوشش کے کسی قدر اندھیرے میں ہے اور ایڈیٹرین پر روشنی کی کثرت کی وجہ سے نگاہ نہیں ٹھیرتی۔ خود عثمان اگر اپنی خاص کمزوریوں کی وجہ سے نہ پہچانا جاتا تو ایک مجہول اسم ہوتا۔ حسن افروز کی نسبت ہمارا کچھ کہنا ہی بیجا ہے اس لئے کہ اُس کو تو لائق مصنف نے خود ہی معما قرار دیا ہے۔ شمیم البتہ اس اسٹیج پر کچھ سب سے زیادہ چلتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن اُس کا ایگزٹ کچھ ایسا اچانک طور پر ہو جاتا ہے

کہ اُس کا پارٹ جس قدر موثر ہے اُتنا دلچسپ نہین رہتا۔ پلیٹ سادہ ہے جو بعض مشرقی طبایع کو ناپسند ہوگا اور بعض مغربی ناول خوانون کو حد سے زیادہ سادہ معلوم ہوتا ہوگا لیکن سوشل ناولون مین زیادہ پیچیدہ پلاٹ ہمیشہ سخت ناموزون ہوتے ہین - اظہار جذبات مین ماشاء اللہ لایق مصنف نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے - اور صرف یہی ایک بات نہ صرف ناول کے تمام نقائص کا جوابدہ ہے بلکہ اِس کو معمولی ناولون کے پایہ سے کہین زیادہ بلند کردیتی ہے - جس قدر ژرف نگاہی سے لایق مصنف نے روزانہ واقعات زندگی پر نظر ڈالکر اہم نتایج مستنبط کئے ہین اور جس طرح معمولی جذبات سے فلسفیانہ نکات پیدا کئے ہین وہ اُنھین کا حصہ ہے اور ہم بلا اندیشہ تردید کہہ سکتے ہین کہ جس طریقہ پر ناول نویسی کی لایق مصنف نے بنیاد ڈالی ہے اُس کے تتبع سے اُردو زبان کو بیحد فائدہ ہوگا لیکن حقیقت یہہ ہے کہ اِس طرز کی پیروی بھی آسان نہین ہے اِس لئے کہ ہر دل اور ہر دماغ اس قابل نہین ہوتا کہ معمولی واقعات سے باریک اور اہم نتایج استنباط کرسکے اور پھر اُس کا مناسب اظہار بھی کردے - یہہ مادّہ بھی خداداد ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست ❊ تا نہ بخشد خدای بخشندہ

اڈیٹر

غزل جناب فا ستیاپوری

توہی جو ہدفِ آہِ جگر ہو کے رہے
اے فلک کس لئے تو صدِ نظر ہو کے رہے

میرا پہلو نہ سہی غیر کے سر ہو کے رہے
یا اِدھر ہو کے رہے یا وہ اُدھر ہو کے رہے

یہہ اثر بے اثری کا ہے کہ وہ کہتے ہین
ہم تو جب جانین دعاؤن مین اثر ہو کے رہے

زیست ہے کیا جو حسینون مین نہین کٹتی ہے
جبھی اچھا ہے جو اُنھون مین بسر ہو کے رہے

آہ بے کار کلیجہ سے جو نکلی تو کیا
تب نکلنے کا مزا ہے کہ اثر ہو کے رہے

جی کا جنجال ہے کیون آپ کو آفت مین پھنسے
کیا پڑی ہے جو تری زلف کے سر ہو کے رہے

مجھ سے فرماتے ہین پروانہ کی حالت دیکھو
ایسا عاشق ہو کہ جو سینہ سپر ہو کے رہے

جان لے لیتی ہے اُس کاوشِ مژگان کی کسک
یہہ وہ ہے خلش کہ جو درد جگر ہو کے رہے

سینے سے دل مین گیا دل سے جگر مین آیا
او ستمگار ترے تیر مین پر ہو کے رہے

تم نے دریردہ ہمین قتل کیا محفل مین
یہہ خبر ہو کے رہے ہان یہہ خبر ہو کے رہے

اے وفا مجھ کو غزل کہنے کی فرصت ہے کہان
اب تو وہ سر ہے کہ جو غیر کے سر ہو کے رہے

جولیس قیصر

نمبر ۱۱

اس نمایان کامیابی کے بعد قیصر کو قوم جرمن کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اُن کے مغرور سردار آریووسٹس کا قول تھا کہ کیا اہل رومہ ہی بڑے فتح کرنے والے ہین ہم فتح کرنا نہین جانتے۔ اُن کو مناسب یہہ ہے کہ وہ اپنی حد سے قدم باہر نہ نکالین تو ہم بھی اپنے صوبون کے اندر رہنے پر قانع ہو سکتے ہین"۔ اس کے علاوہ جرمن کا ایک اور بڑا جرگہ اپنے بھائی بندون کے شریک حال ہونے کے لئے آندھی کی طرح بڑھا چلا آتا تھا اور جولیس قیصر نے یہی مناسب تصور کیا کہ جنگ اسی جرگے کے منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے ہو جانی چاہیے اس خیال سے وہ نہایت سرعت کے ساتھ روانہ ہوا لیکن جب وہ بسانکن پہونچا تو اُسے معلوم ہوا کہ فوج بیدل ہو رہی ہے اور آگے بڑھنے سے جی چراتی ہے۔ نوجوان شرفا جو اُس کے ساتھ جنگ مین شریک ہونے کی غرض سے آئے تھے کچھ تو صوبہ گال کے دشوار گزار مقامات کے طے کرنے کی تکالیف سے تنگ آ رہے تھے اور کچھ اقوام گال کی زبانی اقوام جرمن کی خونخواری اور قوت کے قصے سُن سُن کر مرعوب ہو رہے تھے اکثر تو رخصت طلب کر رہے تھے اور بعض مستقل مزاج اور دلیر لوگ جو لڑنے مرنے پر طیار تھے وصیت نامون کی تکمیل کر رہے تھے کیونکہ اپنے آپ کو مُردہ تصور کر چکے تھے۔

جولیس قیصر کو خفیہ طور پر بھی افسرون اور سپاہیون سے مباحثہ کرنا پڑا اور علانیہ طور پر بھی اُس نے ایک ایڈریس دیا جس مین اُن کے بزدلانہ خیالات پر انھین ملامت کی اور یہہ ظاہر کیا کہ مجھے دسوین پلٹن کی بہادری پر اس قدر اعتماد اور اپنی قسمت پر اس قدر بھروسا ہے کہ اگر کل فوج مقابلے سے انکار کرے تو بھی مین صرف دسوین پلٹن کو لیکر مقابلہ کرونگا اور یقیناً فتحیاب ہون گا۔ اُس قوت بیانیہ کا جادو بڑا پُر اثر تھا اور اس ایڈریس نے سارے بزدلانہ خیالات کے دھوئین کے ساتھ باد صرصر کا کام کیا اور تمام فوج مین ایک تازہ روح پیدا ہو گئی۔ اب جولیس قیصر بسرعت تمام کوچ کر کے اُس مقام پر پہونچ گیا جہان آریووسٹس پڑا ہوا تھا۔ دونون فوجین بالمقابل خیمہ زن ہوئین اور دونون سردارون مین ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر باہم کچھ مشورہ ہوا۔

تدابیر صلح مین ناکامیابی ہوئی اور جرمن نے دو چار دن اسی طرح گھما دیے۔ جولیس قیصر سمجھ گیا کہ یہ تاخیر محض اس وجہ سے ہے کہ جرمن اقوام کو کمک پہونچنے کی امید ہے اور اُس نے اُن کے خیمون پر حملہ آور ہو کر انھین میدان مین نکل کر لڑنے پر مجبور کیا۔ ایک زبردست مقابلے کے بعد رومن عقاب کے

پنجے زیادہ زبردست ثابت ہوے اور حریف تاب مقاومت نہ لاکر بے سروسامانی کے ساتھ پسپا ہوکر دریاے رائن کی طرف ہٹ گیا - جولیس قیصر نے شیرانہ تعاقب کرکے دشمن کو تہ تیغ کرنا شروع کیا ایسا رن پڑا کہ تمام دریاے رائن کا کنارہ لاشون سے پٹ گیا - خود آریو وسٹس بال بال بچا اور یاوری قسمت سے ایک کشتی کے ذریعہ سے دریاے رائن کو عبور کر گیا -

اس فتح نے دریاے ساؤن تک شمالی خطّون کو روما کے قدمون مین ڈال دیا اور جولیس قیصر نے بہ فتح وظفر مراجعت کرکے موسم سرما کے لئے سس آلپائن گال کو اپنا جاے قیام بنایا لیکن ۵۷ قبل مسیح کے موسم بہار مین اُسے اور مصائب کا سامنا کرنا تھا اس لئے کہ اقوام بلجک نے جو مغربی نزاع مین سکونت گزین تھی جولیس قیصر کے خلاف اتفاق کر لیا تھا اور ایک فوج جرّار طیار کرلی تھی - جولیس قیصر کو طیار ہونے کتنی دیر لگتی تھی - خبر معلوم ہوتے ہی اُس نے اُنھین دریاے سامبر کے سواحل پہ جالیا اور ایک محاربۂ عظیم کے بعد ایسی شکست فاش دی کہ حریف کے بعض دلاور فرقون کو پامال نیست و نابود کر دیا اور اُن کے مضبوط قلعے پر قبضہ کر لیا - اِس کے بعد ایک موسم سرما تو اُس نے سس آلپائن گال مین گزارا اور تازہ دم ہوکر آرموریکا کی اقوام گال کی گوشمالی کے لئے جہاز طیار کئے اور بحیرۂ میڈیٹرینین سے جہاز رانون کو بُلا کر نوکر رکھا -

۵۶ قبل مسیح مین اس متمرد و طاقتور قوم کا بھی قلع قمع ہوگیا اور صوبۂ گال کے کھونٹ کھونٹ مین رومی پھریرا لہرانے لگا اب صرف سرحد پر کے چند معاملات اُس کی توجہ اور مصروفیت کے لئے باقی رہ گئے - یہ ہے مختصر بیان جولیس قیصر کے "محاربات گال" کا جس کی پوری تصریح خود اُسی کی کمنٹریز مین موجود ہے - اُس مین اُس نے اپنی تدابیر اور مصالح جنگ و صلح - اپنے سپاہیون کی بہادری اور حریفون کی ہوشیاری اور جرأت کی تعریف غرض ساری باتین درج کی ہین لیکن اُس کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل روما کی معمولی عادت کے موافق وہ بھی دیگر اقوام اور خصوصًا باربیرین گال کے متعلق کامل منصفانہ راے قائم کرنے سے معذور تھا - اُسکو باوجود اِس طبعی ذکاوت کے جو اُس کا خاصہ تھا اُن مین کوئی ایسی خوبی جو قابل دلچسپی ہو نظر نہ آئی بجز اُن کے جو جنگ اور ملک گیری کے معاملات سے تعلق رکھتے ہین اور جن کے مقابلے مین عمومًا اہل روما اور خصوصًا جولیس قیصر کی شجاعت اور دلیری یاد قابل تعریف ثابت ہوتی ہے - تاہم یہ کتاب تواریخ مین باعتبار طرز اظہار خیالات اور خصوصیات علم تاریخ کے نہایت بلند پایہ رکھتی ہے -

جب جنگ کا زمانہ نہین ہوتا تھا تو وہ ہمیشہ صوبہ گال کے اُس حصے مین قیام پزیر رہتا تھا جو کہ

آلپس سے جنوبی سمت کو اطالیہ سے ملا ہوا واقع ہے۔ شہر لکا اُس کا قیام گاہ رہتا تھا اور یہاں بیٹھکر وہ روما کے معاملات پر اپنا اثر ڈالتا رہتا تھا گو بحیثیت ایک جنرل ہونے کے وہ شہر روما میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ممبران سینیٹ کی جماعت اُس سے ملنے اور مشورہ کرنے کے لئے آیا کرتی تھی اور ہر جنگ کی فتح کے موقعہ پر سینیٹ کی طرف سے اُس کو مبارکباد اور شکرئے کے پیغام برابر پہونچتے رہتے تھے۔

علم مجلس یون تو گویا اُس کے گھر کا تھا کیونکہ خاندانی وجاہت کے ساتھ اِس کا وجود اکثر لازم ملزوم سا ہو جاتا ہے مگر جولیس قیصر ذاتی طور پر بھی نہایت خلیق تھا اور ذرا ذرا سی باتوں میں اِس قدر خوش مزاجی اور خوش خلقی کا برتاو کرتا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اُس کی جگہہ ہو جاتی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک دعوت میں اُس کے سامنے تیل میں بھنا ہوا ساگ رکھا گیا اور اُس نے نہایت خندہ پیشانی سے کھا لیا۔ اُس کے بعض سرداروں نے کھانے کا مضحکہ اوڑانا چاہا تو اُس نے کہا کہ "اگر تم کو کھانا پسند نہ تھا تو نہ کھاتے لیکن کھا پی کر اُس کا مذاق اُڑانا شرافت سے بعید ہے"

ایک موقعہ پر وہ سفر میں تھا اور طوفان نے جنگل میں گھیر لیا۔ ایک جھونپڑی کے سوا کہیں پناہ نہ ملی رات کا وقت تھا اور طوفان سر پر تھا مگر جولیس قیصر نے اپنے ملازموں تک کو جھونپڑی کے اندر جگہہ دی اور خود برآمدے میں پڑ رہا۔

جاڑے کا موسم تھا اور جولیس قیصر حسب معمول سس آلپائن گال میں مقیم تھا کہ ٹیوٹنس نے سرحد بلجیم پر پھر حملہ کیا اور ۵۴ قبل مسیح کا ابتدائی زمانہ اُن کے نکالنے میں صرف ہوا لیکن قیصر کو اُس جزیرے تک پہونچنے اور اُسکو روما کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے لانے کا بہت شوق تھا جہاں سے قوم آرماریکن کے بعض معاونین قیصر کے مقابلے کے لئے آئے تھے۔ یہہ جزیرہ صوبہ گال کے ساحل کے پرے سمندر پار واقع تھا اور اُس کے سواحل کے ٹیلے بلجیم کے سرحدی مقامات سے دھندلے دکھائی دیتے نظر آتے تھے۔ صوبہ گال میں یہہ جزیرہ البیان (یعنی کہرے اور برف کے ملک کے نام سے مشہور تھا جس کی نسبت ٹیریا کے سوداگر عجیب غریب قصوں کا پردہ ڈالنے کے عادی تھے جس کو قیصر اُٹھانا چاہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اِس جزیرے کے باشندے اہل گال سے ملتے جلتے ہوئے ہیں جن سے وہ پانچ برس تک جنگ و صلح کی حالتوں میں آشنا ہو چکا تھا۔ اُس کے دل میں یہہ اُمنگ تھی کہ اہل گال کو یہہ بات کر دکھائے کہ اہل روما کے دستبرد سے کوئی جگہہ بچ نہیں سکتی علاوہ اِسکے اہل اُسے یہہ دکھانا تھا کہ میری فاتحانہ ہمت و استقلال کے سامنے کسی دشوار گزار ملک اور کسی پہاڑ

قوم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس خیال سے اُس نے ایک دستہ فوج لیکر آبنائے ڈوور کو عبور کیا لیکن جب سواحل برطانیہ پر پہونچا تو ٹیلون اور پہاڑیوں کو اہل برطانیہ کی کثیر جماعت سے بھرا ہوا پایا جنھون نے دلیرانہ کوشش کی کہ اُس کو اپنے جزیرے کی زمین پر قدم نہ رکھنے دین یہان تک کہ قیصر کی افواج کو جہاز پر سے اترنا مشکل ہو گیا اس موقعہ پر رومی فوج کے علمدار نے بڑی دلیری سے کام لیا وہ بلا پس و پیش جہاز پر سے کود کر حریف کی جماعت کے اندر گھس گیا اور اب رومی افواج کو مجبوراً اُس کے ساتھ ہی اُترنا پڑا کیونکہ یہہ ذلت کون گوارا کرتا کہ رومی عقاب کو دشمن کے ہاتھ مین دیکھے۔

قیصر نے اپنی افواج کو اُتار تو دیا لیکن حالت کچھ اچھی نہ تھی اس لئے کہ دشمن کا چارون طرف سے نرغہ تھا۔ اور اُس کی فوج بہت مختصر تھی لیکن اس موقعہ پر اُسے صرف ملک کو دیکھنا اور موقعون کی جانچ کرنا منظور تھا اور وہ بغیر کسی جنگ کے واپس چلا گیا۔ اگلے سال ڈیڑھ ہزار رومی اور چار ہزار گال کی افواج سے اُس نے پھر برطانیہ پر حملہ کیا اور لڑتا بھڑتا دریائے ٹیمس تک پہونچ گیا۔ برٹش افواج کے سپہ سالار کیسوالن نے بڑے معرکے کا مقابلہ کیا مگر اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اہل روما نے دریائے ٹیمس مین ایک پایاب موقعہ ڈھونڈھ نکالا اور اُس سے عبور کر کے اُس عظیم الشان احاطے پر حملہ آور ہوئے جو اہل برطانیہ نے اپنے بال بچون کی حفاظت کے لئے درختون کے تنون سے طیار کیا تھا۔ اب کیسوالن کو بھی بجز اطاعت کے چارہ نہ رہا اور اپنے ہمسائے اہل گال کی مانند اُس نے بھی چند بڑے بڑے سردارون کو بطور ضمانت صلح کے قیصر کی سپرد کیا گویا قیصر کے قبضے مین اُس ملک کے لوگ آ گئے جس کو لوگ جادو کا ملک تصور کرتے تھے وہان کی صناعی کے نمونے کے طور پر جولیس قیصر ایک نقرئی طشت بھی لایا جس کے اندر سیپ کا جڑاو کام کیا ہوا تھا۔

جب وہ صوبہ گال کو واپس آیا تو وہان پھر وہی ہنگامہ دیکھا۔ اہل بلجیم نے شور و فساد برپا کر رکھا تھا اور کوئنٹس سسرو (یہہ مارکس سسرو معروف کا بھائی تھا) کی حالت بہت نازک تھی کیونکہ وہ اپنی ایک پلٹن کے ساتھ محصور تھا اور وحشیون کی زبردست افواج چارون طرف پڑی ہوئی تھین۔ قیصر کے آتے ہی محاصرہ اُٹھ گیا اور اُس نے باغیون کو یہہ سزا دی کہ اُس خطہ کو بالکل ویران کر دیا۔ اسی اثنا مین کوچ کے نازک موقعہ پر جولیس قیصر کو پامپی کا خط ملا جس مین اُس کی اکلوتی بیٹی جولیا کے انتقال کی خبر درج تھی۔ اُس نے خط دیکھا اور اپنے مقرب سردارون کی طرف جو اُس وقت موجود تھے ڈال دیا لیکن نہ زبان سے ایک حرف نکلا نہ پیشانی پر شکن آئی نہ غم کا کوئی

اور اظہار ہوا گویا اُس نے پتھر کا کلیجہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ اپنے ارادوں اور حوصلوں میں اِس غمناک
واقعہ کو حارج نہ ہونے دیگا چنانچہ اُس نے ایسا ہی کر دکھایا اور دیکھنے والے عش عش کرتے رہ گئے۔
سنہ ۵۲ قبل مسیح میں اہل گال نے سب سے بڑی کوشش اپنی آزادی حاصل کرنے کی
کی۔ اُس وقت وہ ایک آواز میں سردار کی ماتحتی میں جس کو جولیس قیصر نے اپنی کتاب میں ورسنگٹارکس
کے نام سے موسوم کیا ہے مقابلے کو اُٹھے۔ اُن کے سردار کی لیاقت اور شجاعت ضرور قابل داد تھی
اور جو کچھ وہ اپنی غیر منتظم اور غیر مستقل فوج کی امداد سے دنیا کے سب سے زبردست جنرل اور سب سے
بڑی باقاعدہ فوج کے مقابلے میں کر سکتا تھا اُس میں اُس نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔
یہ محاربہ اِس قدر عظیم الشان ہوا کہ جولیس قیصر کو فوراً اطالیہ سے یلغار کر کے ملک آورنی
تک پہونچنے کے لئے چھ چھ فٹ گہری برف پر سے گزرنا پڑا۔ باوجود اِس پھرتی کے اور باوجود قتل و
غارت کے جو حریف کو مرعوب کرنے کے لئے برابر عمل میں آتا رہا قیصر کو اِس جنگ میں سخت مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا اور ایک موقعہ پر جب یہ اورنشیا کی سرحد پر نہ پڑا تو قیصر ایسا بے طرح گھر گیا کہ اُس کے
ہاتھ سے تلوار تک چھن گئی اور اگر اُس کے جانباز سردار نہ پہونچ جاتے تو اُس کے قتل ہو جانے میں
کوئی کسر باقی نہ رہتی۔ تاہم حریف نے اُس تلوار کو بطور نشان کامیابی کے اپنے قومی مندر کے دروازے
پر آویزاں کر دیا۔ انجام کار جولیس قیصر کو غلبہ حاصل ہوا اور وہ بہادر گال جس نے اِس دلیری سے
اُس کا مقابلہ کیا تھا مقام الیسیا میں اپنے خیمے میں جس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی محصور ہو گیا
اور چونکہ اقوام گال میں کامل استقلال نہ تھا لہٰذا باہر سے اُسے کچھ مدد نہ ملی اور اُس کو اپنی قوم کے بچانے
کے لئے قیصر کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔
قیصر اُس وقت ایک کرسی پر متمکن تھا اور اُس کے سردار چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے جبکہ
وہ حریف (یعنی ورسنگٹارکس) ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار آیا قیصر کے گرد بلا گرداں
ہوا اور پھر دفعتہ باگ روک کر قیصر کے سامنے اُتر پڑا اور ہتھیار رکھ کر اپنے فاتح کے روبرو مودب کھڑا
ہو گیا۔ قیصر نے بجز اِس کے کچھ نہ کہا کہ اِسے آئندہ ٹرائمف کے موقعہ کے لئے نظر بند رکھنا چاہئے۔
اِس ٹرائمف کو ابھی بہت دن باقی تھے۔ ابھی جولیس قیصر کو دو برس تک اور اُن
وحشی اقوام کے قلع قمع کے لئے وہاں رہنا تھا کیونکہ صوبہ گال کا ابھی اِس قدر معقول انتظام
نہیں ہوا تھا جیسا وہ چاہتا تھا یعنی اُن کی گروہ بندی کا ابھی انسداد نہیں ہوا تھا جس سے
بغاوت کا اندیشہ کم ہو جاتا۔ اِس کا انتظام جولیس قیصر نہایت خوش اسلوبی سے کر رہا تھا

وہ سختی ضرور کرتا تھا مگر بلا معقول وجہ کے نہین کرتا تھا اور رحم اور عنایت بھی ایسے ہی موقعہ پر کرتا جبکہ اُس کا اثر اچھا ہو۔ اُس کے دس برس کے پرو کانسلی کے زمانے مین روما کو ایک مستقل صوبہ پر مستقل حکومت حاصل ہوگئی حالانکہ اس سے پہلے صوبہ گال فتنہ و فسادات کا مامن اور فوجی کارنامون کا میدان سمجھا جاتا تھا۔

لیکن اُس کی دلی خواہش یہہ تھی کہ خاص روما کے اندر اپنی قوت اور قدرت کا اظہار کرے اور وہان بیٹھکر سب پر حکومت کرے جب سے کریسس ایشیا کی جنگ مین کام آگیا تھا سوائے قیصر اور پامپی کے اہل روما کی نگاہ مین اور کوئی شخص طاقتور نہین رہا تھا - جولیا کی موت سے وہ رشتۂ تعلق نطع ہو گیا تھا جو جولیس اور پامپی کے درمیان قائم تھا اور اب پامپی جولیس قیصر کو نگاہِ حسد سے دیکھتا تھا اور اُس سے الگ تھلگ رہتا تھا۔

جولیس قیصر گرچہ خاص روما مین نہ تھا لیکن اطالیہ مین ضرور تھا اور اہل روما وہان بھی موجود تھے جن مین وہ رہتا تھا اور جن کے سامنے وہ اُس تزک و احتشام کے ساتھ نکلتا تھا جسکا بحیثیت ایک جنرل کے وہ مستحق تھا جس شہر مین اُس کا گزر ہوتا وہان کے لوگ اُسکا نہایت خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے دروازون کو درختون کی پتیون سے سجاتے تھے قربانیان کرتے تھے اور بازارمین جلسے کرتے تھے - آیندہ سال کے لئے عہدۂ کانسل پر گویا اُسکا مستقل استحقاق قایم ہو چکا تھا اور اب اس عہدے کے حصول کے لئے اُسے اس امر کی بھی ضرورت نہ تھی کہ روما مین جاکر اپنے ٹرائمف کے حق کو ضائع کرکے کوشش کرے جیسے اسپین سے واپس ہونے کے وقت ضرورت تھی۔

پامپی بہ اتفاق جملہ قدامت پسند اہل روما کے یہہ چاہتا تھا کہ صوبہ گال مین جدید پروکانسل مقرر کرکے قیصر کی فوج کو چھین لینے کا ڈھب نکالین لیکن دو ٹرائیبون مارکس انٹونیس (عرف مارک انٹونی) اور کوئنٹس کیشیس قیصر کے حقوق کی حفاظت کرتے تھے - پامپی کے پاس بھی اسپین اور افریقہ کے پروکانسل ہونے کی وجہ سے خاصی فوج تھی اور سینٹ کا یہہ اندیشہ بجا تھا کہ ایسا نہ ہو یہہ دونون ایک دوسرے سے گتھ جائین - بعض کا خیال یہہ تھا کہ سلطنت جمہوری کا فائدہ پامپی پر بھروسا کرنے مین ہے اور بعض کہتے تھے کہ نہین قیصر پر - ایک پارٹی کا یہہ قول تھا کہ اگر تمام صوبہ مین قیصر کو معہ افواج کے رکھنا منظور ہی تو یہہ قرین مصلحت نہین ہے کہ پامپی اُس کے مقابل مین دوسری طرف ایک فوج کا سردار ہو کر رہے - دوسرا فریق یہہ کہتا تھا کہ جولیس قیصر سے افواج کی حکومت صرف اُسی

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱

ناظرین! کیا آپ کو کبھی بھوتون کا قصہ سننے کا اتفاق ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو آپ کو یاد ہوگا کہ سنتے سنتے آپ پر ایک عجیب حالت طاری ہوگئی ہوگی محویت کے عالم مین آپ کو نادانستہ طور پر پیچھے مڑ کر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اس خیال سے کہ کہین سچ مچ کوئی بھوت کھڑا ہی نہو۔ ایسے قصے کا اثر کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ گو انسان بھوتون کے وجود سے منکر ہی کیون نہو ایک دفعہ تو اُس کی استدلالی قوت واہمہ سے مغلوب ہو ہی جاتی ہے اور وہ خوف زدہ اور متوحش سا نظر آنے لگتا ہے یہی حال اُس وقت میرا تھا گو مجھے یقین تھا کہ ڈورا کا اندیشہ محض وہم پر مبنی ہے مین نے ایک منٹ کے لئے بھی اُس کی صلیت پر یقین نہین کیا لیکن اُس کے بیان کو غور سے سننے اور خود اُس کے ڈر کو دیکھنے سے مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میرے دل مین بے اختیار یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ خدا جانے کیا ہونیوالا ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نتیجے کے استنباط کے لئے ضروری اسباب جو فطرتاً ضرور موجود ہوتے ہین نظر انداز ہوجاتے ہین بالکل اِس طرح پر جیسے کسی فضول خرچ کے قرض کی رقوم کی تفصیل ذہن مین محفوظ نہین رہتی گو یہہ ظاہر ہے کہ کل رقم قرضے کی وقتاً فوقتاً مختلف قلیل رقمون ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اسی بنا پر میرے دل مین یہہ خیال گزرا کہ ڈورا کو جو اندیشہ لاحق ہے اُس کے ضرور کوئی نہ کوئی وجوہ ہون گے گو وہ اُن کو ظاہر نہین کر سکتی۔ تاہم مین نے اِس خیال سے کہ ڈورا پر یہہ ظاہر نہو کہ مین اُس کے اندیشے کو وقعت سے دیکھتا ہون یہہ سوال کیا کہ "وہ کونسا معاملہ ہے جس کی نسبت تمنے کہا کہ میرا بس نہ چلے گا"!

ڈورا۔ آہ ڈاکٹر صاحب۔ یہہ سوال مجھ سے نہ کیجئے۔ اب اسکا ذکر ہی جانے دیجئے۔ آج کے دن تو مجھے تعطیل منا لینے دیجئے۔

مین۔ مگر یہہ آج کی تعطیل تو کچھ زیادہ اچھی طرح نہ گزری۔

یہہ کہتا ہوا مین ڈورا کے ہمراہ آگے بڑھا اور ہم لوگ پہاڑی کی چوٹی پر پہونچ گئے۔ دور تک نگاہ جاتی تھی اور بائین طرف ہرے ہرے کھیت اور داہنی طرف خوشنما مکانات ایک دل فریب نظارہ پیش کررہے تھے۔ ڈورا نے کسی قدر متانت سے جواب دیا۔

ڈورا۔ مین نے کوشش تو بہت کی کہ گھڑی دو گھڑی خندہ پیشانی سے آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور تمام

دنیوی تفکرات کو بھلا دون لیکن بار بار یہی باتین میرے دماغ مین پھرنے لگتی ہین اور کسی اور بات کا خیال ہی نہین آتا۔

مین۔ یہہ اندیشہ اور تفکر تو تمھین بہت دنون سے لاحق ہے لیکن تم نے اب تک اس کا اظہار نہین کیا تھا آج یہہ کیا بات ہے۔ کہین مسس مینگ ٹری کی غیبت مین کوئی نئی بات تو پیدا نہین ہوئی۔

ڈورا۔ میری زندگی کے ہر واقعہ سے میرے اندیشے کو تقویت ہوتی ہے۔ میرے پاس خاص وجوہ نہین ہین اور جو کچھ ہین اُنھین بیان کرون گی تو آپ ہنسین گے اور اُنھین طفلانہ خیالات پر محمول کرین گے آپ جانتے ہین کہ ہمارے مکان پر کوئی نہین آتا۔ جب میرے باہر جانے سے بیشتر لوگ ملنے کے لئے آتے تھے تو مسس مینگ ٹری کوئی نہ کوئی حیلہ نہ ملنے کا پیدا کر لیا کرتی تھی اور کبھی بازدید کو نہین جاتی تھی۔ کل ایک شخص مسٹر لاسیلس سے ملنے آیا تھا مین اُس وقت ملاقات کے کمرے مین بیٹھی ہوئی تھی جب ہیجنگز اُس کو بلا اطلاع اندر لے آئی۔ وہ ایک خوش پوشاک آدمی تھا اور خوش حال کاشتکار معلوم ہوتا تھا اُس کا نام کارٹرائٹ تھا۔ وہ مسٹر لاسیلس کے پاس چلا گیا اور اُس کو مسٹر رابرٹس کہکر پکارا اس پر مسس مینگ ٹری متوحش سی معلوم ہونے لگی اور مجھے کمرے سے اُٹھا لے گئی۔

مین۔ اگر اتنی ہی بات تھی تو اس مین تو کوئی اندیشے کی وجہ نہین معلوم ہوتی۔

ڈورا۔ یہہ مین جانتی تھی کہ آپ ایسا ہی سمجھین گے۔ مین اُن چھوٹے چھوٹے واقعات کی تفصیل نہین بیان کر سکتی جن سے شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ جب وہ شخص چلا گیا تو مسٹر لاسیلس نے اس بات کو بڑی کوشش کے ساتھ ظاہر کیا کہ وہ بھولے سے یہان چلا آیا تھا وہ اس مکان کو کوئی اور ہی مکان سمجھا تھا۔ لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ مسس مینگ ٹری نے جو باہر جانے کا قصد ملتوی کیا اور دفعتًا ایک روز کے لئے لنڈن چلی گئی۔ وہ اسی آنے والے کی بدولت۔

مین۔ یہہ تو تمھاری زیادتی ہے۔ بھلا اُس بیچارے کے آنے مین جس کا تم نے ذکر کیا کونسا شبہ کا موقع ہے۔ البتہ مجھے ایک بات کا پتہ چلتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ تمھین مسٹر لاسیلس کی طرف سے زیادہ بدگمانی ہے۔

ڈورا۔ ڈاکٹر صاحب مسٹر لاسیلس تو میری تمام مصیبتون کا بانی ہے۔ ہائے مجھے اب گھر واپس جانا پڑے گا۔ گھر۔ وہ میرا گھر کاہے کو ہے۔ خیر مجھے واپس جانا ہے۔ اُس کے بالمواجہ کھانے پر بیٹھنا پڑے گا اور تنہا مکان مین اُس کے ساتھ رہنا پڑے گا۔

مین۔ مگر تمھارے لئے کیا وہی ایک جگہ ہے۔ اگر تم اپنے گھر جانا نہ چاہو تو غریب خانہ حاضر ہے اور

ہوتے ہوتے تم لندن پہونچ کر والدہ کے ساتھ آرام کرسلوگی۔
میری اس تقریر کا اثر اُلٹا ہوا کیونکہ ڈورا اور بھی زیادہ اپنے مکان کو واپس جانے کے لئے مستعد ہوگئی اور اُس نے اس طرح جواب دیا۔
ڈورا۔ مین آپ سے عرض کر چکی ہون کر یہہ بات ناممکن ہے۔ اچھا اب مین رخصت ہوتی ہون مین آپ کو کبھی نہین بھولون گی آپ کی عنایتین ہمیشہ یاد رہین گی گو آیندہ ملنے کا اتفاق نہ بھی ہو۔
مین۔ خوش مزاجی کی کوشش کرکے، تم برج ولسن مین رہ کر یہہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نہ ملین۔
ڈورا۔ خیر دیکھا جائے گا۔
ہم نے ہاتھ ملایا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ڈورا نے اُس وقت میرے ہاتھ کو کسی قدر دبایا ضرور۔ پیاری ڈورا رخصت ہوکر میدان کی طرف بڑھی اور مین اُسی جگہہ اُس کو تکتا رہا اور اُس کا ... ان ... پھولون اور بیلون پر سے گزرنا اور گھاس کو روندتے ہوے جانا کچھ ایسا عجیب دلربا ... دیکھتا تھا کہ میری نظر ایک لمحے کو بھی اُس کی طرف سے ہٹ نہ سکی جب تک کہ وہ بوٹا سا قد ... نظر سے پوشیدہ نہین ہوگیا۔ میرا جی بے اختیار چاہتا تھا کہ اُس کے قدم بقدم روانہ ہوجاؤن ... اور اُس سے التجا کرون کہ للّٰلہ میری التماس قبول کرلیجئے لیکن وہ رعب جو مجھ پر اُس کی ... گفتگو سے پڑ چکا تھا ایسا نہ تھا جس سے مجھ مین یہہ جرأت باقی رہتی۔ سب سے زیادہ عجیب ... کہ اُس کی رفتار سے بھی وہی استقلال پایا جاتا تھا جو اُس کی گفتگو سے ظاہر ہوچکا تھا ... سے زیادہ تعجب کی بات تھی کہ یہہ طرز رفتار ایسے مریض کی نہین ہوسکتی تھی جیسا مین نے ... تشخیص کیا تھا وہ تو خاصی تندرست اور چاق وچست نظر آتی تھی۔

باب ۷

مسٹر ڈونلڈسن

... واپس تو چلا آیا مگر پھر مجھے چین نہ پڑا اور بے اختیار جی چاہا کہ چل کر کسی طرح ... مس مینٹنگ ٹری واپس آئی یا نہین۔ یہہ سوچ کر مین نو بجے رات کو گھر سے ... اور جب پیاری ڈورا کے مکان کے قریب پہونچا تو کیا دیکھتا ہون کہ مس ہیچنگز ... مین شال کے نیچے دبکے ہوے چلی آرہی ہے۔ مجھے معاً یہہ خیال گزرا کہ اب پیاری

ڈورا کمبخت لاسیلس کے ساتھ تنہا مکان میں ہوگی۔ گو میرے دل میں صاف طور پر ایسے خیالات کے کوئی معقول اسباب موجود نہ تھے تاہم میں یہہ ضرور سمجھتا تھا کہ ڈورا کے نازک دل پر ایسی حالت میں سخت بے چینی ہوگی اور سچ پوچھئے تو مجھے بھی کچھ کم بے چینی نہ تھی۔

میں ٹہلتا ہوا سبزہ زار کی طرف نکل گیا اور اپنے خیالات کی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ ابھی رات کے دس بج گئے اور میں سڑک کے موڑ کے قریب ہی پہونچا ہوں گا کہ کچھ گھڑگھڑاہٹ کی آواز ہوئی اور ایک گاڑی میرے پاس سے ہو کر نکلتی ہوئی اُس طرف کو چلی گئی جدھر سے میں آیا تھا۔ میں ذرا پیچھے لوٹا اور میں نے دیکھا کہ مسس سٹیننگ ٹری اپنے مکان کے سامنے گاڑی پر سے اوتری۔ اُس کے چہرے پر ایک ہلکا سا نقاب تھا لیکن چونکہ چاندنی تیز تھی اس وجہ سے وہ اچھی طرح شناخت میں آتی تھی۔ مگر یہہ رستہ نہ کسی اسٹیشن پر سے آنے کا تھا نہ لندن سے آنے کا بشرطیکہ وہ کسی گانوں کو ہو کر نہ آئی ہو۔

بہرحال اُس کے آجانے سے مطمئن ہو کر میں اپنے مکان کو واپس چلا آیا اور وہاں پہونچکر ایک سگار پیتا ہوا تنہا بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ڈورا کا اندیشہ جلد دور ہوجائے گا اور رفتہ رفتہ اُس کا دماغ خود بخود اصلاح پر آجائے گا۔ پھر اپنے معاملہ کی کامیابی پر جو میرے نزدیک دنیا کے تمام معاملات سے زیادہ اہم تھا غور کرنے لگا اور اس کے متعلق بھی بالکل مایوس ہونے کی مجھے کوئی وجہ نظر نہ آئی۔

اس کے دو روز بعد پنجشنبہ ۵۔ اگست کو میں شام کو سیر کر رہا تھا کہ ڈاکٹر اسمتھ کی گاڑی مجھے ملی۔ یہہ شخص شہر کے مشہور طبیبوں میں تھا لیکن مجھے تعجب ہوا کہ اُس پر ڈاکٹر اسمتھ نہ تھا بلکہ ایک اور شخص تھا جس کا نام ڈونلڈسن تھا۔ وہ گاڑی میں تکیہ لگائے ہوے اور ایک ہاتھ آگے بڑھائے ہوے لیٹا تھا اور اس قدر اکڑا ہوا بیٹھا تھا کہ گویا کہیں کا نواب ہی تو ہے۔ رنگت صاف تھی اور اُس پر گھونگروالے بال خوشنما ضرور معلوم ہوتے تھے لیکن ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال اس قدر کم تھے کہ اُس کا سارا حسن بگڑ جاتا اگر اُس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا رعب نہ ہوتا۔ اور اُس کی نگاہوں سے یہہ معلوم ہوتا کہ وہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتا ہے اگرچہ وہ عمر میں مجھ سے چھوٹا تھا لیکن اپنے کو اس قدر لئے رہتا تھا کہ میں اُس کے سامنے چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔

میں نے اُس کا نام لیکر پکارا تو اُس نے نہایت نخوت کے ساتھ آہستہ سے گردن پھیری جس سے یہہ ظاہر ہوتا تھا کہ دنیا میں کونسا ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اس طرح گستاخانہ اُس کا نام لیکر پکار سکتا ہے لیکن مجھے پہچان کر وہ مسکرایا اور گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ پھر نہایت متانت اور آہستگی سے گاڑی پر سے اوتر پڑا۔

(باقی آیندہ)

غزلیات

حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

ذیل کی زمین میں دو غزلہ تھا۔ مگر افسوس کہ بیاض سے چند ورق گم ہوگئے۔ صرف چند شعر باقی رہ گئے تھے وہ اسی غزل میں شامل کر دیے گئے جیسا کہ مقطع سے ظاہر ہوتا ہے۔ اڈیٹر

سینہ صد چاک جگر دل کو تڑپتا دیکھا
حال لوگوں کا جو سنتے تھے سو اپنا دیکھا

مژدہ اے شوق شہادت کہ وہ آیا قاتل
شاد اے دل کہ ترے درد کا چارا دیکھا

...تھم آتا ہے تری یاد کے دشمن کا خیال
ہائے دل میں بھی کبھی تجکو نہ تنہا دیکھا

صدقے اس حال زبوں اپنے کے جس کے باعث
اُن سے بے رحم کو سرگرم مداوا دیکھا

...مہ بے چپ کہ کچھ اُس بزم کا مت پوچھو حال
مجکو بکواس کہ ہیچ کہہ نہ ہاں کیا کیا دیکھا

بل بے آسودگیاں ذوق شہادت تیری
دل بسا مضطر تہ خنجر نہ تڑپتا دیکھا

محو آئینہ کیا تمکو پری وش کہہ کر
ہم نے کیا تمھیں شیشے میں اُتارا دیکھا

اے دل اُس زلف سے جا کر نہ اُلجھ کہتے تھی
رفتہ رفتہ نہ تجھے ہو گیا سودا دیکھا

بد ہوا اسی میں خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
کہ شب وصل نے پھر منہ نہ ہمارا دیکھا

مہرباں نامۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
خیر یہ بھی مری قسمت کا لکھا تھا دیکھا

دی نجات آ کے اجل نے شب غم میں جاں کو
اس بُرے وقت میں اک کو ہی مسیحا دیکھا

کھینچا آغوش میں لاچار پکڑ کر اُن کو
کیا کریں کام سوا اس کے نہ بنتا دیکھا

نہ کسی زلف کا سودا نہ کسی رخ کا خیال
رات دن ناصح بیہودہ کو بکتا دیکھا

ہائے شوخی کہے رکھ کر دل بیتاب پہ ہاتھ
کیا ہے دل آج بہت شاد تمھارا دیکھا

جب سنایا انھیں مجنوں کا فسانہ ہم نے
انھیں سرگرم طرفداری لیلا دیکھا

خال ہو کیوں نہ ترے عارض روشن کے تلے
شمع کے نیچے جہاں دیکھا اندھیرا دیکھا

ہائے کب سے دل گم گشتہ کی تھی مجکو تلاش
آج اُس کوچے میں دیکھا تو تڑپتا دیکھا

کیا کہوں آن بنی ہے مرے جی پر کیسی
دوش پر اُس کے جو دشمن کا جنازا دیکھا

کب سے ہنگامۂ محشر کی سنا کرتے تھے
آج یہ بھی ترے کوچے میں تماشا دیکھا

تو لگا سینے سے میرے نہ گلے سے خنجر — مہربانی تری دیکھی ترا اغماض دیکھا
صاف تم نے اس ظلم کے آنکھیں مری تو دیں پھیر — اس گنہ پر کہ مجھے کس لئے روتا دیکھا
پھیرا خنجر مری گردن پہ مگر ختم تم کر — ہم نے جلدی میں بہت کام بگڑتا دیکھا
پوچھتے ہیں وہ جہاں کو تہ وبالا کر کے — برق تم نے بھی کبھو میرا سراپا دیکھا
عاشقانہ غزل اک اور سنا دو اے برق — ہم نے جیسا کہ تمہیں گرم سنا تھا دیکھا

حضرت ظہیر دہلوی ۔ ظلہ العالی خط میں فرماتے ہیں کہ "رسالہ ید بیضا میں قاضی نجم الدین صاحب برق مرحوم کے اوصاف میری نظر سے گزرے ۔ گویا ایک تیر کلیجے پر لگا ۔ مرحوم مغفور شعرائے مشاہیر دہلی سے تھے ۔ آپ کے اشعار بچہ بچہ کی زبان پر ازبر تھے ۔ آپ کی غزلیں بہت گائی جاتی تھیں ۔ مجھے اکثر اشعار یاد تھے اب بھول گیا ۔ ایک مقطع یاد ہے گزارش کرتا ہوں

اے برق تیز دستی قاتل کو دیکھنا — دامن کو سیتے سیتے گریبان کھل گیا[1]

اور ایک مطلع بھی یاد ہے۔

آج ارمان مرے دیدۂ تر کا نکلا — کہ ہر اک اشک لئے لخت جگر کا نکلا

یہ غزل پوری بیاض سے نقل کر کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

آج ارمان مرے دیدۂ تر کا نکلا — کہ ہر اک اشک لئے لخت جگر کا نکلا
وہ بغل میں بھی رہا تو بھی نہ پایا آرام — دل سے کھٹکا نہ شب وصل سحر کا نکلا
رخ گلگوں کا تصور یہ بہار لائے میں — اشک جو نکلا سو دستۂ گل تر کا نکلا
ہم سمجھتے تھے کہ جنت میں لگے گا یا دل — یا رہے کچھ اس میں تو نقشہ ترے گھر کا نکلا
اے فلک تجھکو بھی سوزش کا چکھا دیں یہ مزا — ایک نالہ بھی جو اس تفتہ جگر کا نکلا
خط پہ خط بھیجے اسے لیک یہ حسرت ہی رہی — کوئی قاصد نہ کبھی آن ادھر کا نکلا
صرف کی عمر یونہی کسب کمالات میں برق — کوئی پرسان نہ یہاں اہل ہنر کا نکلا

حضرت ظہیر دہلوی

خدا کی شان ان کا ہو گیا دل — ہمارا ناز پرور لاڈلا دل

[1] یہ غزل بھی بیاض میں موجود ہے ۔ انشاءاللہ آئندہ رسالے میں شائع کی جائے گی ۔ ایڈیٹر

سیہ کاری سے اب تو باز آ دل — خدا شرمائے تجھکو بے حیا دل
وہ دل ہی کیا نہ ہو جو مبتلا دل — خدا دل دے نہ تو نے درد آشنا دل
خدا کے واسطے دل سے ملا دل — ارے بے رحم ہے دل کی دوا دل
سزا ایسی پا چکا ہے بارہا دل — ابھی بے رحم آ سے پھر جا ملا دل
تمہیں شوخی سے کچھ مضطر نہیں ہو — سوا ہے تم سے میرا چلبلا دل
فرشتہ تو نہیں بندہ بشر ہے — کسی پر آ گیا گر آ گیا دل
تمہاری آنکھ سے پہلے پھرا ہے — ہٹیلا تم سے بڑھکر ہے مرا دل
لڑی کس دشمن دل سے لڑی آنکھ — چلا دل پاس سے ہے ہے چلا دل
یہ شوخی دیکھنا دل لے کے بولے — کہ تو نے کس توقع پر دیا دل
بھری محفل رہی تکتی کی تکتی — چرا کر لے گیا دزد حنا دل
خدا ایسے درد سے پالا نہ ڈالے — ارے کافر ہے پتھر کا ترا دل
دکھاؤ تو ذرا دست حنائی — یہ ہے دزد حنا مٹھی میں یا دل
تمہیں دل توڑنا اک کھیل ٹھیرا — کہاں سے لاؤں میں ہر دم نیا دل
مزا دل کا نہیں بے دل لگی کے — برائے نام گر دل ہے تو کیا دل
نہ آئے کام کا گر یہ نہیں ہے — مجھی کو پھیر دو اُلٹا مرا دل
دو چار آکر ہوا اسکی نظر سے — بڑا اتنے پاک ہے یہ منچلا دل
سمجھ لو سوچ لو دل لے کے تم بھی — کوئی دیتا نہیں ہے مدعا دل
تمہاری چاہ نے یہ گل کھلائے — ملایا خاک میں پھولا پھلا دل
کسی کی زلف سے کیوں جاکے الجھا — ہوا دیوانہ کیوں اچھا بھلا دل
الٰہی کون آیا چور ایسا — ابھی پہلو سے کس نے لے لیا دل
کبھی راحت نہ پائی دل کے ہاتوں — ہمیشہ درد بن بن کر رہا دل
کسی کو دیدیا تم کون ناصح — مرا دل تھا مرا دل تھا مرا دل
ظہیر اسید یہ ہمکو نہیں ہے — سفر میں دے گیا ہم کو دغا دل

حضرت خورشید سکندرآبادی

یہہ کب انداز مانا ہے ادا اس کو نہیں کہتے ہو — کبھی برسوں میں آ نکلے وفا اس کو نہیں کہتے

ہمیشہ خود غرض تم چاہنے والون کو کہتے ہو
ہوے تم بھی کسی کے آشنا اس کو نہین کہتے

جھکا رکھا ہے گو سر کو نگاہ شوخ ہے ہر سو
حجاب اس کو نہین کہتے حیا اس کو نہین کہتے

سراپا مین تو ہون تقصیر یہہ تو کہہ چکے سو بار
کوئی بخشش ہے تم نے بھی خطا اس کو نہین کہتے

کیا ان ذکر رسم غیر کا ہم نے گلہ کیا ہے
مقام شکر ہے ہم پر ملا اس کو نہین کہتے

جفائین بے خطا مجھ پر پھر اس پر واہ رے انصاف
کہو تم ہی کہ ظلم ناروا اس کو نہین کہتے

مزا جب تھا ترستے عمر بھر تم خواب شیرین کو
کبھی چونکا دیا آہ رسا اس کو نہین کہتے

بس اتنا ہو کہ دل کو پیس دے انداز خوبان کا
بلا ے جان ہو جانا ادا اس کو نہین کہتے

فدا ہم جان سے تم پر ہے تم غیر پر قربان
مری جان کہنے والے سن کے کیا اس کو نہین کہتے

پڑی جس پر نظر ان کی پکڑ کر رہ گیا دل کو
کہو کیا ہے اگر تیر قضا اس کو نہین کہتے

ہمارے دعوی مہر و وفا پر طعن کرتے ہو
تمھین بھی حسن پر کچھ ناز تھا اس کو نہین کہتے

ادھر مجھکو لگا رکھا ادھر دشمن کو جا تھپکا
فریب اس کو نہین کہتے دغا اس کو نہین کہتے

زبان مجھ پر ہی کھلتی ہے عدو سے تم بھی ڈرتے ہو
مجھے کہہ لیتے ہو کیا کیا فدا اس کو نہین کہتے

یہ ہے تو میرا دیوانہ یہہ کہنا اس پری رو کا
محبت ہے سراسر بد دعا اس کو نہین کہتے

شکایت ان کی بے مہری کی ہے ہم کو فقط خورشید
ہوئی جو کچھ ہوئی ہم پر جفا اس کو نہین کہتے

جناب وفا حیدر آبادی

ایماے کشتہ خون جو ہوا چشم یار کا
اک اک نگہ نے کام کیا چار چار کا

تم سے پری جمال کو تسخیر کر لیا
دیوانے دل نے کام کیا ہوشیار کا

آشوب روزگار ہے وہ رہزن طریق
دیر و حرم مین غلغلہ ہے گیر و دار کا

منصور کہہ کے کلمہ حق جان باختہ ہے
مشہور روزگار ہے افسانہ دار کا

چن چن کے ذی ہنر کو ملاتا ہے خاک مین
خاکا ہے آسمان ترے دل کے غبار کا

اچھا ہے تیرے دل مین رہے ورنہ بعد مرگ
خاکا بہت اوڑے گا ہمارے غبار کا

حاجت نہین ہے شمع کی بالین گور پر
ہر داغ دل چراغ ہے اپنے مزار کا

تم نازنین ہو نام خدا پھول پان ہو
گردن سے بار اٹھیگا نہ پھولون کے ہار کا

کہتے ہین وہ بگڑ کے مرے عرض حال پر
اچھا نہین سوال ترا بار بار کا

وعدہ وفا نہ ہو نہ سہی یاس ہی سہی
ممنون ہے وفا ترے قول و قرار کا

یدبیضا

دوستی

نمبر ۳

آدمی اکثر ایسے آدمیون سے رشتہ اتحاد جوڑ لیتے ہین جن کا حال اُنکو نہین معلوم ہوتا ۔ خوب ایک برس تک اُن مین باتین چیتین ہوتی رہتی ہین تو اُن کے وہ عیب کھلتے ہین کہ جن کا ابتداے دوستی کے وقت ...ان ہو گمان بھی نہ تھا ۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ ایک خاص عمر تک اُن مین خصائل نیک و پسندیدہ ہوتی ہین ۔ پھر وہ بگڑ کر بدخصلت ہو جاتے ہین ۔ بس جو شخص ایسے آدمیون کا دوست ہوتا ہے کہ وہ کبھی فرشتہ کبھی شیطان بن جاتے ہین تو اُس کو بڑی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے مگر بڑی دانشمندی ہے ... اپنی خصائل کی خوبی اور نیکی کو ہاتھ سے نہ جانے دے ۔

(۲) جب دو آدمیون مین میلان طبع اس طرف ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی خوشی اور بہبودی زیادہ ...رے تو اُسے دوستی کہتے ہین ۔ اگرچہ ہم نے بہت سے دانشمندون کے قول اس باب مین نقل ...ین مگر ہم دنیا مین دیکھتے ہین کہ اُن پر عمل شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ۔ ہر شخص ان خوبیون اور نیک...ی جو دوست مین ہونی چاہیئین ایک لمبی فہرست بنانے کو تیار ہے ۔ مگر چاہیئے کہ اُن مین سے ...محبت اپنے مین پیدا کرے سو نہین کرتا ۔ دوستی کے دو بڑے اصول یہ ہین کہ محبت و قدر و منزلت ...تک یہ دونون باتین جمع نہون کامل دوستی نہین ہو سکتی ۔ جس آدمی کی ہم قدر و منزلت ...ین کرتے اُس کی دوستی سے ہم کو شرم آتی ہے ۔ جس شخص کی قابلیت اور لیاقت سے خوب واقف ...اور اُس کی قدر و منزلت کرتے ہین لیکن ہم اُس کی دوستی کا دم نہین بھر سکتے جب تک اُس کے ساتھ ...سے محبت کا میلان نہ ہو ۔ حسد خواہ کسی بھیس مین چھپا ہو ہو اُس کو دوستی نکال دیتی ہے ...شخص کو دوست کے زیادہ خوش ہونے سے خوشی نہ ہو اُس کی جان لینا چاہیئے کہ وہ دوستی کو ...نہین ۔ جو دوستی چپ چاپ ہوتی ہے وہ زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے اس لئے کہ دانا ...دوست سے بہتر ہوتا ہے کہ اظہار محبت مین گرم جوش و پرخروش ہو ۔ دوستی کے لئے بہت ...جن مین وہ ہو اُن کا میلان طبع ایک ہی چیزون کی طرف ہو اور اُن مین مماثلت و مشا...

ہو۔ دو مختلف مزاج کے آدمیون مین بھی اتحاد ہوتا ہے اور اُس مین زیادہ لطف یہہ ہوتا ہے کہ آدمی دوست مین وہ خوبیان اور صفتین دیکھتا ہے جو اپنے مین نہین اِس لئے وہ خود جن صفات سے محروم تھا اُن پر بھی علم اُسی دوست کی بدولت حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ دوست بھی آدمی خود دوسرا ہوتا ہے۔ بہت ہی زیادہ مشکل بات جو دوستی مین پیش آتی ہے وہ یہہ ہے کہ دوست کو اُس کی خطاؤن اور غلطیون پر اِس خوش اسلوبی سے مطلع کرے کہ وہ یہہ سمجھے کہ دوست نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے ہی فائدے کے لئے کہا کوئی خود اُس کی غرض نہین ہے۔ جب دوست کو کسی بُرے کام پر لعنت ملامت کرو تو انصاف اور سچ کے ساتھ اور وہ بھی بار بار نہو۔ جس دوست پر ملامت کرتے ہین اُس کے خوش کرنے مین اِس سبب سے مایوسی ہوتی ہے کہ جس بُرائی کے لئے اُس پر ملامت کی جاتی ہے وہ اُس سے خود آگاہ نہین ہوتا۔ جس دل مین یہہ قابلیت نہین ہے کہ وہ دوستی کے سبب سے ترقی اور انسانیت قبول کرے۔ وہ زیادہ تر دوستون کی ملامت کا تحمل نہین ہوسکتا اُس سے کیا تو اُس کا دل بجھ جاتا ہے یا دوست کی قدر و منزلت کم ہوجاتی ہے۔

دوستی کا بڑا کام یہہ ہے کہ دوست مین ہمت و جرات پیدا کر دے اُس کو زندہ دل بنا دے۔ جن دلون کو اُس سے سہارے مل جاتے ہین وہ زیادہ کام کرتے ہین برخلاف اِس کے جو دوستون کے سہارے سے محروم ہوجاتے ہین وہ پست اور سست ہوجاتے ہین۔

(۲۴) دوستی اور رشتہ داری مین یہہ فرق ہوتا ہے کہ دوستی آدمی خود اپنے انتخاب و امتیاز سے پیدا کرتا ہے اور رشتہ داری قدرتی ہوتی ہے اُس مین خود اُس کو دخل نہین ہوتا اِس لئے اگر آدمی دوستی کے حق نہ ادا کرے تو وہ رشتہ دارون کے حق نہ ادا کرنے سے زیادہ الزام کے قابل ہوتا ہے اگر کسی دوست کی خطا کے سبب سے کوئی شخص ترک دوستی کر دے تو اُس سے یہہ معلوم ہوگا کہ دوست کے انتخاب کرنے کی قابلیت اُس مین نہین ہے۔ دوست جو بمنزلہ خزانہ کے ہے اگر وہ جاتا ہے اور اُسکا اظہار کوئی نہ کرے تو یہہ بھی بڑے استقلال اور مضبوطی کا کام ہے۔

(۲۵) اکثر یہہ دیکھنے مین آتا ہے کہ آدمی مستقل دوستی اُن سے کرتے ہین جو اپنے سے اعلیٰ درجہ کی لیاقت نہین رکھتے بلکہ وہ اپنے سے کچھ کم ہوتے ہین۔ وہ کبھی چھوٹی چھوٹی باتون مین خوشامد کرکے دوستون کا دل بھی خوش کر دیا کرتے ہین۔ اور اُن کو خود اپنے سے کم دیکھ کر اپنی بھی آپ خوشامد کر لیا کرتے ہین۔

(۲۶) جیسے زندگی مین دوستون کی ملاقات سے مسرت ہوتی تھی ایسے ہی اُن کی یاد سے بعد مرگ

خوشی ہوتی ہے گو آنکھون مین آنسو ہی کیون نہ بھرے ہوے ہون۔

(۲۷) یہ سارا عالم جو ہمکو نظر آتا ہے اُس پر غور کرین تو معلوم ہوگا کہ عالم جسمانی عالم روحانی عالم اخلاقی کے اجزا مین باہم مطابقت اور اعمال مین آپس مین مشابہت و مماثلت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے عالم کا مدبر ایک ہی ہے اور اُسی کے سارے قوانین بنائے ہوے جاری ہین کہ جسکے سبب سے وحدت ارادی سب جگہہ ایک طرح کی موجود ہے۔ اجسام کی ترکیب اور کشش اور حرکات دیکھنے سے حکما کو یقین ہے کہ نظام شمسی مین اجرام فلکی مین گو باہم بُعد عظیم ہے مگر اُس مین کشش ہے جتنے اجرام سماوی آفتاب کے گرد پھرتے ہین۔ وہ ایک اصول مستمرہ و قانون دائمی کے موافق باہم اور آفتاب کی طرف کشش کرتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اور اپنے ہمراہیون کو چھوڑکر بھاگ نہین جاتی۔ اب اِس عالم جسمانی سے عالم اخلاق کی طرف ذہن دوڑائیے تو یہہ معلوم ہوگا کہ انسانون کے دلون مین بھی کشش ایک اصول مستمرہ و قانون دوامی کے موافق عمل کرتی ہے جن سے اُن کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور اُس کے نام گروہ و فرقے مجلسین و محفلین اور بہت سے اِسی طرح کے نام رکھے جاتے ہین۔ جیسے اجرام مین بُعد کے متناسب کشش ہوتی ہین یعنی جو قریب ہین اُن مین زیادہ کشش ہوتی ہے اور جو بعید ہین اُن مین کم۔ ایسے ہی آدمیون کے دلون کا حال ہے جتنی اُن مین قربت زیادہ ہوتی ہے اُتنی ہی اُن مین کشش زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے اجرام و اجسام مین۔ گو وہ کیسے ہی دور دراز فاصلے پر ہو۔ اُن مین بھی ضرور کشش ہوتی ہے گو معلوم نہو ایسے ہی انسان کے دلون مین جو لوگ بعید باہم رکھتے ہین کشش ہوتی ہے مگر اُن کے سا[تھ] کشش قریبون کی کشش کے سبب سے نہین معلوم ہوتی۔ اگر یہہ اقربا نہون تو وہ معلوم ہونے لگے اگر ایک شخص کے رشتہ دار نہ ہون تو وہ دوستون ہمسایون کے ساتھ کشش کریگا۔ اگر یہہ دوست بھی نہ ہون گے تو اپنے اہل وطن و ملک کے ساتھ۔ جب کسی غیر ملک مین ایک ملک کے آدمی ملتے ہین تو بہت جلد دوست ہوجاتے ہین۔ خدا ے تعالیٰ نے اجرام فلکی مین ایک اور ایسا بھی رکھا ہے جو اُن کو آپس مین ملنے نہین دیتا اور ایک دوسرے سے دور رکھتا ہے پس یہی قاعدہ اجتماع انسانی مین ہے کہ نفس کی بعض خواہشات و جذبات ایسی ہین کہ آدمی کو ایک دوسرے کے ساتھ وہ فیاضی نہین کرنے دیتے جو انسان کی جبلت مین داخل ہے۔ جب یہہ روکین دور ہوجاتی ہین تو وہ فیاضیان ہونے لگتی ہین جیسے کہ اجرام کے درمیان کشش ثقل کا سبب کوئی نہین بتلا سکتا اسی طرح یہہ جو انسانون کے دلون مین کشش ہے اُس کا باعث کوئی نہین بتلا سکتا۔ خدا نے یہہ دونون راز کسی انسان پر

کھولے نہین - جیسے کہ یہہ کشش اجسام ہزارون مظاہر قدرت کے ظہور کا باعث ہوتی ہین - ایسے ہی یہہ انسانون کے دلون کی کشش ہزارون باتین اجتماع انسان کی ظاہر کرتی ہین اور وہی تمام اخلاق کا باعث ہوتی ہین اسی کے سبب سے انسانون مین محبت ہوتی ہے جس سے انتظام گیتی برقرار رہتا ہے - ساری دنیا کی بہبودی ان دلون کی کشش پر موقوف ہے -

(۲۸) سچی دوستی کے لئے کن کن باتون کی ضرورت ہے -

اے تھنز مین سقراط اپنا ایک چھوٹا سا مکان بنواتا تھا - ایک شخص نے اُس سے کہا کہ آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا مکان کیون بنواتا ہے اپنی شان کے لایق مکان تعمیر کرنا چاہیئے - سقراط نے اس کا یہہ جواب دیا کہ مین اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھون گا - اگر وہ سچے اور اصلی دوستون سے معمور ہوگا - اس سے اُس عالی منش روشن ضمیر حکیم کی راے ظاہر ہوتی ہے کہ اُس کو کبھی سچے اور اصلی دوستون کے ملنے کی ایسی توقع بھی نہ تھی کہ وہ تنگ مکان اُن سے بھر جاتا اور اُن کے دل اُس سے سچی محبت استقلال کے ساتھ رکھتے یون تو اُس کے پاس ایسے آدمیون کی بھیڑ لگی رہتی تھی کہ جو اُس سے ملنے کو اپنا فخر جانتے تھے یا اُس سے کچھ سیکھنا چاہتے تھے یا اپنے اخلاق کی وجہ سے اُس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے -

سچی دوستی کے لئے اتنی باتین ضروری ہین اور اتنے اتفاقات کا بہم ہونا لازم ہے - کہ بڑا حصہ آدمیون کا ایسا ہے کہ کوئی سچا دوست اُن کا نہین ہوسکتا - آدمی کو چاہیئے کہ وہ ایسے ہی دوستون پر اکتفا کرے جن سے اپنا کام نکل جاوے اور ملنے سے دل خوش ہو جاوے - آدمی اپنی خودغرضی اور ہواے نفسانی مین ایسا مبتلا ہے کہ اُس کے گرد گروہا گروہ آدمی ایسے ہین کہ وہ آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی و احسان کرنا نہین چاہتے بلکہ اپنے مطلب و مقصد پر نگاہ رکھتے ہین - سواے اس خودغرضی کے انسانون کے طبایع مین ایسا اختلاف ہے کہ وہ دلون مین سچی دوستی کو خارج کرتا رہتا ہے - بعض آدمی اپنی فیاضی اور احسان کرنے مین بڑے گرمجوش ہوتے ہین مگر اُن مین استقلال نہین ہوتا - اس لئے وہ پرانے دوستون کو بغیر دشمن ہونے کے چھوڑ دیتے ہین اور نئے دوستون پر مہربانی کرنے لگتے ہین - (باقی آیندہ)

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ

شیاطین کا صدسالہ اجلاس

(عزازیل یعنی شیطان متعینہ ہندوستان کی صدسالہ رپورٹ)

سب سے بڑی بات جو اُس کی چیخ پکار سے پیدا ہوئی وہ یہی مذہبی اور اخلاقی بیداری تھی جس پر تمام عالم کے انتظام کا دارومدار ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک خواہش اپنی حالت کے سنبھلنے کی جو سچے احساس کا نتیجہ ہے پیدا ہوگئی جس سے قوم شیاطین کے مقاصد میں بہت کچھ رکاوٹ پیدا ہوجانے کا احتمال ہوگیا۔

لیکن اس عرصہ میں مجھے کافی تجربہ حاصل ہوچکا تھا اور میں ایسے بہت سے انقلاب دیکھ اور سن چکا تھا۔ ہندوستان کی بیداری کی تو اب تک کچھ حقیقت نہیں ہے جب یورپ میں اقوام سترھوین صدی عیسوی میں دفعتہ بیدار ہوگئی تھیں تو میرے عنایت فرما مسٹر ڈیول علیہ اللعن (متعینہ ممالک یورپ) کو سخت دشواریاں پیش آئی تھیں اور اُن کے استقلال کی مثال میری آنکھوں کے سامنے تھی کیونکہ اُن کا ہمیشہ یہہ قول رہا کہ ہر نیکی میں سے تھوڑی سی کوشش سے بدی پیدا ہوسکتی ہے۔ اُنھون نے جو کچھ کہا تھا وہ کسی حد تک کر دکھایا اور گو وہ اب تک پورے طور پر کامیاب نہیں ہوے ہیں تاہم اُن کی کوشش برابر جاری ہے۔ روحانیات کے متعلق یورپ میں جو خیالات اُنھون نے پھیلا دئیے ہیں۔ تہذیب کی ترقی کے ساتھ جو تعیش اور نفس پرستی کے لوازم اُنھون نے لگا دیے ہیں۔ مادیات کا یہی شغف جو اُنھون نے پیدا کردیا ہے یہہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے اُن کی نمائز نظر کا پتہ چلتا ہے۔ جن سے یہہ امید ہوتی ہے کہ ہماری قوام بھی کسی نہ کسی حد تک ہمارے قابو میں آسکتی ہیں اور اسی خیال نے مجھے بھی مایوس نہیں ہونے دیا اور مین نے فوراً ایک ایسی کوشش شروع کی کہ جس سے مجھے کامیابی کی بہت کچھ امید بندھ گئی۔ صدی زیر رپورٹ کے آخری عشرہ ہی لگاتار کوشش میں گزرے ہیں کہ اہل ہندوستان باوجود تحصیل علوم جدیدہ کے اُس کی برکات سے محروم رہ جائیں۔ چنانچہ چند ناقابل الذکر اور معمولی اسباب کو کام میں لاکر میں نے ایک ایسی بات پیدا کردی ہے جس سے خاطر خواہ نتائج عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ ہندوستان میں مختلف فرقون کے وجود اور اُن کے اغراض کے باہمی تخالف نے میرے اس کام میں بہت مدد دی ہے۔ لیکن چونکہ ابھی نتائج واقعی مترتب نہیں ہوے ہیں لہذا اُن کا تفصیلی بیان صدی آیندہ کی رپورٹ پر چھوڑ کر اس وقت صرف اُن اُمور کا ذکر

کرتا ہون جو معرض ظہور مین آ چکے ہین۔
اصول شیطنت کے اس مسلمہ مسئلے کا مین بڑا قائل ہون کہ جب کوئی فرد یا قوم کسی خاص نیکی کی طرف راغب ہو تو بجاے اس کے کہ اُس نیکی کی طرف سے اُس کا دل ہٹانے کی کوشش کی جاے زیادہ آسان اور موثر طریقہ یہہ ہے کہ اُسی نیکی مین ایک خفیف اور نامعلوم آمیزش بدی کی کر کے اس تبدیل شدہ نیکی کی طرف جو بہ باطن بدی ہے اُس کو آہستہ آہستہ مائل کیا جاے اور یہہ عمل کچھ ایسا تدریجی ہونا چاہیئے کہ معمول کو کوئی شبہ اور وہم دامنگیر نہ ہو تا کہ وہ پوشیدہ گڑھون سے ناواقف رہے اور اُس شاہراہ کو جو اُس نے اختیار کی ہے صاف اور بے خطر راستہ تصور کر کے اُس پر بلا تامل دوڑتا ہوا چلا جاے اور انجام کار انھین گڑھون مین گر کر تباہ ہو جاے۔ گو اس قسم کے مسائل پر نظری پہلو سے بحث کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے اس لیے کہ آپ لوگ ان نکات سے بخوبی واقف ہین لیکن اس طرف توجہ دلانے سے میری تمہیدی غرض حاصل ہوتی ہے اور جس مطلب کو مین بیان کرنا چاہتا ہون وہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ مین نے اوپر ذکر کیا ہے ہندوستان کی دو بڑی قومون مین سے ہندو پہلے ہی سے ترقی اور تہذیب کی کوشش مین مصروف تھے اور اب مسلمان بھی اس شاہراہ پر چل نکلے۔ مقصود بجاے خود احسن تھا مگر مین نے اُن کی سہل انگاری اور اخلاقی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اُن کی نظر مین مغربی تہذیب کے صرف اُن حصون کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی جن مین اُن کے نفس کو بظاہر تسکین ہو جاے لیکن مقصود اصلی حاصل نہ ہونے پاے۔ مثلاً مل اور اسپنسر کی آزادی تو ہو لیکن اُن کی سی تحقیق اور کاوش جس نے اُن کے خیالات کو بلا پابندی مذہب کے مرتفع بنا دیا ہے خاک نہ ہو۔ غرور اور شیخی تو ضرور ہو لیکن اخلاقی جرات کی روشنی جس کی بدولت افراد اور اقوام تقلیدی رسوم اور بیجا تعصب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکل سکتے ہین دل پر ذرا بھی شعاع نہ ڈالنے پاے۔ آزاد حکومت کی ہوس بے انتہا ہو لیکن وہ قوت تمارنہ اور اتحادہ بالکل پیدا نہ ہو جو آزادی حکومت کی اول شرط ہے۔ شان و شوکت سے بسر کرنا اختیار کیا جاے لیکن دولت حاصل کرنے کے ذرائع کی راہ مین وہی رکاوٹین بدستور موجود رہین جو اگلے وقتون سے چلی آتی ہین (ناظرین آپ سمجھے یہہ اشارہ تجارت کو ذلیل سمجھنے کی طرف ہے) یورپین اقوام کے سب اطوار و عادات کی نقل اُتاری جاے مگر اُن کی علم دوستی اور ضبط اوقات اور محنت و جفاکشی کی عادتون کی طرف بالکل نظر نہ کی جاے۔

ان امور کے علاوہ باہمی تفرقے اور عناد اگر اس سے پیشتر باہم افراد تک محدود تھے تو اب

میری ناچیز کوشش سے وہ بین الاقوام ہوگئے ہین - ہندو مسلمان کو اور مسلمان ہندو کو کھائے جاتا ہے اور جس قدر کوششین ان کے باہمی اتفاق کی کی جاتی ہین وہ بے سود ہوتی ہین جس کا سب سے بڑا سبب یہہ ہے کہ مین نے حبِ وطن اور ایثار علی القوم کے مادّے کو محدود بنا رکھا ہے اور خود غرضی کا جن جس طرح پہلے افراد پر سوار تھا اب مختلف فرقون کی گردن پر سوار ہے - اُن مین یہہ احساس پیدا نہین ہونے دیا گیا کہ مختلف فرقون کے فوائد کی حد کہان تک ہے اور عام قومی فوائد کی حد کہان سے شروع ہوتی ہے جیسے تمدن کی ابتدائی حالت مین افراد ذاتی فوائد کے مقابلہ مین جماعت کے فوائد کو ترجیح نہین دے سکتے - ایک بڑی سہولیت ہندوستان مین یہہ حاصل ہے کہ دولت کی یہان بہت کمی ہے اور اُس کے حصول کے ذرائع سے ناواقفیت بہت زیادہ - لہذا ان لوگون کی پرورش کا ذریعہ سرکاری ملازمت ہے جو تحصیل علوم کی وجہ سے ملک کے لئے کارآمد ہوسکتے تھے - یہہ بظاہر ایک معمولی اور ناقابل الذکر بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے چند بڑے فوائد حاصل ہوئے اول یہہ کہ ملازمت کے صیغون مین ہندو مسلمان کے مقابلے کی وجہ سے باہمی رنجش برابر بڑھتی رہی دوم یہہ کہ دونون قومون کے لایق لوگون کو ملک اور قوم کی خدمت کا موقعہ نہ رہا - اس آخری فقرے سے مجھے ایک اور بات یاد آئی وہ یہہ کہ مین نے اکثر ملک اور قوم کی خدمت کرنے والون کے دل مین اکثر ایسی ہوسین پیدا کر دی ہین جو اُن کی موجودہ حالت کے مناسب نہین ہین - وہ لوگ قوم کو ترقی دینا اُسکی خدمت نہین تصور کرتے بلکہ گورنمنٹ پر جا و بیجا اعتراض کرنے کو قومی خدمت جانتے ہین - اسی وجہ سے قومی خدمت مین شرکت کے لئے یہہ ضروری امر ٹھہر گیا ہے کہ پالٹکس کے اکھاڑے مین لنگر باندھ کر کودے - اگر کوئی شخص کسی اور طریقہ سے قومی خدمت کا بیڑا اٹھائے تو اُسے نہ کوئی پوچھتا ہے نہ اُس کی خدمت سے مستفید ہوتا ہے - ادھر مین نے ہنود کے دماغون مین یہہ خیال جاگزین کر دیا ہے کہ آزادی کی طلب مین کسی درجہ اعتدال کا پابند ہونا اخلاقی کمزوری ہے اُدھر مسلمانون کو یہہ جھانسہ دے رکھا ہے کہ تمھارا فرض دم دلاسے اور خوشامد درآمد سے کام نکالنا ہے اس سے تمھین کیا مطلب کہ قوم تباہ ہو یا ملک برباد ہو ہندوستان تمھارا ملک تو ہئی نہین تم تو عرب اور ٹرکی اور مصر اور ایران سے تعلق قرابتی رکھتے ہو - غرض مین نے دونون کو دھوکا دیا - ادھر اہل کانگریس کو یہہ سکھایا کہ جلسے سے باہر ہو جانا ہی اخلاقی جرأت ہے - اُدھر سر سید احمد خان کی روک تھام کو طرح طرح کے معنی پہنا کر اچھا خاصہ آلہ باہمی تنفر اور عناد کا مہیا کر لیا ہے - اور اب بفضل ابلیس اِن دونون اقوام مین خوب مزے کی کٹا چھنی رہا کرتی ہے

حکمران قوم کو بھی ان سے وہ ہمدردی نہیں ہے جو ترقی کرنے والی قوم کے ساتھ ایک مہذب قوم کو ہونی چاہیئے اور کیونکہ ہوتی جب ہر راہ چلتا بغیر کافی تحقیق کے گورنمنٹ کی نیت پر حملہ کرے اگر یہ لوگ سابق کی طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہتے تو البتہ اندیشہ تھا کہ حکمران قوم کو بھی اُن کے ساتھ وہ ہمدردی پیدا ہو جاتی جو ایک متمدن قوم کو دوسری ترقی کرنے والی قوم کے ساتھ ہو جانی لابدی ہے ان حالات سے مجھے دوگونہ کامیابی کی امید ہے اول یہہ کہ ہندوستان نے یوروپین تہذیب اور تمدن کا ابھی پہلا ہی سبق پڑھا تھا اور اس اتحادی قوت کو جو اُس تمدن کی جان ہے اپنے آپ میں پیدا بھی نہیں کر سکے تھے کہ اُن کے خیالات ادعاے جمہوری حکومت اور آئینی طرز سلطنت کی طرف (جو یوروپین اقوام کو بھی مدت ہاے دراز کی کوشش کے بعد حاصل ہوے ہین) منہمک ہو گئے ہین اور وہ دیگر ذرائع ترقی یعنی صنعت و تجارت کی طرف سے بالکل بے پروا ہین اور اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ نہ دولت حاصل ہوگی نہ حکومت ۔ دوسرا فائدہ یہہ ہے کہ حاکم محکوم کی باہمی کشیدگی سے اس قدر برہمی ضرور پیدا ہو گئی ہے کہ جو بات سینکڑون برس کی محنت مین حاصل ہو چکی ہے وہ ممکن ہے کہ ایک آن مین مٹ جاے اور اگر مٹ بھی نہ جاے تو کم از کم ترقی کی رفتار سست ہو جانے مین تو کوئی شبہ نہین ہے ۔ پولیٹیکل شورشون سے مسلمان علیحدہ ہین اور مجھے یہہ اندیشہ گزرتا ہے کہ کہین یہہ خاموشی اِن کی اعتدال پسندی کی وجہ سے نہ ہو ۔ لیکن بالفعل تو کوئی وجہ زیادہ اندیشے کی معلوم نہین ہوتی کیونکہ کم از کم اس وقت تو اس علیحدگی سے باہمی کشیدگی اور خوشامد کی عادت مین تو ترقی ہو رہی ہے ۔

سردست حالت موجودہ یہہ ہے جو مین نے بیان کی اور چونکہ مین نے ظاہر کر دیا ہے کہ اس وقت جو بعض سوشل اور مارل حالات نقش پذیر ہو رہے ہین اُن پر آیندہ صدی کی رپورٹ مین مفصل طور پر بحث کرون گا لہذا اب مین معزز صدر انجمن صاحب سے اجازت چاہتا ہون اور آپ سب صاحبون کا اس امر کا شکریہ ادا کر کے کہ آپ لوگون نے نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ میری طول طویل تقریر کو سنا ہے اپنی رپورٹ ختم کرتا ہون ۔

عزازیل

حضرات ناظرین! مندرجہ بالا مضمون مجھے عجیب طریقے سے دستیاب ہوا یعنی عالم رویا مین عزازیل علیہ اللعنۃ تشریف لاے اور مجھ پر کچھ اپنے منتر پھونکنا چاہتے تھے کہ مین نے "لاحول" کا ڈنڈا سنبھالا اور اُس کو دیکھتے ہی وہ ایسے نوک دُم فرار ہوے کہ گھبراہٹ مین یہہ

مضمون لکھا لکھایا میرے پلنگ پر چھوڑ گئے ۔ مین نہین کہہ سکتا کہ وہ اس کو جلسے مین پڑھ چکے تھے اور پریس مین دینے کو تیار ہو رہے تھے یا ابھی جلسہ منعقد نہین ہو چکا تھا اور یہہ مضمون طیار کر کے پڑھنے کو لئے جا رہے تھے ۔ بظاہر یہی آخری بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ مضمون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نظر ثانی سے زینت نہین پائی ہے ۔ بہرحال چونکہ یہہ اتفاقیہ مجھے مل گیا ہے لہذا مین مناسب سمجھتا ہون کہ اپنے دوستون پر ظاہر کر دون کہ ہمارے دشمن ہماری تباہی کی فکرون سے غافل نہین ہین پھر ہم اُن کے داؤگھات سے کیون غافل رہین۔

آخر - الہ آبادی

اس مین کچھہ شبہ نہین کہ بعض رائین بغیر کوشش کے قدرتاً حاصل ہوتی ہین لیکن اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ تمام معاملات حصول راحت کے بغیر توجہ اور غور کئے طے ہو جایا کرین اور صرف فطرتی خواہشین اور قدرتی ضرورتین ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہون ۔ اگر ایسا ہوتا تو ان معاملات مین کبھی غلطی ہی کاہے کو ہوتی ۔ ہر شخص خواہ کتنا ہی بے پروا اور نفس پرست کیون نہ ہوتا بالکل اُسی طرح اخلاقی محور پر حرکت کرتا جیسے اجرام فلکی جو بار بنیالی کے مقرر کردہ رستون پر ہمیشہ بلا کسی غلطی اور بھول چوک کے حرکت کرتے رہتے ہین لیکن ہم آنکھون سے دیکھتے ہین کہ انسان کے لئے غلطی کرنا لابد ہے اس لئے ہمکو لازم ہے کہ ان غلطیون کو لکھ لین اُن کے اسباب پر غور کرین اُن کی حقیقت کو دریافت کرین اور اُن کے دفعیہ کی تدبیرین معلوم کر کے عمل مین لائین اور جب ان طریقون سے ہم اپنی رہبری کے لئے قواعد و ضوابط طیار کر لین گے تب ہی ہم فلسفی کہلائین گے اور جب ان قواعد پر عمل کرنے کی راسخ عادت ڈالین گے تو ہم حکیم کہلانے کے مستحق ہو جائین گے ۔

ڈیوڈ ہیوم

غزل حضرت برق مرحوم سکندر آبادی

مستی ز چشم ساقی خود وام کردہ ایم
صد ہوش وقف گردش یک جام کردہ ایم

ہموارہ کردہ ایم چو آئینہ خویش را
در عین کفر دعوی اسلام کردہ ایم

دل خون شد و چکید ز زخم خدنگ او
پیکان بجاش ماند دلش نام کردہ ایم

آزاد از کشاکش طول امل شدیم
تا دل اسیر زلف سیہ فام کردہ ایم

مقصود ما سکوت میخانہ است و بس
زان روقناعتے بہ تہ جام کردہ ایم

راہے کہ نفس طے نمودہ بعمر خود
ما را نگر کہ قطع بیک گام کردہ ایم

در گوش صبح شنید و بنا نہ گفت
این کار را حوالہ دشنام کردہ ایم

مشکل کہ شام ہجر شود صبح ہمنشین
صبح وصال نیست کہ ما شام کردہ ایم

واحسرتا کہ پر شد و پیمانہ حیات
از شیشہ مے ہنوز نہ در کام کردہ ایم

مستانہ ایم از حسم ارزدہ ہمچو برق
این قطرہ زان مے است کہ در جام کردہ ایم

اُٹھتی جوانی

ہر ادا مستانہ سر سے پانوں تک چھائی ہوئی
اُف! تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

حضرت داغ دہلوی نے یہہ دلچسپ مطلع جوش شباب یا اُٹھتی جوانی کے لئے ایسا برجستہ اور بے ساختہ ارشاد کیا ہے کہ اس کے پڑھنے اور تمام مضمون پر اک غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی کے ہر انداز دلبرانہ کا ایک دلکش مرقع ان دو مصرعون مین کھینچکر دکھا دیا ہے - اور اس طرح اس طول وطویل مضمون کا صرف دو مگر حاوی جملون مین ایسا مختصر نقشہ اُتارا ہے کہ شاہد سراپا ناز وانداز کی ابھرتی جوانی کا دلپذیر سمان بالکل آنکھون مین پھر جاتا ہے - ہاے - کیا فرما گئے ہین کہ بھرپور شباب ہو اور شباب بھی محض نہ ہو بلکہ ادا و ناز سے معمور ہو اور ادا ئین بھی سیدی سادی نہون مستانہ ہون - سبحان اللہ - گویا پوری غزل کا لطف ان دو پھڑکتے ہوے مصرعون مین بھرا ہوا ہے - اور - اُف - کے لفظ نے دیکھنے والے کے ونور اشتیاق کا خاتمہ اور تعریف کی انتہا کردی - جب ایک پتلے کے اندر دست قدرت اتنی دلفریبیان جمع کردے کیا اُس کی نگہ ناز سے کوئی متقی یا پاکباز بچ سکتا ہے ہرگز نہین - ہاے! زندگی ہو - عالم شباب ہو - اور شوق بھرے پہلو مین کوئی ایسا حسین ومہ جبین شعر مندرجہ عنوان کا مصداق سر سے پا تک مستانہ ادا ؤن سے پر ہو تو کیا کہنا ہم سے محروم القسمت تو کبھی حوران خلد برین کی آرزو نکرین ہاے داغ کا یہہ شعر بھی اس موقع پر طبیعت کے کانٹے مین تولنے کے قابل ہے ؎

انسان خوبرو ہو تو حورون سے کم نہین ؛ یہہ اس چمن کے پھول ہین وہ اُس چمن کے پھول

اک ہجران نصیب دور از حبیب عاشق صنم پرست کو کسی ابھرنے والے جوبن کی یاد مین داغ کا یہہ شعر نظر پڑ جاے تو وہ اپنے معشوق کی یاد مین محو تصور ہو جاے گا اور ممکن نہین کہ کسیکی یاد دل مین چٹکیان نہ لینے لگے یا دونون ہاتھون سے دل تھام نہ بیٹھ جاے - یہہ ظاہر ہے کہ گلشن جوانی کی بہارین بالا بالا نہین جاتین جہان باغبان قدرت نے نخل حسن مین پھول لگاے گلچین (عشاق) دامن پھیلا کر آموجود ہوے اور حسن کی اچھوتی بہار کو بوے گل کی طرح لے اڑے - ایک نرگس شہلا کا بیمار ہے تو دوسرا گل رخسار پر نثار - کوئی گلاب کی پتی کے سے ہونٹون کا شیدائی ہے تو کوئی زلف سنبل کا سودائی - کوئی کسی پری جمال کے حسن گلوسوز کا دیوانہ ہے تو کوئی کسی شعلہ

کی غنچہ دہنی کا پروانہ۔ یہہ جوانی کیا ہے۔ اک خواب غفلت ہے۔ اِس غفلت مین ہمارا خیال ہمکو اک
باغ دلکشا مین لیجاتا ہے۔ یہان اک بارہ دری ہے اِس کے کمرے مین اک پلنگڑی بچھی ہے۔ اسپر
کوئی بت طناز سراپا ناز اک ادائے مستانہ کے ساتھ جوانی کی میٹھی نیند سو رہا ہے۔ اِس کے
حسن عالمتاب کا یہہ حال ہے کہ نگاہ نہین ٹھہر سکتی۔ پھول سے مصفا رخسارون پر زلف کی لٹ
آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئینے مین بال آگئے ہے ۔ وہ چشم فتان ہے غیرت گل + وہ زلف چلیپا ہے رشک سنبل
مدام مین ہے سشیا ہت گل + بدن مین عالم ہے یاسمین کا + ہم حیرت مین ڈوبی ہوئی نگاہون
سے دیکھ دیکھ کر اُس کی نازکی پر عش عش کر رہے ہین کہ پھولون کی سیج پر سونے سے اُس رشک گل
کے نازک جسم پر بدھیان پڑی ہوئی ہین لمبے لمبے گیسو نیند کی غفلت سے پریشان ہو کر لپٹ
گئے ہین۔ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صندل کی نازک شاخ پر کالے بل کھا رہے ہین۔ ہمارا شوق ہماری
تمنائین ہماری حسرتین گدگدیان کر کے کہتی ہین شعر نیند اُس کی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُسکی ہین
جسکے شانون پر تری زلفین پریشان ہو گئین۔ اے للچائی ہوئی نظر دیکھ اور بغور دیکھ یہہ
گورے گورے گلے مین سیاہ ریشم کا لچھا پڑا ہے یا دامن سحر پر تاریک راتنا کا سنجاف۔ اُف اُف
[illegible] نے اپنا بستے سرخ و سفید رنگت شہاب کی طرح نکل رہی ہے۔ ترچھی رہا ہے زلف سر کی [illegible]
[illegible] ہے یہہ کا [illegible] نکلا [illegible] کس [illegible] اور تنہائی کے وقت ہمارے ارمان دل مین جوش [illegible]
[illegible] ہین ہم اپنی خوش نصیبی پر فخر کر کے دیدار نصیب دل سے کہتے ہین کہ
[illegible] دیدار کے لوٹنے کی آج ساری حسرتین نکال لے۔ کوئی تمنا اُٹھا نہ رکھ۔ مگر کسی کی نزاکت
[illegible] شتاق خیالون کو یہہ کہہ کر روک دیتی ہے۔ شعر ایسے نازک سے نکلے کوئی ارمان کس طرح
[illegible] کے واسطے پھولون کا بستر ہو گیا + دل کی بے چینی اُبھارتی ہے کہ نہین نہین وصل کے
[illegible] مراد مین بھر لو۔ کبھی دل کہتا ہے کہ اسکا دیدار بھی وصل سے کچھ کم نہین۔ مبادا
[illegible] کو جگا کر کہین دولت دیدار بھی نہ جاتی رہے۔ مگر ارمان بھرا دل نہین مانتا اور اشتیاق
[illegible] ہاتھون سے نازک کلائیون کو جو اُبھرے ہوئے جوبن کو للچائی ہوئی نظرون سے چھپائے ہوے
[illegible] آہستہ سے سرکا کر کہتا ہے کہ او حسن کی جیتی جاگتی تصویر کسی عاشق کے مقدر کی طرح سونیوالی
[illegible] چشم نرگسین کھول کر دیکھ اک نو گرفتار کتنی دیر سے تیری دلکش آواز سننے اور دو دو باتین
[illegible] کا مشتاق ہے۔ کیا ایک مرنے والے کی آرزو پوری ہو سکتی ہے ۔
دلشاد اِس اجنبی آواز سے کسی قدر جھجک کر انداز پرستون کی مدہوش کرنے والی جادو بھری

آنکھیں ملتا ہوا کسی قدر کسمسا کر اٹھ بیٹھتا ہے اور انگڑائی لینے کے لئے مہندی لگے ہاتھ اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ کچھ دیکھ کر وہی ہاتھ جو نہایت مستعدی کے ساتھ خمار توڑنے کے لئے بشکل کمان حلقہ کئے تھے زانو پر رکھ لیتا ہے شعر انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ + دیکھا جو مجکو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ - از خود رفتگی کے ساتھ اپنے نوخیز جوبن کو اس ہلکی ہلکی ساری سے چھپا کر سانچے مین ڈھلے ہوئے ہاتھ اوپر رکھ لیتا ہے - مگر ہائے اُن کا ابھار کچھ ایسا دلکش ہے کہ نگاہ شوق کو اپنی طرف کھینچ ہی لیتا ہے ؎

کھنچ کے محرم جو بنا ہے اور بھی ابھرا جوبن	کہین چھپنے مین چھپلے سے ابھرنے والے

(شاہد) متحیر ہو کر لب رنگین سے بیساختگی کے ساتھ) تو کون - یہان کسی اجنبی کا کیا کام ؟

(ہم) مین ہمہ تن یاس باختہ حواس حرمان نصیب - عاشق جانباز ہون - مگر تمھارے نظارۂ جمال سے دل قابو سے باہر ہے - اگر اطمینان ہو اپنا ایسا پُر درد فسانہ سناون کہ ان متوالی آنکھون کی نیند اوڑ جاے - للہ پہلے تم یہ تو بتاؤ کہ کون ہو کیا نام ہے اور یہ نئی شرمیلی دلہن کے شکن پڑے ہوے دوپٹہ کے گھونگٹ کی طرح سمٹ جانا کس سے سیکھا ہے -

(شاہد) مین ہون ایک حور کی اٹھتی جوانی جنکا جوبن ابد الآباد تک اسی طرح برقرار رہیگا - میرا مسکن خلد برین اور میری منزل زاہدون کا دل ہے - یہ دونون چیزین عالم خیال مین تیرے پیش نظر ہین اگر تو اپنے لوح دل سے دنیا کی تمام خواہشات کے حرف مٹاے اور شب بیداری کرکے ریاضت کے پھول چُنے تو اس خداداد حسن سے دامن مراد بھرے -

(ہم) اگر یہ ممکن نہو -

(شاہد) تو تو ہمین نہین پا سکتا -

یہ ارمان شکن الفاظ ہمارے لئے تازیانۂ غفلت ہو گئے اور انھون نے بیخودی کے میدان سے ہکو ہوشیاری کے جہان مین پہونچا دیا - ہمارے سامنے وہی خیال بدستور موجود تھا -

ہر ادا مستانہ سر سے پاؤن تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

برکت شیر خان - ادیب عشق آبادی

اسلام

نمبر۲

اُس سفارت کا مُکھیا جو پناہ لینے کی خاطر بھاگ کر گئی تھی کہتا ہے "اے بادشاہ ہم لوگ جہالت اور توحش کے غار مین پڑے تھے۔ ہم بتون کی پرستش مین مصروف تھے۔ نہایت ناپاک زندگی بسر کرتے تھے۔ مُردے کھاتے اور گالیان بکا کرتے تھے۔ ہم مین کسی قسم کی انسانیت نہ تھی اور نہ ہم اُس کا لحاظ کرتے تھے۔ مہمان نوازی کے اصول اور ہمسایون کے حقوق سے بالکل ناآشنا تھے ہم مین سوائے اِس کے کوئی قانون نہین تھا کہ زبردست کو زیر دست پر غلبہ حاصل ہے۔ حتیٰ کہ خدا نے ہم مین سے ایک آدمی کھڑا کیا جس کے حسب و نسب سچائی۔ دیانتداری اور پاکیزگی سے ہم خوب واقف ہین اور اُس نے ہمین خدا کی وحدانیت کی طرف بُلایا اور سکھایا کہ خدا کی ذات مین کسی کو شریک نہ کرنا چاہیئے۔ اُس نے ہمین بتون کے پوجنے سے روکا۔ اور سچ بولنے امانتون کو ادا کرنے رحم وکرم سے پیش آنے اور پڑوسیون کے حقوق پہچاننے کی تعلیم دی۔ اُس نے ہمین عورتون کا فضیتا کرنے اور یتیمون کا مال و اسباب کھا جانے سے منع کیا۔ اُس نے ہمین ہدایت کی کہ عیبون کو دور کرین اور بُرائیون سے بچے رہین۔ نمازین پڑھا کرین۔ خیرات دین۔ اور روزے رکھا کرین"[۱]

یہہ ہے پیروؤن کی شہادت اپنے پیغمبر کے متعلق اور یہہ ہے اُن لوگون کا بیان جو اپنی جانین اُس پر نثار کرتے تھے۔ اور اب جبکہ مریدون کی ایک تعداد آپ کے گرد جمع ہوگئی تو آپ کی کیا حالت تھی؟ ایک دن جبکہ آپ ایک دولتمند آدمی سے باتین کر رہے تھے جسے مذہب اسلام پر لانے کی آپکی خواہش تھی (کیونکہ دولتمند و صاحب قوت آدمیون کے ایمان لانے سے اُن لوگون کی جو آپ کے پیرو تھے زندگی سہو جاتی تھی) ایک اندھا آیا اور زور سے چلا کر آپ سے کہا "یارسول اللہ مجھے نجات کی راہ بتلایئے۔" مگر آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ اُس وقت آپ شرفا و ذی ثروت لوگون سے باتین کر رہے تھے اِس نابینا فقیر کو نہین چاہیئے تھا کہ آکر مداخلت کرتا۔ مگر اُس اندھے فقیر نے یہہ نہ جانکر کہ آپ کس کام مین مشغول ہین پھر چلا کر کہا "یارسول اللہ مجھے رستہ بتلایئے" آپ اِس پر چین بہ جبین ہوئے اور مُنہ پھیر لیا۔ دوسرے دن ایک پیام آیا جو ہمیشہ ہمیشہ القرآن مین درج رہے گا۔ اِس پیام کو آپ نے اِس کتاب مین شامل کر دیا تاکہ سب لوگ یاد رکھین "عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔ اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی"[۲]

---

[۲] (محمد) اتنی بات پر چین بہ جبین ہوئے اور مُنہ موڑ بیٹھے کہ (ایک) نابینا اُن کے پاس آیا۔ اور (اے پیغمبر

وَمَا یُدْرِیکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی - اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی - اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی - فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی - وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی - وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی - فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَہّٰی - اس کے بعد جب کبھی رسول خدا اس نابینا کو دیکھتے اس کا ادب کرتے اور یہ فرماتے "اس شخص کا آنا مجھے مرغوب ہے جس کی خاطر میرے مالک نے مجھے تنبیہ فرمائی" اور آپ نے دو مرتبہ اسے مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

اتنا بڑا آدمی تھا وہ پیغمبر عرب جو اسی قدر آزادی کے ساتھ اپنے آپ کو بھی ملامت کرتا تھا جس قدر آزادی کے ساتھ اپنے پیروں کو نصیحتیں اور تنبیہیں کرتا - ان صفات کا آدمی تھا وہ شخص جس کا نام محمد الرسول اللہ تھا۔

نبین آپ کے خلاف جبر و تعدی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک - آپ کے تمام مریدین جدھر جس سے ممکن ہوتا ہے چلے جاتے ہیں اور اب کوئی نہیں باقی رہتا ہے۔ سوائے ایک کے اور رسول نے جو کسی طرح پر راضی نہیں ہوتے - اور آپ کے شریف چچا ابو طالب کے جو آپ کے شریک ہی نہیں ہوئے ہیں آپ حضرت کے پاس تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں "اے بھائی کے جائے اس کام سے درگزر اور اس کوشش کو جس میں کامیابی کی کوئی امید نہیں ترک کر دے" آپ نے جواب دیا۔

"نہیں میرے چچا اگر وہ سورج کو میرے داہنے پر رکھ دیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر اور مجبور کریں کہ میں اپنے کام سے باز آؤں تو بھی یہ نہ ہوگا اور میں کبھی باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ خدا اپنی مرضی کو ظاہر فرمائے یا میں اسی کوشش میں مر جاؤں"۔ اور پھر چونکہ آپ کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور چونکہ آپ کے چچا جنھوں نے آپ کی پرورش کی تھی اور جن سے آپ کو بے انتہا محبت تھی اپنا رخ پھیرے لیتے ہیں آپکا جی بھر آتا ہے اور چہرہ مبارک پر اپنی تکلیف چھپانے کے لئے دامن ڈال لیتے ہیں اور منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں کہ چچا کی آواز سنائی دیتی ہے "ٹھیر ٹھیر - جو تیرے جی میں آئے کہہ - خدا کی قسم میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا نہیں کبھی نہیں"۔ *

(بقیہ صفحہ ۱۳) تم کیا جانو عجب نہیں (کہ تمھاری تعلیم سے) وہ سنور جاتا یا وہ نصیحت کی باتیں) سنتا اور اس کو نصیحت سود مند ہوتی تو جو شخص (دین کی طرف سے) بے پروائی کرتا ہے اس کی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو حالانکہ (اگر) وہ ٹھیک نہ ہو تو تم پر کچھ الزام نہیں - اور جو (خدا سے) ڈر کر تمھارے پاس دوڑتا ہوا آئے - تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو - (از ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی)

سلہ ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ - مترجم

* اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۱۱

لیکن اب چچا کا انتقال ہو جاتا ہے۔ یہ سال "ماتم کا سال" ہے کیونکہ اس سے بھی ہزار درجہ بڑھ کر غمناک یہہ حادثہ وقوع مین آتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ آپکی بیوی آپ کی پیاری بیوی کا بھی انتقال ہو جاتا ہے اور اب آپ بیس اور چھبیس برس کے بعد کی مدت کے بعد جو ہمدرد بیوی کے ساتھ نہایت ہنسی خوشی سے کاٹی تھی یکہ و تنہا رہ جاتے ہین۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ آپ چند سوداگرون کو جو کہ تجارت کی خاطر آئے تھے مسلمان کرنے کی کوشش کرتے ہین اور ایک بیعت کی روایت جو چھیون نے آپ کے ہاتھ پر کی تھی ہم تک سلسلہ بہ سلسلہ آئی ہے۔ یہہ بیعت عقابہ کے پہاڑ پر کی گئی تھی اور بیعۃ العقابہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ہدایات یہہ تھین کہ "ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین گے۔ ہم چوری نہ کرین گے زنا نہ کرین گے۔ اپنے بچون کو مار نہ ڈالین گے۔ اور سب و شتم اور لوگون کو برا کہنے سے باز رہین گے ہر چیز جو حق ہوگی اس مین ہم پیغمبر خدا کی اطاعت کرین گے اور ہر طرح اُن کے شریک رنج و راحت رہین گے۔"[1]

آخرکار ایک بزرگ وفادار صحابی ابوبکرؓ دوسرے علیؓ پیغمبر کے ساتھ رہ گئے اور آپ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا آپ کے دشمنون نے ایک چھوٹے مکان مین سب کو آکر گھیر لیا اور مخالفون نے اس بات کی کوشش کی کہ آپ تک پہونچ جائین۔ ایسی حالت مین آپ ایک کھڑکی کے رستے نکل گئے یہہ ۶۲۲ء ہے اور لوگ اسے سنہ ہجرت کہتے ہین یعنی وہ سال جس مین آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی ہے۔ اسی سال سے مسلمانون کا سنہ شروع ہوتا ہے۔ بہر حال فراریون کا تعاقب کیا جاتا ہے اور پیغمبر کے سر کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ ایسے نازک وقت مین ابوبکر کانپ کر فرماتے ہین "ہم صرف دو ہین"، محمدؐ جواب دیتے ہین "نہین ہم تین ہین خدا بھی ہمارے ساتھ ہے۔"[2]

اب آپ مدینہ کو ہجرت فرماتے ہین۔ وہ لوگ اب آپ کا خیر مقدم کرتے ہین۔ یہان پر جوق جوق لوگ ایمان لاتے جاتے اور آپ کے گرد جمع ہوتے جاتے ہین اور آپ وہان کے حاکم بنا دیے جاتے ہین۔ لیکن دیکھو دشمن مکہ سے یہان بھی آپ کا پیچھا کرتے ہین۔ اُن کی جماعت جم غفیر ہے جس مین سب وہ لوگ شریک ہین جنھون نے آپ کے پیروؤن پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے تھے۔ آپ کی جماعت بہت قلیل ہے اور دشمن کی تعداد زبردست۔ اب لڑائی شروع ہوتی ہے جسے جنگ بدر کہتے ہین۔

[1] اسپرٹ آف اسلام صفحات ۱۱۹ و ۱۲۰ [2] اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۲۵

اور رسول خدا دعا فرماتے ہین کہ "اے باری تعالیٰ اگر یہہ چھوٹی سی جماعت تباہ ہو جاے گی تو کوئی بھی باقی نہ رہے گا جو تیری پرستش کرے" ہر دو جانب سے ایک ہولناک کشمکش ہوتی ہے اور آندھی اور ریگ کا طوفان بھی آکر مسلمانون کا طرفدار ہو جاتا ہے۔ بالآخر آپ کو فتح حاصل ہوتی ہے کیونکہ خدا کی طاقتین آپ کا ساتھ دیتی ہین اور تمام آدمیون کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خدا کے نبی برحق ہین۔ محمد کا یہہ پہلا حملہ ہے جو ایک حملے کی مدافعت مین کیا گیا ہے۔ آپ ہمیشہ نرم دل اور الفت و ہمدردی کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ دشمن آپ کو "زنانہ" کہتے تھے مگر اب آپ کے تعلقات محض آپ کی ذات تک محدود نہین رہے کہ اُن لوگون کو معاف کر دیا جایا کرے جو آپ کے ساتھ بُرائی کرتے تھے۔ اب آپ ایک ریاست کے حاکم ہین ایک فوج کے سپہ سالار ہین اور مسلمانون کے جو آپ پر ایمان اور اعتبار رکھتے ہین بہت سے فرائض ہین۔ اب وہ دن آرہے ہین جبکہ ایک جرم جسے آپ پہلے اپنی ذات تک محدود سمجھ کر معاف کر دیا کرتے تھے اب بحیثیت ایک حکمران کے اُس کی سزا دینی پڑے گی اور محمدؐ الرسول اللہ اب ایک کمزور اور اپنے جذبات سے مغلوب شخص نہین کہے جائین گے۔ مگر ختم بدر کے بعد صرف دو آدمی قتل کئے گئے اور عرب کے رسم و رواج کے خلاف قیدی رسول خدا کے حکم سے آزاد کر دیے گئے۔ اور اُن کے ساتھ بے انتہا مہربانی سے برتاو کیا گیا یہان تک کہ مسلمانون نے اُنھین روٹیان دین اور خود اپنے واسطے کھجورین رہین

لیکن اب وہ زمانہ آتا ہے جس مین لڑائیان اور زیادہ ہوتی ہین تکلیف و دقتین بڑھ جاتی ہین خود مسلمانون مین جھگڑے شروع ہو جاتے ہین اور دشمن چارون طرف سے گھیرے چلے آتے ہین لیکن اس تمام پریشانیون کے زمانے کا ایک سین ایسا پیارا ہے کہ وہان تھوڑی دیر کے لئے مجھے ٹھیرنا چاہیے۔ ایک لڑائی ہوئی جس مین مسلمانون کو فتح حاصل ہو چکی ہے اور مال غنیمت تقسیم کیا جا چکا ہے جنھون نے آپ کا ساتھ سب سے زیادہ دیا ہے انھین اس مال مین سے حصہ نہین ملا ہے جس سے اُن کے دلون مین غصہ اور لب پر شکایت ہے اُن سے آپ مخاطب ہو کر فرماتے ہین "مجھے وہ باتین معلوم ہوئیں جو تم آپس مین کر رہے ہو۔ جب مین تم مین آیا تھا تم تاریکی کی حالت مین ڈانواڈول پھر رہے تھے۔ خدا نے پھر تم کو سیدھا راستہ بتایا۔ تم تکالیف مین تھے خدا نے تمھارے دل اتفاق و برادرانہ محبت سے بھر دیے۔ مجھ سے کہو کہ کیا یہہ تمھاری حالت تھی اُنھون نے جواب دیا "بیشک جیسی تو کہتا ہے ہماری ویسی ہی حالت تھی رحمت اور شفقت خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ہے"۔ پیغمبر نے فرمایا "نہین خدا کی قسم تمھین یہہ جواب دینا تھا اور

تمہارا جواب حق بجانب ہوتا اِس لئے کہ مین خود اِس کی تصدیق کرتا کہ تو ہمارے پاس اُس وقت آیا جبکہ تیرے لوگون نے تجھے جھوٹا کہہ کر نکال دیا تھا۔ اُس وقت ہم تجھ پر ایمان لائے۔ تو ایک بے یار و مددگار مفرور کی مانند ہمارے پاس آیا تھا اور ہم نے تیری مدد کی۔ تو ایک غریب آدمی تھا جسے لوگون نے خارج کر دیا تھا۔ ہم نے تجھے پناہ دی تو بے چین تھا۔ ہم نے تجھے چین دیا۔ اے انصار اِس زندگی کی اشیاء کے لئے کیون اپنے دل میلے کرتے ہو کیا تمہارے لئے یہ بات تشفی بخش نہین ہے کہ دوسرے کو اونٹ اور گلے ملتے ہین اور تم مجھے اپنے ہمراہ لیکر گھر جاتے ہو؟ خدا کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے مین تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑون گا۔ اگر تمام عالم کے آدمی ایک رستے پر جائین اور انصار دوسرے پر تو سچ کہتا ہون مین انصار کے ساتھ جاؤن گا خدا اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور انھین اُن کے بچون اور بچون کے بچون کو برکت عطا فرمائے۔" وہ لوگ رونے لگے وہ لوگ جو کہ میدان جنگ کے سخت لڑنے والے تھے یہان تک کہ مورخ کہتا ہے کہ "آنسو نکل نکل کر اُن کی ڈاڑھیون پر بہنے لگے" اور وہ کہنے لگے "یا رسول اللہ ہم اپنے حصے سے پورے طور پر راضی ہین۔"

اے میرے ہندو بھائیو۔ جنھین اُس عظیم الشان پیغمبر عرب کے کچھ حالات معلوم ہین۔ کیا تمہارے دلون کو اُس کی باتین لبھانے والی نہین معلوم ہوتین۔ کیا تمھین اُس کی اس قوت کا احساس نہین ہوتا جس نے آدمیون کو سخت سے سخت مصیبت کا مقابلہ کرنے اور موت کے مُنہ مین کود پڑنے پر آمادہ کر دیا تھا۔ وہی دل لبھانے والی قوت ہے جس نے اُس کی محبت کو اب صدیون کے بعد بھی لوگون کے دلون مین جاگزین کر رکھا ہے اور باوجود اِس سب کچھ کے اُس کو اپنی خطاؤن پر خود اِس قدر اصرار تھا کہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "مین صرف ایک بندہ بشر ہون" اس محبت نے کبھی ایسا نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے تئین خدا کہلاتا۔

اسی طرح دس برس گذر گئے اور اب وہ زمانہ آیا کہ آپ رحلت فرماتے ہین۔ جب نماز ہو چکی تو لوگون نے مسجد سے آپ کو اُٹھایا۔ آپ مین اس قدر طاقت نہ تھی کہ خود کھڑے ہو سکتے۔ ایک طرف علیؓ اور دوسری طرف فضلؓ آپ کو سہارا دیتے رہے اور آپ نے نحیف آواز مین اِس طرح لوگون کو مخاطب فرمایا "مسلمانو۔ اگر مین نے تمھین کبھی کوئی تکلیف پہونچائی ہو تو اِس وقت مین عوض دینے کے لئے موجود ہون۔ اگر مجھ پر کسی کا قرضہ ہو تو جو کچھ میرے پاس ہے تم سب لے لو" ایک شخص کھڑا ہوتا ہے کہ ہان مجھے تین درہم چاہئین۔ وہ قرضہ ادا کر دیا جاتا ہے۔ اُس کے بعد پھر کوئی قرضہ باقی نہین رہتا۔ یہ اخیر مرتبہ تھا جو آپ مسجد مین تشریف لائے اور اب اصلی گھر کی طرف آپ کا بلاوا

ہوتا ہے کیونکہ آپ کا کام ختم ہو چکا ہے۔ آپ پڑے ہوئے دعا فرما رہے ہیں اور آواز ڈوبی جاتی ہے غرضکہ ۸۔جون ۶۳۲ء کو خدا کا رسول اس جسم خاکی کو خیرباد کہہ کر عالم علوی کی طرف سدھار تاہے تاکہ وہاں سے دیکھے کہ اُس کے مذہب کی جس کی اُس نے بنیاد ڈالی اور حفاظت کی تھی کیا حالت ہوتی ہے۔

کتنی شریف زندگی اور ایک عجیب و غریب زندگی تھی۔ بیشک وہ خدا کا رسول تھا یا جو اس لئے اس قدر سادہ وضع کفایت شعار اور متواضع تھا کہ خود اپنے جبہ پر پیوند لگاتا اور اپنے جوتے خود گانٹھا کرتا تھا۔ اور اس حالت میں جب ہزاروں اُس کو پیغمبر کہہ کر سر تسلیم خم کرتے تھے وہ ہر شخص سے نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کیا کرتا۔ انس آپ کے نوکر کہتے ہیں کہ "دس برس تک میں رسول خدا کی خدمت میں رہا مگر کبھی مجھے اُف تک نہیں فرمایا"۔

دو بڑے اعتراضات آپ پر کئے جاتے ہیں کہ اخیر عمر میں آپ نے نو بیویاں کیں۔ یہ سچ ہے مگر کیا تمہارے خیال میں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص جس نے جبکہ وہ جوش جوانی اور عنفوان شباب میں تھا جس کی عمر جبکہ وہ پچیس سال کی تھی اُس نے ایک ایسی عورت سے اُس وقت شادی کی جو عمر میں کہیں زیادہ تھی اور بیس اور چھبیس برس تک اُس کے ساتھ نہایت وفاداری کے ساتھ نباہ کیا۔ اُس شخص نے اپنی پچاس برس کی عمر میں جبکہ جذبات نفسانی مردہ ہونے لگتے ہیں اس لئے شادیاں کی ہوں گی کہ اپنی خواہشات وشہوات نفسانی کو بجھائے؟ آدمی کی زندگی کا کبھی اس طرح محاکمہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر تم ذرا اُن عورتوں کی طرف نگاہ کرو جن کے ساتھ آپ نے اپنی شادیاں کی تھیں تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ یا تو ہر اک سے محض اپنی قوم کی خاطر تعلق پیدا کیا گیا ہے یا اُس سے مسلمانوں کے لئے خود کوئی نفع مترتب ہوا ہے یا یہ کہ خود اُس عورت کو کسی والی وارث کی سخت ضرورت پڑی ہے۔

لیکن لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے لڑائی۔ اخراج۔ اور کفار کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل و غارت کرنے کے وعظ فرمائے یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے اور بڑے بڑے مسلم فقیہوں کا اجماع ہے کہ جہاں دو قسم کے حکم ہوں جن میں سے ایک قطعی ہو جیسے کفار کو قتل کرو جبکہ وہ تم پر حملہ آور ہوں" تو اس صورت میں ہر قطعی حکم کے ساتھ شرط اور حد لگانا لازم ہوگا۔ اس مسئلہ کے متعلق خود قرآن میں بار بار مذکور ہے اور نیز رسول کے طرز عمل سے اسکا ثبوت ملتا ہے۔ (باقی آئندہ)

لہ اسپرٹ آف اسلام

نورجہان کا مقبرہ اور اِک سیاح

وہ مہ جمال جنھین فرش گل پہ نیند نہ آئے
لحد مین اُن سے یہ پوچھے کہ تم یہان کیون ہو

آج سے کوئی چھ مہینے پہلے جبکہ کسی قدر ڈھلتی گرمیان تھین ایک مشرقی سیاح آوارہ گرد رمتا بھمتا قریب ڈیڑھ بجے دن کے دریاے راوی کے آہنی پُل پر جا پہونچا جسکے دونون طرف فوجی ضرورتون کے لئے چھوٹے چھوٹے مورچے بھی بنے ہوئے ہین۔ گرمی کی شدت اور پیادہ روی کی حدت سے کسی قدر ہانپتا پسینون مین شرابور، شوق بھری متجسس نگاہون سے اِدھر اُدھر دیکھتا آگے بڑھا۔ پُل کے نیچے اُترا ہوا دریا اپنی دھیمی رفتار سے بہ رہا تھا۔ اُس کی کمزوری یہان تک بڑھی ہوئی تھی کہ ہر پہلی نظر مین دیکھنے والا یہہ سمجھ سکتا تھا کہ یہہ ہلکی لہرین نہین ہین بلکہ ناتوان دریا کی پسلیان نکل آئی ہین اور وہ اُلٹے سینہ سے سانس رُک رُک کر لے رہا ہے۔ وار پار گھنا جنگل ہے اور لاہور سے بادامی باغ کے جانے والے کی نظر اِس پُل پر سے پہلے جس چیز پر پڑتی ہے وہ اُدھر کے درختون مین کچھ روشن کچھ مٹیالے شکستہ ریختہ برج ہین جو ہزار برس سوے دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر سونے والون کے عبرت انگیز مزار ہین۔ دونون طرف ٹیلیگراف کے لمبے لمبے مسلسل کھمبے اِس آہنی آسمان پر بھی قایم ہین اور مضطرب رہگیر جب کبھی اپنا دہنا یا بایان ہاتھ ادھر اُدھر رکھ کر نیچے دیکھتا ہوا چلتا ہے تو اُس کے دلی جذبات بجلی کے تار کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہوا کے جھونکون مین جا ملتے ہین۔ یا یون کہنا تیر ہوائی نہ ہوگا کہ گویا تار کے ذریعہ سے اُس پار والون کو خبر پہونچائی جا رہی ہے کہ آپ کا ایک مشتاق ایسے جلتے دوپہر مین قدم مارتا ہوا اِس حد فاصل تک پہونچ گیا ہے۔ پار ہوتے ہی دہنی طرف چار اُجلے اُجلے شاندار برج جس مقبرے کے ہین وہ شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی خوابگاہ ہے جس کے آس پاس مگر کچھ فصل سے اور بھی چند خاک کے ڈھیر زمانے کے ہاتھون سے مٹے ہوئے نظر آتے ہین۔ اِن مین جو زیر بستر ہین اُنھین چھوڑئیے کیونکہ رونے والا اگر ہر مزار پر روئے تو آنکھین ہی پھوٹ جائین۔

صاحب عالم بہادر یا شہنشاہ ہندوستان کے شاندار آرام گاہ سے بھی قطع نظر کیجئے جہان پہلے ہی سطوت شاہانہ برس رہی ہے ہان وہ سب سے دور، سب سے الگ، سب سے کنارے آنے جانے والون کی نگاہون سے اوجھل۔ چند کھجور اور تاڑ کے درختون سے گھرا ہوا

جو اک چہل ستون نما پست سا گنبد ہے بس وہی گورِ غریبان سخت عبرت ناک منظر ہے۔ کن کے لئے؟ اُن کے لئے نہین جو قلب سلیم نہین رکھتے اُن کے لئے نہین جو تکلفات ظاہری سے آراستہ ہین اور دلون مین خاک اوڑ رہی ہے۔ اُن کے لئے نہین جن کے چہرے پر بڑی بڑی آنکھین ہین مگر سجھائی نہین دیتا بلکہ اُن کے لئے جو نشیب و فراز زمانہ سے خبردار ہین جو انقلاب کی رفتار سے اچھی طرح تہ و بالا ہوچکے ہین۔ جو گھوڑے کے سوار کو پیدل دیکھ کر آنکھون مین آنسو بھر لاتے ہین اور جنھین دوسرے کی اُنگلی کی پھانس اپنے جگر مین کھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ہاے! آپ جانتے ہین یہان کون سو رہا ہے؟ یہ وہ گوہر گرانمایہ ہے جو سلطنت مغلیہ کے شباب کے وقت مرزا غیاث دیوان بیوتات کے صُلب سے وجود مین آیا۔ بادشاہِ وقت کی نظر چڑھا اور پھر ایسا بڑھا چڑھا کہ تاج سلطانی مین جا ٹکا۔ برسون حکومت کے وسیع رفیع مناظر پر اپنی شعاعین ڈالین۔ سیاہ سفید پر تصرف کیا آخر کمال کو زوال ہوا اور اِس طرح زمانہ کی نگاہون سے گرا کہ اب خاک چھانیئے تو کہین نشان نہین۔

	چار دن کا ہے تماشا دیکھ لے		دیکھتی آنکھون سے دنیا دیکھ لے
	ملتے جلتے سے ہین کچھ عیب و ہنر		پھول ہی کے ساتھ کانٹا دیکھ لے
	ایک سی مخلوق ہین شاہ و گدا		خاک مین دونون کو یکجا دیکھ لے

واقعی یہ حسرت ناک عبرت انگیز سینری جبکے وضع ہونے کے وقت بھی شاید کچھ اِس سے کم عالم نہ ہوگا نہایت ہی تعجب انزا اور دل شکن ہے۔ کیونکہ بنانے والے نے اِس مین اپنی دلی رنجش کے بیسیون ثبوت دیے ہین جو کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہین۔ یا تو یہ وجہ ہوئی کہ جہانگیر کی یہ چاہیتی بیگم اُس کے بعد اجل سے ہم آغوش ہوئی اِس لئے اِس کے مزار کو کوئی خاص شان نہین دی گئی یا اُس وقت گورنمنٹ آف انڈیا کو ایسی عاقلہ بادلہ منتظمہ شیر دل عورت کی یادگار قایم کرنے مین کوئی خاص تنافر تھا۔ بہر نہج یہ مختصر سے بھراؤ کی عمارت جبکے چارون کونون پر چھوٹے چھوٹے سیل پائے ہین دور سے ایک پُرانی وضع کا دیول معلوم ہوتی ہے اور پاس پہونچ کر صرف دالان در دالان اور ستون در ستون رہ جاتے ہین۔ باہر کی طرف ایک نہایت ہی پست اور کوتاہ غلام گردش بھی ہے جسے ٹوٹی ہوئی اُکھڑی محرابون کا دور کہہ سکتے ہین۔ کہین کہین دیوار یا کھمبون پر قدیمی سرخ مصالحے کے نشانات اور اصلی پھول پتیان بھی اب تک باقی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ عمارت نئی بنائی گئی تھی جب بھی اِس مین کوئی خاص اہتمام نہین ملحوظ تھا۔ گو نئی اجمال

لارڈ کرزن کی توجہ یا کسی اور آثار الصنادید کے حامی نے اِس کا اوپر کا رُخ یا چھت کا کچھ حصہ نصف دیواروں تک ناصاف ہونے سے کسی قدر چھوپ بھی دیا ہے اور جگہ جگہ در و دیوار کے زخم تازہ مندمل بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن پھر بھی فرش سے لیکر دو دو گز اونچائی تک جو حالت ہے وہ اب بھی کسی طرح نہیں دیکھی جا سکتی - درندوں کے مسکن کی بو - ابابیل کے گھونسلے - جنگلی کبوتروں کی بیٹھ - کوڑا کرکٹ - بکریوں کی مینگنیاں - کنکر پتھر خاک بلا سبب پٹے پڑے ہیں اور پھر اِک دفعہ نہایت زور سے کہا جاتا ہے کہ اِسکے دیکھنے سے ہرگز ہرگز یہہ یقین نہیں آسکتا کہ یہاں کسی زبردست سلطنت کا چراغ بجھا پڑا ہے - چنانچہ پیش نظر حالت دیکھتے ہی اہل دل سیّاح کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اب اُسے دفعتہً اِس امر کا خیال آجاتا ہے کہ وہ کون ہے ؟ کہاں کا قصد تھا ؟ اور اِس وقت کہاں تک پہونچ گیا ہے ؟ - کیا اِس شاہی بارگاہ تک پہونچتے پہونچتے اِسے بہادر راجپوتوں کا کوئی بھی دستہ طلائے پر نہیں ملا ؟ کیا افغان سپہ سالاروں میں سے ایک بھی اِس وقت تک بالا دوی کے لیے امور نہیں ہوا ؟ کیا عجمی پہلوانوں میں سے کوئی متنفس اِس کا سدِّ راہ نہیں ہوا ؟ - ثابت شدہ شدہ یہہ اِس درجہ قریب پہنچ گیا کہ سراپردۂ عصمت اِس کے سامنے ہے - یہاں تو بڑے بڑے والیان ملک پہرے پر ہوا کرتے تھے - صدہا چوبدار - بیسیوں نقیب اور خواجہ سرا حاضر باشی کی خدمت ادا کرتے تھے او ہو ! اِس وقت تک کوئی ہتھیار بند قلماقنی بھی باہر نہیں آئی ؟ میں ! زرین کمر خواجوں کو آج کیا ہوا جو ایک بھی اِس وقت تک خواب نوشین سے نہیں چونکے - اف ! کیسی سلطنت ؟ کس کا تخت ؟ اور کہاں کا تاج - کیسی فوج ؟ اور کہاں کا تزک و احتشام ؟ یہاں تو ہو کے خاک ریگوں کی نوبت ہے - جنگل بیابان کی سائیں سائیں نے کا کام کر رہی ہے - تاڑ کے پتے دف و نقارہ بجاتے ہیں - سوکھے اور دھوپ سے جلے بھنے درخت پہرے پر ہیں - بُت بھرے سنسناتے علم آہ بلند کئے ہیں اور وہ نرم فرشوں - ایرانی قالینوں - پھولوں کی سیجوں پر سونے والی نازنین - مہ جبین ملکہ منوں مٹی کے نیچے اپنے ہی ہاتھ کا تکیہ لگائے - لمبے بالوں کی نقاب ڈالے ناکامی کا ساغر پیئے مدہوش ہے - نہ مونس نہ ہمدم نہ پرستار نہ حاضر باش - اللہ اکبر ! جہاں کافوری شمع میں ڈھلے ہوئے بال کی چرانذ دماغ پریشان کر دیتی تھی - وہیں اب سڑے ہوئے پتے - گلے ہوئے پھل ، چوپایوں کے بول و براز کا سخت ناگوار تعفن اپنا کوئی اثر نہیں رکھتا - آہ ! اُس وقت تو خیر دل ہے دوپہر ڈھل چکی ہے اور مہربان سورج اِس اندھیری کوٹھری میں بھی کہیں کہیں سے

تھوڑی بہت روشنی پہونچا رہا ہے مگر رات کو جب اندھیرا گھپ ہوتا ہوگا جب یہاں کیا عالم ہوگا
معاذ اللہ! نہ مشعل نہ چراغ۔ نہ شمع نہ فانوس۔ اُلّو بولتے ہوں گے گیدڑ چلاتے ہوں گے۔
چمگادڑوں کا ٹکرانا۔ ابابیلوں کی بیتواری۔ مچھر اور جھینگروں کی جھنجھناہٹ یہ سامان ہوں گے
اور یہ کنج تنہائی؟ اللہ اللہ!

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیات

مندرجہ بالا شعر کے الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہی بے اختیار ناظر کی آنکھ سے زار و قطار لڑیاں بہنے لگیں اور وہ رومال سے آنسو پونچھتا ہوا دل تھامے آہستہ آہستہ گنبد کے اندر داخل ہوتا ہے۔ فاعتبروا یا اولوالابصار۔ یہاں بجائے ایک کے معمولی وضع کی برابر دو قبریں دکھائی دیتی ہیں۔ جن پر نہ کتبہ نہ تعویذ۔ نہ پھول نہ پھول کی پنکھڑی۔ ہائے! اگر معمولی بلکہ فقرا کے مزار کی طرح میلے۔ چکٹ تیل میں ڈوبے سوئے کچھ دیولے بھی یہاں ہوتے تو بھی یہ خیال کر لیا جاتا کہ خیر کبھی نہ کبھی چھٹے چھ ماہے تو کوئی اللہ کا بندہ یہاں چراغ جلاتا ہوگا مگر نہیں وہ مشہور و معروف شعر خود اسی صاحب قبر کا ہو یا کسی اور کا یہاں بالکل صادق آگیا۔

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ یابی نے صدائے بلبلے

العظمت للّٰہ! یہ بھی تو نہیں معلوم ہو سکتا کہ ان دونوں میں سے کونسی قبر نورجہان بیگم کی ہے۔ کونسی نورجہان؟ جہانگیر کی جان۔ جہانگیر کی روح روان۔ سلطانہ ہند۔

آہ جہانگیر! نہیں نہیں شہزادہ سلیم! کچھ تمھیں خبر ہے کہ تمھاری بیگم اس وقت کس حال میں ہے اوہ! تم تو اک شاندار پائیں باغ میں آرام کر رہے ہو۔ تمھیں کیا خبر کہ جسکو تم زندگی میں آنکھوں پر بٹھائے تھے جو دربار میں بیٹھنے کے وقت بھی پس پردہ تمھاری پیٹھ پر ہاتھ رکھے رہتی تھی۔ وہی آج مرنے کے بعد آبادی سے میلوں دور۔ جنگل بیابان میں منوں مٹی کے نیچے دبی پڑی ہے۔ ٹھیرو! ٹھیرو! تھمو تھمو! یہ گنبد کی اندرونی دیواروں پر جابجا کوئلے سے کیا لکھا ہے؟ اوہو! یہ تو متأثر دلوں سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ غنیمت ہے کہ کبھی کبھی کوئی وارفتہ مزاج جگر پاش پاش ادھر بھی آنکلتا ہے جبھی تو بے ثباتی دنیا کا خاکا عبرتناک الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ دیکھئے وہ ایک طرف لکھا ہے "کیا کوئی بتا سکتا ہے ان دونوں قبروں میں سے نورجہان کی قبر کونسی ہے"؟ اور وہ

اُدھر وہ شعر ہے

اے برادر چو عاقبت خاک است	خاک شو پیش ازان کہ خاک شوی

اور یہہ تیسرا ریمارک۔

جاگنا ہو جاگ لے افلاک کے سایہ کے تلے	حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

یہہ الفاظ ظاہر اگو بہت ہی سیدھے سادھے ہین مگر یہہ اثر ان مین ضرور ہے کہ گنبد کی دیوار سے اُڑ کر پڑھنے والے کے دل مین نقش ہو گئے اور وہ ایکی دفعہ اس درجہ متاثر ہوا کہ روتے روتے زمین پر گر پڑا قریب تھا کہ غش آجاے جو دفعتاً اس کے دل مین سے خود بخود یہہ آواز پیدا ہوئی کہ "اے شخص! تو ایک نورجہان کے لیئے اس قدر افسوس کرتا ہے یہہ دار فانی ہے جہان ایسی ایسی سینکڑون نورجہان پیدا ہوئین اور خاک مین مل گئین۔ اگر کچھ بھی ہمدردی ہے تو اس آنسو بہانے سے کیا ہوتا ہے۔ اُٹھ۔ دونون قبرون پر فاتحہ پڑھ اور دعاے مغفرت کرتا ہوا اپنا رستہ لے" اس روحانی ہدایت نے بجلی کا اثر پیدا کیا۔ رقیق القلب سیاح شعلۂ آہ کی طرح پھر اُٹھا دونون قبرون کے بلاگردان ہوا فاتحہ پڑھا دعا مانگی اور اُسی طرح آنسوؤن کے موتی نچھاور کرتا ہوا دبے پانون باہر نکل آیا۔ *بیصفی*۔

خدا جانے یہہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزارون اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

وفا۔ سیتاپوری

اے انسان! خداے تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کر جس نے تجھے شعور دیا تاکہ تو اپنی تمام ضروریات بہم پہونچا سکے لیکن شکر گذاری کا حیلہ پکڑ کے تو کاہل او جود نہ بن جا اور تن آسانی کا نام توکل نہ رکھ۔ کیا کبھی تیری یہہ خواہش ہوتی ہے کہ وحشی انسانون یا کم درجہ کے حیوانات کی مانند اپنی خوراک کچے پھلون اور گھاس پھونس سے حاصل کرے؟ کھلے ہوے آسمان کو اپنا مامن تصور کرے؟ اور پتھرون اور لاٹھیون کو درندون سے محفوظ رہنے کا آلہ بنائے؟ کیا تو اپنی پچھلی وحشیانہ حالت پر واپس آنا دل سے پسند کرسکتا ہے؟ اور اُن بیشمار نعمتون سے جو محنت اور مشقت سے حاصل ہو چکی ہین مستفید ہونا عبث خیال کرسکتا ہے؟ اگر تیری یہہ خواہش ہو سکتی ہے تو فوراً اُنھین وحشیانہ طریقون کو اختیار کرلے اُسی باطل پرستی مین پڑ جا اور اُسی جہالت کے دریا مین غرق ہو کر اُن جانورون سے بھی پست حالت مین پہونچ جا جن کی حالت پر تو اس قدر رشک کرتا ہے۔ اور جن کے قدم بقدم چلنا تیری عین خوشی ہے لیکن یاد رکھ کہ وہ جانور بھی دم بھر محنت و مشقت سے فرصت نہین پاتے۔

ڈیوڈ ہیوم

مذہب

یہہ ایک گران بہا مقولہ ہے کہ انسانی لوازم مین سب سے زیادہ اہم شے مذہب ہے۔ لفظ انسان مین صرف افراد ہی داخل نہین بلکہ اقوام بھی داخل ہین۔ مذہب سے مراد ظاہری عقائد نہین ہین یعنی وہ عقائد جن کا صرف زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اکثر لوگون کا اصلی مذہب وہ نہین ہوتا جس کا وہ زبان سے اقرار کرتے ہین اور فی الحقیقت ظاہری عقائد کو مذہب تصور کرنا غلطی ہے کیونکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہین کہ ایک ہی قسم کے ظاہری عقائد کے ماننے والون مین اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ اور ذلیل سے ذلیل درجے کے لوگ موجود ہوتے ہین۔ مین ظاہری عقائد[1] کو ہرگز مذہب نہین تصور کرتا۔ ظاہری عقائد تو محض اقوال ہی اقوال ہین جن کا زیادہ سے زیادہ عمل صرف استدلالی قوت[2] تک ہوتا ہے اور بس اصلی مذہب وہ ہے جس کا اثر انسان کے قلب پر ہو۔ وہ اثر جس کی توجیہہ انسان دوسرون کے روبرو کیا خود اپنے روبرو نہ کر سکے۔ اصلی مذہب وہ ہے جو انسان کے دل پر نقش ہو یعنی وہ دلی تعلق جس کی رو سے انسان اپنی ذات کو اس پراسرار عالم اور اس کے جملہ متعلقات کے ساتھ وابستہ سمجھتا ہو جس کی رو سے انسان اپنے آپ کو پابند فرائض تصور کرتا ہو۔ اصلی مذہب یہہ ہے اور یہی وہ شے ہے جو انسانی لوازم مین سب سے زیادہ اہم ہے اور جس پر انسان کے تمام افعال کا انحصار ہے۔ اسی دلی تعلق کا نام مذہب ہے۔ خواہ وہ کسی اعتقاد کے ماننے کی صورت مین ہو یا اس کے مخالف ہو۔ خواہ وہ عقیدت ہو خواہ بے عقیدتی ہو۔ مختصر یہہ کہ جو خیال انسان کے دل مین اپنی ذات کے اور عالم غیب کے تعلقات کے باہم تعلقات کی نسبت حاکم ہو وہی اس کا مذہب ہے۔ مذہب کی اس تعریف کے بموجب اگر آپ مجھے بتائین کہ فلان شخص یہہ مذہب رکھتا ہے تو مین آپ کو بتا دون گا کہ وہ شخص کیسا ہے اور کس قسم کے افعال اس سے صادر ہو سکتے ہین۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ جب ہم کسی شخص یا قوم کے متعلق تحقیقات کرین تو اول اس کے مذہب کا پتہ چلا لین یعنی یہہ تحقیق کر لین کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ آیا وہ بت ... یعنی

---

[1] مولانا روم فرماتے ہین ؎ ما برون را ننگریم و قال را + ما درون را بنگریم و حال را

[2] ایضاً ؎ پائے استدلالیان چوبین بود + پائے چوبین سخت بے تمکین بود

بیشمار خداؤن کا ماننا اور اسرار زندگی کا مادی صورت مین اظہار کرنا اور صرف جسمانی قوتون کو تسلیم کرنا یا وہ عیسائیت ہے یعنی وہ مذہب جو ایمان بالغیب کی تعلیم دیتا ہے اور ذات باری کو نہ صرف [illegible] بلکہ اصل موجودات اور موجود حقیقی تصور کرنا سکھاتا ہے جس نے بت پرستی کی جسمانی قوتون کو بجای افضل تر مین قوت یعنی تقدس کی قوت کا اقتدار قایم کر دیا ہے۔ جس نے یہہ تعلیم دی ہے کہ ہماری زندگی کہنا چیز یعنی صرف گزر جانے والے نہین ہین بلکہ اُن مین جو افعال ہم سے صرزد ہون گے اُن کے نتایج ہمکو ابد الآباد تک بھگتنے پڑین گے۔ یا وہ دہریت ہے یعنی عالم غیب کی طرف سوء ظن [illegible] اور اس امر کی تحقیق کی خواہش کہ بجز پیش پا افتادہ باتون کے اس زندگی مین کچھ اسرار بھی ہین یا ان اسرار کے وجود کا تسلیم کرنا محض توہم اور خبط ہے یا ان تمام امور کے متعلق شک و شبہ یا قطعی انکار۔ غرضکہ اس سوال کا جواب دینا کہ کسی شخص یا قوم کا مذہب کیا ہے گویا اُس کے پوست [illegible] حالات بیان کر دینا ہے۔ ہر قوم کے خیالات اُس کے افعال کے اصل الاصول ہین اور [illegible] اُس کے خیالات کے اصلی محرک ہین۔ حقیقت یہہ ہے کہ وہ مضمر روحانی قوت جو کسی [illegible] گوشۂ خاطر مین جاگزین ہے وہی اُس کے ظاہری افعال کی بیخ و بنیاد ہے۔ اسی [illegible] مین کہتا ہون کہ انسانی لوازم مین مذہب سب سے زیادہ اہم شے ہے۔ کارلائل

خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

[illegible] جو کچھ رسالہ ید بیضا نے اس قلیل مدت مین کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار کاغذ اور چھپائی دکھائی ترقی [illegible] لوگون سے پوشیدہ نہین۔ مگر باستثنا چند معاونین کے دیگر کرم فرماؤن نے اس کی توسیع اشاعت [illegible] توجہ نہین فرمائی۔ اگر ہمارے مہربان ایک ایک دو دو نئے خریدار بھی پیدا کر دین تو ہم بہت جلد رسالہ [illegible] مین اضافہ کر سکین گے ہمارے ارادے اور ہمارے حوصلے کو بڑھانا آپکی ذرا سی توجہ پر منحصر ہے۔ ایڈیٹر

التماس ضروری

[illegible] سالانہ خریداری [illegible] ستمبر سنہ ۱۹۰ [illegible] یعنی جس وقت سے رسالہ کی اشاعت شروع ہوئی ہے منظور فرمائی ہے ان کی خدمت [illegible] ہے کہ اگر خریداری جاری رکھنا منظور ہو تو وہ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ع تک فی رسالہ [illegible] خواہ خط مشعر انکار خریداری [illegible] سنہ ۱۹ [illegible] کا رسالہ حسب معمول بذریعہ قیمت طلب پارسل ارسال خدمت عالی کیا جائیگا جو صاحب [illegible] خریداران [illegible] ان سے بجائے معمولی چندہ [illegible] اور [illegible] کے صرف [illegible] اور [illegible] سالانہ چندہ لیا جائیگا

غزل جناب منشی حیات بخش صاحب رسا تلمیذ حضرت فصیح الملک دہلوی

بہار آتے ہی وحشت اور دامنگیر ہو جاتی
گلے کا ہار میرے پانون کی زنجیر ہو جاتی

سر محشر اگر تجھ مین ذرا تاثیر ہو جاتی
قیامت پر قیامت نالۂ شبگیر ہو جاتی

بدل لیتے ہم اس تقدیر کو تقدیر دشمن سے
اگر مرضی تری اے کاتب تقدیر ہو جاتی

نہ پوچھے ہم سے کوئی لذت تعزیر کیسی ہے
یہی جی چاہتا ہے روز اک تقصیر ہو جاتی

غم عصیان اگر کرتے جہنم سے اگر ڈرتے
طلبگاران رحمت سے بڑی تقصیر ہو جاتی

تری ٹیڑھی نظر کا کیا گلہ ہم تیرہ بختون کو
اگر سیدھی نظر ہوتی تو وہ بھی تیر ہو جاتی

وہان جاتا اگر مین تو مجھے بسمل بنانے کو
نگاہین تیر بن جاتین ادا شمشیر ہو جاتی

جو اس کو سحر مین ہم کھینچتے تو کیا نتیجہ تھا
یہہ آہ نارسا اتری کمان کا تیر ہو جاتی

مری تقدیر کے لکھے پر اس کو صبر آ جاتا
اگر دل کی شہادت بھی دم تحریر ہو جاتی

کسی دن دیکھ لیتے گر دل حیران کی حیرانی
یہہ پیاری پیاری صورت آپ کی تصویر ہو جاتی

رسا ہو کر یہہ آہ نارسا تیری تعجب ہے
مزا اس نام کا جب تھا کہ کچھ تاثیر ہو جاتی

جناب حکیم سید اصغر علی صاحب اصغر رئیس گوالیار شاگرد حضرت فصیح الملک دہلوی

جذبۂ الفت کا مری جان اثر ہو کے رہے
آپ کے دل کو مری دل کی خبر ہو کے رہے

کھب گئے ہم نفسو جب سے وہ دل مین میرے
ایسے آنکھون مین سمائے کہ نظر ہو کے رہے

گر دنیا مین بنے حرص و ہوا کا بندہ
سو بلاؤن سے پھر آزاد بشر ہو کے رہے

ایسے روٹھے ہین شب وصل کہ منتے ہی نہین
چاہتے ہین ابھی جھگڑے مین سحر ہو کے رہے

جاؤ کیا آنکھ ملاؤگے چلو بیٹھو بھی
ہین پتے کی جو کہون نیچی نظر ہو کے رہے

چل گئی گھات کسی دن تو دکھا دونگا انھین
دست گستاخ مرا زیب کمر ہو کے رہے

مجکو یہہ فکر کہین وصل کی حسرت نکلے
ان کو یہہ تاک کہ باتون مین سحر ہو کے رہے

لاکھ سامان ہین بربادی دل کے میرے
تم اگر چاہو تو آباد یہہ گھر ہو کے رہے

اس طرح وصل کے ارمان نکالو اصغر
ہاتھ ڈالے ہوئے گردن مین سحر ہو کے رہے

جولیس قیصر

نمبر ۱۲

آخرکار معاملات نے طوالت کی صورت اختیار کی اور یہان تک نوبت پہونچی کہ سینٹ کا جلسہ شہر روما کی دیوارون کے باہر اس لئے منعقد کیا گیا کہ پامپی بھی شریک ہوسکے۔ اس جلسہ مین قیصر کو عہدہ پروکانسل سے معزول کرنا قرار پایا اور پامپی سے وعدہ لیا گیا کہ اس کارروائی کے نتائج اگر خلاف مراد ہون تو وہ سینٹ کی امداد کرے۔

ہر دو ٹرائبونون[51] نے اس فیصلے کی مخالفت کی لیکن اُن کی کون سنتا تھا۔ تب اُنھون نے دیکھا کہ کسی کی کچھ نہین سُنی جاتی اور قانون کی جگہہ جبر سے کام لیا جاتا ہے تو جولیس قیصر کے پاس اس مضمون کا ایک پیغام بھیجا کہ جمہوری سلطنت کے حقوق کو پامالی سے بچانا لازم ہے اور اس کے بعد خود جولیس قیصر کے پاس پناہ گزین ہونے کے لئے روانہ ہوے۔ جولیس قیصر اُس وقت راونہ مین تھا اور صرف ایک دستہ فوج کا اُس کے پاس تھا۔ ہر دو ٹرائبونون کا پیام اُس کے پاس اور مفصل حالات کا معلوم ہونا گویا تمام واقعات کی صورت کا بدل جانا تھا۔ ۱۵۔ جنوری سنہ ۴۹ قبل مسیح کو قیصر راونہ سے اُس شاہراہ کی ایک شاخ پر روانہ ہوا جو ایملین وے کے نام سے مشہور تھی اور جو صوبہ ... ایپائن گال سے جہان جولیس قیصر کو بطور جنرل کے مسلح نکلنے کا اختیار حاصل تھا ... خطے کو جاتی تھی جو روما کے خاص مضافات مین داخل تھا اور جہان کسی فوج کو یہہ حق حاصل ... خاص اجازت اور طلبی سینٹ کے مسلح جا سکے۔

اس خطے کی حد ... ایک چھوٹی سی ندی سے ہوتی تھی جس کا نام روبیکان[52] تھا

---

[51] ٹرائبون ... دو عہدے دار جنکا پورا لقب ٹرائبونی پلیبس تھا عوام الناس کے حقوق کے محافظ ہوتے تھے ... فرقے کے مظالم سے پلیبین فرقے کے لوگون کو بچانے کے لئے مقرر ہوتے تھے مگر بعد مین ان کے اقتدار و ... مین بہت کچھ اضافہ ہوگیا تھا۔ یہہ دونون ٹرائبون جنکی طرف اس موقعہ پر اشارہ کیا گیا ہے مارکس انٹونیس ... انٹونی) اور ... کیسنس تھے جنکے نام پچھلے نمبر مین بتا دیے گئے ہین۔ مترجم

[52] روبیکان کے لفظی معنی سُرخ کے ہین۔ اس ندی کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ اس کے منبع پر ایک قسم کی سرخی اس کے ... نمودار تھی جو وہان کی زمین سے بعض اجزاء کے حل ہوجانے کی وجہ سے تھی۔ اس ندی کو مسلح فوج کے ساتھ ... گویا ... سلطنت رومۃ الکبریٰ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا تھا۔

موسم سرما مین یہ ندی طغیانی پر ہوتی تھی۔ اُس پر ایک پُل بندھا ہوا تھا اور اُس پُل پر سے قیصر کا بسرکردگی اپنی فوج کے مسلح گزرنا گویا اپنی زندگی مین ایک انقلاب عظیم پیدا کرنا تھا۔ اور یہ بات ایسی نہ تھی کہ قیصر سے پوشیدہ ہو۔

قیصر نے کچھ حصہ اپنی فوج کا صبح کو بھیج دیا اور خود شام تک راونہ مین رہا اور ایک جلسے مین بھی شریک ہوا اور جلسے کے اختتام پر چند دوستون کی دعوت بھی کی اور جب روانہ ہوا تو غروب آفتاب کا وقت قریب تھا جس سے دیکھنے والے صرف یہ سمجھین کہ وہ کہین دور نہین گیا ہے اور ابھی واپس آجائے گا۔ لیکن درحقیقت وہ اور ہی قصد سے چلا تھا۔ آبادی سے باہر نکلتے ہی اُسے ایک گاڑی جس مین خچرون کی جوڑی جُتی ہوئی تھی تیار ملی اور وہ اُس پر سوار ہوکر اپنی فوج سے جا ملنے کے قصد سے روانہ ہوا لیکن اتفاق سے وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔ اُس وقت جنگل مین بالکل اندھیرا تھا اُس کے ہمراہیون نے ساری مشعلین روشن کرلین اور ان مشعلون کی روشنی مین بڑی مشکل سے آخر اُس راستے کا نشان ملا جس طرف سے اُس کی فوجین گئی تھین اور وہ تیزی سے چل کر اپنی افواج سے جا ملا۔ دوسرے دن صبح کو اُس نے وہ کام کیا جو اِس وقت تک بطور ضرب المثل کے مشہور ہے یعنی مسلح ہوکر روبیکان کو عبور کرنے کے یہ معنی مشہور ہین کہ کوئی ایسا فعل کرنا جس کی تلافی نہ ہوسکے اور جولیس قیصر نے ایک مسلح فوج کی سرکردگی مین روبیکان کو عبور کرکے گویا سینٹ کے باضابطہ حکم کی خلاف ورزی کی اور اُسی وقت سے قانوناً باغی ہوگیا۔

جولیس قیصر نے اپنی کتاب "کمنٹریز" مین روبیکان کے عبور کرنے کی بابت کچھ نہین لکھا۔ لیکن بعض مورخ اِس واقعے سے اِس قدر متاثر ہوے ہین کہ اُنھون نے اِس کے متعلق مزے مزے کے قصے گھڑ لیے ہین ایک مورخ کا بیان ہے کہ جب جولیس قیصر دریاے روبیکان کے پُل پر پہونچا تو قبل اِس کے کہ وہ اُس پر قدم رکھے دیر تک کھڑا سوچتا رہا اور اُس کے بعد اپنے سردارون سے مخاطب ہوکر یون کہا کہ "اب بھی واپس چلنے کا موقع باقی ہے اگر ہم نے اِس پُل کو عبور کرلیا تو پھر سوائے شمشیر کے اور کوئی چیز ہمارے معاملات کا تصفیہ نہ کرسکے گی"۔ اتنے مین ایک خوبصورت لڑکا بانسری بجاتا ہوا آیا اور اِس قدر لطف کے ساتھ اُس نے بانسری بجائی کہ تمام سپاہی اور تماشا گر پیشہ اُس کے گرد مبہوت ہوکر جمع ہوگئے۔ جب مجمع کثیر ہوگیا تو اُس نے ایک بگل چھین لیا اور نہایت پُرجوش اور روح افزا آواز سے اُسے بجا کر دریا مین کود پڑا اور اُسے عبور کرکے نظرون سے غائب ہوگیا جولیس قیصر نے جو اِس تماشے کو دور سے دیکھ رہا تھا ایک نعرہ لگایا کہ "اے میرے بہادر سپاہیو

اُس طرف کو قدم بڑھاؤ جہان دیوتا ہمکو رہنمائی کر رہے ہین اور ہمارے دشمن ہم کو بڑھنے کے لیے مجبور کر رہے ہین۔ بس اب فیصلہ ہو چکا جو ہو سو ہوگا

علے الصباح جولیس قیصر نے آریمنیم پہونچ کر اُس پر قبضہ کر لیا اور وہین انٹونی اور دیگر سفیر ٹرائبیونون سے ملاقات ہوئی۔ قیصر نے یہان توقف کر کے اپنی بقیہ فوج کے جمع ہونے کا انتظار کیا جس کی تعداد قریب سات ہزار کے تھی اور بعد جمع ہو جانے فوج کے آگے بڑھا سینٹ اور کونسل اس فتنہ عظیم کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے اور جب اُن کو برابر خبرین ملین ... بے دھڑک بڑھتا چلا آتا ہے تو وہ سرکاری خزانے اور نیز اپنی ذاتی جائداد کو چھوڑ ... جنوب کی جانب فرار ہو گئے اور جنوبی خطہ مین پناہ گزین ہو کر وہان سے سلطنت جمہوری ... ن کو پیام بھیجا کہ آؤ اور سلطنت کی مدد کرو۔ قیصر برابر آگے بڑھتا رہا اور ہر قدم پر اُسکو ... مددگار ملتے گئے۔ اُس نے یہہ اعلان کر دیا تھا کہ مین سلّا کی طرح انتقام لینے کے لیے نہین ... ہون بلکہ بحیثیت ایک باشندہ روما اپنے حقوق کے حاصل کرنے کے لیے آرہا ہون۔ ... کی سچائی کے ثبوت مین وہ قتل و غارت سے بالکل باز رہا۔ تمام ملک اطالیہ کو اُن لوگون ... ... جنھون نے اُن کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہو کر اپنے فرائض سے چشم ... کی تھی ... کو دشمن کے ہاتھ مین چھوڑ کر اپنی جان لے کر بھاگ گئے تھے اور برابر جنوب کی ... ہٹتے جاتے تھے۔ دریاے روبیکان کے عبور کرنے کے ساٹھ روز کے اندر جولیس قیصر نے ... سینیٹ اور کانسلون کا اطالیہ کی حدود تک یعنی برنڈوسیم تک تعاقب کیا اور وہان پر ... کانسل ... پمپیو کا (جس کی لڑکی کارنیلیا کے ساتھ پامپی نے شادی کر لی تھی) یا نون ... ج کے جہاز پر سوار ہو کر یونان کو چلا گیا اور پامپی بھی چند روز بعد اُس سے ولینا ... قیصر بقول اپنے ایک لفٹنٹ کے اس وقت اطالیہ کا مالک تھا۔

... اس وقت جزیرہ سسلی کا حاکم تھا کانسلون کے حکم کے بموجب اپنے صوبے کو ... سے جا ملا ... سرو سرکاری خدمات سے کنارہ کش ہو کر موضع فارمیائی مین رہا کرتا ... کے پاس پہونچ کر اُس سے ملا اور اُس کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش ... اپنے اصول پر اس قدر ثابت قدم نکلا کہ اُس نے صاف کہدیا کہ اگر مین کبھی روما ... کا تو میرا مقصود تمہاری مخالفت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ قیصر مایوس ہو گیا اور ... ... کر کے اُس کے پاس سے اُٹھ گیا۔

اب جولیس قیصر نے روما میں پہونچ کر سینیٹ کا جلسہ منعقد کیا۔ کانسل تو موجود ہی نہ تھے اس لئے اُن کی عدم موجودگی میں قیصر کے دونوں ہوا خواہ ٹرائیبون کرسی صدارت پر متمکن کئے گئے۔ تمام لوگ جو اُس کے سخت مخالف تھے چپکے سے کھسک گئے تھے۔ باقی ماندہ لوگوں میں اکثر تو اُس کی خوش خلقی کی وجہ سے مطیع ہو گئے تھے اور بعض پامپی کے فریق کی طرفداری سے اس وجہ سے دست بردار ہو گئے تھے کہ وہ انہیں مصیبت میں چھوڑ کر چل دیا تھا۔ قیصر نے خزانے پر قبضہ کر لیا جسے اہل سینیٹ غیر محفوظ حالت میں چھوڑ کر چل دیے تھے اور افواج کے مجتمع کرنے کی طیاریاں کیں۔ سب کچھ ہوا مگر اب کون تھا جو قیصر کی مخالفت کرتا یا اُس سے آنکھ بھی ملاتا۔ اس اثنا میں پامپی یونان میں رہ کر باربیرین لوگوں کی ایک فوج روما پر چڑھ کر آنے اور جولیس قیصر اور اُس کے ہوا خواہوں سے انتقام لینے کے لئے طیار کر رہا تھا۔

لیکن قبل اس کے کہ پامپی چڑھ کر آئے جولیس قیصر اسپین کی جانب بڑھ کر اُس کی افواج پر حملہ آور ہوا اور مقام ایلرڈا میں پامپی کے دو ماتحت سرداروں سے معرکہ کی جنگ ہوئی جس میں قیصر کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور حریف نے کچھ تو مغلوب ہو کر اور کچھ رسد کی کمی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ اس فتح کی اس قدر خوشی منائی گئی کہ یہ دن بطور ایک سالانہ تیوہار کے شمار کیا جانے لگا۔ اسپین کی اطاعت حاصل کرنے کے بعد وہ واپس آیا ہی تھا کہ شہر مارسیلز جو مدت سے پامپی کی طرفداری کی وجہ سے محصور تھا اُس کے قدموں پر آپڑا۔ اور اس واقعہ کے بعد ہی اس کو اہل روما نے ڈکٹیٹر منتخب کر لیا اور اب اُس کو شہر روما کے اندر مسلح فوج لیکر داخل ہونے کا اور روم میں آنے کا پورا حق حاصل ہو گیا۔

جولیس قیصر کی جبلّی شرافت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانے میں اُس نے مخالف کشی کا ہنگامہ نہیں برپا کیا اور اطاعت گزار دشمنوں سے لطف و مدارا کا برتاو رکھا۔ نہ جلاوطنیوں کا بازار گرم ہوا نہ قتل و غارت کا خوفناک طریقہ عمل میں لایا گیا بلکہ برخلاف اس کے جب ملک افریقہ سے جو پامپی کے زیر اثر تھا غلے کی آمد رک گئی تو جولیس قیصر نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے دیگر ممالک سے غلہ منگایا اور شہر میں تقسیم کر دیا اور صوبہ سس آلپائن گال کے رہنے والوں کو اہل روما کے حقوق عطا کئے۔ لیکن پامپی اور اُس کے ہوا خواہ اہل سینیٹ کا اقتدار تھسلی وغیرہ میں بدستور تھا اور ممالک شام اور ایشیائے کوچک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے مالک جو مشرقی جنگوں کے زمانے سے پامپی کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ اُس کی امداد کے لئے طیار رہتے تھے۔ اور پامپی اُن کی افواج کو رومن طریقہ جنگ کی تعلیم دیتا تھا۔

(باقی آئندہ)

نیرنگ زمانہ

نمبر ۱۲

گاڑی سے اُتر کر اُس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور ایسے خوددارانہ طریقے سے گویا وہ اپنے سے بہت کم رتبے کے آدمی سے گفتگو کر رہا ہو مجھسے مخاطب ہوا - درحقیقت اُس کا بلند چھ فیٹ کا قد اُس کی اِس قدر شان نہ بڑھاتا اگر وہ اُس اکڑ کے ساتھ میرے سامنے نہ کھڑا ہوتا جو اُس کی عادت مین داخل تھی۔

ڈونلڈسن - اینَ ایورسٹ - تم یہان کہان؟

مین - مین نے عرض کیا ناکہ مین یہان پریکٹس کرتا ہون ۔

ڈونلڈسن - ہان کہا ہوگا - مجھے تو یاد نہین - خیر - خوشی ہوئی کہ تم نے پریکٹس شروع کی - تم کو خود معلوم ہے کہ اکثر لوگون کی رائے تھی کہ تم سے کبھی جم کر پریکٹس نہ ہوسکے گی - ڈاکٹر سمتھ سوئٹزرلینڈ گئے ہوئے ہین اور اپنی زحمت میرے گلے ڈال گئے ہین - میان غضب خدا کا اِس قدر بڑھی ہوئی پریکٹس ہے اُس شخص کی کہ مجھے تو دم بھر کی مہلت نہین ملتی ہر کس و ناکس جیسے دیکھئے چلا آتا ہے -

مین - اگر تھوڑا سا وقت ملے تو غریب خانہ قریب ہے - یہی لنڈن روڈ کے موڑ پر -

ڈونلڈسن - مشفق من - ایک لمحہ کی فرصت نہین - پرسون سے آیا ہون - بس یہ حال ہے کہ گویا زنجیرون مین جکڑ دیا گیا ہون آزادی قطعی چھن گئی ہے - تمھین آجانا - ڈاکٹر سمتھ کا مکان تو تم جانتے ہی ہوگے - کل سات بجے شام کو آجاؤ کھانا وہین کھالینا ۔

مین نے کہا بہت اچھا اور ڈونلڈسن نے کوچوان کو گاڑی قریب لانے کے لئے اشارہ کیا اور بیٹھ کر روانہ ہوگیا -

ناظرین - اگر آپ کے دل کے کسی گوشے مین ہمدردی کی جگہہ ہوگی تو آپ سمجھ سکتے ہین کہ مین کیون مکان کو واپس جانا پسند نہ کرتا تھا - میرا مکان کچھ ایسی جگہہ واقع تھا کہ اگر دروازے سے چند قدم بھی آگے بڑھون تو کامنس کا سبزہ زار میرے پانون تلے ہوگا - درمیان مین صرف ایک تنگ سڑک پڑتی تھی مین کوہ الزابتھ کی طرف خرامان خرامان جاتے جاتے ونگٹن ہوٹل تک پہونچ گیا - وہان پہونچکر مین داہنی طرف مڑگیا اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد کھڑا ہوکر اُس مکان کی دیوارون کو حسرت سے تکنے لگا جس کے اندر رہنے والون مین سے ایک کی طرف میرا دل بے اختیار کھنچا چلا جاتا تھا اور جس کی

پیاری صورت اپنی بیشمار دلچسپیون اور دل فریبیون کے ساتھ چشم تصور مین پھر رہی تھی۔ ایک عرصہ گزر گیا آخر مین نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس آوارہ گردی کی کچھ انتہا بھی ہے۔ دیر بہت ہو چکی تھی اول تو گھر ہی سے رات گئے نکلا تھا اور جب واپسی مین کامنس تک پہونچا ہون تو گیارہ بجے۔ مگر میرا جی کسی طرح گھر جانے کو نہ چاہتا تھا۔ نیند کے خیال سے وحشت ہوتی تھی آخر کار بجاے مکان کو واپس جانے کے مین ہسٹ ہال والی سڑک کی طرف چند قدم بڑھ گیا اُس شب کو گرمی بھی معمول سے زیادہ تھی مین ایک تالاب کے کنارے ایک درخت کی جڑ سے لگ کر بیٹھ گیا۔ چاندنی کھیت کر رہی تھی لیکن جہان مین بیٹھا تھا وہان گنجان درختون کا سایہ تھا۔ بالکل سناٹا تھا اور ہوا کی سنسناہٹ اور مینڈھکون کی غڑپ سے غوطہ لگانے کی آواز کے سوا کسی شے کا گزر تخیل تک بذریعہ قوت سامعہ کے نہ ہوتا تھا۔ کوئی پندرہ منٹ تک اس سناٹے کا مزا لیتے ہوے گزرے ہون گے کہ قریب کی پختہ سڑک پر سے گھوڑون کی ٹاپون کی آواز میرے کانون تک پہونچی اور ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ ایک سفید گاڑی جو جنازے کی گاڑی سے بالکل مشابہ تھی آتی ہوئی نظر پڑی۔ چونکہ کلیسا کا صحن نزدیک تھا مجھے معاً یہہ خیال پیدا ہوا کہ کسی مسافر ملک عدم کی اول منزل ہے۔ گاڑی اُس مقام کے مقابل مین آکر کھڑی ہوئی جہان مین بیٹھا ہوا تھا۔ اور اب جو مین نے غور کیا تو وہ عجیب قسم کی گاڑی تھی یعنی اس قدر کہ معمولی مکان کے دروازے سے بلاتکلف گزر جاے اور دونون طرف سرون ایک ایک سیٹ اور اُس کا حصہ زیرین سفید لگا ہوا تھا۔ کوچوان نے بعدے مین سے اُتر کر دروازہ کھولا اور مجھے یہہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُس مین سے ایک عورت اُتری جو اس سنسان رات مین بھی ایک دبیز نقاب سے چہرہ چھپاے ہوے تھی لیکن مین نے باوجود اُس نقاب کے اُسے فوراً پہچان لیا۔ وہ مسس مینانگ ٹری تھی۔ قبل اُس کے کہ مجھے یہہ سوچنے کا موقعہ ملے کہ وہ اپنے مکان سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر کیون اُتری وہ اندر کی طرف جُھکی اور کسی اور شخص کو گاڑی سے اُتارنے لگی وہ بھی عورت تھی اور اُس نے بھی نقاب سے اپنا چہرہ پوشیدہ کر رکھا تھا۔ یہہ ایک بلند بالا اور نازک لڑکی تھی جس کی نسبت میرا گمان ہوا کہ ہو نہ ہو یہہ لوڈورا ہے۔ کوچوان کو جی کھول کر انعام دیا گیا جیسا کہ اُس کے باربار سلام کرنے سے معلوم ہوتا تھا اور وہ جس راہ سے آیا تھا اُسی طرف گاڑی لیکر چلتا ہوا۔

لڑکی نے مسس مینانگ ٹری کا بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور دونون ہمراہ روانہ ہوگئین مین حیرت مین تھا کہ ڈورا کو سہارے سے چلنے کی ضرورت کیون پیش آئی۔ لیکن مین بدستور اپنی

اپنی جگہہ پر رہا یہان تک وہ لوگ کچھ فاصلہ طے کر گئین اور اب مین اُن کے پیچھے روانہ ہوا مین اپنے دل ہی دل مین جھنجلا رہا تھا کہ ڈورا کی شناخت مین مجھے اس قدر دقت کیون واقع ہو رہی ہے کیونکہ مین اپنے دل مین یہہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ؂

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ٭ من اندازِ قدت را مے شناسم

لیکن چونکہ مین اس سے پیشتر ڈورا کے کمرے کی کھڑکی مین سے لیمپ کی روشن شعاعین نکلتی ہوئی دیکھ چکا تھا اس وجہ سے مجھے یقین ہو چکا تھا کہ ڈورا اپنے کمرے مین موجود ہے۔ اسی بنا پر مجھے اس وقت اس امر کا فیصلہ کرنے مین دقت محسوس ہوئی کہ یہہ لڑکی جو ابھی گاڑی پر سے اُتری ہے پیاری ڈورا ہی ہے یا کوئی اور۔ قد تو ویسا ہی ہے چاندنی مین جہان تک نظر کام کرتی ہے بالون پر بھی ویسی ہی چمک ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف یہہ اس کے قدم ذرا دشواری سے اُٹھتے ہین اور پیاری ڈورا کے خرام ناز مین تو ایک شوخی پائی جاتی ہے ۔ اس کے علاوہ یہہ لڑکی جو کوئی ہو۔ بیمار معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے اُس کی رفتار مین یہہ سستی اور لغزش ہے۔ وہ ذرا ذرا سی دیر بعد کھانستی بھی ہے اور جب اُسے کھانسی آتی ہے تو مسس مینناگ ٹڑی جُھک کر کچھ اُس کے کان مین کہتی ہے اور اگر کھانسی موقوف نہین ہوتی ہے تو اُس کی آواز ایسی سنائی دیتی ہے جیسے کسی نے مُنہ بند کر دیا ہو۔ اب مین سوچتا ہون کہ الہی ڈورا اس طرف کہان گئی ہو گی۔ اُس کا آدھی رات تک مسس مینناگ ٹڑی کے ساتھ رسٹ ہال کے میدان مین ٹھہرنا تو کچھ دل کو نہین لگتا بلکہ یہہ بات بھی سمجھ مین نہین آتی کہ مسس مینناگ ٹڑی ہی کیون اتنی دیر تک باہر رہی۔ ڈورا کو ساتھ رکھنا یا نہ رکھنا تو خیر دوسرا ہی سوال ہے ۔ یہہ بھی جانے دیجیے۔ مانا کہ کہین دیر ہو گئی ہو گی تو آخر اس کے کیا معنی کہ وہ گاڑی کو اپنے مکان تک نہ لے گئی۔ یہان سے گاڑی کو رخصت کرنے کا کیا مطلب۔

مین اپنے دل کے خیالات سے لڑتا بھڑتا اور قلب کو تسکین دینے کی کوشش کرتا ہوا اور اس بات پر خیال کو وثوق دیتا ہوا کہ یہہ لڑکی ڈورا ہی ہے ایک عجیب و غریب اشتیاق کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا جاتا تھا کہ گلی کا موڑ طے کر کے وہ دونون اپنے مکان کے دروازے پر پہونچ گئین اُن کے پہونچنے سے پہلے ہی مسٹر لاسیلس نے دروازہ کھول دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن کی آمد کا دیر سے منتظر تھا۔ یہہ جب بڑے کمرے مین داخل ہوئین۔ جہان خفیف سی روشنی کی گئی تھی تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ یہان تک چٹخنی کے کُنڈے کے اندر پہونچ جانے

تک کی آواز صاف میرے کانوں تک آئی۔
پہلے تو ڈرائی خوابگاہ کے روشندان کی جھلملی سے ایک خفیف شعاع روشنی کی نمودار ہوئی اور مکان کے دوسری طرف اُس کمرے کے اوپر جہاں میرے مریض نے وفات پائی تھی یعنی اُس بالائی حصہ مکان پر جس میں کوئی بھی نہیں رہتا تھا ایک شعاع روشنی کی روشن دانوں میں سے اِس طرح نمودار ہوئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ روشندان کی جھلملی بند کرنے کی کوشش تو ضرور کی گئی تھی مگر اُس کی پرتیں اچھی طرح ایک دوسرے پر بیٹھیں نہیں۔
میرا جی اب بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے چلا جاؤں لیکن رات بہت گئی تھی مجبوراً واپس ہوا اور جب سبزہ زار پر پہونچا تو چاندنی نے آنکھوں کو وہ طراوت بخشی کہ باوجود گرمی کے جواب تک باقی تھی میں اپنے حواس پر اسی طرح شبہ کرنے لگا جیسے خود بیماری دُور کیا کرتی تھی لیکن میرے دل سے وہ بے چینی کی کیفیت دور نہیں ہوتی تھی جو حال کے واقعات نے پیدا کر دی تھی۔ یہ رات بھی عجیب و غریب رات تھی اگر میں یہ یقین نہ کرتا کہ مسس مینگ نڑی کے ساتھ جو لڑکی تھی وہ ڈورانہ تھی اور کیا یقین کرتا لیکن پھر یہ کیا بات تھی کہ وہ لڑکی اس قدر کمزور معلوم ہوتی تھی جیسے کوئی مدتوں کا بیمار ہو وہ کھانسی جو اُس کو اُٹھتی تھی ایک آن میں کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اِس قدر نقاہت دو چار روز کے مریض کو نہیں ہو سکتی۔ ان سوالات کا کوئی جواب مجھے نہ سوجھتا تھا گو میں نے اِس خیال میں گھنٹے اِس طرح گزار دیے کہ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کتنا وقت صرف ہوا۔
جمعہ کی شام کو میں ڈاکٹر اسمتھ کی چھت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ڈونلڈسن نے اپنے تنہا مہمان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کھانے سے فراغت پاکر میں نے ایک سگار روشن کیا اور ڈونلڈسن ایک سگریٹ پیتا جاتا تھا اور اپنی محنت اور عدیم الفرصتی کا نہایت فصاحت کے ساتھ تذکرہ کرتا جاتا تھا کہ دفعتہً اُس کو اطلاع دی گئی کہ مطب میں اُس کی ضرورت ہے۔
میں تنہا بیٹھے بیٹھے گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور شام کی بڑھتی ہوئی ظلمت کا جو سڑک پر چھائی جاتی تھی تماشا دیکھ رہا تھا کہ ڈونلڈسن ٹوپی پہنے ہوئے اندر کے دروازے سے کمرے میں داخل ہوا اور الماری پر سے اپنے دستانے اُٹھاتا ہوا بولا۔

(باقی آئندہ)

غزلیات تازہ

حضرت برق مرحوم سکندرآبادی

سلہ تحمل کر نہین سکتا ہین سوز آتش غم کا
الہی دل ہے پہلو مین کہ شعلہ ہی جہنم کا

نہ گرتا سر پہ میرے ٹوٹ کر یون آسمان غم کا
کہ خوگر ہو گیا تھا دل مرا صدمات پیہم کا

ترے جاتے ہی ابتر ہو گیا سب کھیل عالم کا
طلسمات جہان گویا تماشا تھا ترے دم کا

گلے ملنا مجھے یاد آ گیا کس جان عالم کا
کہ مجھ کو عید کا دن ہو گیا عشرہ محرم کا

نہین صدمہ اٹھا سکتا ہون مین اُس بت کے غم کا
کوئی آ جائے یارب لینے والا جان پر غم کا

ستم ہے قہر ہے مین اور ماتم دار اُس بت کا
پہننا پیرہن لازم تھا جس کو میرے ماتم کا

خدا محفوظ رکھے ماتم درد جدائی سے
یہہ وہ صدمہ ہے زہرہ آب ہو جس سے رستم کا

دل غمگین ہے نالان آرزو مین سر پٹکتی ہین
مری آغوش کا حلقہ نہین حلقہ ہے ماتم کا

یہہ کس جان جہان نے راہ جنت لی ہے دنیا سے
کہ سارا کارخانہ درہم و برہم ہے عالم کا

قطعہ مرے کانون مین یہہ ہی غیب سے آواز آتی ہے
اگر جاتا ہون تربت پر کبھی مارا ہوا غم کا

یہہ وہ صورت تھی جس کو دیکھ کر اک خلق جیتی تھی
یہہ وہ دم تھا نکلنا جس پہ دم تھا ایک عالم کا

مجھے آتا ہے رونا لے کسی پر اپنے رونے کی
کہ آنسو پونچھنے والا گیا اُس چشم پرنم کا

کسی کے جاتے ہی آئی مری جان حزین لب تک
یہ اس مہمان سرا مین تھا مگر مہمان کوئی دم کا

... صبح دگل کس گل کے رنگ و بو کو روتے ہین
کہ ہے اشک چکیدہ آج قطرہ قطرہ شبنم کا

... بیٹا پیٹ لیتا ہون مجھے جب یاد آتا ہی
وہ ہنسنا بولنا اُس کا وہ اُس کا لطف ہر دم کا

کسی کے ... ل شے رخسار جس سینے پہ ہوتے تھی
قیامت ہے کہ اک صدمہ ہے اُس پر دست ماتم کا

... ملتا پتہ ... مین اُس بت کا خدا جانے
کہان جا کر وہ سویا بخت جاگا یہہ کس عالم کا

... حی ملول کر رو لون بس اے ضبط فغان ...
کہان مین غمزدہ اور پھر کہان عشرہ محرم کا

ادھر تو غم مین اُس کے شانہ کا حیلہ کس سینہ ...
ادھر سر پیٹتا ہے حلقہ حلقہ زلف پر خم کا

سلہ یہہ غزل بطور نوحہ کے آپ نے ایک دوست کے ماتم مین لکھی تھی۔

خدا جانے بنی کیا جان پر جو بیوفائی کی
نہ تھا ورنہ یہ شیوہ اُس کرم ہائے مجسم کا

کبھی لے جائے گی جنت میں سکو جستجو تیری
نہیں ملنے کا دنیا میں پتہ اولاد آدم کا

یہیں میں مر رہوں گا ایک دن مجھ بنی جی کو
ترا در ہے نہیں یہ تخت ابراہیم ادہم کا

نہ رو دوں جب تلک تسکین مرے دل کو نہیں ہوتی
فقط اب زندگانی کو سہارا ہی ترے غم کا

تڑپنے لوٹنے سے عرض میں اُن کے برق کیا حاصل
دعائے مغفرت کیجے کہاں تک شور ماتم کا

دیگر

شب وصال چلی ہجر کا عذاب آیا
گیا وہ ماہ سوا نیزے آفتاب آیا

کھلے ہیں شیشوں کے منہ ساغر شراب آیا
شروع دور ہے گردش میں آفتاب آیا

وہ صبح کو اٹھے پر اپنے جو بے حجاب آیا
گمان ہوا کہ سوا نیزے آفتاب آیا

میں خود ہی دل میں پشیماں ہوں اسکو بکہو خطا
نہ پوچھ مجھ سے یہ ہمدم کہ کیا جواب آیا

گلی سے یار کی جنت میں لے چلے مجھ کو
الٰہی کیا یہ مری جان پر عذاب آیا

خدا نے رحم کیا مجھ پہ اُن گناہوں پر
مجھے جو شرم سے رونا دم حساب آیا

صعوبت سفر کعبہ کیا بیان کیجے
ثواب ملنے سے پہلے ہی یاں عذاب آیا

خلش سے غم کی لہو ہو کے دل بہا شاید
کہ آج اشک جو آیا وہ خون ناب آیا

وہ میرے مرنے کی سن کر عدو سے کہتے ہیں
کہ جیتے جی ہی اُسے کیوں نہ گاڑدو آیا

نصیب دیکھو گر اک ہے دست ساقی سے
وہ میرے دینے کو جب ساغر شراب آیا

اُس آب خنجر قاتل سے حلق تر ہے مرا
جو خضر کو بھی میسر کبھی نہ آب آیا

بچشم مہر جو دیکھا مرے سراپا میں
اُنھیں پسند دل خانماں خراب آیا

وہ بے نصیب ہوں پینے کو گر شراب ملی
تو کھانے کو نہ میسر مجھے کباب آیا

نزول رحمت حق ہے یہ حال رندان پر
ادھر شراب ہے آئی اُدھر سحاب آیا

خدا ہی جانے وہ کیا دل فریب محفل ہو
جو وان سے آیا وہ با دیدۂ پر آب آیا

تلاش میں جو کسی گلبدن کے دوڑا ہوں
مرے بدن میں پسینے کی جا گلاب آیا

دکھانا چاہتے ہیں اپنے وہ سراپا کا
خدا ہی خیر کرے وقت انقلاب آیا

کیا ہے مست مجھے چشم مست ساقی نے
مری نگاہ میں کب ساغر شراب آیا

اکیلے گھر سے اُٹھے ہو کہاں کو جاتے ہو
ذرا ٹھہریے مری جان میں شتاب آیا

شب وصال کرون کیا مین لطف کی باتین
کہ اب تلک اسے دینا نہین جواب

ہنسی ہے کیا ہمین اُس وقت دیکھنا ہمدم
ہمارے دل کے موافق اگر جواب آ

بلا تھی قہر تھی یاد چمن کہ صبح تلک
ہمارے نالون سے صیاد کو نہ خواب آیا

الہی سوتے ہین کس طرح فصل گل مین لوگ
ہمین تو زانوے دلبر پہ بھی نہ خواب آیا

ہمارے دل کے پھسلنے کا گر نہین ہے فکر
تو کس لئے تری زلفون مین پیچ و تاب آیا

ہوا جو روز جزا پیش نامۂ اعمال
مین جی مین سمجھا مرے نامہ کا جواب آیا

رکھا وصال سے محروم شرم نے میری
وہ بے حجاب ہوے جب مجھے حجاب آیا

تڑپتا دیکھتے ہین رات دن تمہین اے برق
کہو تو کس پہ تمھارا دل اے جناب آیا

دیگر

عدو نے کان مین تیرے فسون کیا کیا پھونکا
کہ پڑھتے ہی مرے خط کو جو تو نے نکتہ دان پھونکا

اگر کس شعلہ رو کا ہو گیا گور غریبان پہ
کہ جس کے پاے رنگین سے مزار خفتگان پھونکا

بجاے اشک آنکھون سے انگارے نکلتے ہین
کچھ ایسا سوز پنہان نے یہہ جسم ناتوان پھونکا

قفس سے اب تو صیاد ستمگر چھوڑ دے مجکو
وہان لوٹین گے جا کر گو خزان نے گلستان پھونکا

بتون کی گرم جوشی سے دل عشاق جلتے ہین
ہمین تو سرد مہری نے تمھاری مہربان پھونکا

جگر پہ سینکڑون گو داغ ہین سب پاس ہو لیکن
بتا اے شعلہ رو دل کو کدھر پھونکا کہان پھونکا

غزل اک اور بھی اے برق لکھئے گرم تر اس سے
تری آتش زبانی نے دل اہل زبان پھونکا

ولہ

حرارت نے تپ غم کی رگ دل کا نشان پھونکا
بھڑک نے آتش غم کی سر ہر استخوان پھونکا

جلایا گھر عدو کا ورنہ کل غم آسمان پھونکا
مجھی کو چپکے چپکے تو نے اے سوز نہان پھونکا

دھوان سا چھا رہا ہے زلف کا رخسار گلگون پر
غضب اندھیر ہی کافر نے تو باغ جنان پھونکا

ستم دیکھو کہ فصل گل مین صیاد و نے بلبل کے
کسی نے پر اکھاڑے ہین کسی نے آشیان پھونکا

حسد آیا ہے یہہ عالم ہوا شہر خموشان مین
کہ گویا صور محشر تو نے اے جان جہان پھونکا

ملے ہم خاک مین ایسے نہ پایا کچھ غبار اپنا
یہان تک تن کو میرے تو نے اے سوز نہان پھونکا

جلے آواز موسیقار سے اک مشت پر اُس کے
ہماری آہ آتش بار نے کون مکان پھونکا

لگا دی آگ سینے مین یہہ کس سنت حنائی نے
جو نالون نے ترے اے برق کاخ آسمان پھونکا

حضرت خورشید سکندرآبادی

نشان عزت و حرمت ہو کس نشان کیسی
ثبوت مہر و محبت ہے گالیان کیسی

رہی عذاب مین شب جان ناتوان کیسی
غم فراق نے لین دل مین چٹکیان کیسی

نہ ہم کو کعبہ سے مطلب نہ دیر سے کچھ کام
خدا کی یاد کہان الفت بتان کیسی

کیا غبار بھی برباد خاکساروں کا
یہ بعد مرگ کدورت ہے آسمان کیسی

خبر نہین کہ جدا تھی یہ کتنی مدت سے
گلے ملی ہے تری تیغ خونچکان کیسی

جو پوچھا رات کہین کچھ مری شکایت بھی
تو کہنے لگے کیا ہین تجاہل سے وہ کہان کیسی

دبات بھی نہین سنتے ہین نا کس کا
نہین مین لاکھ تکلف ہو اُن کو ہان کیسی

مریض ہجر کی ہوچکی یہ ضعف سے حالت
کہ سانس لینا بھی دشوار ہو فغان کیسی

جو عیش و وصل کے قصے سنے وہ کہنے لگے
غم فراق کی ہوتی ہے داستان کیسی

ترس گئی ہین یہ آنکھین سحر کی صورت کو
درازی شب ہجران ہے الامان کیسی

مٹا ملال تو باتین ہنسی خوشی کی کرو
یہ بعد صلح شکایت ہو درمیان کیسی

کسی کو تو نے پکارا ارے کسی کو کہا
بگڑ گئی ہے یکایک تری زبان کیسی

جو خار دشت سلامت ہے تو دیکھو گے
جنون مین اُڑتی ہین دامن کی دھجیان کیسی

ذرا ادھر بھی تو دیکھو کہ دیکھ لین ہم بھی
نگاہ شوخ کی چلتی ہین برچھیان کیسی

عجب ہے ہمکو تو خورشید اس متانت پر
ترے کلام مین ہوتی ہین شوخیان کیسی

نواب محمد عمر خان بہادر المتخلص بہ وفا

ہر روز دل پہ چلتے ہین خنجر نگاہ کے
مجروح ہم ہین ایک بت رشک ماہ کے

ہو کر وہ بیقرار نکل آئے ڈھونڈنے
صدقے مین اپنے نالہ و فریاد و آہ کے

پہونچادے کوئی رحمت باری کو یہ پیام
ہم منتظر ہین دیر سے عفو گناہ کے

تو بھی اُڑا دے آج بطے کو ساقیا
لگے ہوا یہ اُڑتے ہین ابر سیاہ کے

قدرت خدا کی آج یہ کیا دل مین آگئی
پرسان ہوئے جو تم مرے حال تباہ کے

دیکھو نہ ٹوٹ جائے کسی کا غریب دل
ناوک سے کم نہین یہ اشارے نگاہ کے

اُس بیوفا سے دل تو لگا بیٹھے ہم مگر
انداز کچھ نظر نہین آتے نباہ کے

لاکھوں ہی تیر میرے جگر میں پرو دیے
بہر نجات حشر میں کافی یہ بات ہے
آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں اور رنگ زرد
کیا پوچھتے ہو حال ہمارا تم اے وفا

قربان جائیے تری ترچھی نگاہ
ہم بھی ہیں اک غلام رسالت مآب
یہ سب گواہ ہیں مرے حال تباہ
پچتا رہے ہیں اک بت کافر کو چاہ

جناب باران بلند شہری

کھڑا ہوں نکل کر میں یوں گھر سے باہر
نعان کرنے والے ذرا چپکے چپکے
خدا کے لئے اپنا جوبن سنبھالو
ستم کیسے جائے گا دل سے بتوں کے
مرے دل سے پیکاں کو یوں کھینچتے ہو
مگر دل نہ دینے کا کیوں ہو رہا ہے
مرے ذبح کرنے میں یہ سختیاں ہیں
مرے قتل کو ہاتھ کیوں کر دیا ہے
رہیں ان کی زلفوں تلے سایے میں باران

تم آکر نہ پھر جاؤ باہر سے باہر
کہیں دل نہ آجائے اندر سے باہر
نکل کر ہوے پانوں چادر سے باہر
یہ کیڑا ہو کس طرح پتھر سے باہر
کہاں جائے مہمان بھرے گھر سے باہر
میں کس دن ہوا بندہ پرور سے باہر
کہ دم نکلا آتا ہے خنجر سے باہر
نزاکت نے دست ستمگر سے باہر
یہ ہے بات میرے مقدر سے باہر

جناب اختر الہ آبادی

نہ بوسہ دو نہ دل پھیرو یہ سودا ہو نہیں سکتا
عبث کہتے ہو تم پیارے کہ ملنا ہو نہیں سکتا
سوال وصل پر خاموش ہو جانا تو آفت ہے
سبق یہ حضرت دل نے دیا منہ موڑ کر ہم سے
ہم اس کے عشق میں گو پھر گئے سارے خدائی سے
وفا و بے وفائی کا مزا دیکھا یہ الفت میں
دیا تھا دل انھیں جس دن اسی دن صبر کر بیٹھے
حقیقت سر مال کار گو عشق مجازی ہو

پرائے مال پر یوں مفت دعویٰ ہو نہیں سکتا
جو دل پر آدمی رکھ لے تو پھر کیا ہو نہیں سکتا
بلا سے تم یہی کہہ دو کہ ایسا ہو نہیں سکتا
کہ اس دنیا میں کوئی بھی کسی کا ہو نہیں سکتا
خدا اچھا ہے تو وہ بت بھی کسی کا ہو نہیں سکتا
کہ اپنا دل بھی اس کا ہو کے اپنا ہو نہیں سکتا
کریں کیا ہم موہم سے تقاضا ہو نہیں سکتا
ہوا ثابت حریم دل کلیسا ہو نہیں سکتا

رُخ سے لو مین چھپن کے نکلا تو رنگ جانے گا — خدا جب حسن دیتا ہے تو پیدا ہو نہیں سکتا
ہم اپنا وہ اصرار وصل اس شوخ سے کی آخر — وہ اُس کا جھینپ کر کہنا کہ ایسا ہو نہیں سکتا

خنجر سکندر آبادی

دیکھ کر اشتیاق بسمل کا — نہین ملتا مزاج قاتل کا
کیا خبر کیا ہو مدعا دل کا — حال ہی پوچھا نہ سائل کا
حشر کا دن ہے اب سنبھل جاؤ — آج ہوگا حساب تل تل کا
ہے خزان کی دلیل خندۂ گل — نغمہ بے وقت ہے عنا دل کا
زلف پرخم سے دل نہ نکلے گا — کھُل چکا عقدہ میری مشکل کا
غیر نکلا نہ تیری محفل سے — کیا یہہ ارمان تھا مرے دل کا
دم تو لینے دو مجکو تربت مین — یارو ہارا ہوا ہون منزل کا
کیا ٹھہایا ہے مجھ سے وحشی کو — مین ہون ممنون خار منزل کا
رات بھر سیر کی ہے جنت کی — تھا تصور جو اُس کی محفل کا
نہین دیکھا جہان مین خنجر — اس شبا[illegible]

مندرجہ ذیل کتابین

جو عنقریب طیار ہو جائینگی خریداران رسالہ یدبیضا کو رعایتی قیمت پر [illegible] بشرطیکہ درخواست خریداری اخیر اکتوبر سنہ ۱۹۰ء تک موصول ہو جاے۔

سوانح عمری جولیس قیصر روما کے اولوالعزم جنرل اور مدبر کی زندگی کے قیمتی حالات جو ایک مستند انگریزی کتاب سے ترجمہ کیے گئے ہین باضافہ مفید حواشی اور دلچسپ دیباچے کے ایک مستقل تصنیف کی صورت مین پیش کیے جاتے ہین۔ ترجمہ و مولفہ مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب اختر بی۔ اے الہ آبادی قیمت اصلی ۱ رعایتی ۶

نیرنگ زمانہ۔ ایک جدید انگریزی ناول کا شوخ اور بامحاورہ اردو ترجمہ از قاضی محمد متین الدین صاحب سکندرآبادی قیمت اصلی ۱۰ قیمت رعایتی ۶

دیوان برق۔ قاضی نجم الدین برق سکندرآبادی ارشد تلامذہ حضرت مومن دہلوی کے کلام کا جو حصہ ستم ظریفی زمانہ سے محفوظ رہا ہے مع اون کی مختصر سوانح عمری کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ایسے بلند پایہ شاعر کے کلام کا بیشتر حصہ تلف ہو جانا نا قدردانی اور اہل زبان کی بدبختی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے جو کچھ بچ رہا ہے وہ بھی اپنا نادر الوجود تحفہ ہے ہی خواہان قوم کی قدر افزائی کی امید پر شائع کرتے ہین قیمت اصلی ۶ قیمت رعایتی ۴ المشتہر ایڈیٹر و منیجر رسالہ یدبیضا